تربیت السالک

مبوب

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ ○ جامعہ اشرفیہ ○ فیروز پور روڈ لاہور

قال الله تعالی قد افلح من زکّٰها و قال تعالی یتلوا علیکم آیاتنا و یزکیکم الآیۃ

چون آیۂ اولی دال ست بر مطلوبیت تزکیۂ نفس خود در اشارسیر

و آیۂ ثانیہ بر مطلوبیت تزکیۂ نفس غیر و رسالہ

تبویب تربیت السالک

مولانا شاه محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سره العزیز

کہ تربیت السالک است اجمع و انفع رسائل بود در ابواب و طرق این عمل خیر

و مشتمل بود بر حصہ ہدایات و خطوط از سنہ ۱۳۵۱ھ تا سنہ ۱۳۶۲ھ بناءً علیہ از

ادارۂ تالیفات اشرفیہ جامعہ اشرفیہ لاہور پاکستان مطبوعہ گردید

تعارف

تبویب تربیت السالک جلد دوم حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان مضامین تصوف کا مجموعہ ہے جو رسالہ "النور" تھانہ بھون میں شائع ہوتے رہے تھے اور یہ مضامین ۱۳۵۱ھ سے ۱۳۶۲ھ تک کی تحریرات پر مشتمل ہیں یعنی حضرت تھانوی کی وفات تک کے تمام مضامین اس میں درج ہیں۔

تربیت السالک جلد اول کی تبویب آج سے ۴۲ سال قبل مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی جو دہلی میں طبع ہوئی اور اب نایاب ہے اور اب جلد دوم کی تبویب بھی حسب فرمائش حضرت الحاج ڈاکٹر عبد الحیٔ صاحب مقیم کراچی خلیفہ مجاز حضرت تھانوی قدس سرہ مولانا خیر محمد صاحب نے ہی فرمائی۔ چنانچہ حضرت والا نے تمام مطبوعہ مضامین کی فہرست بطرز ترتیب الواب مرتب فرما کر اور مذکورہ بالا سنین کے رسائل میں نشان لگا کر نقل کر کے تکمیل کو پہنچانے کے لیے اپنے خلیفہ مجاز الحاج محمد عبد السلام ہوشیار پوری مرحوم کے سپرد فرمایا اور حضرت حاجی صاحب موصوف نے اپنی نگرانی میں مولوی محمد رمضان شوق (مدرسہ اشاعت العلوم لائلپور) سے مکمل نقل کروا کر اول سے آخر تک مقابلہ اور مراجعت کے بعد یہ مسودات حضرت قدس سرہ کے حکم اور خواہش کے مطابق حضرت اقدس مولنا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم اور حضرت اقدس مولنا ظفر احمد صاحب عثمانی قدس سرہ کی خدمت میں بھیجے گئے۔ ان دونوں حضرات مخدومین نے تصویب فرمائی اور دعاؤں سے نوازا۔

الحمد للہ اس مبارک کتاب کو ادارہ تالیفات اشرفیہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

ادارہ تالیفات اشرفیہ

حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ کی اہلیہ حضرت پیرانی صاحبہ نے معتد بہ رقم وقف کر کے یہ ادارہ تالیفات اشرفیہ جامعہ اشرفیہ لاہور قائم کرایا ہے تاکہ حضرت حکیم الامۃ مجدد الملت کے تجدیدی کارناموں اور مضامین علوم و عرفان سے عام مسلمان تا قیامت فائدہ اٹھا سکیں۔ اس ادارہ کے نگران جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مولانا عبید اللہ صاحب شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی اور مفتی جامعہ مولانا محمد جمیل احمد صاحب تھانوی مقرر کئے گئے۔ جنکی سرپرستی میں یہ ادارہ کام کرتا رہیگا۔ اس ادارہ میں دوسروں کو بھی شرکت کی اجازت ہے، انشاء اللہ کوشش ہوگی کہ بیش از بیش یہ غیر فانی جواہر ارزاں طریق سے سب کے دامنوں تک پہنچائے جاسکیں، اسکی ابتدا حضرت اقدس کے "ایمانی مطب" سے کی گئی ہے جسکا نام "تربیت السالک" ہے جس سے اہل ایمان سمجھ سکتے ہیں کہ ایمان کی تکمیل وتقویت کن کن نسخوں سے کتنی کتنی جلد از جلد حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ خطوط وجوابات حضرت کی حیات میں خانقاہ کے رسالوں میں شائع ہوتے رہے ہیں، مگر ہر ایک الگ الگ مضمون کا تھا بہت متفرق مجموعہ تھا۔ ۱۳۲۰ھ سے ۱۳۵۰ھ تک کے مضامین کی تبویب ہوکر ۱۲۰۲ صفحات پر مولانا عبد المجید بچھرایونی خلیفہ حضرت حکیم الامت نے شائع کیا تھا تبویب حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے اسکی کی تھی پھر ۱۳۵۱ھ سے ۱۳۶۲ھ کے مضامین کی بھی انہی ابواب پر حضرت موصوف نے تبویب کی ہے۔ اب یہ جلد دوم آپکے ہاتھوں میں ہے جسکی اشاعت میں محترم ڈاکٹر احسان الحق صاحب قریشی کا خاص تعاون شامل ہے جسکا ادارہ شکر گذار ہے۔

(مہتمم ادارہ ہذا)

خطبہ

تربیت السالک و تنجیۃ الہالک

از صاحب تربیت حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مطبوعہ در تبویب تربیت السالک جلد اول مطبوعہ دہلی

اما بعد الحمد للہ والصلوٰۃ فقد قال اللہ تعالیٰ وَلٰكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ الآیۃ۔ وھو الذی یربی الناس بصغار العلوم قبل کبارھا کما قال ابن عباسؓ یہ آیت بنا بر تفسیر مذکور تربیت دینیہ کو بلحاظ استعداد مامور بہ بتلا رہی ہے جس کے مختلف و متعدد شعبوں میں ایک خاص قسم تربیت کی علماً و عملاً قریب قریب مفقود ہو رہی ہے اور وہ تربیت باطن کی ہے باعتبار مقامات و احوال و افعال و آثار واردات و خطرات کے۔ اور تجربہ ہے کہ بدوں اس تربیت خاص کے اصلاح باطن کی نہیں ہوتی۔ اور جس کو بدوں اس کے اصلاح سمجھا جاتا ہے وہ خود حالت غیر مقصود ہے۔ اور اس غلطی میں بکثرت مستفیدین و مفیدین مبتلا ہیں۔

الحمد للہ والمنۃ کہ شیخین جلیلین حضرت مولانا و مرشدنا الحافظ الحاج الشاہ محمد امداد اللہ صاحب تھانوی ثم المکی اور اُن کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا و ہادینا الحافظ الحاج رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہما وعم برہما کی خدمات بابرکات کی حاضری و کثرت لزوم کی بدولت اس تربیت کے اصول صحیحہ جو گوش و ہوش تک پہنچے وہ اپنے لیے بھی اور دوسرے طالبین کے لیے بھی غلطیوں سے نکالنے والے اور تشویش و کلفت سے بچانے والے اور امر حق تک پہنچانے والے اور شفا و جمعیت کے بخشنے والے ثابت ہوئے اس لیے اپنا بھی دل چاہا اور بعض اکارم احباب نے بھی تحریک فرمائی کہ اس قسم کے جو خطوط آیا کریں اور ان کے جواب جایا کریں اگر وہ نقل کر لیے جایا کریں اور جب کچھ معتد بہ حصہ ہو جایا کرے وقتاً فوقتاً شائع کر دیے جایا کریں تو مبتلا کے لیے ایک نہایت بکار آمد دستور العمل تیار ہو جاوے چنانچہ شوال سنہ ۱۳۲۹ھ سے اس کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعائے اتمام کرتا ہوں اور اس کا نام تربیت السالک رکھتا ہوں۔ اور ان مضامین میں بعضے سوال و جواب کی شکل میں ہیں اس کی علامت س اور ج ہے اور بعضے جو اپنے حال کی اطلاع دیتے ہیں اور اس پر رائے ظاہر کی جاتی ہے اس کو بلفظ حال و تحقیق لکھا گیا ہے اور گو یہ مضامین دقیق اور لذیذ نہیں ہیں مگر نسخہ طبیہ میں نہ غموض ہوتا ہے اور نہ کسی کو اس پر وجد ہوتا ہے ایسے مضامین خاص مضمون علیہ کی امداد الفتاویٰ میں نقل ہونے کا التزام کیا گیا ہے۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کلماتِ طیبات

حضرتِ اقدس مخدوم العلماء بقیۃ السلف مولینا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان

دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامع الخیرات حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی ہی خیر ہے اور مضاف الیہ کی برکت سے وہ جامع الخیرات ہوگیا۔ ان کو حق تعالیٰ نے بہت سے امورِ خیر کے لئے موفّق بنایا تھا۔ مدرسہ خیر المدارس جو جالندھر میں شروع ہوا اور پاکستان بننے کے بعد ملتان میں اپنے عروج کو پہنچا، وہ ان کی انہیں خیرات میں سے ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ اُن کی زندہ جاوید یادگار رہے گی۔ آپ کی علمی تصانیف بھی سبھی اہلِ علم و عوام کے لئے ایک بیش بہا علمی خزانہ ہیں۔

بالخصوص حکیم الامۃ مجدد الملت سیدی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی کتاب تربیت السالک کی جو خدمتِ تبویب آپ نے انجام دی وہ ایک بڑا کارنامہ اور طالبینِ حق وصدق واخلاص کے لئے ایک بے نظیر مجموعہ ہوگیا۔

سیدی حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ کو حق تعالیٰ نے اس زمانہ میں اصلاحِ خلق کے لئے چن لیا تھا۔ آپ کی تصانیف، مواعظ، ملفوظات، انسان کی زندگی میں افراط و تفریط سے خالی صحیح دینی انقلاب پیدا کرنے کے لئے بے نظیر نسخۂ اکسیر ثابت ہوئی ہیں۔ خصوصاً سالکانِ طریقِ حق اور طالبانِ رشد وہدایت کے مکاتبات کے جواب میں جو ظاہری اور باطنی اصلاحات کے نسخے لکھے گئے ہیں۔ وہ ایک روحانی مطب ہے۔ مگر ہزاروں مکاتیب بے ترتیب ہیں کوئی خاص مضمون تلاش کرنا آسان نہ تھا۔

حضرت قدس سرہ کی حیات ہی میں بہت سے علماء و فضلاء کو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ یہ مکاتیب جو تھانہ بھون کے ماہنامہ النور میں سالہا سال سے مسلسل شائع ہوتے رہے ان کو کتابی شکل میں تبویب و ترتیب قائم کر کے شائع کیا جائے۔ حضرتؒ کے خلیفہ خاص مولانا عبدالمجید بچھرایونی رحمۃ اللہ نے اس کی اشاعت کا عزم فرمایا اور تبویب و ترتیب کے لئے ان کی نظرِ انتخاب حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی اور مولانا نے ۱۳۲۰ھ ہجری سے ۱۳۵۰ھ ہجری تک تیس سال کے عرصہ میں جتنے مکاتیبِ تربیت شائع ہوئے تھے اُن کو ابواب قائم کر کے ایک خاص ترتیب میں منظم کر دیا۔ یہ مجموعہ ۲۲×۲۹/۸ سائز کے ۱۲۷۲ صفحات کی ایک ضخیم جلد ہو گئی اور ۱۳۵۱ھ ہجری میں شائع ہو کر مفیدِ خواص و عوام ہوئی۔

اس کے بعد ۱۳۵۰ھ سے ۱۳۶۲ھ آخر حیات حضرت حکیم الامت تک بارہ سال کے ایسے ہی مکاتیب اس مرتّب مجموعہ میں نہیں آئے تھے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ نے اس کام کی تکمیل کے لئے ان کو بھی اسی طرح تبویب و ترتیب کر کے ایک دوسری جلد کا مجموعہ بنا دیا۔

افسوس ہے کہ مولانا ممدوح کی حیات میں اس کی اشاعت نہیں ہو سکی۔ اب حضرت مولانا کے مخلص تلامذہ و احباب نے اس کی اشاعت کا انتظام فرمایا۔ حق تعالیٰ اس کو بھی جلد اوّل کی طرح حُسنِ قبول عطا فرماویں اور طالبین کے لئے نافع و مفید بنا دیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ عرصہ دراز سے اس کی جلد اوّل بھی نایاب ہے۔ حق تعالیٰ اس کی اشاعت کا بھی کوئی انتظام فرما دیں تاکہ مکمل کتاب یکجا دستیاب ہو سکے۔ مجھے امید ہے کہ اس دورِ فتنہ و فساد میں یہ کتاب مسلمانوں کی اصلاحِ اعمال و اخلاق کا ایک نسخۂ اکسیر ثابت ہو گی۔ واللہ المستعان،

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ،

دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

یوم العید ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ ہجری

تقریظ

تربیت السالکؒ

(حصہ دوم)

فخر المحدثین نمونۂ سلف جامع الشریعت والطریقت حضرت مولینا ظفر احمد صاحب عثمانی

نور اللہ مرقدہ شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار (سندھ)

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ تربیت السالک کا سلسلہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے تجدیدی کارناموں میں سے بڑا کارنامہ ہے جس میں طالبین کے احوال کی تحقیق شریعت و طریقت کے اصول پر کی گئی ہے۔ حضرت کے متوسلین و معتقدین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہر شخص نے اپنے باطنی احوال تحریراً پیش کئے اور حضرت نے تحریر ہی سے ان کے جوابات دیئے اس طرح یہ طب روحانی کی قراباد ین بن گئی جس سے ہر شخص امراض باطنہ کا علاج معلوم کرسکتا ہے اس کا حصہ اول تبویب کے ساتھ حضرت کی حیات ہی میں شائع ہوچکا ہے جو بہت ضخیم ہے حصہ دوم کی تبویب بھی حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے جو اب شائع ہوکر ناظرین کے ہاتھوں میں پہنچنے والا ہے۔ مولانا خیر محمد صاحب کی ذات تعارف کی محتاج نہیں حضرت حکیم الامت کے خلفاء میں اُن کا بلند مقام ہے اُن کی تبویب بہت خوب ہے اللہ تعالیٰ اُن کو اجر عظیم عطا فرمائیں اور عامۃ المسلمین خصوصاً ذاکرین شاغلین طالبین کو اس سے منتفع فرمائیں۔ آمین والسلام،

ظفر احمد عثمانی

۲۶ محرم ۱۳۹۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

بیعت و صحبتِ شیخ کے بیان میں

رنگ کے اختلاف کی وجہ سے بعض مشائخ کی طرف کشش کا ہونا

حال۔ کچھ روز سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری کو دل چاہ رہا ہے مگر اس میں بھی ایک عجیب بات ہے۔ حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ قریب ہیں وہاں دل نہیں چاہتا یہاں تک کہ کبھی کبھی نظام الدین مولوی محمد الیاس صاحب کے یہاں جانا ہوتا ہے گویا اُس بستی تک جاتا ہوں مگر درگاہ میں جانے کو کچھ دل نہیں چاہتا خدا معلوم اس کی کیا وجہ ہے؟

تحقیق۔ یہ تفاوت مناسبت کے تفاوت سے ہے۔ حضرت قطب صاحبؒ پر ترکِ تعلقات کا خاص رنگ غالب تھا جو حضرت نظام الاولیاء کے رنگ سے جُدا تھا۔ جن احباب کو مجھ سے زیادہ مناسبت ہے وُہ اس رنگ سے زیادہ قریب ہیں جو قطب صاحبؒ پر غالب تھا اِس لئے کشش میں تفاوت ہے۔

(النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ)

جو مضمون سمجھ میں نہ آئے اس میں رائے نہ چاہیئے

حال۔ کتاب "سراج المجالس" جس میں ملفوظات حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ ہیں دیکھ رہا ہوں۔

تحقیق۔ اللہ تعالیٰ نافع فرماوے۔ لیکن کوئی مضمون اگر سمجھ میں نہ آئے اس میں رائے قائم نہ فرماویں۔

(النور۔ رمضان ۱۳۵۱ھ)

جسے تصوف کی کتاب کی استعداد نہ ہو اس کا مطالعہ نہ کرنا چاہیئے

حال۔ خادم نے ایک عریضہ آٹھ روز سے زائد ہوئے ارسال خدمت کیا تھا جس میں آں مخدوم کے اس ارشاد کے جواب میں کہ "سراج السالکین" کے مطالعہ سے کیا مقصد ہے یہ عرض کیا تھا کہ رغبت علی الطاعت کا

ذریعہ ہو۔

تحقیق - کیا ایسی کتاب کے مطالعہ کے لئے کسی علمی استعداد کی ضرورت نہیں؟ کیا طب کی ہر کتاب ہر شخص مطالعہ کر سکتا ہے؟

(النور، رجب ۱۳۵۴ھ)

مرید کو پیر کے تبلائے ہوئے ورد میں کمی بیشی کرنا صورتِ مخصوص میں جائز ہے

حال - کسی مرید کو اس کے پیر یا مرشد نے ایک تعداد معین میں پڑھنے کے لئے ایک ورد بتایا ہے۔ کیا مرید اس ورد کی تعداد میں کمی بیشی یا اور کسی طرح کا رد و بدل اپنی عقل سے کر سکتا ہے یا نہیں۔

تحقیق - اس عدد میں اگر کوئی خاصہ ہے۔ تجربہ سے یا اور کسی دلیلِ صحیح سے تو اس میں کمی بیشی و تغیر تبدل سے وہ خاصہ فوت ہو جائے گا مگر معصیت نہیں۔ اور اگر کوئی خاصہ بھی نہیں محض انتظام و انضباط کی بنا پر تعیین کی گئی ہے تو فوتِ خاصہ کا بھی ضرر نہیں بشرطیکہ تغیر و تبدل میں معنی وغیرہ کا فساد لازم نہ آوے۔ باقی شیخ کی تجویز کو مثل حکم شارع کا سمجھنا یہ حدود سے خروج ہے کما قال تعالیٰ

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ (الآیۃ)

(النور، رمضان ۱۳۵۴ھ)

رسالہ ملقب بہ بطلان الاحلام ببرہان الاحکام

شریعت میں پیر کو پیر اور خدا کو خدا ہی کہنا چاہیئے۔ مگر طریقت میں دونوں ایک ہیں، اسکا مفصل جواب اور رد

حال - میرے والد ماجد[1] سلسلہ عالیہ قادریہ میں ایک جگہ بیعت ہیں ان کے پیشوا علیہ الرحمۃ وصال پا چکے ہیں۔ میرے والد جہاں تک میرا علم ہے صوم و صلوٰۃ اور تہجد کے پابند ہیں مگر باوجود ان باتوں کے قبر پرست بھی ہیں۔ اپنے پیشوائے روحانی کے مزدور کی تنظیم بھی کرتے ہیں سماع بھی سنتے ہیں اکثر مجھے نماز خصوصاً تہجد کی تاکید فرماتے رہتے ہیں۔ مجھے اکثر تحریر کرتے رہتے ہیں اور جانے والے کے ہاتھ

[1] یہ صاحب زیر تربیت نہیں لیکن مضمون تربیت اس کے مناسب تھا اس لئے اس مجموعہ میں نقل کیا گیا۔ ۱۲

پیغام بھیجتے رہتے ہیں کہ تمہاری دربار میں غیر حاضری ہے۔ ہمارا مالک یہی بتاتا ہے کہ تو اپنے مُرشد کے ارشاد پر عمل نہیں کرتا۔ مالک سے ان کی مراد اپنے پیشوا علیہ الرحمۃ ہیں۔ چونکہ میں ان کا اکلوتا بیٹا ہوں اِس لیئے وہ میرے لیئے اکثر دُعا کرتے ہیں۔ ایک دفعہ فرماتے تھے کہ سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے دربار میں میری بابت عرض کیا تو جواب ملا کیا کریں وہ غیر حاضر رہتا ہے حقیقت حال جو ہمیں بتائی جاتی ہے یہ ہے کہ تمہارے دل میں یہ وسوسہ ہے کہ خدا علیحدہ چیز ہے اور پیر علیحدہ ہے۔ جب تک تم اس وسوسہ کو نہ نکالو گے اور پیر کو عین ذات تصوّر نہ کرو گے کچھ نہ بنے گا۔ اب بحث کا موضوع نکل آیا۔ مجھے انکار اور اُن کو اصرار کہ نہیں ہم جو کہہ رہے ہیں طریقت کا مسئلہ یہی ہے ہم غیروں کو نہیں سمجھا رہے۔ میں نے کہا کہ پھر شرک اور کیا ہے۔ فرمایا شریعت کے مطابق تو تم شرک سمجھتے ہو، مگر حقیقت یہ ہے۔ ظاہر میں تو انسان کو شریعت کا ہی پابند ہونا چاہیئے۔ شریعت میں پیر کو پیر اور خدا کو خدا ہی کہنا چاہیئے مگر طریقت میں دونوں ایک ہیں۔ بیٹا ہماری بات کو مان لو۔ ہم کامل بزرگوں کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ غرض ہر روز جب تنہائی ہوتی یا کوئی رازدان بیٹھا ہوتا تو یہی تذکرہ ہوتا اور فرماتے تم مقصد نہیں پا سکو گے۔ جب تک ہماری بات کو سچ نہ سمجھو گے مگر مجھے ہر صورت انکار ہی رہا۔ میرے انکار پر اُن کے آنسو نکل جاتے، اس قدر سرد آہیں بھرتے یوں سانس کھینچ کر آتی کہ گویا پسلیاں ٹوٹ رہی ہیں۔ مگر مجھے یہ صریح شرک نظر آ رہا تھا۔ میں کیسے مانتا۔ آخر میں نے دل میں ٹھان لی کہ آپ سے استفسار کروں۔ چنانچہ حسب بالا سطور من وعن تحریر کر دی ہیں تاکہ آپ مجھے اس تذبذب کی زندگی سے نکالنے میں کامیاب ہو جائیں۔ مہربانی فرما کر خط کے مطالعہ کے بعد میرے اور والد بزرگوار کے تنازع کو چکائیں۔ خط بند کرنے سے پہلے ایک اور چیز عرض کر دوں۔ والد صاحب نے فرمایا تھا کہ آٹھ دن ہمارا کہا سچ مان کر کے دیکھ لو اگر ہمارا کہا جھوٹ ہو۔ تو شب و روز تذبذب میں گزرنے لگے۔ ایک روز سونے سے قبل خدائے عزوجل سے دُعا مانگی کہ اے اللہ مجھے اس مصیبت سے رہائی دے مجھے صحیح راستہ کی طرف راہنمائی کر۔ دُعا مانگ کر سو رہا۔ کیا دیکھتا ہوں ایک معمولی سا مکان ہے۔ حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات ختم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ایک سادہ معمولی سے چھپر کھٹ پر بیٹھے ہیں اور ایک سفید چادر اوپر اوڑھ رکھی ہے (مجھے خبر نہ تھی مگر دریافت پر معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں) کچھ علیل ہیں۔ یکایک حدیث قرطاس کا مسئلہ پیش ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم میری طرف

مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ تاکہ میں کچھ لکھ دوں کہ بعد میں جھگڑا نہ ہو (الفاظ یہ تھے جھگڑا نہ ڈالے) میں جا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا لایا اور کہا کہ حضور علیہ السلام تحریر کرنا چاہتے ہیں کہ آپ بعد میں تقاضا نہ کریں۔ لیکن وہ خاموش ہو گئے اور کہنے لگے رہنے دو حق تو میرا ہی ہے یہی لکھیں گے۔ اتنے میں ہم دوسرے کمرے میں پہنچ گئے وہاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک بالکل سادی چارپائی کی پائینتی بیٹھے ہوئے ہیں۔ دُبلے پتلے اور لوگوں سے سفید سے تھے وہاں بھی یہی گفتگو ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگے مگر ہم ان کو خاموش کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے لے گئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصال پا چکے تھے۔ باوجود جانتے ہوئے کہ وصال پا چکے ہیں میں نے انہیں بیدار کیا چادر اسی طرح اوپر پڑی تھی۔ آنحضور اٹھ بیٹھے اور معاملہ پیش ہوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابو بکر رضؓ کے حق میں تحریر کر دی۔ اس کے بعد تمام حاضرین رخصت ہو گئے اور صرف میں اکیلا رہ گیا۔ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چہل قدمی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے میں بھی ساتھ ہو لیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے اور والد بزرگوار کے سلسلہ کے درمیان ایک مسئلہ کے متعلق تنازع ہے اس کا حل کیا ہے۔ فرمایا کیا۔ میں نے عرض کیا وہ فرماتے ہیں کہ پیر اور خدا ایک چیز ہے۔ فرمایا۔ درست کہتے ہیں میں نے عرض کی کس طرح۔ آپ تشریح کرنے لگے اور میں سننے لگا ابھی ایک دو ہی فقرے کہے تھے کہ مجھے یوں معلوم ہوا جیسے میں آہستہ آہستہ کسی دوسری دنیا کو لے جایا جا رہا ہوں۔ افسوس میں ان کی تشریح کو نہ سن سکا۔ میرے کانوں میں وہ آواز دھیمی دھیمی ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک جب بالکل چپ ہو گئے تو میں بیدار تھا۔ اور خواب کا نظارہ میری آنکھوں میں تھا۔ مولانا صاحب سچ عرض کرتا ہوں اُس دن سے اور تذبذب میں پڑ گیا ہوں۔ مجھ سا گنہگار فاسق بدکار (یہ حقیقت ہے) اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار۔ میں کہتا ہوں کوئی مجھ سے فریب نہ ہو مگر جب بزرگوں سے یہ سنتا ہوں کہ بزرگوں خصوصاً انبیاء کی شکل میں کوئی بد رُوح خواب میں متشکل ہو کر نہیں آ ہی نہ آ سکتی ہے تو پھر ان کے اس ارشاد پر کہ تمہارے والد صاحب درستی پر ہیں اور حیران ہوتا ہوں۔ مہربانی فرما کر جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب۔ واقعہ مسئولہ میں کئی شک ہیں۔ اوّل یہ شک کہ مرئی حضور ہی تھے صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیونکہ ایک قول یہ بھی ہے کہ واقعیت کی یہ بھی شرط ہے کہ حلیہ کے موافق زیارت ہو اور یہاں آپ کی شان رفیع کے مناسب ہیئت میں بھی نہیں ہوئی۔ چنانچہ خط میں یہ چھپر کھٹ بھی معمولی اور کچھ علالت بھی لکھی ہے۔

دوسرا یہ شک کہ وہ حضور ہی کی آواز مبارک تھی جیسا کہ تلک الغرانیق العلیٰ کے قصہ میں بعض علماء متعین کے اشتباہ کے قائل ہوئے ہیں۔ تیسرا یہ شک کہ سننے والے نے صحیح بھی سنا کیونکہ جب بیداری میں سماع میں غلطی ہو جاتی ہے تو خواب تو بیہوشی کی حالت ہے۔ چوتھا یہ شک کہ صحیح بھی سمجھا ہے۔ جیسا مسر میں اشربِ الخمر میں تمام علماء نے راوی کی غلطی قرار دی تھی۔ پانچواں یہ شک کہ صحیح یاد بھی رہا اور جب دیکھنے والے ہم جیسے ظلماتی قلوب والے ہوں۔ جیسے رائی نے اس جملہ میں کہ (یہ حقیقت ہے) اس کو تسلیم کر لیا ہے تو یہ شکوک اور زیادہ قوی ہو جاتے ہیں۔ بلکہ شک کے درجہ سے گذر کر غلطی کی جانب راجح بلکہ متعین ہو جاتی ہے چنانچہ خود اس خواب کے بعض اجزاء یقیناً اضغاث احلام ہیں۔ جیسا حضرت علیؓ کا خلافت بلافصل کو اپنا حق بتلانا جو کبھی زمانہ تحقیق احکام میں بھی نہیں فرمایا جو یقیناً دلیل ہے رائی کے خلط خیالات دماغیہ کی جس سے بقیہ اجزاء خواب سے بھی امن مرتفع ہو جاتا ہے۔ چھٹے ان سب سے قطع نظر کر کے جب یہ معارض ہے نصوص قطعیہ کے تو مثل حدیث معارض قطعی کے یا متروک ہو گا یا ماؤل۔ اور تاویل یہ ہے کہ معنی مجازی کے اعتبار سے درست ہے۔ وہ معنی مجازی یہ ہیں کہ پیر کامل کا حکم بوجہ موافقت حکم شرع کے گویا خدا ہی کا حکم ہے ایسے موقع پر محاورات میں یہ کہا جاتا ہے کہ دونوں ایک ہی چیز ہیں جیسے سورۃ قیامۃ میں قرأت جبرائیلیہ کو اپنی طرف منسوب کر کے قرآناہ فرما دیا۔ لیکن اس وقت جو لوگ ایسی شطحیات میں مبتلا ہیں۔ یہ تاویل ان کے خواب میں بھی نہیں آتی۔ اس لئے وہ یقیناً زندقہ ہے۔

ساتویں کبھی یہ محاورہ ایک کی نفی دوسرے کے اثبات کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ یعنی پیر کوئی چیز نہیں حاکم خدا ہی ہے جیسا حدیث میں انّ اللّٰہ ھو الدھر کے معنی یہ ہیں کہ دہر کوئی چیز نہیں متصرف خدا ہی ہے اور حکمت اس ماؤل کی تصویب میں معذورین سے کف لسان کی تعلیم ہو گی۔ اور قرینہ اس مضمون ماؤل کے مقصود فی الدین نہ ہونے اور قابلِ التفات نہ ہونے کا اس کی شرح کے وقت آواز کا دھیمی ہوتی ہوئی چلے جانا ہے جس کی خط میں تصریح ہے ورنہ حق مامور بہ کی شان کا مقتضا تو وہ ہے جو اس آیت میں مذکور ہے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ۔ تو اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے اس کی ظاہری مراد کیسے صحیح ہو سکتی ہے یقیناً وہ قطعاً باطل ہے جس کا اعتقاد کفر ہے۔ پھر اگر دوسرا اس کے خلاف خواب دیکھ لے تو کیا دونوں خوابوں کو صحیح کہا جائے گا۔ بلکہ قانون نقلی و عقلی کی بنا پر اذا تعارضا تساقطا کا حکم کر کے دوسری دلیل غیر متعارض کی طرف رجوع کیا جائے گا اور وہ نصوص قطعیہ محکم ہیں۔ معتبر کتابوں میں ہزاروں

واقعات ایسے بلکہ اس سے بھی زیادہ شبہ میں ڈالنے والے منقول ہیں۔ آج تک کسی عالم نے کسی عارف نے خوابوں کو نصوص پر ترجیح نہیں دی بلکہ خوابوں کو غلط سمجھ کر نصوص پر عمل کیا اور اس اعتقاد کا تو احتمال بھی کفر ہے کہ کوئی چیز شریعت میں منفی ہو اور طریقت میں مثبت ہو خود آئمہ طریقت نے بلا اختلاف اس اعتقاد کا ابطال کیا ہے۔ نیز خواب پر عمل کرنے والے سے اگر بازپرس ہوئی کہ تو نے خواب کے سبب نصوص کو کیسے ترک کیا تو اس کے پاس کوئی عذر معقول مقبول عقلی یا نقلی نہیں اور اگر نصوص پر عمل کرنے والے سے بازپرس (اور یہ محض فرضِ محال ہے) تو اس کے پاس نہایت صحیح و قوی عذر ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔ غرض ہر حال میں ظاہری مدلول خواب کا واجب الرد ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

(النور۔ رمضان ۱۳۵۴ھ)

رسالہ الاعتدال فی متابعۃ الرجال[1]

از:۔ مولوی عبدالماجد دریابادی

شیخ کے اتباعِ کامل میں، شرکِ فی النبوۃ کا تفصیلی جواب

حال۔ شیخ کے اتباعِ کامل کے متعلق جناب نے اس والانامہ میں بھی ارشاد فرمایا (اس سے پہلے کا ایک خط مراد ہے) اور اس کے علاوہ بارہا زبانِ مبارک سے بھی سُنا اور دُوسرے بزرگوں کے ہاں بھی اس کی تاکید دیکھی لیکن اپنے نفس کی شرارت سمجھی جائے یا جو کچھ بھی۔ پوری تشفی جیسی اور بیسیوں مسائل میں زبانِ مبارک سے سننے کے بعد ہو چکی ہے اس مسئلہ میں نہیں ہوئی۔ شبہُ اتباع میں نہیں، اتباعِ کامل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ دل یہی کہنے لگتا ہے کہ یہ صورت تو شرک فی النبوت کی سی ہو گئی آنکھ بند کر کے اتباع کے قابل تو صرف انبیاء کے ہی اقوال و افعال ہو سکتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ خلفائے راشدین کے۔ باقی اور کوئی صاحب کیسے ہی بزرگ ہوں بہرحال معصوم نہیں۔ رائے میں بھی غلطی کریں گے اور عمل میں بھی۔ بس فرق یہ ہے کہ ہم دن رات انہیں غلط کاریوں میں غرق رہتے ہیں اُن سے ان کا صدور کم تر ہوتا ہے۔ ہم ہزار بار غیبت کریں گے وہ ایک بار۔ ہم سے ادائے حقوقِ خالق و مخلوق میں کوتاہی بیشمار بار ہوتی ہے ان سے کبھی کبھی۔ لیکن یہ کسی کامل سے کامل غیر معصوم کے لئے کیسے فرض کر لیا جائے کہ اس کے

[1] بعض مضامین غیر اہل بیعت کے بھی تربیت میں نقل کر دیئے جاتے ہیں یہ بھی ان ہی میں سے ہے۔ ۱۲

نہ تجربہ میں غلطی ہوتی ہے نہ علم میں نہ عمل میں۔ میرے دل کو بس سب سے زیادہ حضرت سید احمد صاحب کا وہ قول لگتا ہے جو جناب ہی کی زبان سے میں نے سُنا ہے کہ مولینا شہیدؒ جب ان سے کسی مسئلہ میں گفتگو کرتے کرتے خلاف ادب سمجھ کر درمیان میں رُک گئے تو حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ تو شرک فی النبوۃ ہے بس یہ تعلیم میرے دل میں اُتر گئی ہے۔ نیز مولانا گنگوہیؒ کا معاملہ ہفت مسئلہ کے متعلق، اعتقاد کامل و اعتماد کامل جس شئے کا نام ہے وہ زندہ بزرگوں سے کیا معنی سابق بزرگوں تک سے بھی نہیں پیدا ہوتا یہاں تک کہ حضرت مولانا رومیؒ سے بھی جن کی مثنوی کا باوجود اپنی نافہمی کے عاشق ہوں۔ حاشا کلا یہ مراد نہیں کہ اپنے کو اور بزرگوں کو ایک درجہ میں رکھتا ہوں۔ معاذ اللہ۔ ذرہ اور آفتاب کی نسبت کیا۔ لیکن یہ حق کہ اس کا ہر قول ہر عمل واجب الاتباع ہو صرف رسول کا سمجھتا ہوں۔ اور بہت کھینچ تان کر صدیقؓ و فاروقؓ و عثمانؓ و حیدرؓ کا بھی۔ ایک سوال متعین طور پر اور کر لینے کی اجازت چاہتا ہوں دوسرے بزرگوں کا مرتبہ حضرات صحابہؓ سے تو بہرحال کم تر ہے۔ اب جب بعض صحابہؓ کی اجتہادی غلطیاں (مثلاً حضرت علیؓ کے مقابلہ میں قتال) نیز بعض صحابہؓ کی عملی لغزشیں (مثلاً حضرت ماعزؓ کی مشہور لغزش اور حضرت وحشیؓ کی شراب خوری) مسلّم ہیں تو خود یہ حضرات صحابہؓ اتباع کامل کے حقدار نہ ٹھہرے چہ جائیکہ جو حضرات ان سے مسلّم طور پر کمتر ہیں۔

تحقیق۔ غالباً میرے کل معروضات اس کے متعلق آپ کے ذہن میں اس لئے جمع نہ رہے کہ شاید ایک جلسہ میں کبھی مجتمعاً بیان نہیں کئے گئے۔ اب اس کا ملخص مجموعاً عرض کرتا ہوں۔ یہ اتباع نہ عقائد میں ہے نہ کشفیات میں نہ جمیع مسائل میں نہ امورِ معاشیہ میں۔ صرف طرق تربیت و تشخیص امراض و تجویز تدابیر اور اُن مسائل میں ہے جن کا تعلق اصلاح و تربیتِ باطنی سے ہے وہ بھی اس وقت تک جب تک کہ ان کا جواز مرید و شیخ کے درمیان متفق علیہ ہو اور اگر اختلاف ہو تو شیخ سے مناظرہ کرنا تو خلاف طریق ہے اور امتثال امر خلاف شریعت ہے۔ ایسی صورت میں ادب جامع بین الادبین یہ ہے کہ علماء سے استفسار کر کے یا اپنی تحقیق سے حکم متعین کر کے شیخ کو اطلاع کرے کہ میں فلاں عمل کو جائز نہیں سمجھتا اور ہمارے سلسلہ میں اس کی تعلیم ہے مجھ کو کیا کرنا چاہیئے اس پر اگر شیخ پھر بھی وہی حکم دے تو اس شیخ کو چھوڑ دینا چاہیئے اور اگر وہ ترک کی اجازت دے تو یہ بھی اس کی متابعت ہے یہ معنی ہیں اتباع کامل کے یعنی جو مرض نفسانی اُس نے تجویز کیا ہو یا جو تدبیر اس نے تجویز کی ہو یا جو عمل مشروع جس کا مشروع ہونا شیخ و مرید میں متفق علیہ ہو

تجویز کیا ہوا ان چیزوں میں اتباع کامل کرے ذرا بھی اپنی رائے کو دخل نہ دے اور باقی امور میں اتباع مراد نہیں اُمید ہے کہ سب شبہات کا جواب ہو گیا ہوگا اگر کوئی جزئی باقی ہو تو تعیین و تصریح کے ساتھ تحریر فرمائیے۔ خلاصہ مبحث کا اس باب میں یہ ہے کہ اتباع کا محل اور قیود اور حیثیت معلوم نہ ہونے سے یہ سب شبہات پیدا ہوئے ہیں میں اس کا محل و قیود و حیثیت متعین کئے دیتا ہوں۔ سو محل تو اس کا صرف شیخ کی خاص تعلیمات قولیہ ہیں جن کا تعلق تربیت و اصلاح باطن سے ہے اور قید اس کی یہ ہے کہ وہ فعل جس کی تعلیم کی جا رہی ہے شرعاً جائز ہو جس کا جواز طالب کے اعتقاد میں بھی ہو اور حیثیت اس کی شیخ و مصلح ہونا ہے یعنی مصلح ہونے کی حیثیت سے صرف تعلیمات سلوک میں اس کے اقوال پر عمل کرنا شرط نفع ہے۔ اب ان قیود کے فوائد احتراز یہ بتلاتا ہوں تعلیمات قولیہ کی قید سے خود شیخ کے افعال بھی نکل گئے۔ خواہ وہ افعال طالب کے اعتقاد میں جائز ہوں۔ جیسے شیخ پانچسو رکعتیں روزانہ پڑھتا ہو یا صوم داؤدی ہمیشہ رکھتا ہو اس میں اتباع ضروری نہیں اور خواہ وہ افعال طالب کے اعتقاد میں جائز نہ ہوں خواہ مختلف فیہ ہونے کے سبب جیسے شیخ فاتحہ خلف الامام پڑھتا ہو اور طالب اس کو مکروہ جانتا ہو اور خواہ شیخ غلطی سے اس فعل ناجائز میں مبتلا ہو جیسے غیبت کرتا ہے اس میں اتباع جائز بھی نہیں اور اسی قید سے شیخ کے کشفیات نکل گئے خصوص جبکہ طالب کا کشف اس کے خلاف ہو۔ اسی طرح جمیع مسائل اصولیہ و فرعیہ جن کا تعلق تربیت سے نہیں خارج ہو گئے البتہ ان میں جو امور شرعاً بھی ضروری ہیں وہ لازم العمل ہیں گو شیخ بھی نہ کہے اور اگر شیخ حکم دے تو یہ حکم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی حیثیت سے ہوگا۔ مصلح ہونے کی حیثیت سے نہ ہوگا اور ان میں خلاف کرنا شریعت کی مخالفت ہوگی نہ شیخ کی مخالفت البتہ مخالفتِ شریعت کی بنا پر شیخ ایسے طالب سے قطع تعلق کر سکتا ہے اور یہ قطع تعلق شیخ کے ساتھ خاص نہیں ہر مسلمان کو اس کا حق حاصل ہے۔ سو اس کا تعلق مسئلہ متابعت شیخ سے کچھ نہیں اسی طرح اس قید سے امور معاشیہ نکل گئے مثلاً شیخ کسی طالب سے کہے کہ تم اپنی لڑکی کا رشتہ میرے لڑکے سے یا اور کسی سے کر دو یہ بھی متابعت کا محل نہیں اور قید جواز کا فائدہ یہ ہے کہ شیخ جس چیز کی تعلیم کرتا ہے وہ اگر شرعاً ناجائز ہو اس میں اتباع جائز بھی نہیں خواہ اجماعاً ناجائز ہو جیسے کوئی معصیت خواہ اختلافاً ناجائز ہو جیسے مسائل مختلف فیہا کی کوئی خاص شق جو طالب کے اعتقاد میں جائز نہیں اور اسی تقریر میں ضمناً حیثیت کا فائدہ بھی مذکور ہو گیا۔ اب اس کے متعلق سب سوال حل ہو گئے۔ سو یہ تو طے

ہوگیا کہ بعض امور محل متابعت نہیں۔ جن میں بعض میں تو متابعت واجب نہیں جیسے امورِ معاشیہ اور بعض میں جائز بھی نہیں خواہ ان کا عدم جواز متفق علیہ ہو جیسے معاصی خواہ مختلف فیہ ہو جیسے مسائل اختلافیہ جو طالب کے اعتقاد میں جائز نہیں۔ اب یہ بات باقی رہی کہ جو امور محل متابعت نہیں اس میں اگر شیخ حکم دے اگر وہ شرعاً جائز اور طالب کی قدرت میں ہیں تو مروّت کا مقتضایہ ہے کہ ان میں متابعت کرے۔ جیسے کوئی اپنا ذاتی کام یا کوئی خاص خدمت کرنے کی فرمائش کرے اور اگر وہ شرعاً ناجائز ہے خواہ واقع میں بھی خواہ اس کے اعتقاد میں تو ادب سے عذر کرے۔ اگر وہ اصرار کرے تو اس سے تعلق قطع کر دے مگر گستاخی وایذا، کا معاملہ کبھی نہ کرے یہ تو اس وقت ہے جب وہ خلافِ شرع کا حکم دے اور اگر طالب کو ایسا حکم نہ دے مگر خود کسی لغزش میں مبتلا ہو۔ اگر اس میں تاویل کی گنجائش ہے تو تاویل کرلے اور اس سے قطع تعلق نہ کرے اور اگر تاویل کی گنجائش نہیں تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر احیاناً اس کا صدور ہو جاتا ہو تو بشریت اور احتمال توبہ پر محمول کرکے تعلق قطع نہ کرے اور اگر اصرار بمعنی اعتیاد ہے نہ بمعنی جمود و عدم مبالاۃ تو اگر وہ صغیرہ ہے تو قطع تعلق نہ کرے اور جو کبیرہ اور فسق و فجور یا ظلم و خیانت کے درجہ میں ہے تو تعلق قطع کر دے مگر ان سب حالات میں اس کے لئے دعائے صلاحیت کرتا رہے کہ حقوق احسان میں سے ہے۔ ارادہ تھا خلاصہ کو مختصر لکھنے کا۔ مگر وہ اصل سے بھی زیادہ مبسوط ہوگیا واللہ اعلم۔ اس وقت بے ساختہ ذہن میں آیا کہ اس تحریر کا ایک لقب تجویز کر دیا جائے۔ **الاعتدال فی متابعۃ الرجال۔**

(النور، شعبان رمضان شوال ۱۳۵۲ھ)

نوٹ:۔ اس کے متعلق بقیہ مضمون باب ششم میں درج ہے۔

مرید کو شیخ سے مناظرہ نہ چاہیئے
مشورہ خیر خواہانہ

چونکہ آپ سے دوسرا تعلق بھی ہے جس کا درجہ اور حکم اوپر مریض اور طبیب کی مثال میں منقح ہوا ہے اور اساس اس تعلق کا نصح محض و خلوص محبت ہے اس لئے ضرورت کے سبب مطلع کرتا ہوں کہ یوں تو آپکی طبیعت میں پہلے ہی سے عنوان خطاب میں آزادی و بیباکی و خشکی ہے جو میرے مذاق کے خلاف ہے مگر اس اختلاف کو اختلاف فطری

پر محمول کر کے کبھی اثر نہیں لیا اور جواب میں اپنے مذاق کے موافق حدودِ ادب کی رعایت رکھی جو آپ کے ذمہ تھی اور میرے ذمہ نہ تھی مگر تعلقات پر نظر کر کے حقوق ادا کئے لیکن چند روز سے میں اندازہ کرتا ہوں کہ یہ صفت جس کو آپ صفائی کہہ سکتے ہیں بڑھ گئی اور بڑھتی جاتی ہے۔ جس کا سبب میرے نزدیک تاریخ کا مطالعہ ہے اور اس پر وثوق جس سے علاوہ آزادی کے ایک رنگ دعویٰ کا بھی پیدا ہو گیا اور یہ سمجھنا میرا ذوق ہے اور اگر یہ میرا ذوق صحیح نہیں تو اس خیال کا منشا میرا فسادِ مذاق یا اختلافِ مذاق ہو سکتا ہے۔ بہر حال دونوں کے مذاق میں اختلاف بعید ہو گیا اور یہ مانع ہے اُن فوائد سے جو مقصود ہیں اُس تعلق سے۔ اس لئے خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں کہ اگر ان تحقیقات کی خدمت مجھ سے لی جاوے تو تعلق اصلاح کسی اور جگہ پیدا کیا جاوے۔ پھر آپ کے سوالات کو ایسی نظر سے دیکھوں گا جیسے عام اہل علم سے مکاتبت ہوتی ہے اور انقباض بالکل نہ ہوگا۔ اور بجائے رعایت ادب کے ضابطہ بھی برتونگا اور اگر اُس تعلق کے ابقاء کو مصلحت سمجھا جاوے تو ان تحقیقات کو جس میں مناظرہ کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے بالکل حذف کیا جاوے۔ یہ دونوں متضاد ہیں جو جمع نہیں ہو سکتے۔

(النور، شعبان۔ رمضان شوال ۱۳۵۲ھ)

شیخ سے بدون مناسبت کے مخاطبت و مکاتبت نافع نہیں،

حال۔ احقر کو اپنی ظاہری و باطنی اصلاح حلقۂ ارادت آنحضور میں داخل ہو کر مقصود ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ بغیر شرف مخاطبت و مکاتبت بخشی حاصل نہیں ہو گی۔ اس لئے آنحضور کی ذرہ نوازی سے امید ہے کہ حاضری کی اجازت مرحمت فرما کر احقر کی اصلاح کی طرف توجہ مبذول فرمائیں گے۔

تحقیق۔ ھل جزاء الصدق الا الصدق۔ جہاں یہ ثابت ہے کہ اصلاح کی شرط مخاطبت، مکاتبت ہے وہاں یہ بھی ثابت ہے کہ مخاطبت و مکاتبت کے نافع فی الاصلاح ہونے کی شرط باہمی مناسبت ہے اور وہ ہنوز حاصل نہیں اُسی کے لئے یہ طریق تجویز کیا گیا ہے کہ ایک معتدبہ زمانہ تک صحبت مع السکوت ہو۔ جب مناسبت ہو جاوے (جس کی کوئی مدت نہیں) پھر اس کے بعد اجازت مخاطبت و مکاتبت کی دی جاوے اس وقت اصلاح اس پر مرتب ہوگی اور مکاتبت غائبانہ

اِس سے مستثنٰی ہے۔ (النور شعبان رمضان شوال سنہ ۱۳۵۲ھ)

شیخ کے حالات پُوچھنا طالب کی گُستاخی ہے

حال - حضرتا جب مقصد ہمارا رضائے حق ہے جو نیک عمل کرنے سے اور بدعمل کے بچنے سے اور ظاہر و باطن کے سنوارنے سے حاصل ہوتا ہے اور آنحضرت خود ہر ایک وعظ فرمانے کے بعد فرماتے ہیں کہ اب دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ توفیق عمل اور فہم سلیم عطا فرمادیں تو اس مضمون سے جو ہمیشہ میرے خیال میں آتا ہے کیا مطلب ہے۔ حضرت مجھے میرے فہم کے موافق ارشاد فرمادیں۔ کہ مجھے تسکین حاصل ہو جاوے اور جو تشویش رہتی ہے وہ دور اور دفع ہو جاوے تقریر سوال یہ ہے کہ آپ سلسلہ التبلیغ کے چھبیسویں وعظ شکر المثنوی میں صفحہ ۳۰ میں فرماتے ہیں خود میرا واقعہ ہے کہ ابتدا میں جبکہ جوش زیادہ تھا ایک مرتبہ خیال ہوا کہ ہم کو طلب بھی ہے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ حق تعالیٰ کو ہماری حالت کا علم ہے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ ان کو قدرتِ تامہ بھی حاصل ہے اور کریم رحیم بھی ہیں۔ پھر ان باتوں کے ہوتے ہوئے (حصول مقصد میں) دیر کیوں ہے۔ اس کا جواب میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ جب بہت پریشانی بڑھی تو خیال ہوا کہ مولانا رومی (کے کلام) سے مشورہ لو سو یہ خیال کر کے مثنوی کھولی تو پہلے ہی صفحہ پر یہ اشعار نکلے ؎

چارہ می جویدپئے من درد تو	مے شنودم دوش آہ سرد تو
مے توانم ہم کہ بے ایں انتظار	رہ نمایم واد ہم راہ گذار
تا ازیں طوفان دوراں وارہی	بر سر گنج وصالم پا نہی
لیک شیرینی و لذات مقر	ہست بر اندازۂ رنج سفر
آنگہ از فرزند وخویشاں برخوری	کز غریبی رنج و محنتہا بری

اب عرض یہ ہے کہ حضرتا آپ کس چیز کی طلب کرتے تھے جس میں دیر ہو رہی تھی جو آنحضرت نے مثنوی مولینا رومی سے مشورہ لیا تھا جب مقصد نیک عمل ہیں اور وہ شے کیا ہے جو بزرگوں کے پاس ہے اور ہمارے پاس نہیں۔

تحقیق :- بہت ہی بد تہذیبی و گستاخی کا خط ہے۔ تم مریض ہو جو خواہانِ شفا ہوتا ہے یا طبیب اد

شیخ بننا چاہتے ہو جو فن کی تحقیق کیا کرتا ہے۔ اگر مریض ہو تو مریض اپنے حالات مرض کے متعلق پیش کر کے نسخہ کا طالب ہوتا ہے۔ پھر نسخہ کا استعمال کر کے طبیب کو اطلاع کرتا ہے وعلی ہذا، نہ یہ کہ طب کے نکات و تحقیقات کی فکر میں پڑے۔ اگر ایسا کرے مطب میں سے نکالے جانے کا مستحق ہوگا اور اگر شیخ اور طبیب بننا چاہتے ہو تو اوّل مجھے اس کی درخواست کرو کہ میں امراض کا علاج نہیں پوچھتا فن کا محقق بننا چاہتا ہوں۔ مجھ کو ایسے سوالات کی اجازت دی جاوے اگر میں صلاحیت دیکھوں گا، اجازت دونگا ورنہ عدم اہلیت کی اطلاع کر کے مایوس کر دوں گا۔ (النور شعبان ۱۳۵۳ھ)

شیخ کی محبت کا حق تعالیٰ کی محبت پر غالب ہونے کا ازالہ

حال۔ حضور کے ساتھ غلبۂ محبت کا آجکل یہ حال ہے کہ معلوم ہوتا ہے دل میں سوائے آپ کی محبت کے اور کوئی محبت نہیں ہے اور نہ کسی دیگر شخص کا خیال ہے آپ کو بحیثیت اپنے شیخ کے صاف لکھنا زیادہ بہتر ہوگا۔ یعنی ان دنوں اللہ تعالیٰ کی محبت بھی کم محسوس کرتا ہوں۔

تحقیق۔ یہ شبہ صحیح نہیں حق تعالیٰ کی محبت میں شانِ عقلیت غالب ہوتی ہے اور اپنے مجانس کی محبت میں شانِ طبیعت غالب ہوتی ہے اور سرسری نظر میں محبت عقلی محبت طبعی کے سامنے ضعیف و مضمحل معلوم ہوتی ہے اس سے وہ شبہ ہوجاتا ہے حالانکہ امر بالعکس ہے۔ چنانچہ اگر کسی محبوب طبعی سے نعوذ باللہ حق تعالیٰ کی شان کے خلاف کوئی معاملہ قولی یا فعلی صادر ہو تو وہی محبوب فوراً مبغوض ہوجاوے جس سے ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ کی ہی محبوبیت غالب ہے۔

(النور صفر ۱۳۵۴ھ)

بعد بیعت محبت کے ساتھ رعب کا نہ ہونا مبارک حالت ہے

حال:۔ چونکہ حضور نے ایک روز مجلس میں ارشاد فرمایا تھا کہ مبتدی کو سب جزئیات کی اطلاع دینا لازم ہے اس لئے عرض ہے کہ بعد بیعت کے ایک بات معلوم ہوتی ہے کہ قبل بیعت کے حضور سے محبت تھی مگر رعب معلوم

ہوتا تھا مگر اب بعد بیعت کے محبت تو الحمد للہ بہت ہے مگر رعب مطلق نہیں معلوم ہوتا ہے۔ طبیعت میں شوخی معلوم ہوتی ہے اور ہر وقت خواہش ہوتی ہے کہ خوب باتیں حضور سے کیا کروں۔

تحقیق۔ مبارک حالت ہے وہ پہلی حالت بھی مبارک تھی۔ اس طریق میں جو حالت غیر اختیاریہ پیش آوے خیر محض ہے اور اس میں بے حد مصالح و منافع ہوتے ہیں جو اس وقت تو سمجھ میں نہیں آتے مگر آگے چل کر ایک وقت میں سب خود بخود سمجھ میں آنے لگتے ہیں۔ (النور صفر ۱۳۵۴ھ)

دلی تعلق شیخ سے انفع ہے

حال۔ اب تو برابر جی چاہتا ہے کہ آپ کے ہاتھ کو سینہ سے لگائے رکھوں اور قدموں کو بوسہ دیتا رہوں رات عشاء کے بعد آپ کی جانماز پر مسجد میں جہاں پر آپ کے پیر رہتے ہیں خوب اپنے سر سے لگاکر لطف لیتے رہے۔ بعض اوقات تو اب یہ خیال ہوتا ہے کہ بغیر آپ کے گلاب باغ میں کیونکر رہونگا میرے لئے تو اب آپ گل ہیں۔ اللہ تعالیٰ قلب میں سکون دے۔

تحقیق۔ دل میں تعلق کا رہنا بعض منافع میں ظاہری قرب سے انفع ہوجاتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

تجدید بیعت جائز ہے مگر تعلیم بیعت پر موقوف نہیں

حال۔ بعد انتقال مرشد کسی دوسرے متبع شریعت شیخ سے تجدید بیعت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ خلافِ طریق تو نہیں۔

تحقیق۔ تجدید بیعت ایسی حالت میں گو جائز ہے اور خلافِ طریق بھی نہیں لیکن حاجت بھی نہیں البتہ اگر تعلیم کی ضرورت ہو تو بدون بیعت ہی کسی سے سلسلہ تعلیم کا جاری کر دیا جاوے کوئی نفع اور برکت بیعت پر موقوف نہیں۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

مجاز کو بیعت کرنے سے شرم آنا مانع بیعت نہ ہونا چاہیئے

حال۔ یکے از مجازین۔ اگر کوئی میرے پاس بیعت ہونے آتا ہے اپنے حال پر نظر

مجاز کا اپنے آپ کو ذلیل و خوار سمجھ کر تعلیم و تلقین سے رکنا جائز نہیں

حال۔ ایک اور بات قابلِ عرض ہے حضرت نے مجھے تعلیم کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی لاج رکھ لے مگر حضرت میں تو اپنے آپ کو دنیا سے زیادہ ذلیل اور خوار اور نااہل سمجھتا ہوں۔ اوّل تو مجھ سے کوئی کہتا ہی نہیں اور کہے تو اس کو میں اپنے سے ہزار درجہ اچھا سمجھتا ہوں میں کس بیحیائی سے اُسے تعلیم کر دُوں

تحقیق۔ کیا اچھوں کو خدمتِ تعلیم سے محروم رکھا جاوے۔

حال۔ یہ کیفیت ایسی غالب ہے کہ ہر وقت ندامت میں ڈوبا رہتا ہُوں بلکہ بعض وقت تو یہ خیال ہوتا ہے کہ تجھے اجازت نہیں دی بلکہ درحقیقت تیری نالائقی کا علاج فرمایا ہے کہ اسی سے شرمندہ ہو کر کچھ آدمیت آجاوے۔

تحقیق:۔ سبحان اللہ۔ یہ خیال تو کامل مقدمہ ہے اصلاح کا۔ (النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ)

عیوب پر مطلع ہو کر اپنے مصلح سے مشورہ لیا جائے

حال۔ حضرت والا بھی کوئی تدبیر تجویز فرمائیں گے کہ عیوب و مفاسد اور خبائثِ نفس پر اطلاع ہو۔

تحقیق۔ اس کی تدبیر بھی ہے۔ آئمہ طریق کے ایسے رسالے بھی ہیں جن میں عیوب کی فہرست اور معالجات بھی ہیں۔ جیسے امام غزالیؒ کی مطول و مختصر تالیفات جن میں سے اربعین کے مطالعہ کا اکثر مشورہ دیا کرتا ہوں۔ اُس سے یہ غرض حاصل ہو جائے گی۔ لیکن صرف مطالعہ کو کافی نہ سمجھا جائے بلکہ عیوب پر مطلع ہو کر اپنے مصلح سے مشورہ لیا جاوے۔ یہ تو عیوب و نقائص پر مطلع ہونے کی تدبیر ہے باقی اس کے ساتھ اس کی بھی ضرورت ہے کہ اپنے جن محاسن پر نظر پڑتی ہے اُن کے متعلق غور کیا جاوے کہ جس ہیئت سے یہ محمود یا مامور بہ ہیں آیا اسی ہیئت سے مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ اگر ہیئت موجودہ و ہیئت مطلوبہ کی تحقیق کی جاوے گی اُس وقت منکشف ہوگا کہ مزعومہ محاسن حقیقی محاسن کی نقل بھی نہیں تو وہ نظر بھی کالعدم ہو جائے گی۔

(النور۔ محرم ۱۳۵۷ھ)

کرکے ازحد شرم آتی ہے کہ یہ میرے سے ہر طرح اچھا ہے میں کیا اس کو بیعت کروں۔ بحضور عالی بخدا عرض کرتا ہوں جہان میں مجھ سے کوئی زائد خراب و گنہگار نہیں۔ یہ خیال ہمیشہ سے مجھ پر غالب ہے اس لئے مرید کرتے ہوئے شرم آتی ہے اگرچہ بیعت ہونے کو آتے بھی کم لوگ ہیں۔ یہ کیا میری حالت ہے۔

تحقیق۔ اچھی ہے۔

حال۔ اور کیا کروں۔

تحقیق۔ مرید کرلیا کریں تاکہ یہ تواضع اور زیادہ بڑھے۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ)

مرید ازخود کوئی ذکر تجویز نہ کرے

حال۔ بارہ تسبیح کا ذکر کرنے کو دل بہت چاہتا ہے اگر حضرت والا اجازت فرمادیں تو پڑھ لیا کروں۔

تحقیق۔ اگر طبیب سے کہو کہ خمیرہ گاؤزبان کو جی چاہتا ہے اجازت دیدو تو وہ کیا یہ جواب نہ دے گا کہ جب تم خود اپنے لئے تجویز کرسکتے ہو تو پھر دوسرے سے کیوں رجوع کرتے ہو۔ طبیب سے تجویز کرایا کرتے ہیں یا خود تجویز کرکے اس سے اجازت لیا کرتے ہیں۔

(النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ)

اصلاح کا طریقہ

حال۔ جواباً عرض ہے کہ مجھے اصلاح کا طریق نہیں معلوم۔ میں اس سے بالکل جاہل ہوں۔ آپ للّٰہ میرے لئے طریق اصلاح تجویز فرمادیں۔

تحقیق۔ طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے نفس کا ایک ایک عیب ظاہر کرو اور مجھ سے اس کا علاج پوچھو اور میں جو بتلاؤں اس پر عمل کرو اور عمل کرکے اطلاع دو۔

(النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

بیعت کا موقع اس وقت ہے جب مصلح سے اتنی محبت ہو جائے کہ اس سے کسی حالت پر انقباض نہ ہو

حال - یہ تو اپنا حال بے حال ہے، اب حضرت والا کے سابقہ گرامی نامہ کے ایک ارشاد کے متعلق عرض گذار ہوں۔ حضرت نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ کیا یہ مشورہ قبول کیا جا سکتا ہے کہ قصد بیعت ہمیشہ ہی کے لئے ترک کر دیا جائے کہ نفع کا موقوف علیہ نہیں اور فائدہ (عدم بیعت میں) یہ ہے کہ اگر تعلیم مصلح خلافِ مذاق ہو تو بدلنا سہل ہو اس کے متعلق کچھ عرض کرنے کی حاجت تو تھی نہیں کیونکہ میں اپنا قطعی فیصلہ عرض کر چکا ہوں کہ حضرت کے خلاف منشاء پر اصرار کے وہم کی بھی قلب میں قطعاً جگہ نہ ہوگی لیکن چونکہ اس عبارت میں "شفقتاً" ایک تو الفاظ مشورہ ہیں دوسرے جملہ مشروط و مقیّد سا ہے جس کے معنی یہ بھی معلوم ہوتے ہیں کہ تعلیم مصلح اگر مطابق مذاق ہو تو تبدل کی بجائے استحکام و رسوخ میسّر ہو۔ اس لئے اس گنجائش کے باعث اتنا عرض کرنے کو دل چاہتا ہے کہ جب ترک قصد کا سبب عدم اطلاع ہے توافق مزاج پر اور وہ دائمی نہیں بالفعل اگر میسّر نہیں۔ کچھ عرصہ بعد ممکن ہے تو ہمیشہ کے لئے ترک قصد سمجھ میں نہیں آتا۔ اسکو بھی عارضی ہی رکھا جائے جیسا کہ سبب یعنی عدم اطلاع عارضی ہے۔ اوّل تو خلافِ مذاق نہ ہونا اس احقر پر ابھی واضح ہے لیکن اگر اس قدر انکشاف کافی نہیں تو کچھ زمانہ بعد ممکن ہے اور اُسی وقت تک کے لئے ترک قصد بھی اگر رہے۔ یہ معروض صرف اس گنجائش پر مبنی ہے کہ ادھر تو حضرت نے اس کو مشورہ فرمایا امر نہیں فرمایا ورنہ ضرورت ہی نہ تھی ادھر اس کو مقیّد بھی فرما دیا کہ جس پر عرض کی جرأت ہوئی۔ بہر حال فیصلہ تو اس ناکارہ کا وہی ہے کہ خلافِ منشاء اقدس پر اصرار کی جرأت نہ ہوگی البتہ جی یہی چاہتا ہے اس گنجائش پر نظر کرتے ہوئے اگر یہ صحیح ہے کہ ترک قصد کو دواماً نہ رکھا جائے اور اگر مصلحت یہی ہو تو بہت اچھا ادنیٰ تامّل بھی نہیں جبکہ نفع کا موقوف علیہ نہیں۔

تحقیق - ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ ماشاء اللہ تعالیٰ مقصود کو خوب ادا کیا نہ ادا میں کمی رہی نہ ادب میں۔ اللھم زد فزد۔ میرا مقصود اس مشورہ سے آپ کو آزاد رکھنا اور راحت پہنچانا تھا کہ کبھی تنگی نہ ہو ورنہ مجھ کو تو جس قدر ارتباط بڑھایا جاوے گا راحت ہی راحت ہے۔

اب اس مشورہ کو مسئلہ فن کے ساتھ تبدیل کرتا ہوں وہ یہ کہ اس خاص رسم کا جس کا نام عُرف میں

بیعت ہے موقع اس وقت ہے جب اپنے خادم دینی سے اس درجہ محبت اور طبعی تعلق ہو جاوے کہ اگر وہ سراپا نقص ہی نقص بن جاوے تب بھی خواہ اس سے اعتقاد نہ کرے یا ضعیف ہو جاوے لیکن اُس سے انقباض نہ ہو اور جب تک اس کی تعلیم دل کو لگتی رہے تعلیم کا سلسلہ اس کے ساتھ جاری رکھے اور اگر تعلیم دل کو نہ لگے تو تعلیم بھی ترک کر کے اطلاع کر دی جاوے تاکہ وہ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو اور دوستی کا علاقہ پھر بھی اس کے ساتھ باقی رکھے گو معصیت میں اس کی اطاعت نہ کرے بشرط بقائے ایمان۔ ولو ضعیفاً کما ورد فی اطاعۃ الامام وعدم الخروج علیہ ما نصہٗ السمع والطاعۃ علی المرء المسلم فیما احبّ وکرہ مالم یؤمر بمعصیۃ واذا امر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ متفق علیہ وفی حدیث اٰخر وعلی ان لا تنازع الامر اھلہ الا ان تروا کفرا بواحاً عندکم من اللہ فیہ برھان۔ متفق علیہ وفی روایۃ الامن ولی علیہ والٍ فراٰہُ یأتی شیئاً من معصیۃ اللہ فلیکرہ ما یأتی من معصیۃ اللہ ولا ینزعن یداً من طاعۃ۔ رواہ مسلم۔ اور خود اس مسئلہ میں بھی تحقیق طویل ہے۔ اس مقام پر بعض فروع نقل کر دیئے ہیں جو بعض احکام میں اشتراک علت سے مشابہ ہیں۔ احکامات متعلقہ امارت کے بقیہ اپنے محل میں مذکور ہیں۔ ولیس ھذا محلھا۔ (النور۔ محرم ۱۳۵۷ھ)

مرشد کا خوف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہے

حال۔ ایک عرض یہ ہے کہ جب کوئی معمولی ناغہ ہوتا ہے تو لونڈی کو زیادہ پریشانی حضرت والا کو اطلاع کے خیال سے ہوتی ہے لہٰذا عرض ہے کہ لونڈی اس بات پر گنہگار تو نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کے عتاب کے خیال کی بہ نسبت حضرت والا کی خدمت میں معمولات ناغہ ہونے کی اطلاع سے قلب پر خوف طاری ہوتا ہے۔

تحقیق۔ یہ خوف بھی اللہ تعالیٰ ہی سے ہے کیونکہ مجھ سے جو خوف ہے اس کا موجب میری ذات تو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا تعلق ہے۔ رہا یہ کہ پھر بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے ایسا خوف کیوں نہیں۔ اس کی وجہ طبعی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے رحم وکرم کی بھی زیادہ اُمید ہے جو مخلوق سے نہیں اس لئے اس میں کوئی بات نہ گناہ کی ہے نہ نقصان کی۔ (النور ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ)

عقلی اور اعتقادی قرار مطلوب ہے نہ کہ طبعی

حال۔ گذشتہ عریضہ کا جواب گرامی لکھنؤ ہی میں سعادت بخش ہوا تھا۔ اس ہفتہ حیدرآباد آنا ہوا۔ گھر کے حالات سے گھبرا کر چلا تھا اور خیال تھا کہ اب کے کچھ دن تو حیدرآباد ضرور غنیمت معلوم ہوگا لیکن خدا جانے طبیعت کا کیا رنگ ہوگیا ہے اور دل کیا چاہتا ہے کہ کہیں قرار نہیں پکڑتا۔ اب بھی بارہ ۱۲ ہی دن یہاں آئے ہوتے ہیں اور دل اُچاٹ ہے البتہ اب کے گھر جانے کو بھی جی نہیں چاہتا اور جو کچھ چاہتا ہے وہ صرف والدہ مدظلہا کی علالت کی وجہ سے۔ ایک شعر سُنا کرتا تھا اس کو صادق پاتا ہوں ؎

شہر میں لگتا نہیں صحرا سے گھبراتا ہے دل
اب کہاں لے جاکے بیٹھیں ایسے دیوانہ کو ہم

حضرت کی خدمت میں سب ہی کچھ عرض کر دیتا ہوں اس لئے اس دیوانگی کا حال بھی عرض کر دیا یہ عجیب بات ہے کہ جسمانی صحت الحمدللہ ہمیشہ سے بہت زیادہ وطن میں بھی بہتر رہی اور دکن میں بھی ہے مگر باطن کو اب کہیں چین نہیں۔ گذشتہ عریضہ کے جواب میں حضرت نے ایک شعر بالکل میرے حسب حال تحریر فرمایا تھا ؎

گر گریزی بر امید راحتے
ہم ازاں جا پیشت آید آفتے

اور اس آفت کا حقیقی علاج بھی وُہی ہے جو حضرت نے تحریر فرمایا کہ تجویز کو فنا کر کے تفویض کے دامن میں پناہ لوں۔ عقلاً خوب سمجھتا ہوں کہ راحت بھی تفویض ہی میں ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی تجربہ اب سالہا سال سے برابر ہو رہا ہے کہ پہلے جس طرح میری مشکل سے مشکل تجویز پوری ہو کر رہتی تھی اب آسان سے آسان بھی پوری نہیں ہوتی مگر تجویز ساز بلکہ تجویز باز طبیعت کچھ ایسی بے حیا واقع ہوئی ہے کہ اس پر بھی باز نہیں آتی جب کوئی تجویز سامنے آتی ہے۔ جب سے حضرت نے یہ تحریر فرمایا خصوصیت سے اس سے بھاگتا اور اس کو بھگانا چاہتا ہوں مگر ہر پھر کے مسلط ہی رہتی ہے۔ نماز میں ذکر میں شغل میں بیکاری میں باکاری میں جب ذرا بھی موقع پاتی ہے اور حدیث نفس شروع کرا دیتی ہے۔ جب طبیعت کا یہ حال ہے تو حضرت خالی عقل سے تفویض

کو حق جان کر راحت تو بہر حال نصیب نہیں ہو سکتی بس تھوڑی دیر کے لئے کچھ تسلی اس سے حاصل کر لیتا ہوں۔ پھر وہی حال۔ ایک ہی بات کو اتنا طول دے دیا۔ مگر کیا کروں کہ حضرت کی خدمت میں خوب کھل کر عرض کئے بغیر تسلّی نہیں ہوتی۔

تحقیق۔ خط کیا ہے پڑھنے والے کے دل کو گھائل کرنے کو نشتر ہے۔ سب کا حاصل یہ ہے کہ طبعی تسلی و قرار کی کوئی صورت نہیں مگر الحمدللہ عقلی اور اعتقادی قرار حاصل ہے۔ اب سب کا جواب یہ ہے کہ یہ ہی عقلی و اعتقادی قرار مطلوب ہے۔ یہی مامور بہ ہے اور یہی تفویض ہے جس کو عبادت سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے نہ کہ ذریعۂ راحت سمجھ کر۔ بلکہ عارفین کاملین نے جب تفویض میں لذّت طبعیہ محسوس کی تو نہایت ابتہال کے ساتھ اس لذت سے پناہ مانگی اور راز اس کے دو ہیں۔ ایک یہ کہ شوب لذّت سے شبہ ہوتا ہے اخلاص کی کمی کا کہ حظ نفس کے واسطے تفویض کو اختیار کیا۔ حق تعالیٰ کا حق سمجھ کر اختیار نہیں کیا۔ دوسرے جہاد میں دنیوی کامیابی و ناکامی کے متعلق حدیثوں میں تصریح ہے کہ اوّل میں اجر ناتمام اور ثانی میں اجر تام عطا ہوتا ہے۔ اسی طرح تفویض میں راحت طبعیہ ہونے سے اجر غیر کامل اور راحت نہ ہونے سے اجر کامل ملتا ہے اور اجر آخرت ہی مقصود ہے۔ پس ان دو راز کی وجہ سے عارفین نے لذّت سے پناہ مانگی لیکن ہم ضعفاء کے لئے اس میں اتنی ترمیم ہے کہ ہم کو پناہ مانگنا بھی مناسب نہیں بلکہ تفویض کے ساتھ اس میں لذت و راحت کی بھی دُعا مانگے اور جب تک وہ عطا نہ ہو اس عطا نہ ہونے کی حقیقت پر صبر اور اس عطا نہ ہونے کے ثمرہ پر کہ کمال اجر اور تشبّہ بالمقبولین ہے شکر کیا جائے اور اسی کو وظیفۂ دائمہ بنالے۔

(النور۔ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ)

اپنے شیخ سے محبت اختیاری زیادہ ہونی چاہیئے

حال۔ کہا جاتا ہے کہ اپنے شیخ کی محبت و عظمت تمام بزرگوں سے زیادہ ہونی چاہیئے اور جب میں دیکھتا ہوں اور توجہ کرتا ہوں تو کھلی نگاہوں حضرت کی محبت و عظمت اپنے شیخ سے زیادہ اور مقدم پاتا ہوں

تحقیق۔ اختیاراً یا اضطراراً۔ اگر اوّل ہے تو اس کی ضد بھی اختیار میں ہے اگر ثانی ہے تو مُضر نہیں۔

حال - کیا ایسی صورت میں اپنے شیخ سے نفع حاصل کرسکتا ہوں۔

تحقیق - کیا حرج ہے۔ (النور ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ)

تھانہ بھون آنے سے قبل آپ سے زیادہ محبت اور کبھی مولینا سے اور کبھی برابر ہونا یہ کوئی مذموم حالت نہیں

حال - حضرت اقدس سے ایک مشورہ طلب ہے وہ عرض یہ ہے کہ تھانہ بھون آنے سے پہلے حضرت مولنا مولوی ..... صاحب کے ساتھ زیادہ محبت تھی مگر جب تھانہ بھون آیا تو کبھی آپ کے ساتھ زیادہ محبت ہوتی ہے اور کبھی ان کے ساتھ زیادہ محبت ہوتی تھی اور کبھی برابر ہوتی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

تحقیق - سمجھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیا یہ کوئی مذموم حالت ہے جس کی فکر ہوئی۔ اگر کسی تندرست آدمی کو کبھی پلاؤ کی طرف زیادہ رغبت ہو کبھی زردہ کی طرف تو اس میں کون بات فکر کی ہے۔

حال - بنا بریں مجھ کو اپنی اصلاح مقصود ہے اس کشمکش میں ہوں کہ کیا کروں۔

تحقیق - کچھ بھی نہ کرو جو ہوتا ہے ہونے دو۔ (النور۔ محرم ۱۳۵۸ھ)

بیعت کی ترغیب دینا کسی کو مناسب نہیں ہے

حال - بقرعید کی نماز ہم لوگوں کے یہاں گذشتہ چہار شنبہ کو ہوئی۔ مولانا ..... صاحب کو حضرت والا کا عطیہ" میں نے پہنایا۔ اور عمامہ حضرت والا کا عطیہ اور نیز اپنے دادا پیر حضرت حاجی صاحب رحمہ کا عمامہ ان کے سر پہ باندھ کر میدان میں امامت کے لئے لے گیا۔ ان کے قدم کی ایسی برکت ہوئی کہ سب لوگوں نے سکون کے ساتھ خطبہ سنا۔ ایسا سکون تیرہ ۱۳ برس سے میدان کی نماز میں ہم لوگوں کو نصیب نہ ہوا تھا۔ سب لوگوں سے تعارف بھی کرایا۔ لوگ ان سے مرید بھی انشاء اللہ یہاں ہوں گے مگر ابھی شرماتے بہت ہیں۔ شب و روز ذکر اللہ میں رہتے ہیں۔

تحقیق - اخلاص سے جو کچھ کیا گیا انشاءاللہ مقبول ہے مگر دل تو یہی چاہتا ہے جو اپنے بزرگوں کا طریقہ ہے کہ ؎

نباشد اہلِ باطن درپئے آرائشِ ظاہر
بہ نقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را

اسی طرح بیعت کی ترغیب خود دینا اپنے بزرگوں کی وضع کے خلاف ہے۔ رد و قبول منجانب اللہ ہے جس میں اسباب واکتساب کا دخل نہیں۔ (النور۔ محرم ۱۳۵۸ھ)

مصلح کے خیال سے رُکنا یہ بھی حق تعالیٰ کے خوف سے رُکنا ہے

حال - مولانا میں اپنے دوسرے باطنی امراض کی اس خیال (مذکورہ ذیل) سے بھی اصلاح کرتا ہوں اور مجھے اس میں کافی کامیابی حاصل ہوتی ہے کہ مولانا اشرف علی صاحب کے ساتھ تعلق رکھ کر ایسی بُری حالت میں قصداً رہنا بہت ہی بے مروّتی ہے۔ مولانا یہ خیال رکھنا کیسا ہے۔

تحقیق - کیا حرج ہے۔

حال - مولانا! اللہ تعالیٰ کی وعید اور ایسے گناہوں کے بارے میں جو عذاب آیا ہے اس کی یاد کرنے سے اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا مذکورہ بالا خیال سے ہوتا ہے۔

تحقیق - مصلح کے خیال سے رُک جانا یہ بھی حق تعالیٰ کے خوف سے رُکنا ہے۔ کیونکہ مصلح کا اثر بھی تو قلب میں اسی وجہ سے ہے کہ اس کو حق تعالیٰ سے تعلق ہے۔ سو اس کا ادب عین حق تعالیٰ کا ادب ہے۔ اتنا فرق ہے کہ ایک صورت میں حق تعالیٰ کا ادب بلا واسطہ ہے ایک صورت میں بواسطہ۔ سو اس کی وجہ ادب بالواسطہ کی قوتِ تاثیر نہیں بلکہ اپنا تسفل اور حق تعالیٰ کا غایت علو ہے کہ بلا واسطہ قویٰ مدرکہ کو وہاں تک رسائی نہیں تو یہ صورت تو زیادہ عجز و تواضع کی ہے۔

(النور جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ)

بیعت کی خدا تعالیٰ کے قرب کیلئے ضرورت نہیں البتہ تعلیم کی ضرورت ہے

حال - تقریباً عرصہ ڈیڑھ سال کا ہوتا ہے کہ بندہ نے ایک خط لکھا تھا جس میں بیعت کی درخواست کی گئی تھی اس کا جواب حضرت کی طرف سے یہ ملا تھا کہ بغیر بیعت کئے ہوئے بھی قرب خداوندی ہو سکتا ہے، چونکہ برمی مسلم فساد اور ہندو مسلم فساد کی وجہ سے اور کاروبار میں نقصان کی وجہ سے دل پریشان رہتا تھا اور اب بھی رہتا ہے اس وجہ سے خط لکھنا موقوف کر رکھا تھا۔

تحقیق - میں نے بقول آپ کے یہی تو لکھا تھا کہ بدوں بیعت کے قرب خداوندی حاصل ہو سکتا ہے یہ تو نہیں لکھا تھا کہ اس کے لئے تعلیم کی بھی ضرورت نہیں۔ تعلیم تو اس کے لئے شرط عادی ہے۔ پھر بھی خط کا موقوف کر دینا غلطی عظیم اور دلیل نافہمی کی ہے۔

حال - بندہ مناجات مقبول کا ورد رکھتا ہے۔ قرآن شریف بھی پڑھتا ہے اور نماز بھی ادا کرتا ہے

تحقیق - یہ تو سب اعمال صالحہ ہیں مگر غذا یا دوا کے ساتھ کچھ پرہیز بھی ہوتا ہے اور خود غذا یا دوا کی قوت تاثیر کے لئے کچھ شرائط بھی ہوتی ہیں اُن سے تو خالی رہے۔ (النور - ربیع الاول ۱۳۵۹ھ)

حال - صرف بندہ کی عاجزانہ درخواست ہے کہ آپ خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں دُعا فرمادیں۔

تحقیق - دُعا محض معین ہے اصل طریق تعلیم پر عمل ہے۔

حال - آپ کی تصنیفات خوب پڑھ چکا ہوں اور اب بھی مطالعہ کرتا ہوں۔

تحقیق - اس میں بھی وہی کلام ہے جو اعمال کے متعلق اوپر گذرا

(النور - ربیع الاول ۱۳۵۹ھ)

استفسارِ علالت کے خط پر اجمالی تنبیہ

(تمہیدی نوٹ) ایک صاحب کا خط باستفسار علالت آیا تھا اُن کو جواب میں لکھا تھا کہ راوی کا نام بتاؤ جس نے آپ کی پریشانی اور میرا کام بڑھایا۔ اول تو معمولی تغیر کی اطلاع کی کیا ضرورت تھی۔ پھر افاقہ کی بھی اطلاع کر دینا چاہیئے تھا۔ اس کے بعد خط ذیل آیا جو مع جواب کے درج کیا جاتا ہے۔

حال- صحیفۂ عالی صادر ہو کر کاشفِ حال ہوا- بات یہ ہے کہ مولوی...... صاحب نائب مہتمم فلاں مدرسہ تھانہ بھون تشریف لے گئے تھے وہاں سے آکر انہوں نے یہ کہا کہ مولانا کو بخار آگیا تھا اب آرام ہے- اگرچہ انہوں نے صحت کی خبر دیدی تھی مگر پھر بھی طبیعت کو سکون نہ ہوا اور طبیعت بے چین تھی اور یہ چاہتی تھی کہ کسی طرح مولانا سے لکھ کر معلوم کر دں کہ حضرت والا کا مزاج کیسے ہے- ان تکلیف دہ پہلوؤں پر میری بالکل نظر نہ تھی محض فرطِ محبّت خط کا باعث ہوئی-

تحقیق- اس کا تو مضائقہ نہیں مگر طریقہ اس کا یہ نہ تھا جو اختیار کیا گیا- بلکہ اس پرچہ میں جتنا واقعہ مفصّل لکھا گیا ہے بس اس طرح لکھ کر پُوچھا جاتا کہ اب کیا کیفیت ہے تو مجھ کو کتنی آسانی ہوتی اور بدوں اس کے طبیعت پر اس قدر بار پڑا کہ اوّل سے آخر تک کس طرح لکھوں نہ فرصت نہ قوّت اور اجمال کو کافی نہ سمجھا اس لئے اُلجھن ہو کر غصّہ راوی پر آیا- اب معلوم ہوا کہ وہ غصہ کے محل کم تھے آپ زیادہ تھے- راوی نے تو درد کے ساتھ درمان بھی کر دیا ان کی کیا خطا یہ بزرگی بلکہ گرگی آپ کی تھی کہ مجمل سوال لکھ کر بوجھ ڈالا اور نظر نہ ہونے کا جو عذر لکھا ہے واقعی صحیح ہے کیونکہ جب محبت کم ہوتی ہے تکلیف دہ پہلو پر نظر نہیں جاتی-

(اس کے بعد دوسرا خط آیا جو ذیل میں مع جواب کے درج ہے)

حال- صحیفۂ عالی صادر ہوا کئی مرتبہ اس کو پڑھا- پڑھ کر عجیب حالت ہوئی اگر کاٹو تو بدن میں خون نہ نکلے- شاید پہلے کبھی ایسی خطا نہیں ہوئی- پریشانی کی وہ حالت ہے کہ مجھے کوئی ایسے الفاظ نہیں ملتے جو میری خستہ حالت کے معبر ہوں- طبیعت تو یہ چاہتی تھی کہ اپنی سنگین خطا کی معافی اس طرح سے چاہوں کہ تھانہ بھون پہنچ کر اپنے حقیر سر کو آنجناب کے قدموں میں ڈالدوں تاکہ آنحضور کو جس درجہ کی تکلیف پہنچی اُس سے دوگنی تکلیف اس نالائق کو پہنچ جائے اور گم شدہ عقل و تمیز و انسانیت واپس آجائے اور آئندہ کے لئے سبق نقش کالحجر ہو جائے اور جلدی سے معاملہ ختم ہو کر سکون حاصل ہو مگر کیا کروں مجبور ہوں- میری زندگی بھی کوئی زندگی ہوگی جبکہ آپ کو تکلیف پہنچے میری طرف سے- اور اگر آنحضرت نظرِ رحمت نہ فرمادیں گے تو یہ تو نہ دین کا رہا نہ دُنیا کا- اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری بیہودہ اور تکلیف دہ حرکتوں کو معاف فرمادیں- آئندہ بے سوچے سمجھے ایسی تحریر نہ بھیجوں گا- میری بیہودہ حرکتوں پر ہر ہر عضو گواہی دے رہا ہے اور خطا کا مُقِر ہے- اگر کوئی شخص مجھے غور سے دیکھے تو یہ خیال کریگا

مگر شاید کسی غم کی وجہ سے عقل سلب ہو گئی ہے۔ کسی کام میں طبیعت نہیں لگتی۔ ہر وقت آپ کی ناراضگی کا خیال قلب پر سوار ہے۔ نہ کھانے پینے میں لطف ہے نہ عبادت میں حظ۔ بس خطادار ہوں۔ خطا کی دست بستہ معافی چاہتا ہوں۔

تحقیق۔ ماضی سے عذر اور مستقبل میں تیقظ سب کا کفارہ ہو گیا۔ فاستبشروا۔

(النور۔ شعبان ۱۳۵۶ھ)

بیداری میں یہ معلوم ہونا کہ شیخ پاس ہیں اور آفتاب کی سی روشنی ہے۔ یہ مقصود نہیں محمود ہے۔

حال احد المجازین۔ میں جب مکان پر موجود تھا بعد تہجد ایک روز یہ کیفیت پیش آئی بیداری میں یہ معلوم ہوا کہ میں حضور والا کے پاس ہوں اور قلب مبارک ایک آفتاب کے مثل روشن ہے میرا قلب جناب والا کے قلب سے متصل ہو کر تھوڑی دیر تک ایک عجیب اضمحلال وجودی کی کیفیت طاری رہی اس کے بعد سے یہ کیفیت پیدا نہیں ہوئی لیکن انتظار اس کا باقی ہے۔ اگر یہ خیال بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو واقع فرمادیں حضور والا اس کے لئے دعا و توجہ فرمادیں۔

تحقیق۔ مبارک ہو ایسے احوال گو مقصود نہیں مگر محمود اور بعض اوقات معین فی المقصود ہیں اور گو دائم نہ ہوں گاہ گاہ عطا ہو جانا بھی نعمت ہے ؎

در بزم عیش یک دو قدح نوش کن برد
یعنی طمع مدار وصال دوام را

(النور شعبان ۱۳۵۶ھ)

اپنے امراض کا فیصلہ مربّی سے کرا لینا چاہیئے

حال۔ اس احقر کو جو روحانی امراض اندر نظر آتے تھے ان کو وقتاً فوقتاً حضرت والا کی خدمت اقدس میں پیش کیا اور علاج سے شفایاب ہوا

وہ امراض بدنظری۔ غلبۂ شہوت اور بے فکری و خود بینی ہیں۔ اب حضرتِ والا کی خدمت اقدس میں عرض ہے کہ کیا امراض کا نظر نہ آنا اور اپنے آپ کو شفایاب سمجھنا ہی مرض تو نہیں ہے اگر ہے تو علاج سے بہرہ ور فرمایا جائے۔

تحقیق۔ اپنے سے زیادہ جاننے والے کو خصوصی جو اپنا مربّی اور مصلح ہے حقیقتِ واقعہ سے مطلع کر کے اس سے فیصلہ کرایا جاوے۔ یہی علاج ہے۔ (النور رمضان ۱۳۵۶ھ)

فیضِ صحبت کا اثر

حال۔ حضرت کے فیضانِ صحبت میں جو حقائق مجھ پر ظاہر ہوئے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) پہلی چیز ذکر اللہ قلباً و لساناً علیٰ کل حال (۲) دیانت اور تقویٰ کا لحاظ ہر کام میں (۳) اہتمام ادائے فرائض باحسن وجوہ (۴) احتراز عن المعاصی کبارہا و صغارہا۔

یہی چار باتیں خلاصہ معلوم ہوئیں اور انہیں کے اہتمام میں عمر گذارنا ہے۔

تحقیق۔ عین عرفان ہے لیکن متن کے درجہ میں جو محتاجِ شرح ہے جیسا مشہور ہے کافیہ کافی است باقی دردِ سر۔ یعنی بانضمامِ شرح جامی۔ اس شرح کی مثالیں معروض ہیں۔

(۱) یہ حدیث النفس و کلامِ نفسی کے درجہ تک ہے اس کے ساتھ ضرورت فکر کی ہے۔ خواہ اپنی اصطلاح میں اس کو ذکر کی فرد بنالی جائے۔ قرآن مجید میں یذکرون اللہ کے بعد یتفکرون بھی ہے۔

(۲) ظاہراً بھی باطناً بھی کما ورد التقوٰی ھٰھنا و اشار صلی اللہ علیہ وسلم الی صدرہٖ

(۳) مع التوابع من السنن والتطوعات لان الطاعات کلھا سواسیۃ فی لزوم اداء حقوقھا

(۴) سواء کانت ظاھرۃ او باطنۃ لقولہ تعالیٰ و ذروا ظاھر الاثم و باطنہ و دخل فیھا الکبر والریاء وحب المال والجاہ وغیرھا من الرذائل و یتبع الاحتراز الاستغفار اذا صدر شئی منہ لا سیما حقوق العباد من الاموال والاعراض۔

اس تفصیل کے ساتھ ان کا خلاصہ طریق ہونا صحیح ہے ورنہ سب آٹھ نو ہیں۔ ولا مشاحۃ فی الاصطلاح ولکل اصطلاح وجھۃ

حال۔ باقی جوش و کیفیات مطلوب نہیں وارد ہوں تو بہتر۔ ورنہ بالقصد ان کے حصول کے درپے نہ ہو۔

تحقیق - بالکل صحیح ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اگر کیفیاتِ محمودہ پیش آویں حق تعالیٰ کی نعمتیں ہیں جن پر شکر واجب ہے باقی ان کا محمود و نافع ہونا شیخ کی تحقیق پر موقوف ہے۔ لیکن اُن سے حرمان یا بعد عطاء کے فقدان یہ بھی خاص مصالح کے اعتبار سے نعمت ہے اور یہ بھی شیخ کی رائے پر ہے۔

حال - حضرت میرے اس بیان کی تصویب یا تصحیح فرمادیں۔

تحقیق - گو مجھ میں اتنی لیاقت نہیں لیکن مشورہ کے درجہ میں امتثال امر کر دیا دعائے توفیق و ہدایت کا طالب ہوں۔ (النور - ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ)

شمائم امدادیہ کا مطالعہ، یہ بھی ایک گونہ صحبت ہے

حال - کل شمائم امدادیہ کا مطالعہ کیا تھا۔ رات بھر نیند میں وہی مضامین اور حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہٗ کا تصور بلا زیارت و رویت قائم رہا۔

تحقیق - یہ بھی ایک گونہ صحبت ہے۔ رزق اللہ تعالیٰ برکاتہا۔

حال - ذکر میں بقول حضرت کے ایک ملفوظ کے کہ جب کیفیت ہو تو اس کو غذا سمجھو اور جب نہ ہو تو اس کو دوا سمجھ کر کرو۔ سو دوا ہی پینے کی نوبت ان دنوں زیادہ آتی ہے۔

تحقیق - ھدی اللہ تعالیٰ لاکمل وانفع من ھذا۔ (النور ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ)

شیخ سے اہم کاموں میں مشورہ کرنا مناسب ہے

حال - جواب اقدس نے الحمد للہ بڑی شفا بخشی۔ عسیٰ ان تحبوا شیئاً وھو شر لکم کا اکثر مشاہدہ ہوتا رہتا ہے نہ بھی ہوا تو واللہ یعلم وانتم لاتعلمون۔ اللہ کا علم اور اپنا جہل بہر حال قطعی ہے تاہم یہ وسوسہ ہوتا رہا کہ آخر حضرت کی خدمت میں حاضری میں شر کیا ہو سکتا تھا۔ کہ عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم کا ایک عجیب راہ سے تجربہ ہو رہا ہے ہفتہ عشرہ ہوا علم ہوا کہ ایک باغ بک رہا ہے دیکھا تو مکان کے بہت قریب اور بہت موقع کا۔ ہمارے ڈاکٹر عبد العلی صاحب نے بھی دیکھتے ہی "عسےٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم" کی آیت پڑھ

دی ۔ پرسوں آٹھ ہزار پر بیعانہ بھی ہو گیا ۔ پھر سوال ہوا کہ حضرت کی خدمت میں حاضری کے مقابلہ میں یہ دنیوی نفع خیر کیسے ہو سکتا ہے ۔ اس کا جواب کچھ یہ سمجھ میں آیا کہ نقد روپیہ قلب کے لئے خصوصاً اس زمانہ میں بہت موجب تشویش ہو رہا تھا اور تشویش قلب کی مضرت ظاہر ہے ۔ کیا عجیب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خیر کے ظہور کے لئے یہ عذر لنگ پیدا فرما دیا ہو ۔

تحقیق ۔ یہ مصلحت بھی محتمل ہے اور وما اُوتیتم من العلم الا قلیلاً کی بنا پر مصالح غیر معلوم کماً و کیفاً مصالح معلومہ سے بہت زیادہ ہیں جن کا ثمرہ یقینی طور پر آخرت ہی میں منکشف ہوگا ۔ یہ تو جواب ہے اس کا کہ دنیوی مقصود میں دینی مقصود سے زیادہ کیا خیر ہو سکتی ہے ۔ اب اس کا جواب اور تلاش کیا جا سکتا ہے کہ یہاں آنے میں کس شر کا احتمال تھا تو اس کا جواب مدت ہوئی حضرت زینب رض عملاً دے چکی ہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کا پیام بھیجا اس پر وہ جواب دیتی ہیں کہ استشیر ۔ یعنی استخیر ربی یہاں کیا تردد تھا کہ استخارہ کا اہتمام کیا ۔

حال ۔ عذر لنگ اس لئے کہ بفضلہ تکلیف درد وغیرہ کی زیادہ نہیں رہی ۔ البتہ چونکہ پاؤں کا معاملہ ہے ۔ اُنگلی کا ورم بس ایک حال پر قریب قریب ٹھہر گیا ہے جس سے نہ جوتا ابھی تک پہن سکتا ہوں نہ زیادہ چل پھر سکتا ہوں اور ڈاکٹر صاحب پاؤں کی چوٹ میں نہ چلنے ہی کی زیادہ احتیاط کی تاکید فرماتے ہیں ۔ واللہ اعلم ۔ لیکن اب جی حضرت بالکل یہ چاہتا رہتا ہے کہ نہ کوئی سوال ہو نہ جواب نہ ارادہ نہ مراد ۔ بس بید الغسال کا حال ہو ۔ لیکن خلقت کچھ ایسی واقع ہے کہ سب کچھ سمجھنے کے باوجود نہ ارادت سے باز آتی ہے اور نہ قلب خطرات سے رُکتا ہے ۔

تحقیق ۔ یہی تو مجاہدہ ہے جس میں ہر وقت اپنے نقص علم و ضعف عمل کا مشاہدہ ہے ۔

حال ۔ حضرت نے اپنی غایت شفقت سے بلا پر مواعید کی جو احادیث نقل فرمائیں اُن میں "اذا احب قوما ابتلاھم فمن رضی فلہ الرضیٰ ومن سخط فلہ السخط" سے بڑا ڈر معلوم ہوا کہ مجھ کو کبھی کبھی اپنی کیفیت سخط ہی کی محسوس ہوتی ہے یعنی غصہ سا معلوم ہوتا ہے اس کا حضرت کچھ علاج بھی تجویز فرمائیں ۔

تحقیق ۔ اس طریق میں مرض کو مرض سمجھنا ایک یہ بھی علاج ہے اور اس سے زیادہ سوءِ ظن بنفسہ یہ ہے کہ غیر مرض کو مرض سمجھ کر اپنے نقص کا استحضار اور اس پر قالاً یا حالاً استغفار کیا جاوے اور میری رائے

ہیں یہاں بھی ہے کیونکہ یہ سخط ہی نہیں سخط کی صورت اور اس کے مشابہ ہے۔ کما قلتم۔ غصہ سا جس کی حقیقت یہ ہے کہ سخط اعتقادی نہیں ورنہ اس کا غم نہ ہوتا اور سخط طبعی معصیت نہیں۔

حال۔ اور دُعا بھی کہ مراداتِ نفس سے نجات پاؤں۔ گو یہ بھی نفس ہی کی مراد معلوم ہوتی ہے مگر اب کسی طرح ہو قلب کی راحت کی بیحد طلب ہے۔ اور خلافِ طبع باتوں کا تحمّل نہیں ہوتا۔

تحقیق۔ ایسی کشمکش میں دعا کا صیغہ زیادہ ادب کا نقلاً یہ ہے اللّٰھم خرلی واخترلی مع العافیۃ میں بھی دُعا کرتا ہوں۔

حال۔ باغ بے رہا ہوں استخارہ بھی کر لیا ہے۔ روپیہ ٹھکانے لگ جانے سے کچھ یکسوئی کی بھی امید ہوتی ہے۔ تاہم ساتھ ہی اس سے بھی ڈر رہا ہوں کہ اس کے انتظام کی بدولت یہ نہ پیش آئے کہ ایک نیا دردِ سر خرید لیا۔

تحقیق۔ اس کو بھی اسی دُعا میں شامل کر لیا جاوے۔

حال۔ حضرت دعا فرمائیں کہ تیسیر و برکت عطا ہو۔

تحقیق۔ دل سے دُعا ہے۔ (النور محرم ۱۳۶۲ھ)

تحلیہ بالفضائل اور تخلیہ عن الرزائل میں سے جس مرض کا احساس ہو طبیب کے مشورہ سے شروع کیا جاوے۔

حال۔ اب دل میں خلش یہ ہے کہ اس تحلیہ بالفضائل اور تخلیہ عن الرزائل کا کام کس نہج اور کس ترتیب سے شروع کیا جائے کہ الاہم فالاہم کے اصول کے مطابق ہو' اب اس کے لئے حضرت ہی کی خدمت بابرکت میں درخواست ہے کہ میرے لئے میری صلاحیت و استعداد ناقص کے پیش نظر کوئی طریق متعین فرمایا جائے۔

تحقیق:۔ گو بعض اکابر نے (کالغزالیؒ فی منہاج العابدین) اس میں کسی قدر ترتیب کی بھی رعایت فرمائی ہے مگر ممکن ہے کہ وہ ان کے اجتہاد میں اکثری ہو اور اس وقت تجربہ سے اکثری بھی نہیں رہا اور میرے ذوق میں تو کبھی بھی اکثری نہیں ہوا بلکہ شریعت کے دوسرے توسعات و سہولات میں سے ایک

یہ بھی ہے کہ علاج میں طبیب یا مریض کو ایسے قیود کا مقید نہیں کیا گیا بلکہ میرے تجربہ میں یہی طریقہ مسلوک رہا کہ جس وقت جس مرض کا احساس ہوا (ھذا یختلف باختلاف الاحوال والرجال کما فی الطب الجسمانی اسی وقت طبیب سے مشورہ کر لیا گیا۔ اور اس مشورہ پر عمل کر کے علاج کر لیا گیا اور اس علاج کے نافع اور مؤثر ہونے کے لئے کسی دوسرے مرض کا رہنا مانع نہیں ہوتا۔ (وبھذا یتمیز ھذا الطب من الطب الجسمانی) اور یہ نعمت ہے حق تعالیٰ کی (اللھم الا قلیلا واذا وقع یراعیہ الطبیب) امید کہ جواب ہو گیا ہو گا۔ والسلام۔

پیر سے دُعا طلبی مستحسن ہے

حال۔ خادمہ اپنی اصلاح ظاہر و باطن و فلاح دارین حُسنِ خاتمہ اور شوہر صاحب کی اصلاح و فلاح و صحتِ چشم و عشق و محبت رب العلمین۔ فہم سلیم۔ توفیق عمل صالح۔ حج مبرور۔ دار وسیع مبارک وسعت رزق حلال، مقبولین میں داخلی اور آپ کی قدمبوسی مع الفیوض و برکات نصیب ہونے کے لئے عاجزی سے درخواست دعا کرتی ہوں۔ والسلام مع الاکرام۔

تحقیق:۔ باستثنائے دعائے اخیر سب مقاصد کے لئے دُعا کرتا ہوں۔ اخیر محتمل خیر اور شر دونوں کو ہے اس لیئے یہ دُعا خلافِ ادب ہے۔ (النور ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب دوم

اخلاق حمیدہ کے بیان

امراضِ روحانی کا علاج

حال۔ یہ تو امراضِ جسمانی کی حالت ہے۔ رہے امراضِ روحانی ان کی حالت امراضِ جسمانی سے بھی بدتر ہے امراضِ جسمانی کا اہتمام تو ہے امراضِ روحانی کے متعلق یہ بھی نہیں۔ اگر اسی حالت میں خاتمہ ہوگیا تو خسر الدنیا والاخرۃ مجھے آپ کی دُعا اور توجہ کی سخت ضرورت ہے، جس وقت یاد آجاوے میرے لئے دُعا فرما دیا کیجئے۔ جب میں اپنی حالت پر غور کرتا ہوں تو خوب روتا ہوں مگر کیا نتیجہ۔ ایک پارہ قرآن شریف کا پڑھ لیتا ہوں اور بارہ سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ دو مختلف جلسوں میں عامیانہ طور پر پورا کر لیتا ہوں۔ ہر نماز کے ساتھ ایک قضا نماز پڑھتا ہوں۔ مغرب کے بعد چار نفلیں زائد پڑھ لیتا ہوں۔ عشاء کے بعد چار نفلیں بہ نیت تہجد پڑھ لیتا ہوں۔ اس وقت کل یہ معمول ہے۔ اطلاعاً معروض ہے۔

تحقیق۔ امراضِ روحانی کا ایک علاج جیسا اختیاری ہے اور اس میں اہتمام کی ضرورت ہے۔ دوسرا علاج غیر اختیاری بھی ہے یعنی سقم یا ہم یا غم اگرچہ طاعاتِ غیر واجبہ میں کمّاً یا طاعاتِ واجبہ میں کیفاً کچھ نقص یا خلل ہی واقع ہوجاوے تب بھی باطنی نفع اس پر مرتب ہوتا ہے۔ اگرچہ کلفت کے غلبہ سے یا ادراک کی کمی سے اس وقت محسوس نہ ہو مگر ترتب تو اُسی وقت اور احساس بعد میں ہوتا ہے۔ اب اس کا غم نہ کیجئے اور اگر ازالۂ غم پر قدرت نہ ہو تو پھر یہ غم بھی علاج ہے۔ باقی دُعا میں اس جزو کو بھی شامل کر دیا ہے۔ (النور صفر ۱۳۵۱ھ)

محبت طبعی مذموم نہیں

حال۔ اللہ تعالیٰ امتحان میں نہ ڈالیں مگر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ دس روپیہ جائز کے مقابلہ میں دس ہزار ناجائز ملیں تو ناجائز کی طرف بفضلہ تعالیٰ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں اگرچہ میری حالت تو ناگفتہ بہ ہے

مگر حضرتؒ کی برکت تو ہر کام میں اس ناچیز کو صاف صاف نظر آرہی ہے۔ جہاں شریعت۔ عقل اور مروّت تقاضا کریں وہاں خوشی خوشی خرچ کرتا ہوں، ہر ایک کی حق تلفی سے بچتا ہوں۔ اور کوئی کچھ اُدھار لے لے اور واپس ملنے کی امید نہ ہو تو سچے دل سے معاف کر دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدایا اس پر رحم فرمائیو اور قیامت میں میری وجہ سے مواخذہ نہ فرمائیو مگر چند باتوں سے مال کی محبت کا شبہ ہے۔ مثلاً ایک دوکان سے کوئی چیز خریدوں اور دوسری میں وہی چیز سستی نکلے یا کوئی دھوکہ سے ایک دو پیسے ہی زیادہ لے لے تو واپس تو نہیں کرتا مگر رنج کافی ہوتا ہے۔ یا جس وقت تنخواہ آئے یا کسی ماہ خرچ کرنے کے بعد کچھ زیادہ بچ جائیں یا کوئی چیز سستی ملے تو دل میں خوشی ہوتی ہے حضرت اقدس ارشاد فرمادیں کہ اس ناچیز میں محبّت مال کا مرض تو نہیں اگر ہو تو اصلاح کس طرح ہو۔

تحقیق ۔ یہ محبت مذمومہ نہیں اتنی محبّت طبعی ہے اور اس میں حکمتیں ہیں۔

(النور۔ صفر ۱۳۵۱ھ)

حدیث اعبدالله کانک تراہ کا صحیح مطلب

سوال (الف) وساوس نماز میں جو بندہ کے دل میں آتا ہے اکثر وقت میں تو بلا اختیار لگا رہتا ہے پھر جب معلوم کر لیتا ہوں اس سے پھر جاتا ہوں۔ پھر کچھ دیر کے بعد ایسا ہو جاتا ہے پھر پتہ لگا اس سے پھر جاتا ہوں۔ اس طرز سے اکثر وقت گذرتا ہے اور بعض وقت اختیار سے بھی ہو جاتا ہے یعنی جب کوئی بات دل میں آیا دل کو اس سے سنبھال نہ سکا بار بار دل اس طرف رجوع ہو جاتا ہے۔

(ب) دیگر یہ کہ حدیث اعبد الله کانک تراہ الحدیث کا مطلب بندہ گندہ کے سمجھ میں یہ آیا کہ خدا کی عبادت کرو تم اس طریقہ سے کہ خدا کو تم دیکھتے ہو۔ جناب من میں خدا کو کس طرح سے دیکھوں خدا تو ہمارے دیکھنے سے پاک ہے اور وجہ و صورت سے بھی پاک ہے جس کو میں تصوّر کر سکتا ہوں جیسا کہ حاکم کے اجلاس وغیرہ میں حاکم کے سامنے کھڑا ہو کر روبرو بات کیا جاتا ہے اور عرض کیا جاتا ہے تو اس خیال میں تو یہ اشکال ہے اور اگر یہ خیال دل میں نہ آئے کہ یہی تو خدا ہے ہمارا ہمارے سامنے موجود ہے ہم کو دیکھتا ہے کہ کیا کرتا ہوں اور کیا کہتا ہوں (دیکھتا سنتا ہے) تب خدا کی رغبت اور ہیبت دل میں نہیں آتا ہے۔

دیگر یہ کہ خلوص کے معنی بندہ کے سمجھ میں یہ آیا کہ سر افگندہ جو خدا کے سامنے کھڑا ہوا ہوں اس میں خدا کے علاوہ کوئی قسم کا خیال اور کسی طرح کی بات اور کوئی صورت کی خدشہ دل میں نہ آئے۔ بس میں اور خدا ہے گویا کہ دنیا میں اب کوئی اور کچھ نہیں ہے۔ بندہ کے حال پر کرم کرکے نورِ اصلاح سے منوّر فرمائیں

تحقیق (الف) عبد اپنے حدِ اختیار ہی تک کا مکلّف ہے اور اختیار اسی قدر ہے کہ حدیث النفس کو قصد و ارادہ سے نہ لاوے اور جب بلا قصد و ارادہ آجاوے اس کو دفع کردے اور دفع کی سہل صورت یہ ہے کہ کسی دوسری ایسی چیز کی طرف متوجہ ہوجاوے جس کا عبادت سے تعلّق ہے اس کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ذاتِ حق کی طرف متوجہ ہوجاوے۔ خواہ تصوّر کے درجہ میں خواہ کسی تصدیق کے درجہ میں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حساب و کتاب کے آنے والے وقت کو مثل حاضر کے فرض کرلیا جاوے کہ گویا میں حق تعالیٰ کے روبرو حساب کے لئے کھڑا ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ عبادتِ مطلوبہ کا نمونہ پیش کرو۔ وہ اگر حسب پسند ہوئی تو حساب میں رعایت کا سبب ہوجائے گی۔ تیسرے یہ کہ یہ فرض کرلے کہ یہ گویا بالکل آخری نماز ہے شاید اس کے بعد عمر ختم ہوجاوے اور پھر نماز نصیب نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ گویا خانہ کعبہ میرے سامنے ہے اور اُس پر تجلّیات نازل ہو رہی ہیں اور اُس سے وہ تجلّیات میری طرف آرہی ہیں۔ اور جتنی اچھی نماز پڑھونگا وہ تجلّیات زیادہ فایز ہونگی۔ پانچویں یہ کہ جو الفاظ مُنہ سے نکلتے ہیں ان کی طرف توجہ رکھے خواہ بلا تصوّرِ معانی کے خواہ مع تصوّرِ معانی کے اور اس توجّہ کی سہل صورت یہ ہے کہ کوئی لفظ یاد سے نہ پڑھے بلکہ مستقل ارادہ سے پڑھے یا شیخِ کامل اور کسی ایسی ہی چیز کا تصوّر تجویز کرکے اس کا استعمال کرے۔ ان تدابیر سے وہ وساوس جو بلا اختیار آئے تھے دفع ہوجائیں گے اور اوّل اوّل جب تک اس طریق کی مشق نہ ہوگی کبھی کبھی یہ تصورات زائل اور وساوس پھر حاضر ہوجاتے ہیں اس کا علاج یہ ہے کہ جب تنبّہ ہو فوراً اس توجہ کی تجدید کرلی جاوے۔ شدہ شدہ توجہ الی العبادات کو رسوخ ہوجائیگا اور اگر اس رُسوخ میں دیر ہو گھبراوے نہیں اس عمل کو جاری رکھّے کیونکہ یہ رسوخ کا مکلّف نہیں عمل کا مکلّف ہے۔ حتیٰ کہ اگر عمر بھر بھی رُسوخ نہ ہو تو مقصود میں کوئی خلل نہیں کمال عبادت اور اجر اور قرب میں ذرا کمی نہ ہوگی۔

(ب) یہ مطلب نہیں کہ تم یہ تصوّر کرو کہ میں خدا تعالیٰ کو دیکھتا ہوں تاکہ یہ اشکالات لازم

آئیں اگر یہ مطلب ہوتا تو عبارت حدیث کی یوں ہوتی ان تعبد اللہ وتقدر انک تراہ مگر عبارت یہ ہے ان تعبد اللہ کانک تراہ اور کانّ تشبیہ کے لئے ہوتا ہے تو معنی یہ ہوئے ان تعبد اللہ حال کونک مشابھاً بانک تراہ ۔ یعنی گو تم خدا تعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتے ۔ اگر فرض کیا جاوے کہ تم خدا تعالیٰ کو واقع میں دیکھتے تو اس وقت عبادت کیسی کرتے ظاہر ہے کہ نہایت مکمل عبادت کرتے اور عبادت کے پورے حقوق ادا کرتے جیسا کہ حاکم کو دیکھنے کا طبعی مقتضا ہے ۔ پس اب نہ دیکھنے کی حالت میں بھی اُسی حالت مذکورہ کے مشابہ عبادت کرو ۔ اب ایک اشکال تھا کہ جب خدا کو ہم دیکھتے نہیں تو دیکھنے کے مشابہ عبادت کیسے ہو سکتی ہے ۔ وہ تو مخصوص اسی حالت کے ساتھ ہے ۔ آگے اس حکم کی ایک علت بیان فرما کر جواب دیدیا کہ ایسی مکمل عبادت صرف حاکم دیکھنے ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس حالت کو اور ایک دوسری حالت کو دونوں کو عام ہے اور دوسری حالت یہ ہے کہ حاکم تم کو دیکھتا ہو تب بھی ایسی ہی عبادت ہوگی ۔ چنانچہ مشاہدہ شاہد ہے کہ اگر حاکم کسی کام کا حکم دے اور خود ایسی جگہ کھڑا ہو کہ کام کرنے والا تو اس کو نہ دیکھے اور وہ اس کو دیکھے اور اس دیکھنے کی اس کو خبر بھی ہو تب بھی ایسا ہی کام کریگا اس جواب کی طرف اشارہ کرنے کے لئے فائے علت کے ساتھ فرمایا ۔ فان لم تکن تراہ فانہ یراک ۔ یعنی ایسی عبادت کا حکم جو کہ مشابہ اس حالت کے ہو کہ حاکم کو دیکھتے ہو اس لئے کیا گیا ہے کہ اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے اور تکمیل عمل و ادائے حقوق میں اس کا بھی وہی اثر ہے جو اس پہلی حالت کا ہے ۔ اب سوال کے اشکالات میں سے ایک اشکال بھی متوجہ نہیں ہوتا اور سوال میں جس خیال کو رغبت و رہبت کی شرط ٹھہرایا ہے یہ اس کے منافی بھی نہیں ہوا ۔ بلکہ یہ وہی خیال ہے جس کو جواب میں پہلی صورت قرار دی گئی ہے ۔ اسی طرح سوال میں جو خلوص کی تفسیر کی ہے وہ بھی یہی صورت اولیٰ ہے ۔ کسی قدر عنوان کے اختلاف سے اور اصل معنون احسان ہے جو مرادف ہے اخلاص کا یعنی نیکو کردن عبادت ۔ کیونکہ اخلاص یہی نیکو کردن اور کامل گذاردن ہے ۔

(النور ۔ صفر ۱۳۵۱ھ)

ضعف جسمانی کے سبب مداومت نہ ہونا

حال ۔ میرا حال تباہ یہ ہے کہ مختصر سے مختصر ذکر کا معمول رکھا تھا اس پر بھی

مداومت نہیں ہوتی۔ جماعت نماز میں بھی اکثر مسبوق ہونے کی نوبت آتی ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو آئندہ کے لئے احتیاط کا عزم کر لیتا ہوں۔ مگر پھر جس دینی یا دنیوی مشغلہ میں ہوتا ہوں اس کو فوراً چھوڑ دینے اور جماعت اور تکبیر اولیٰ کی طرف سبقت کرنے میں غفلت ہوتی ہے۔ جانتا ہوں کہ قصور اختیاری ہے اور استعمال اختیار کی کوشش بھی کچھ کرتا ہوں مگر غفلت سب پر غالب آجاتی ہے۔ آخر شب کے نوافل تو مدت سے وقت پر نہیں ہوتیں۔ صبح کو صلوٰۃ ضحیٰ کے ساتھ قضا کرتا ہوں ؎

نتواں نہفتن درد از طبیباں

میرا وجود اگر میرے لئے ہی باعث ننگ ہوتا تو اتنا فکر نہ ہوتا مگر شرم اس کی آتی ہے کہ حضرت والا کی غلامی کی نسبت لوگوں میں مشہور ہوگئی۔ جی چاہتا ہے کہ کوئی اس نسبت کو نہ سنتا تو اچھا ہوتا اس لئے دعا و ہمت کا بہت زیادہ محتاج ہوں۔

تحقیق - اس کا سبب ضعف جسمانی ہے۔ جس کا اثر عزم پر طبعاً ہوتا ہے جس میں ایک گونہ غیر اختیاریت کا بھی درجہ ہے۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس کا احساس ہے اور اس کا قلق ہے۔ اس میں لگا رہنا چاہیئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی کی برکت سے درجہ مطلوبہ بھی میسر ہوجائیگا۔ حقیقۃً یعنی وقوعاً یا حکماً یعنی اجراً واثراً یہ حالت ضعفاء کو اکثر پیش آتی ہے۔ لیکن ؎

چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسد گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

چلنے سے نہ رکیں۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ)

اہل قبر سے فیض کی قسمیں

حال - ایک بات قابل تحقیق ہے وہ یہ کہ اہل قبور سے فیض اہل کشف ہی حاصل کرسکتے ہیں یا مجھ جیسا کورا بھی حاصل کرسکتا ہے اور اگر مجھ جیسا کورا حاصل کرسکتا ہے تو اس کا کیا طریقہ ہے۔

تحقیق - فیض دو ہیں ایک تعلیم کا ایک تقویت نسبت کا پھر ایک فیض ہے۔ ایک فیض کا ادراک پھر ادراک ایک فوری ہے ایک متدریج۔ یہ کئی صورتیں ہوگئیں پس فیض تعلیم تو اہل کشف کے ساتھ خاص ہے مگر وہ تعلیم تربیت ضروریہ کے لئے کافی نہیں اور فیض تقویت نسبت اہل کشف کے ساتھ خاص نہیں۔ غیر اہل کشف کو بھی ہوجاتا ہے۔ اتنا فرق ہے کہ اہل کشف کو اس کا ادراک فوری ہوتا ہے اور غیر اہل

کشف کو بتدریج۔ لیکن بقا اس فیض کو بھی نہیں ہوتا۔ تاوقتیکہ اعمال سے اس کی بقا کا اہتمام نہ کیا جاوے پھر اس تدریج میں بھی تفاوت ہے۔ بعض کو فطرتاً یا مزاولت اشتغال سے اجتماعِ خواطر و قطعِ افکار حاصل ہو جاتا ہے جو معین تعجیل ادراک ہوتا ہے اور بعض پر تشتت و تفرق غالب ہوتا ہے جو مانعِ تعجیل ادراک ہوتا ہے۔ اور طریقہ اس کا سب کے لئے یہ ہے کہ قبر کے قریب بیٹھ کر اپنی اور میت کی رُوح کا تصور کرے اور دونوں میں اتصال کا تصور کرے اور یہ تصور کرے کہ اس اتصال سے فلاں کیفیت مثلاً محبّت یا خشیّت وغیرہ میت کی روح سے میری رُوح پر فائض ہو رہی ہے اگر اول اوّل جی نہ لگے تنگ نہ ہو۔ تھوڑی دیر میں جمعیت میسّر ہوگی اور نفع ہوگا اور اس مراقبہ سے پہلے ایصالِ ثواب شرط نہیں لیکن اگر ایسا بھی کرلے تو اس میّت کا نفع بھی ہے جس سے نفع لینا چاہتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ مگر یہ تب ہی ہوگا جب وہ نسبت پہلے سے حاصل ہو۔ اس میں قوت ہو جائے گی۔ باقی نفس نسبت یہ اعمال یا صحبت اخیار سے حاصل ہوتی ہے۔

(النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ)

مبتدی کے لئے تشبث بالاسباب انسب ہے

حال حضور جب کوئی واقعہ پیش آتا ہے کوئی کام کرنا ہوتا ہے تو احقر کی دو قسم کی حالت ہوتی ہے۔ کبھی تو بدون اسباب کے اختیار کئے ہوئے توکلاً علی اللہ اس کام کو کر ڈالا اور اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا۔ الحمد للہ کام طبیعت کے موافق ہوتا ہے۔ مگر یہ اس وقت جبکہ طبیعت کے اندر قوّت ہوتی ہے۔ تذبذب نہیں ہوتا۔ اطمینان ہوتا ہے۔ اسباب اختیار کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ جب ضعف ہوتا ہے۔ اور قوتِ قلب خیال کے دفع پر قادر نہیں ہوتی۔ دل میں دھکڑ پکڑ رہتی ہے۔ تو ایسی صورت میں اسبابِ ظاہرہ کو اختیار کرکے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے۔ بہر حال اسباب کو اختیار کرکے توکل کرنا چاہیئے۔ یا وقتی حال پر عمل کر لینا چاہیئے۔ بعض دفعہ قلب میں ایسی قوت ہوتی ہے بلکہ اکثر اوقات کہ بدون اسباب کے اللہ تعالیٰ ہی پر نظر رہتی ہے اُن پر توکل اور الحمد للہ کام بھی حسب منشاء ضرور ہو جاتا ہے۔ بارہا کا تجربہ ہے الحمد للہ کبھی خلاف نہ ہوا۔ بلکہ اسباب کو بعض دفعہ اختیار کرکے توکل کیا تب خلافِ طبیعت ہوا۔ تو کیا حضور خادم

بحالت قوۃ قلب توکل مستحب بدون الاسباب و بحالت ضعف قلب توکل مع الاسباب پر عمل کرلیا کرے

تحقیق۔ ہم جیسے مبتدیوں کے لئے اسباب ہی کے ساتھ تشبث انسب ہے۔ اور تفصیل پر عمل کرنا کہ قوت قلب کے وقت اسباب کو اختیار نہ کیا جاوے اور ضعف کے وقت اسباب کو اختیار کیا جاوے۔ یہ خود مشوش قلب ہے کہ ہر موقع پر سوچا کریں کہ اس وقت قلب میں قوت ہے یا ضعف اور مبتدی کو تشویش خود مضر ہے اور بعض اوقات اس کا فیصلہ محتاج تامل ہوگا اس وقت زیادہ تشویش ہوگی اور بعض دفعہ اس میں غلطی ہوگی جو بعد میں ظاہر ہوئی تو اس وقت تاسف کا غلبہ ہوگا۔ جو تشویش سے بھی زیادہ مضر ہے اور بعض اوقات ترکِ اسباب اور پھر کامیابی سے عجب پیدا ہوتا ہے جو سب سے زیادہ مضر ہے تو محض ایک امر غیر ضروری یعنی ترکِ اسباب کے لئے اپنے کو اتنے خطرات میں ڈالنا خلافِ طریق ہے اور مباشرت اسباب میں ان سب سے امن ہے اور ساتھ ہی مشاہدہ ہے اپنے عجز و ضعف و افتقار کا جو طریق میں مطلوب بھی ہے اور معین بھی ہے۔ البتہ اہلِ تمکین و اہلِ رسوخ کے لئے دوسرے احکام ہیں۔ النور۔ شعبان ۱۳۵۱ھ

رضا الٰہی معلوم کرنے کی صورت

حال۔ پس ایسے حالات میں واقعی رضاء اللہ تعالیٰ کی معلوم کرنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے

تحقیق۔ ان کا وعدہ اور شرائط وعدہ کا تحقق اور اس پر بھی جو خشیت مومن کے لئے لازم ہے اس کی دو وجہ ہیں ایک تو مآل میں یہ احتمال کہ شاید کوئی اختیاری کوتاہی ہوجاوے۔ دوسرے کہ شاید کوئی اختیاری کوتاہی فی الحال ہوگئی ہو جس کا علم بھی التفات سے ہوسکتا تھا۔ اور التفات میں بھی کوتاہی ہوئی ہو کہ یہ بھی اختیاری ہے۔ (النور۔ شعبان ۱۳۵۱ھ)

تخلیہ کاملہ سے تجلیہ بھی ہوتا ہے

حال۔ چونکہ ان حضرات کے طرزِ تربیت سے اہتمام صرف تخلیہ کا معلوم ہوتا ہے اس لئے کبھی کبھی دل میں یہ وسوسہ بھی گذرتا رہتا ہے کہ یہ سلوک کیسے طے کراتے ہونگے اس کا علاج ارشاد فرمادیں۔

تحقیق۔ شیوخ مجتہد ہوتے ہیں ان کی یہی رائے ہے کہ تخلیہ کاملہ سے تجلیہ بھی ہوجاتا ہے۔

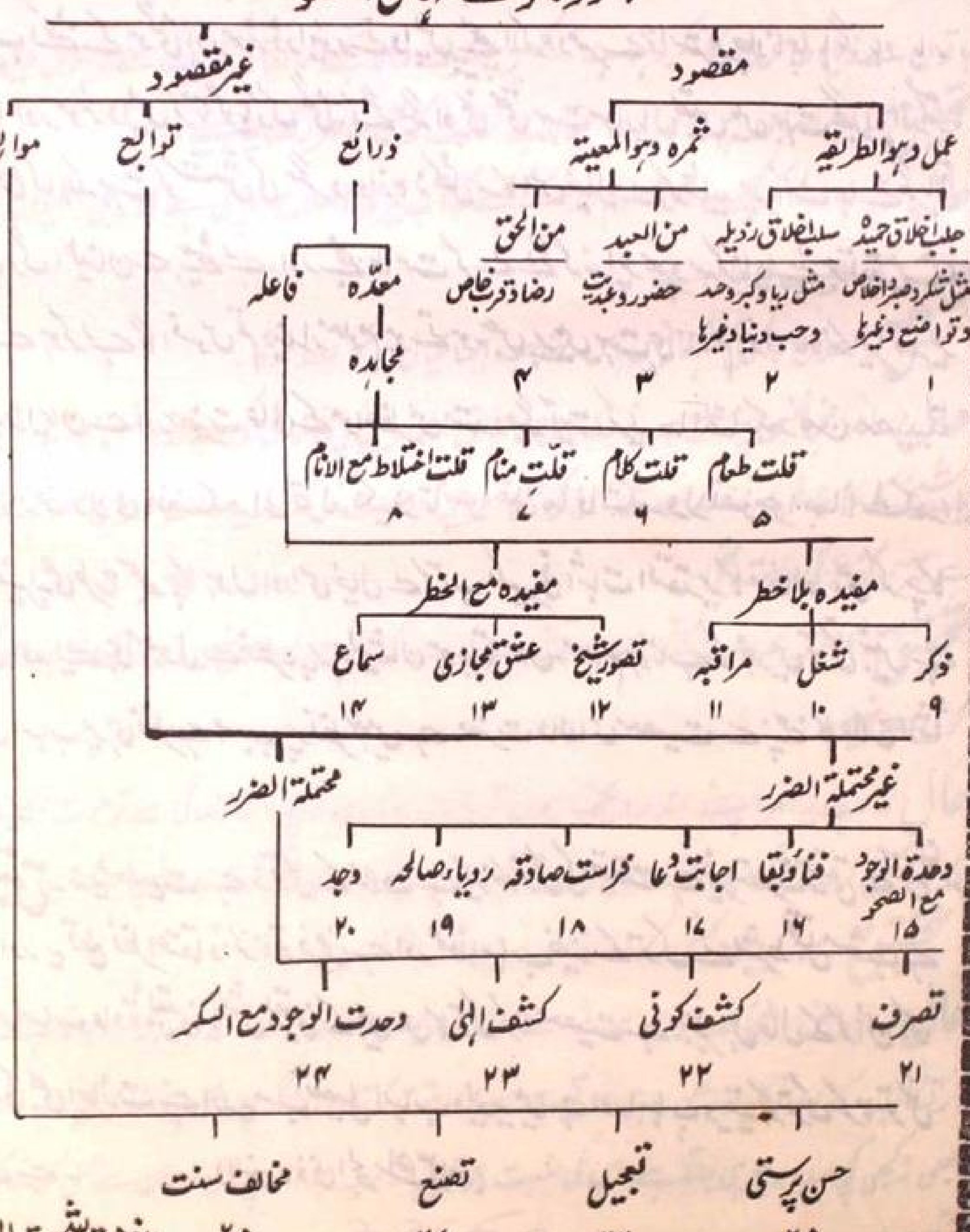
(النور رمضان ۱۳۵۱ھ

نقشہ امور مبحوث عنہا فی التصوف

ملفوظ عـ۱ ضبط کردہ مولوی اسحٰق علی صاحب کانپوری در ۱۳۱۲ھ تقریباً۔ نافع اور جامع سمجھ کر نقل کیا گیا۔ روزے حضرت اقدس مولائی واستاذی مولوی اشرف علی صاحب بعض احباب خاص را بر دولتکدہ خود مدعو کردند وخلاصہ راہِ سلوک یعنی تصوف بیان فرمودند۔ خاکسار ہم حاضر بود در اثنائے بیان تقریر جنابِ ممدوح را برائے اختصار بصورت ذیل نگاشت۔ نوٹ۔ اس صورت میں صاحب ملفوظ نے اور تصرف کرکے زیادہ سہل کردیا

عـ۱ ملقب بہ شجرۃ المراد۔۱۲

امور مبحوث عنہا فی التصوف



انتہت شجرۃ المراد

اسبابِ دینیہ کو ترک کرنا توکّل نہیں ہے

حال۔ حضرت والا بحمد اللہ بوقت ملاقات تو محسود کو (جس شخص پر حسد ہو) سلام کرنے میں پہلے ہی سے دریغ نہیں کرتا ہوں آیندہ حسب ارشاد حضرت اقدس ایسے موقع پر جبکہ محسود کی ترقی کا تذکرہ ہوتا ہو بیٹھا کروں گا اور اس کے لئے دُعائے ترقی کرتا رہونگا۔

تحقیق۔ اللہ تعالیٰ نافع فرمادے انشاء اللہ تعالیٰ اور نافع ہوگا۔

حال۔ دیگر ایک دن بندہ موٹر میں سوار جا رہا تھا کہ ایک جگہ موٹر ایک طرف کو زیادہ ٹیڑھی ہو کر قریب اُلٹنے کے ہوگئی اور موٹر ڈرائیور نے واپس پیچھے لا کر دوسرے راستہ پر چلانا چاہا مگر بار بار چلاتا اور موٹر واپس کرتا گویا رک گئی۔ آگے جگہ اونچی تھی بہت سواریاں تھیں میں بہت گھبرایا اور اُترنا شروع کیا بلکہ بہت کوشش کی مگر دروازہ نہ کھل سکا اس خیال سے کہ شاید پھر اُلٹ جائے مگر باقی سب لوگ اطمینان سے بیٹھے رہے۔ اور مجھے ملامت کرنے لگے کہ خدا پر بھروسہ کرنا چاہیئے جو تقدیر میں لکھا ہے ہو کر رہے گا افسوس تم دیندار معلوم ہوتے ہو۔ جس پر میں بہت ہی نادم ہوا۔ حالانکہ میرا تقدیر پر پورا ایمان ہے اور حضرت عالی کے مواعظ میں متعدد جگہ آیت کریمہ ما اصابکم من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الی قولہ لکیلا تأسوا علیٰ ما فاتکم ولا تفرحوا بما اٰتٰکم) کی تفسیر اچھی طرح سمجھ چکا ہوں اور اسی خیال سے کتاب اکسیر فی اثبات التقدیر کا مطالعہ بھی کر چکا ہوں اور ایسے ہی معمولی سے خطرہ پر پریشان ہو جاتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں توکّل نہیں ہے صرف اسباب پر ہی نظر ہے مسبب پر نظر نہیں ہے۔ حضرت والا اس معصیت سے بچنے کا علاج ارشاد فرمادیں۔

تحقیق۔ نہ یہ معصیت ہے نہ توکّل کے خلاف ہے کیونکہ توکّل کی حقیقت ہے غیر متصرف حقیقی سے قطع نظر کرنا اور یہ قطع نظر اعتقاداً کرنا تو فرض ہے اور عملاً اسبابِ ظنیہ کے ترک سے بشرط تحمّل مستحب ہے اور جو اسباب عادۃً یقینی یا مثل یقینی کے ہیں ان کا ترک کرنا معصیت ہے۔ بجز اہل حال کے کہ اُن کو اس کی بھی اجازت ہے اور یہ سب تفصیل اسبابِ دنیویہ میں ہے اور اسبابِ دینیہ کو ترک کرنا توکّل نہیں ہے۔ (النور۔ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ)

گذشتہ گناہوں پر توبہ کرنے سے دل پر بوجھ رہنا مطلوب ہے

حال - گذشتہ عمر کی بدکرداریوں سے ہر چند توبہ کر چکا ہوں مگر اس امر کا طبیعت پر بوجھ رہتا ہے کہ تجھ سے اس قسم کی غلط کاریوں کا صدور رہا ہے اور باطنی امراض تجھ میں ہنوز بدستور موجود ہیں۔ بایں ہمہ تو حق تعالیٰ کو کیا منہ دکھائیگا

تحقیق - ایسا بوجھ تو مطلوب ہے

حال - اور پھر سب سے زیادہ اس امر کا ڈر رہتا ہے کہ کہیں خاتمہ خراب نہ ہو جائے۔ اور ان سب باتوں سے زیادہ اس امر کا فکر رہتا ہے۔ کہ کہیں حضرت والا تجھے خانقاہ شریف سے نہ نکال دیں۔

تحقیق - ان احتمالوں پر دوسرے احتمالاتِ رحمت کو بھی حاضر رکھنا چاہیئے۔

حال - کیا طالب کو کبھی یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ اب تیری اصلاح ہو چکی ہے اور کبھی اطمینان کی حالت بھی نصیب ہو جاتی ہے

تحقیق - اصلاح کا کوئی منتہا نہیں اس لئے جب ایسا خیال ہوگا غلط ہوگا۔

حال - امراضِ نفس پر مطلع ہونے کے باوجود بعض امور میں اپنی خامی کی وجہ سے نفس کا اتباع کرنا یا شیخ کے علاج فرمانے کے بعد بھی نفس کی کسی امر میں اطاعت کر گذرنا یہ حالت تو ایسی معلوم ہوتی ہے جیسی کفار کی حالت تھی۔

تحقیق - کیا اس میں صرف کفار ہی سے تشابہ ہے ایمان کی حیثیت سے مومنین کے ساتھ مشابہت کی کوئی وجہ نہیں۔

حال - جب یہ امر اپنے اندر دیکھتا ہوں تو یہ خیال ہوتا ہے تو پھر اس زندگی سے تو موت اچھی ہے بلکہ خود کشی کر کے جھگڑا ہی ختم کر دیا جاوے تو پھر اس بد دینی میں اضافہ تو نہ ہونے پائے۔

تحقیق - اور کیا خود کشی کے اضافہ ہونے میں کوئی شک ہے۔

حال - امراضِ باطنی سے ملوث ہونے سے رنج بھی بیحد ہوتا ہے اور ارتکاب بھی ہو جاتا ہے۔ ارتکاب کے بعد تکلیف بھی بہت ہوتی ہے۔ بہت اہتمام کرتا ہوں مگر پھر بھی اپنی خامی کی وجہ سے کبھی نہ کبھی کچھ صدور ہو ہی جاتا ہے اس کی نسبت جو تدبیر مناسب ہو اس پر دل وجان سے عمل کرنے کو تیار ہوں۔

تحقیق۔ قبل صدور ہمت اور بعد صدور توبہ (النور۔ محرم ۱۳۵۱ھ)

اپنے کو ذلیل نہ سمجھنا اچھی حالت ہے

حال۔ میں اپنے کو کسی سے بڑا نہیں سمجھتا مگر باوجود اس کے نفس اس بات کو بالکل برداشت نہیں کرتا کہ ذلت ہو۔ بس دل یوں چاہتا ہے کہ کوئی عزت بے شک نہ کرے بڑا قطعاً نہ سمجھے مگر کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے ذلت ہو۔ میلے کپڑے پہننے سے بھی عار آتی ہے کہ دیکھنے والے ذلیل سمجھیں گے۔

تحقیق۔ یہ شریعت میں بھی حکم ہے لاینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ۔ جب تک حالت غالب نہ ہو یہی طریق ہے مگر جب حال غالب ہو جاتا ہے تو ذلت کو عزت سے عزیز سمجھتا ہے مگر وہ غیر اختیاری ہے اگر نہ ہو تمنا نہ کرے اگر ہو جاوے ازالہ نہ کرے۔

(النور۔ صفر ۱۳۵۲ھ)

قلب کا منقبض ہونا برا نہیں

حال۔ مجھ میں کوئی حال نہیں جس کو عرض کروں اور کوئی حال نہیں پاتا ہوں۔ سینہ اور قلب بالکل تنگ بلکہ بند ہیں۔ قلب میں قوت انفعالیہ کا نام و نشان نہیں معلوم ہوتا۔ کئی ایام سے قلب میں انشراح و انبساط نہیں بلکہ انقباض ہی انقباض ہے۔ صحبت مجلس سے بھی چنداں حالت نہیں بدلی۔ مجھ کو سخت خطرہ تھا کہ کہیں قائلین قلوبنا غلف یا ارشاد لایجاوز حناجرھم الحدیث کا مصداق بن گیا ہوں۔

تحقیق۔ جو لوگ اس کے مصداق ہوتے ہیں ان کو اس کے مصداق ہونے کا احتمال تک بلکہ التفات تک بھی نہیں ہوتا یہی دلیل ہے اس کا مصداق نہ ہونے کی۔

حال۔ مجھ کو اس ورطۂ ظلمات سے نکال کر نور کی طرف پہنچایا جاوے۔

تحقیق۔ ظلمات ہیں ہی نہیں ان ظلمات کی خاصیت ہے اذا اخرج یدہ لم یکد یرٰیھا اور یہاں رویت کی دولت نصیب ہے بس ظلمات منتفی ہیں

(النور۔ صفر ۱۳۵۲ھ)

خلافِ اخلاص امر دنیوی ہے نہ دینی

حال۔ تہجد کے وقت اُٹھتے ہوئے جب نفس میں کاہلی و سُستی پیدا ہو جاتی ہے تو کبھی خیال ہوتا ہے کہ اگر تو نے اس کی یعنی تہجد وغیرہ کی پابندی نہیں کی تو حضرت کو یعنی جناب کو اپنی حالت سے کیا اطلاع دیگا۔ اس خیال سے اُٹھتا ہوں اور پڑھتا ہوں بلکہ اکثر اعمال و مستحبات کی پابندی کے وقت یہ بات دل میں آجاتی ہے تو کیا اس سے عمل کا اخلاص تو باطل نہیں ہوتا اور آئندہ کے لیے ضرر رساں تو نہیں۔

تحقیق۔ نہیں۔ کیونکہ خلافِ اخلاص جب ہوتا کہ محرک امر دنیاوی ہوتا یہاں تو محرک امر دینی ہے کیونکہ مجھ سے تعلق دین ہی کے لئے ہے تو تعلق فی اللہ والے کی رضا کا قصد اللہ ہی کی رضا کا قصد ہے اور وہ عین اخلاص ہے (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ)

تفویض ترکِ اعتراض علی الحق ہے

حال۔ ایک بات احقر کو یہ پیش آئی ہے یہاں دہلی میں احقر کام کرتا ہے اور اس کام میں عرصہ سے احقر کو نقصان ہو رہا ہے۔ ابتک احقر آئندہ فائدہ کی امید پر دل تنگی سے نقصان برداشت کرتا رہا ہے مگر اب کچھ دنوں سے قلب میں ایک نئی حالت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس نقصان سے جو ہوا ہے دل میں تنگی نہیں معلوم ہوتی (جو احقر کو پیشتر معلوم ہوتی تھی) بلکہ دل میں یہ بات سما گئی ہے کہ ہمکو تدبیر کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیئے اور اپنی تجویز کو اللہ تعالیٰ کی تجویز میں فنا کر دینا چاہیئے ہمارے لیئے وہی بہتر کریں گے جو ہمارے لائق ہوگا۔ ہمیں جو نقصان ہوا ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت ہی ہے (جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے) جو ہمارے لیئے بہتر ہی ہے۔ جب سے یہ بات دل میں سمائی ہے دل اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں کیا بلکہ ہر حالت میں راضی ہے۔ تنگی وغیرہ سب دُور ہوگئی گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فاضل آمدنی کم کر کے استغنا عطا فرمادیا۔

تحقیق۔ یہ تفویض ہے

حال۔ ایک عرض یہ ہے بعض وقت مالی نقصان سے طبیعت پر رنج بھی ہو جاتا ہے یہ تفویض کے منافی تو نہیں (گو احقر زبان سے کوئی بات ایسی نہیں کہتا) اگر ہے تو اس کی کیا تدبیر کروں جیسا

ارشاد عالی ہوگا احقر اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل کریگا۔

تحقیق - اگر رنج طبعی ہو مگر حق تعالیٰ پر اعتراض نہ ہو وہ تفویض کے منافی نہیں۔

حال:- ایک عرض یہ ہے کہ احقر تفویض کو یہ سمجھا ہے کہ بندہ اپنی تجویز کو اللہ تعالیٰ کی تجویز میں فنا کر دے اور اپنے لیئے کچھ تجویز نہ کرے۔

تحقیق- یہ معنی نہیں بلکہ ترک اعتراض علی الحق۔

حال - اور توکل کو یہ سمجھا ہے کہ تدبیر کر کے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا۔

تحقیق- تدبیر کے محل میں یہ ٹھیک ہے اس میں ایک اور شرط ہے کہ وہ تدبیر مباح ہو اور اس میں انہماک نہ ہو۔

حال- یہ احقر ٹھیک سمجھا ہے یا نہیں۔ اگر غلط سمجھا ہے تو اصلاح فرمائی جاوے۔

تحقیق- اُوپر لکھ دیا۔ (النور- ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ)

تفویض و توکّل میں فرق

حال - اگر میرے فہم کے لائق ہو تو تفویض و توکّل کے فرق کو سمجھا دیا جاوے ورنہ خیر۔

تحقیق- توکل بعض کے لئے مطلق تدبیر ظنی کو ترک کرنا ہے اور بعض کے لئے یہ ہے کہ تدبیر غیر مباح اور انہماک فی التدبیر المباح کو ترک کر دے۔ اور تفویض یہ کہ اس کے بعد اگر تدبیر میں ناکامی ہو یا وہ واقعہ تدبیر سے تعلق ہی نہ رکھتا ہو جیسے غیر اختیاری مصائب تو حق تعالیٰ پر اعتراض نہ کرے

حال- حضرت والا بعض بات جو احقر کو دریافت طلب پیش آجاتی ہے میرے سوال کے مطابق تبویب تربیت السالک یا مواعظ میں جواب مل جاتا ہے تو عرض یہ ہے کہ وہ سوال مع تربیت السالک یا مواعظ کے جوابکے خدمتِ اقدس میں لکھ دیا کروں۔

تحقیق- اگر شرح صدر ہو جاوے تو لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر تردد رہے تو لکھ دیا جاوے۔

(النور- جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ)

حال یکے از مجازین

مقصود مشاہدہ ہے اور اس کا طریق مجاہدہ ہے

حال (مختصراً) یہ ناکارۂ خلائق ننگِ خانقاہ و مدرسہ جس ناکارگی کی حالت میں ہے اس کی کچھ اطلاع غالباً حضرت والا کو بھی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی حالت کی صحیح تعبیر پر قادر نہیں۔ جس کام کا قصد کرتا ہوں وہی خراب ہوتا ہے جس چیز کا عزم کرتا ہوں فوراً ٹوٹ جاتا ہے۔ رات کو عزم کی تجدید ہوتی ہے تو صبح ہی سے اس کے خلاف کا ظہور شروع ہو جاتا ہے۔ اور اسباب کچھ ایسے پیش آتے ہیں کہ مجھے یہ بھی پورا امتیاز نہیں ہوتا کہ اختیاری ہیں یا غیر اختیاری۔ ادھر کام بھی نہیں ہوتا ہے اور ادھر یہ دیکھتا ہوں کہ بےفکر ہو کر آرام کیا ہو یہ بھی نہیں۔ ماہِ رمضان المبارک میں حضرت والا کی خدمت و صحبت نصیب ہوئی۔ مگر یہ ناکارہ اپنی شامتِ اعمال کا اُسی طرح گرفتار رہا ہے

ما نداریم مشامے کہ توانست شنید
ورنہ ہر دم وزد از گلشن وصلت نفحات

حضرت کی عنایت و توجہ سے الحمد للہ یہ تو ہوا کہ اپنی حقیقت ناکارگی کچھ کچھ کھل گئی اور جہل مرکب سے کچھ نجات ہوئی اور الحمد للہ یہ محسوس ہو گیا کہ تمام خانقاہ میں سب سے زیادہ نالائق و نکما میں ہی ہوں۔ احقر کا سہارا صرف حضرت کی دعا و توجہ ہے اُس سے کچھ کام بنے تو بنے ورنہ اپنے عمل اور کوشش کا تو تجربہ ہو گیا۔

(جواب) السلام علیکم۔ مقصود تو مقصود کا مشاہدہ ہے اور اس کا طریق مجاہدہ۔ مگر جب تک اس میں کمی رہے تو اس مشاہدۂ مقصود کا مقدمہ عدم مجاہدہ کا مشاہدہ ہے۔ جس سے انشاء اللہ تعالیٰ مجاہدہ کی توفیق ہو جاتی ہے۔ پھر اُس سے مقصود کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے جو کہ مقصود ہے۔ اسی ترتیب کا سلسلہ شروع ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ تدریجاً بخیر و خوبی ختم اور مکمل بھی ہو جاوے گا لگا رہنا چاہیئے اگر کام میں کوتاہی ہو جاوے۔ اس لگے رہنے میں لگا رہنا چاہیئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حرمان نہ ہوگا۔ میں بھی دعا کرتا ہوں۔ (النور ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ)

حال یکے از مجازین

صاحب تکوین ایک خاص منصب ہے

حال - ایک عرصہ سے یہ خیال بھی دل میں آرہا ہے کہ خدمتِ تکوین میرے سپرد ہوئی ہے۔ پہلے تو اس کو معمولی خیال سمجھ کر ٹال دیا مگر جب آثار نظر آئے تو فکر ہوئی اور یہ خیال کیا کہ اگر عرصہ دراز تک یہی خیال دل میں رہا اور آثار بھی ممتد رہے تو حضرت سے عرض کرونگا ورنہ وسوسہ سمجھ کر ٹال دونگا۔ اب عرصہ دراز ہوگیا ہے تقریباً چھ ماہ اور شروع اس وقت سے ہوا جبکہ خواب میں دو تین بزرگوں کو رسالہ . . . . کا ترجمہ کرتے ہوئے یہ کہتے ہوئے سُنا تھا کہ حضرت شیخ . . . . قدس سرہ تجھ سے بہت خوش ہیں اور تجھ کو ان کی جماعت میں داخل کرلیا گیا اور قیامت میں تو اُن کے ساتھ ہوگا" اس خواب کے بعد یہ آثار شروع ہوئے کہ اول تو فلاں مقام کا صاحبِ خدمت مجذوب جب جب مجھے ملتا اہتمام سے سلام کرتا۔ دوسرے جب کوئی واقعہ مہتم بالشان تکوین کے متعلق ہوتا مجھے اسی کا فکر سوار ہوجاتا (پہلے یہ حالت نہ تھی) مثلاً فلاں معاملہ جب پیش ہوا تو مجھے فکر سوار ہوگیا اور بحمد اللہ جتنی بار میری موجودگی میں وہ معاملہ معرضِ بحث میں آیا اہلِ معاملہ ناکام رہے اسی طرح مسلم نمائندے جن کو میرے دل نے چاہا وُہ کامیاب ہوئے۔ فلاں عہدہ کا انتخاب میرے سامنے شروع ہوا جس کو میرے دل نے چاہا وہی کامیاب ہوا۔ غرض اسی طرح بہت سے واقعات میں ظہور ہوا۔ جن کی تفصیل دشوار ہے اور بیکار۔

تحقیق - اس خیال کے قائم کرنے میں ذہن نے جلدی کی حقیقت یہ ہے کہ یہ آثار علامات خاصہ نہیں ہیں۔ تصرف فی التکوین کے اور نہ صاحبِ تکوین ہونا دلائل وعلامات سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ تعلق بالتکوین ایک خاص منصب ہے جس کو عطا ہوتا ہے اس کو اس کا علم ضروری غیر استدلالی دیا جاتا ہے نہ اس میں تدریج ہے نہ تدبر و تفکر ہے اور یہ آثار مذکورہ فی السؤال کبھی برکت کے نتائج بھی ہوتے ہیں اور کبھی دعا کے کبھی کسی دوسرے شخص کی توجہ کے۔ جس کی اس خیال والے کو اطلاع بھی نہیں ہوتی۔ صاحبِ تکوین کی شان تو حضرت خضر علیہ السلام یا ملائکہ کی سی ہوتی ہے۔ کہ وہ بلا تعمق لہ یہ کہہ سکتا ہے وما فعلتہ عن امری۔ غرض یہ آثار برکت پر بھی مرتب ہوجاتے ہیں اور

صاحبِ تکوین صاحبِ حرکت ہوتا ہے اس لئے یہ خیال بے اصل ہے۔

(النور۔ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ)

صاحبِ تکوین صاحبِ تفویض ہوتا ہے

حال۔ ان سب معروضات کے بعد یہ بھی عرض ہے کہ جب میرے دل میں یہ خیال پہلے پہلے آیا کہ میں صاحبِ تکوین بنایا گیا ہوں تو میں نے دل سے سوال کیا کہ تو متقی نہیں کچھ نہیں تو اس جماعت میں کیونکر داخل ہوا تو جواب دل میں یہ آیا کہ ان اللہ قد یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر۔

تحقیق۔ تائید اور تفویض متغایر ہیں۔ تائید فجور کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے مگر تفویض اس کے ساتھ جمع نہیں ہوتی اور صاحبِ تکوین صاحبِ تفویض ہوتا ہے۔

(النور۔ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ)

مجاہدہ مطلقاً مخالفت نفس کا نام نہیں

حال۔ مجاہدہ کے متعلق ایک مضمون دل میں آتا رہتا ہے۔ اس کو عرض کر کے تشفی چاہتا ہوں وہ یہ کہ مجاہدہ نام ہے مخالفتِ نفس کا

تحقیق۔ مطلقاً نہیں بلکہ جہاں مرغوب نفس مامور بہ نہ ہو ورنہ نفسِ مطمئنہ کو خواہ وہ کامل درجہ کا مطمئنہ نہ ہو بعض اوقات مامور بہ کی بھی رغبت ہوتی ہے حالانکہ اس کی مخالفت مجاہدہ نہیں۔ جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ یقیناً دال ہے مرغوبیت صلوٰۃ پر اور ظاہر ہے کہ اس کا ترک مطلوب نہیں اور مامور بہ ہونا یہ وحی سے معلوم ہوگا تو مجاہدہ کا محل وحی سے متعین ہوگا نہ کہ محض رغبت یا عدم رغبت سے۔

حال۔ اور نفس کے تقاضے مختلف اوقات میں مختلف ہوتے ہیں تو انواعِ مجاہدہ بھی مختلف ہوئے حتیٰ کہ بعض اوقات تبسم اور ضحک بھی مجاہدہ ہے جیسا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کان دائم الفکرۃ متواصل الاحزان ولصدرہٖ ازیز کازیز المرجل کے باوجود آپ کا تبسم اور

مزاح فرمانا اعلیٰ ترین مجاہدہ نظر آتا ہے۔

تحقیق۔ یہ حکم موقوف اس پر ہے کہ آپ کے تبسّم کو طبعی نہ کہا جاوے۔ یہی حکم غلط ہے بلکہ خشیت میں بھی طبعی تبسم پیدا ہو سکتا ہے جیسا غلبہ خشیت میں طبعی جوع و عطش و نوم بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

حال۔ شبہ دل میں یہ آتا ہے کہ بعض اوقات بسط کی حالت میں علماء کو تقریر و تحریر یا مطالعہ و کتب بینی میں خوب بے جمعی ہوتی ہے اسی طرح ذاکرین کو ذکر و نوافل میں بہت حظ حاصل ہوتا ہے تو اس وقت مجاہدہ کا مقتضا یہ ہونا چاہیئے کہ اس عملِ مرغوب کو ترک کر کے کسی عمل حسن غیر مرغوب میں اشتغال اختیار کیا جاوے تب ہی اصل مجاہدہ ہوگا ورنہ بوجہ خلط حظ نفس مجاہدہ ناقص ہوگا۔

تحقیق۔ یہ طاعات ماموربہ ہیں اس لئے ان کا ترک مجاہدہ نہ ہوگا کما ذکر اوّلاً

حال۔ اس میں جو غلطی ہو اصلاح فرمائی جاوے۔

تحقیق۔ بناءِ غلطی پر متنبّہ کر دیا گیا۔ (النور ربیع الاوّل ۱۳۵۳ھ)

بیماری کی وجہ سے کمی معمولات میں مضر نہیں

حال۔ میں بیمار بہت ہوں ابھی تک بحمد اللہ معمول چھوٹتا نہیں ہے۔ بعض دن نیند کے غلبہ یا بیماری کی وجہ سے ناغہ ہو جاتا ہے۔ اس دن ملال ہوتا ہے اور ہر وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں بھوکی ہوں۔ دن میں جب پورا کر لیتی ہوں تو تسلّی ہوتی ہے۔

تحقیق۔ مبارک حالت ہے۔

حال۔ لکھنؤ بغرض علاج آئی ہوں حکیم صاحب زیادہ سونے کی رائے دیتے ہیں جس سے معمول میں کمی ہو گی اب حضرت جیسا ارشاد فرمائیں۔

تحقیق۔ جتنا سونے کو وہ بتلاتے ہیں اس سے زیادہ سوؤ۔ صحت کاملہ تک معمول میں تخفیف کر دو ثواب پورا ملے گا۔

(النور۔ رمضان ۱۳۵۳ھ)

حقائق مقصود ہیں لطائف مقصود نہیں

حال۔ واپسی خدمت کے بعد بڑا انقلاب جس سے میں سخت گھبرا گیا ہوں یہ ہے کہ ذوق شوق جوش رقت اور خشوع غائب ہو گیا۔ شروع میں تو تھا مگر اب تو بالکل نہیں ہے

تحقیق۔ کیا کوئی دینی ضرر ہو گیا۔

حال۔ اور طبیعت نہایت ساکن اور جامد ہو رہی ہے۔ مجھے ذکر کرتے ہوئے بہت لطف آتا تھا۔ معلوم نہیں کہ اب کیوں نہیں آتا۔ سخت تردد ہے

تحقیق۔ کیا تردد پر اجر نہیں ملتا اور کیا ذوق شوق سے بھی اجر ہی مقصود نہیں۔

حال۔ اگر حضور اجازت دیں اور مناسب سمجھیں تو جناب ... صاحب (یکے از مجازین) کو فرما دیں کہ وہ مجھے دو ایک مرتبہ دوازدہ تسبیح کا ورد کرا دیں۔

تحقیق۔ اس کی حاجت نہیں یہ قیود غیر مقصود ہیں۔ مقصود صرف ذکر ہے۔ اگر کوئی نہایت موزوں رفتار سے چلتا ہو اور دوسرا غیر موزوں سے۔ تو اصل مقصود منزل پر پہنچنا ہے جو دونوں رفتار سے حاصل ہو جاتا ہے۔ آگے رہی موزونیت۔ اس میں اور مصالح زائدہ ہیں جن پر منزل کی رسائی موقوف نہیں

حال۔ میرا خیال ہے کہ میرا قلبی لطیفہ اسم ذات اللہ کا ذاکر ہے۔ کسی زمانہ میں حضور سے اس کی اجازت لے کر لطائف ستہ کی کوشش کیا کرتا تھا۔

تحقیق۔ حقائق مقصود ہیں لطائف مقصود نہیں۔

حال۔ حضور سے دور ہوں سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اذکار صحیح طریقہ سے کیونکر کروں۔

تحقیق۔ یہ معلوم کرنا کیا مشکل ہے قلب اور زبان دونوں کو شریک رکھنا ہی طریق صحیح ہے

حال۔ اور ان کے ثمرات سے بہرہ اندوز ہوں۔

تحقیق۔ ثمرات کی روح اجر و قرب ہے

حال۔ میں تو پھر اپنے اسی جوش و ولولہ اور سوزش کا متمنی ہوں اور پھر وہی خشوع اور رقت چاہتا ہوں۔

تحقیق۔ کیا ملیگا مذہب عبد کا یہ ہے اور ہونا چاہیے ؎ آنچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است۔

(النور رمضان ۱۳۵۳ھ)

خداوند تعالیٰ کے انعامات بے شمار ہیں اور میرا دل سخت گنہگار ہے ان دونوں کا قلب میں جمع ہونا دولتِ عظمیٰ ہے

حال - (دیکھے از مجازین) حالات اور اعمال ناگفتہ بہ تو میرے یہ ہیں مگر اس کے ساتھ آجکل میرے قلبی انشراح اور دلی انبساط کی یہ حالت ہے کہ اللہ کے انعامات اور رحمت اپنی ذلیل حالت کو دیکھتے ہوئے اس قدر زیادہ نظر آرہے ہیں کہ اس کا احاطہ حد فہم و خیال سے باہر ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیداری اور غفلت ہر حالت میں اس کی رحمت سے گھرا ہوں اور اس خیال میں ایسا منہمک ہو جاتا ہوں کہ اللہ میاں سے خیالی باتیں کرتا ہوں کہ آپ نے محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سب فضل میرا ہی ہے مگر ملیگا تم کو مولانا ہی کے ذریعہ سے اور اب اللہ میاں کا خیال بالکل بے کیف دل میں آتا ہے۔ اور اس سے اس قدر انشراح قلب میں ہوتا ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ حضور دریافت طلب یہ امر ہے کہ میری عملی کوتاہیوں کے ہوتے ہوئے یہ انعاماتِ الٰہی اور حضور کے فیوض نامتناہی شاملِ حال ہو سکتے ہیں یا میرے نفس نے یہ خیالات تراشے ہیں۔ اس وقت بھی دل یہی کہتا ہے کہ حضرت کی برکات اور انعامات خداوندی ہیں۔ مجھ کو اپنے دل پر اطمینان نہیں کیونکہ یہ ایک سخت گنہگار کا دل ہے حضور کے فیصلہ پر موقوف ہے

تحقیق - قلب میں دونوں احتمالوں کا جمع ہونا یہی بڑی دولت ہے جس کا حاصل الایمان بین الخوف والرجاء ہے۔ مبارک ہو۔ (النور شوال ۱۳۵۳ھ)

شوہر مرحوم پر صبر اختیاری ہونا چاہیئے

حال - شوہر مرحوم کے غم کی وجہ سے باوجود ڈیڑھ سال گذر جانے کے اس قدر تڑپ ہے کہ ہر چند قلب کو راجع الی اللہ کرتی ہوں لیکن یکسوئی نہیں پیدا ہوتی۔ میری قلبی خواہش یہ ہے کہ حقیقی صبر و رضا کے ساتھ محبوب حقیقی رب العزت کی یاد میں دلجمعی سے عبادت میں گذار دوں۔

تحقیق - برخوردار می سکون مطلوب ہی نہیں عمل مطلوب ہے۔ ظاہری بھی باطنی بھی۔ ظاہری تو جانتی

ہو۔ باطنی ہر وقت کے واسطے وہ عمل جو اختیار میں ہو۔ مثلاً صبر اختیار میں ہے وہی مطلوب ہوگا۔ سکون دلجمعی اختیار میں نہیں وہ مطلوب نہ ہوگا۔ (النور۔ محرم ۱۳۵۴ھ)

مطالعہ کتبِ تصوف میں خاص انشراح اور معاندین کے اعتراضات کے جواب میں مشغولی سے کمی کا سبب

حال[1]۔ ایک معاملہ اپنے قلب کا عرض کرتا ہوں جس زمانہ میں کتب تصوّف کا مطالعہ زیادہ رہتا ہے خصوصاً مثنوی، احیاء العلوم وغیرہ کا۔ اُس زمانہ میں قلب میں ایک خاص انشراح محسوس ہوتا ہے اور طبیعت میں لینت و رقت اور خواب بڑے بڑے پاکیزہ نظر آنے لگتے ہیں۔ اب ایک عرصہ سے (یعنی جب سے انگریزی ترجمہ قرآنی میں اور معاندین کے اعتراضات کے جواب میں مشغولی رہی) اس حالت میں نمایاں کمی پاتا ہوں اور گو آپ کی برکتِ صحبت سے اس پر زیادہ تشویش نہیں کرتا۔ پھر بھی کچھ نہ کچھ افسوس تو رہتا ہی ہے۔ اب اس قسم کا مطالعہ بالکل ترک ہے اور بجائے اس کے ہزار ہا ہزار صفحات عقائد مشرکین، معاندین اسلام کے پڑھ رہا ہوں۔ کہیں یہ ظلمت و قساوت اسی کا نتیجہ تو نہیں۔

تحقیق۔ اس تفاوت کا یہی سبب ہے مگر اس کی حقیقت قساوت یا ظلمت نہیں کیونکہ حقیقی قساوت یا ظلمت ہمیشہ اعتقادی ہوتی ہے اور یہ کیفیت اور اثر طبعی ہے۔ جیسا ایک انقباض اور تکدّر گوہ کھانے سے ہو۔ یہ مشابہ ہے حقیقی قساوت و ظلمت کے اور ایک انقباض ہاتھ یا پاؤں میں نجاست لگ جانے سے ہو۔ یہ مشابہ اس کیفیت و اثر زیر بحث کی۔ اور ظاہر ہے کہ گوہ کھانا بوجہ معصیت ہونے کے مضرِ باطن ہوتا ہے اور نجاست بدن کو لگ جانا مضر باطن نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر بقصد تطہیر اپنے جسد کے یا غیر کے جسد کے ہاتھ لگانا پڑے تو بوجہ طاعت ہونے کے باطن کو زیادہ نافع ہوگا اور اس میں جو طبعی کدورت و کلفت ہوئی ہے وہ بوجہ مجاہدہ ہونے کے موجب اجر و قرب ہوگا۔ اور اس کے بعد جو مٹی سے صابون سے رگڑ رگڑ کر ہاتھ دھویا جاوے گا پہلے سے زیادہ پاک و صاف ہو جائے گا۔

---

[1] یہ صاحب زیر تربیت نہیں لیکن مضمون تربیت ہی کے مناسب تھا اس لئے اس مجموعے میں نقل کیا گیا۔

آپ ماشاء اللہ تطہیر میں مشغول ہیں آپ کی طہارت و نورانیت میں اضافہ ہو رہا ہے البتہ ساتھ کے ساتھ صابون بھی استعمال میں رہے تو بہتر ہے یعنی کسی قدر مطالعہ تصوف و ذکر اللہ۔

(النور۔ جمادی الاولی ۱۳۵۴ھ)

عجز و ضعف بھی موصل الی المقصود ہے

حال۔ اپنی حالت یہ ہے کہ اس وقت ضعفِ دماغ کی وجہ سے معمولات میں کمی ہو گئی ہے۔ تقریباً تین سال سے مجھ پر ایک ایسی حالت طاری ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں ایک مردہ ہوں کہ چل پھر کھا پی رہا ہوں۔ جب تنہائی ہوتی ہے تو اس حالت میں اور ترقی معلوم ہوتی ہے۔ جلوت میں دل پر جبر و اکراہ سا معلوم ہوتا ہے۔ یہ ہے اپنی حالت۔ دعائے مزید کا خواہاں ہوں۔

تحقیق۔ دعا کرتا ہوں باقی ایک طریق موصل الی المقصود طریق عجز و ضعف بھی ہے۔ غم نہ کیا جاوے البتہ اپنی حد اختیار تک کوتاہی نہ ہو۔

(النور۔ رجب ۱۳۵۴ھ)

اپنے عیوب پر نظر ہونا خدا تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے

حال۔ گذارش یہ ہے کہ بندہ اپنی نالائق حالت کو دیکھ کر حیران ہی رہ گیا کہ کس کس حالت کی اصلاح کراؤں کہ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ تمام اخلاقِ رذیلہ میرے اندر موجود ہیں کہ ایسی خراب حالت تو دنیا میں کسی شخص کی بھی نہ ہو گی۔ کیونکہ (حالت) ایسی خراب ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔

تحقیق۔ یہ خدا تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ اپنے عیوب پر نظر ہو جاوے۔

(النور۔ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ)

دلی محبت کی پہچان

حال۔ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم کے فضل پر کامل بھروسہ ہے اور باری تعالیٰ کی محبت کی جو کیفیت قلب میں ہے اس کو تحریر کرنے سے قاصر ہوں۔ الفاظ میں دلی جذبات اپنی نا قابلیت کی وجہ سے تحریر نہیں کر سکتا بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محبت نہیں ہے لیکن غور کرنے سے اس خیال کی تردید ہو جاتی ہے البتہ جوش و خروش مطلق نہیں ہے

تحقیق۔ اس میں کیا رکھا ہے

حال۔ ایک بے لون سی حالت ہے

تحقیق۔ روحانی محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ (النور۔ صفر ۱۳۵۶ھ)

مصائب اور مجاہدات سے ثواب ملنا

حال۔ آجکل اہلیہ کی بیماری اور اس کی تیمارداری اور گھر کے نظم و نسق خراب ہونے کے سبب اکثر مشاغل ترک ہو جاتے ہیں۔ صرف نماز ہی پر اکتفا ہوتا ہے۔ اس صورت میں دل میں خلجان سا رہتا ہے کہ یہ باتیں کیوں واقع ہوئیں جس سے میرے مشاغل میں فرق پڑا۔ اس وجہ سے اور زیادہ طبیعت پریشان رہتی ہے۔

تحقیق۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں اصل مقصود تو ثواب ہے وہ کبھی اعمال سے عطا فرماتے ہیں اور کبھی مصائب و مجاہدات سے۔ مقصود دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔

(النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ)

سلوک کیلئے تفرغ قلب شرط ہے

حال۔ آج تربیت السالک دیکھنے سے ایک صاحب کے حال میں حضور نے فرمایا ہے کہ (اگر سلوک باقاعدہ کرنا چاہتے ہو تو شادی کرنا بہتر نہیں کہ اس میں تفرغ شرط عادی ہے) مجھے خیال ہوا کہ کیا میں باقاعدہ چل رہا ہوں یا نہ اور باقاعدہ کس طرح چلنا ہوتا ہے کہ اب میں اُس طرح چلنے کو تیار ہوں۔

تحقیق۔ مدار تفرغ قلب پر ہے چونکہ اکثر نکاح کے بعد یہ فراغ نہیں رہتا بنا علی العادۃ الغالبۃ ایسا لکھ دیا گیا اور جس کو نکاح کے ساتھ یہ فراغ میسّر ہو سکے اس کے لئے نہیں اور باقاعدہ کا یہی مطلب ہے کہ اس میں زیادہ وقت صرف کرے اور دوسرے تشویشات سے دُور رہے۔ سو اگر آدمی فضول تعلقات میں مشغول نہ ہو تو یہ شرط اس کو حاصل ہے اور وہ تجرد عن النکاح بھی جس کے لئے ہے چند روزہ ہے۔ پھر تو جمعیت قلب کی شرط خود نکاح ہوتا ہے۔ (النور۔ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ)

رضائے حق کو مقصود سمجھنا بڑی دولت ہے

خط یکے از اجازت یافتگان

احوال بندہ یہ ہے کہ جو ارشادات حضور نے بندہ کے عریضہ کے جواب میں متعلق احوال وکیفیات کے فرمائے ہیں۔ از حد تسلی ہوئی۔ سو حضور کے ارشادات سے متنبہ ہو کر اپنے دل میں سوچا اور مطالعہ کیا اور ارشادات کو بغور دیکھا ہے آخر اپنے ناقص فہم میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ برابر حالات وکیفیات مقصود اور ضروری سلوک نہیں اور نہ اس کا امر ہے کیونکہ اختیاری نہیں ہیں موہوب ہیں۔ بمنظوریٔ حق ہر ایک کو اپنی استعداد کے موافق وارد ہوتے ہیں اور یہ مثال ذہن میں آئی۔ جیسا کہ انسان پیدا ہوا اس کو روح اور حیات تو سب کو ایک جیسی ہے اور اپنا اختیاری کام خورد ونوش ہر ایک کرتا ہے مگر حسن خوبی قدوقامت شجاعت وغیرہ اپنی استعداد فطری کے موافق جو رب العالمین نے رکھی ہے وہی ہوتی ہے۔ اسی طرح علم، ہنر، حرفت وغیرہ انسان کو اپنے اختیاری ہونے پر سیکھنا ضروری ہے اور استاد بھی ایک ہوتا ہے۔ محنت بھی یکساں کرتا ہے مگر راسخہ علم، ہنر وغیرہ کا علیحدہ علیحدہ اسی استعداد فطری کے موافق ہوتا ہے۔ اسی طرح سلوک میں بھی اختیار کے موافق شیخ کا دامن پکڑنا اور کام کرنا ضروری ہے اور شیخ کے حضور سے خالی ہرگز کوئی نہ رہے گا مگر استعداد کے موافق کمالات میں فرق ضرور ہوگا اور چونکہ انسان کا اصل مقصود اس دنیا جہان میں عبدیت حاصل کرنا ہے حسن وخوبی قدوقامت مقصود نہیں مگر دنیا میں یہ چیزیں بھی ضرور ہیں اگر حاصل ہو جائیں تو انعام ہے ورنہ عتاب نہیں۔ کیونکہ غیر اختیاری موہوب من اللہ ہیں۔ اسی طرح سلوک میں مقصود رضائے حق ہے جس کا مدار اطاعت پر ہے دنیا میں جو بندہ اس پر کاربند ہے اس کو رضا حاصل ہے اور حالات وکیفیات مثل حسن خوبی کے لذیذ ہیں۔ مگر وہ اس جہان میں فنا ہو جائیں گے آگے ساتھ نہ دیں گے یہاں ہی حسن خوبی کی طرح ختم ہو جائیں گے اور طاعت کا ثمرہ انشاء اللہ تعالیٰ وہاں بھی حاصل ہوگا۔ اب حضور کے متنبہ فرمانے سے دل مطمئن ہو گیا ہے اور سب خواہشات کو دل سے نکال دیا ہے بجز رضائے حق کوئی مقصود نہیں رکھا جس کے حصول کا طریقہ یہ سمجھا ہے کہ اطاعت اور اعتمادِ شیخ لازمی ہے اور شیخ کو اپنا خیر خواہ سمجھا جائے اور شیخ کے سامنے مردہ بدست زندہ رہنا چاہیے پس اسی پر دل کو جما لیا ہے دعا فرما دیں کہ اس پر میرا خاتمہ ہو۔

تحقیق۔ بے حد دل خوش ہوا اللہ تعالیٰ علم وفہم میں مزید برکت فرمائے۔ علم وفہم بڑی دولت ہے اور

اوّل مشغلِ راہ ہے دعائے عمل و استقامت و حسن خاتمہ کرتا ہوں۔

حال۔ اور حسب الارشاد مطالعہ تربیت السالک اور انفاس عیسٰی اور مواعظِ حضور از سرِ نو شروع کر دیے ہیں اور کسی کتاب کا مطالعہ ضرور ہو تو ارشاد فرمایا جاوے۔

تحقیق۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ ہی کافی ہیں کتابیں تو بہت ہیں مگر غامض ہیں۔ دوسرے بعض حالات کے موافق بھی نہیں۔

حال۔ علاوہ معمولات کے ذکر لا الٰہ الا اللہ جو کہ پہلے کا ارشاد ہے ہر وقت چلتے پھرتے کرتا ہوں

تحقیق۔ نہایت نافع ہے۔ (النور۔ رجب ۱۳۵۲ھ)

معمولات ادا کرنے پر قلب کی حالت بدستور رہنا مبارک ہے

حال۔ تا بعدار معمولات ادا کئے جاتا ہے مگر قلب کی حالت بدستور ہے۔

تحقیق۔ کیا یہ نعمت نہیں کہ دو وقت روٹی ملے اور صحت و قوت بحال رہے گو اس میں ترقی نہ ہو۔

حال۔ کوئی خاص حالت ایسی نہیں جس کو حضور میں عرض کر دوں۔

تحقیق۔ یہ حالت بھی تو قابل اطلاع کے تھی چنانچہ اطلاع پر ایک مفید بات معلوم ہو گئی مگر اس کا یاد رکھنا شرط ہے۔

حال۔ نہ اپنے کو اس قابل پاتا ہوں کہ کچھ عرض معروض کر سکوں۔

تحقیق۔ ناقابلی کا اعتقاد اس طریق میں یہی قابلی ہے۔

حال۔ اس راہِ سلوک میں اپنے کو ہیچ محض سمجھتا ہوں۔

تحقیق۔ مبارک سمجھنا ہے۔

حال۔ جو کچھ ادا کرتا ہوں محض عادۃً ادا کرتا ہوں۔

تحقیق۔ کیا اچھے کام کی عادت نعمت نہیں۔

حال۔ کچھ تو سونے والوں کی وجہ سے اور کچھ رفع تکان کے سبب سے چند روز سے بجائے جہر کے خفی کر لیا کرتا ہوں کوئی حرج تو نہیں۔

تحقیق۔ بلکہ افضل وانفع ہے۔

حال۔ اب میرا وقت اخیر آپہنچا اب تک اپنے کو محض کورا سمجھتا ہوں۔

تحقیق۔ مگر کور تو نہیں۔

حال۔ بغیر حاضری حضور کے اور کوئی صورت کامیابی کی نظر نہیں آتی۔

تحقیق۔ اطلاع بھی صورت کامیابی کی ہے۔ (النور۔ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ)

پابندی دین کی تاکہ دنیوی کام اچھا ہو اس میں خلوص کا پہچاننا

حال۔ احقر کا تجربہ ہے کہ جب کبھی صبح کو بعد نماز قرآن شریف معمول سے کم پڑھتا ہے یا بالکل نہیں پڑھتا یا کبھی جماعت کی نماز فوت ہو جاتی ہے تو کوئی دنیاوی کام خوش اسلوبی سے نہیں ہوتا۔ اس لئے حتی الوسع تلاوت قرآن اور جماعت کی پابندی کی جاتی ہے تاکہ دنیاوی کام خوش اسلوبی سے ہوں۔ اس لئے بعض اوقات یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ چیزیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تھیں نہ کہ دنیاوی امور کی خوش اسلوبی کے لئے۔ اس لئے ان عبادات میں خلوص نہ رہا اور عدم خلوص کی وجہ سے ساری عبادت بیکار ہوئی۔ کیا احقر کا خیال صحیح ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیا ان عبادات سے ثمرہ خیر کی امید رکھنی چاہیئے یا نہیں۔

تحقیق۔ یہ سوچا جاوے کہ اگر پابندیٔ دین پر بھی فلاح دنیوی نہ ہو تو کیا پابندیٔ دین کی ترک کر دی جاوے یا نہیں۔ (النور۔ شوال ۱۳۵۶ھ)

خشوع کی تدبیر

حال۔ مخدومی و مطاعی دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ جماعت کی حالت میں خشوع کی جو تدبیر ارشاد فرمائی گئی ہے وہ بخوبی ذہن نشین ہوگئی۔ اب مجھے دو باتیں اس کے متعلق اور دریافت کرنا ہیں۔ ایک یہ کہ چونکہ ابتداء میں حصول خشوع کے لئے زیادہ اہتمام کی ضرورت پڑتی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میں جماعت میں خالی الذہن ہو کر شریک ہو گیا یہ خیال ہی نہ رہا کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں اور یہ کہ مجھے نفس کو استماع کلام لفظی یا استحضار کلام نفسی میں مشغول رکھنا چاہیئے اور اسی غفلت میں ایک رکعت ختم ہوگئی۔ اب دفعۃً یہ خیال آیا کہ

ہیں نے نماز میں یکسوئی کا خیال نہیں رکھا اس وقت طبیعت اس طرف متوجہ ہوتی ہے۔ کبھی زیادہ حصہ نماز کا غفلت میں گذرجاتا ہے تو اور زیادہ افسوس ہوتا ہے لیکن بجائے مافات پر حسرت میں زیادہ وقت صرف کرنے کے فوراً ہی بقیہ نماز کو خشوع کے ساتھ ادا کرنے کے اہتمام میں مصروف ہوجاتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی تدبیر ایسی ارشاد ہو کہ غفلت کی نوبت ہی نہ آوے بلکہ ابتداہی سے نفس میں تذکر اور تیقظ کی شان پیدا ہوجاوے کہ ابتداہی سے نماز میں خشوع کا خیال اور اس کا اہتمام کیا جاوے۔

تحقیق۔ اس کی تدبیر صرف اعتیاد و مزاولت ہے انشاء اللہ تعالے جلدی کامیابی ہوجاوے گی اہتمام و تصدی جاری رہے۔ (النور۔ رجب ۱۳۵۷ھ)

حالتِ ہیبت حالت رفیعہ ہے

حال۔ حضرت چند روز سے یہ کیفیت ہے کہ جب محاسبۂ نفس کرتا ہوں اور خداوند کریم کے سامنے جانا تصور کرتا ہوں تو اس قدر پریشانی ہوتی ہے کہ گلہ گھونٹ کر مرجاؤں۔ ورنہ جتنا دنیا میں رہنا ہوگا اتنا ہی مجرم گنہگار ہونگا خداوند کریم کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہونگا۔ للہ میری دستگیری فرمائیں ورنہ زندگی میری بیکار ہوجائے گی۔

تحقیق۔ یہ حالتِ ہیبت کہلاتی ہے رفیع حالت ہے۔ محاسبہ نہ چھوڑیں تدریجاً تحمل ہوجائے گا اور اس کے منافع حاصل ہوں گے۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ)

کسی بات پر بھی دل پر رنج وفکر نہ ہونا نعمت ہے

حال۔ حضرت والا احقر کو اس بات کا بہت فکر ہے کہ مجھے کسی بات سے بھی دل پر رنج فکر کا اثر نہیں ہوتا اور نہ کسی حالت اور کسی چیز سے دلگیر ہوتا ہوں جس سے بعض اوقات مجھے خوف ہوجاتا ہے کہ کہیں یہ خلاف مرضی حق تعالیٰ شانہٗ نہ ہوتا ہو کہ تو اس قدر صبر واستقلال کیوں کرتا ہے۔

تحقیق۔ اللہ اللہ نعمت پر یہ احتمال کیوں ہے۔

حال۔ مجھ پر حوادث گذرے بھی ہیں اور گذر بھی رہے ہیں مگر میرے صبر واستقلال میں ہی مجھے

راحت معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق۔ اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہوگی

حال۔ واقعی یہ ہے کہ مجھے اس کا کامل یقین ہے کہ جو کچھ بھی دنیا میں میرے لیئے ہوگا وہ میرے مولیٰ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ہے پھر بھی خوف ہی ہے۔

تحقیق۔ یہی جامعیت تو مطلوب ہے کہ طاعت کے ساتھ بھی خوف ہو۔

حال۔ اب حضرت سلمہٗ سے مستدعیانہ درخواست ہے کہ اس بدکردار رُسوا کی اصلاح فرمائیں۔

تحقیق۔ قدرت ہی سے اصلاح ہو رہی ہے۔

حال۔ درخواست دُعا مزید برآں۔

تحقیق۔ دل سے دُعا کرتا ہوں۔ (النور۔ جمادی الاولی ۱۳۵۵ھ)

جو کثرت کلام ناشی ہے انبساط اور انقباض عن الخلق سے خود نعمت مستقلہ ہے

حال۔ اپنے ساتھیوں میں ہمیشہ بہت بکھی اور بکواسی مشہور رہا ہوں مگر اب ایک مدت سے یہ حال ہو گیا ہے کہ جس طرح پہلے بے تکلف چپ رہتا تھا اب بہ تکلف بولتا ہوں۔ ذہن کُند اور زبان گنگ معلوم ہوتی ہے۔ اولاً تو کسی سے ملنا جلنا ہی بہت کم رہ گیا ہے خصوصاً تنہا ملنے سے بہت گھبراتا ہوں۔ کہ سُننے کے ساتھ بولنا بھی پڑیگا۔ ورنہ بد اخلاق بد دماغ وغیرہ خدا جانے کیا سمجھا جاؤں۔ یہ خیال اس پر آیا کہ اور تو اور اب کئی مرتبہ دل چاہا کہ کسی عنوان سے حضرت کی غیر معمولی شفقتوں کا کچھ شکریہ ادا کرنا چاہیئے مگر نہ کوئی عنوان سمجھ میں آیا نہ زبان کھُل سکی۔ ظاہر ہے کہ حضرت تو اس کا خیال بھی نہ فرماتے ہونگے مگر مجھ کو اپنی اور ہر طرح کی نا اہلیوں کے ساتھ اس مزید نالائقی پر مزید شرمندگی ہوتی ہے۔ سوچتا ہوں تو بلا مبالغہ حضرت کی مجلس میں قدم رکھنے کا میں کسی طرح اہل نہیں ہوں۔ پھر بھی ان شفقتوں سے نوازا جاتا ہوں۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح پردہ پوشی فرما کر بخش دیں۔

تحقیق۔ کثرت کلام ناشی ہوتی ہے انبساط سے اور انبساط ناشی ہوتا ہے اُنس سے اور اسی طرح مُسبّب کے اضداد سبب کے اضداد سے اور انقباض عن الخلق خود نعمت مستقلہ ہے۔ پھر اگر انس مع الحق ہو

تو نورٌ علیٰ نور اور اگر انس مع الحق بھی کامل نہ ہو تو نور (مفضی) الی نور — یعنی وہ انقباض مفضی الی الانس مع الحق ہو جاتا ہے اور احیاناً اسباب طبعیہ بھی اس انس و توحش کے موجب ہو جاتے ہیں مثلاً ضعف طبیعت وکسل یا کوئی فکر و تشویش اور نشاط و فرح و مساعدت احوال نفسانیہ۔ سو یہ نوع فی نفسہٖ نہ کمال ہے نہ نقص۔ مگر آثار کے اعتبار سے قلت کلام اکثر نافع ہوتا ہے اور کثرت محتاج مقاومت کہ حدود سے تجاوز نہ ہو جاوے۔ بہر حال قابل اہتمام و مطلوب ہر حال میں حدود ہیں خواہ کسی کیفیت کے ساتھ ہوں نہ کہ کیفیات۔ اسی مطلوب کی مطلوبیت اور غیر مطلوب کی عدم مطلوبیت کے بارہ میں ارشاد ہے۔

؎ روزہا گر رفت گو رو باک نیست تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

اور اس تقریر سے اس حدیث کا بھی حل ہو گیا قال صلی اللہ علیہ وسلم الحیاء والعی شعبتان من الایمان۔ والبذاءۃ والبیان شعبتان من النفاق رواہ الترمذی عن ابی امامۃ لان اصل اقتضاء الایمان الانقباض عن الخلق واصل اقتضاء النفاق الانس مع الخلق،

اور اخیر کا مضمون اس نعمت کا کاشف ہے کہ اپنے کو نعمتوں کا مستحق نہیں سمجھا گیا کہ فناء مطلوب کا ایک خاص درجہ اور نعمت ہے مگر اس کے ساتھ ہی نعمت کو نعمت سمجھنا اور عقلاً اس پر فرح مامور بہ ہے نہ اس حیثیت سے کہ وہ ہماری طرف منسوب ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ منعم کی طرف منسوب ہے۔ والاول محمل قولہ تعالیٰ لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین والثانی محمل قولہ تعالیٰ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا (النور رجب ۱۳۵۸ھ)

رسالہ الدلالۃ لاھل الضلالۃ

حقیقت تصوف علم باعمل ہے

تمہید:۔

ایک طالب نے جو سلسلہ قادریہ ونقشبندیہ کے بعض بزرگوں سے تعلق رکھنے والے تھے ہجوم وساوس وخیالات اور بعض اثرات خارجیہ وداخلیہ سے تنگ آکر حضرت والا مدظلہم العالی کی طرف رجوع کیا اور پہلے بذریعہ مکاتیت اور پھر حاضر خدمت اقدس ہوکر زبانی عرض کیا۔ اس پر حضرت والا مدظلہم العالی نے مضمون ذیل تحریر فرماکر ان کو دیا اور زبانی فرمایا کہ ایک بار اس کا ضرور مطالعہ کیا کریں۔

(یادداشت ضروری) آپ کی حالت کے متعلق اجمالاً اپنے اس خط میں لکھ چکا ہوں جو آپ کے پاس ہے کل شام کو سب حالات آپ کی زبان سے سن کر اس اجمال کی مختصر اور ضروری تفصیل احتیاطاً اور لکھتا ہوں تاکہ معاملہ میں کوئی اشتباہ نہ رہے پھر آپ کا دل جس شق کو قبول کرے میں نہایت آزادی اور خوشی سے اس کی اجازت دیتا ہوں مجھ کو ذرہ برابر اس میں کدورت نہ ہوگی۔ وہ تفصیل یہ ہے:۔

(۱) ہمارے نزدیک حقیقت تصوف کی صرف علم باعمل ہے اور عمل وہی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے اور جو سالک کے اختیار میں ہے اس کے علاوہ سب چیزیں زائد ہیں۔ اگر وہ عطا ہوجائیں اور شیخ ان کو محمود بتلادے تو نعمت ہے اور قابل شکر۔ اور اگر عطا نہ ہوں یا عطا ہوکر زائل ہوجائیں تو ان کی تحصیل کی فکر یا ان کے زوال پر قلق طریق میں ناجائز اور باطن کے لئے سخت مضر ہے خواہ وہ کچھ ہی ہو۔

(۲) شیخ کو اطلاع تو سب حالات کی ضروری ہے اپنی رائے سے یا کسی خواب یا وارد کی بناء پر کوئی کام کرنا طریق میں جائز نہیں۔ پھر اس اطلاع کے بعد شیخ تدبیر اس کی کریگا جس کا تعلق امر ونہی سے ہو بقیہ کی تدبیر اس کے ذمہ نہیں اس لئے طالب کو اس کا مطالبہ یا انتظار بھی طریق میں ناجائز ہے اسی طرح اگر کوئی مرض یا کوئی اثر واقعی یا خیالی تکلیف دہ یا کوئی آفت داخلی یا خارجی عارض یا

لازم ہوجاوے وہ بھی شیخ کے فرضِ منصبی کے حدود سے خارج ہے۔

(۳) اصلاحِ نفس میں اصلاحِ بدن کو کافی دخل ہے اس لئے بقدر وسعت وضرورت غذا و دوا کا اہتمام بھی عبادت اور سنّت ہے۔ انّ لنفسک علیک حقًا، انّ لجسدک علیک حقًا حدیث ہے

(۴) اسی طرح اہلِ حقوق کے حقوق شرعیہ مقدورہ میں غفلت یا کوتاہی کرنا معصیت ہے جو مقصود کے لئے رہزن ہے ان لزوجک علیک حقًا وان لزورک علیک حقًا حدیث ہے۔

(۵) آپ کی کل تقریر سے جو شیوخ کی تعلیمات معلوم ہوئیں اگر آپ کا یاد اور نقل صحیح ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کو ابتک صحیح اور صاف راستہ معلوم نہیں ہوا ممکن ہے کہ اس وقت آپ کی موجودہ حالت کا وہی مقتضا ہو یا ان کی خطائے اجتہادی ہو اس لئے ان سے بھی بدگمان نہ ہونا چاہیئے لیکن وہ آپ کو سخت مضر ہوئی اور اس وقت کی حالت کے تو وہ کسی طرح مناسب ہی نہیں۔ اس لئے ان سب سے اس وقت ذہن کو خالی کر دینا چاہیئے۔ اسی طرح کتابوں کا مطالعہ کر کے جو آپ نے اپنے لئے کوئی نظام تجویز کر لیا ہے وہ بھی اسی درجہ میں ہے۔ اب میں اس یادداشت کو دُعا پر ختم کرتا ہوں۔

(النور رجب و شعبان ۱۳۵۸ھ)

حضرت کے علوم پر بیحد تعجب ہوتا ہے یہ علوم اُن صندوقوں سے ہیں جو اُوپر ہیں اور وہ دریا سے ہیں۔

حال - حضرت مخدوم محترم ادام اللہ فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جوابِ والا نے سعادت بخشی بھی حضرت کے علوم پر بیحد تعجب ہوتا ہے اور بیحد رشک آتا ہے۔ کاش اس میں کچھ کسب کو دخل ہوتا کتابوں میں تو حضرت مجھ کو یہ چیزیں یعنی (ملتی) نہیں یا کتابیں سمجھ میں نہیں آتیں مگر پھر حضرت کی باتیں کیوں سمجھ میں آجاتی ہیں۔

تحقیق - یہ سب آپ کی محبت اور حُسنِ ظن ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔ اب اس تعجب کی وجہ عرض کرتا ہوں وہ وجہ یہ ہے کہ ان علوم کے اس نادان کی طرف ظاہراً منسوب ہونے پر نظر گئی تو تعجب لازم ہے اور اگر نظر کو بڑھایا جاوے تو کچھ صندوق نظر آدیں گے۔ جن سے یہ علوم نکلتے ہیں اور ان صندوقوں سے

اوپر ایک دریا نظر آئیگا تو تعجب رفع ہو جائے گا۔ البتہ ایک انعام الٰہی اس وقت بھی محل شکر ہوگا وہ انعام اتصال ہے۔ ان صندوقوں کے ساتھ جس کی مختصر حکایت یہ ہے۔

سینہ را صندوقِ سرہا کردۂ — واندران مخزوں گہرہا کردۂ
ربط دادی سینہ را با سینۂ — ربط ایں آئینہ با آئینۂ
نقش ایں آئینہ در دیگر پدید — کردی از صنع خود اے رب مجید
آب از جوئے بجوئے مے رود — باز یک سوگشتہ در دریا رود

حال۔ الحمد للہ کہ انقباض عن الخلق تو عرصہ سے خود خلق کے سلوک ہی نے پیدا کر دیا ہے لیکن جب تک حضرت یہ انس مع الحق کی طرف مفضی نہ ہو اس وقت تک محض سلب ہی سلب ہے۔ اور اُنس مع الحق کی بُو بھی اپنے اندر نہیں پاتا۔

تحقیق۔ اس اُنس نہ ہونے کا قلق یہ بھی ایک درجہ ہے اُنس مع الحق کا یا اقل درجہ انس مع الحق کے ایک مانع کا ارتفاع تو ہے جس سے انس مع الحق کا قرب تو ہو گیا۔ یہ کیا تھوڑی نعمت ہے۔ آگے تھوڑی توجہ حصولِ مقصود کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ (النور شعبان ۱۳۵۸ھ)

قرآن میں اسم ذات اللہ کی تعلیم معلوم ہوتی ہے

حال۔ آجکل یکایک ایک عجیب سوال دل میں پیدا ہو گیا ہے کہ حدیثوں سے تو لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کی افضلیت معلوم ہوتی ہے لیکن کلام مجید سے اللہ یا اسم اللہ کے ذکر ہی کی تعلیم معلوم ہوتی ہے اور لا الٰہ الا اللہ محض دعوت و تبلیغ کا کلمہ معلوم ہوتا ہے اور اس دعوت و تبلیغ کو قبول کر کے جب ایمان حاصل ہو گیا تو بس اس کا کام ختم ہو گیا اور اس سے اللہ اور اس کی ربوبیت وغیرہ کا جو علم ملا اس کے ذکر میں لگ جانا چاہیئے۔ یہ خطرہ بالکل تازہ ہے ورنہ طبعاً میں اسم ذات کی بجائے لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کی طرف راغب تھا اور خود حضرت نے بھی اسی کے لئے ارشاد فرمایا تھا جس پر عمل بھی بُرا بھلا بحمد اللہ جاری ہے۔ اس خطرہ سے پہلے ایک بات البتہ عرصہ سے چلی آتی ہے کہ کچھ علم ذات کا داعیہ بڑھ گیا ہے۔

تحقیق:۔ یہی خیال میرے بعض فضلاء احباب نے پہلے بھی پیش کیا تھا مگر ذرا تامل فرمایا

جادے تو جواب واضح ہے وہ یہ کہ اسم ذات بطریق متعارف پر دلالت کرنے میں آیات نص نہیں ہیں جیسا ظاہر ہے۔ غایت فی الباب بوجہ اطلاق کے اس کو بھی محتمل ہیں لیکن اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال سے اس شق کی عدم ترجیح۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مجتہدین صحابہ سے اس پر عمل کا منقول نہ ہونا اس کے عدم کی ترجیح ثابت ہوگئی پس یہ اطلاق عموم نہ ہوگا بلکہ اجمال ہوگا مثل اقیموا الصلوٰۃ کے جس کی تفسیر حضور کے قول وفعل سے ہوگئی۔ (النور۔ شعبان ۱۳۵۸ھ)

علم ذات کا داعیہ بڑھ گیا وہ علم ایمان ہے اور اس کی تمنا عین مطلوب

حال۔ والا نامہ نے لکھنؤ میں سعادت بخشی تھی جس سے متعارف اسم ذات کے ذکر کے منصوص ہونے کا شبہ رفع ہوگیا۔

تحقیق۔ الحمد للہ

حال۔ اس سلسلہ میں ایک بات یہ عرض کی تھی کہ عرصہ سے کچھ علم ذات کا داعیہ بڑھ گیا ہے۔ رویت تو اس عالم میں ہے ہی نہیں۔ پھر کیا کسی اور طرح کسی درجہ میں ایمان کے علاوہ ذات کا کوئی علم اس زندگی میں نصیب ہوسکتا ہے۔

تحقیق۔ وہ علم ایمان ہی ہے اُس علم میں ترقی اور قوت ایمان ہی کی قوت اور ترقی ہے۔ اُسی کے مراتب کے تفاوت سے عوام اور خواص اور اخص الخواص کے ایمان میں تفاوت ہوتا ہے۔ اسی قوت کو نصوص میں ازدیادِ ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان ہی مراتب کا نام علم الیقین و عین الیقین و حق الیقین ہے۔

حال۔ اور اس قسم کے داعیہ کا غلبہ کچھ مضر تو نہیں۔

تحقیق۔ بعد وضوح حقیقت کے اس کا سوال اس کی تمنا عین مطلوب ہے۔

حال۔ حضور نے لذۃ النظر الی وجھک اور شوقا الی لقائک کا جو سوال فرمایا تو اس کا مطلب تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہاں صرف شوق لقا حاصل ہوسکتا ہے اور نظر الی لوجہ تو حاصل ہی ہے مطلوب صرف لذۃ النظر ہے۔

تحقیق۔ ماشاء اللہ خوب صحیح دلالت سمجھ میں آئی اس کے قبل میرا ذہن بھی اس تفسیر کے ساتھ اس طرف نہ گیا تھا فجزاکم اللہ تعالیٰ علیٰ ھذا التنبیہ

حال۔ لیکن حضرت اپنے اندر شوق لقاء تو کسی درجہ میں پاتا ہوں جس کو داعیہ علم ذات سے اوپر تعبیر کیا ہے لیکن اینما تولوا فثم وجہ اللہ کی صریح نص کے باوجود جب چاہتا ہوں کہ نظر الی الوجہ میں کچھ ذوق ولذت پیدا ہو تو بالکل نہیں پیدا ہوتی بلکہ ایسی چیزیں جو طبعاً مکروہ ہوتی ہیں۔ ان پر وجہ اللہ کے اعتبار سے نظر کرنے میں طبیعت رُکتی ہے

تحقیق۔ غالباً آپ کے نزدیک وجہ کی تفسیر کا حاصل مظاہر ومناظر ہیں تو اس کے لئے دلیل کی حاجت ہے۔ ولا دلیل۔ سلف سے دو تفسیریں منقول ہیں۔ ایک جہت یعنی قبلہ اور اضافت الی اللہ باعتبار رضا کے ہے یعنی تم جس مکان میں ہو کر بھی تولی الی الکعبہ کرو وہ جہت مرضیٔ حق ہے۔ دوسری تفسیر وجہ سے مراد ذات کما فی قولہ تعالیٰ کل شیٔ ھالک الا وجھہ ای ذاتہ۔ پھر ذات سے مراد علم کما یدل علیہ مابعدہ۔ ان اللہ واسع علیم اور مناظر ومظاہر کے ساتھ تفسیر یہ ذوقی وتصوفی اشارہ کے درجہ میں ہو سکتی ہے جس کا حاصل تفسیر الوجہ بالذات باعتبار تجلیہ فی المظاہر ہے روح المعانی میں اس کو باب اشارہ میں اس عبارت سے ذکر بھی کیا ہے۔ فای جھۃ یتوجہ المرء من الظاھر والباطن فثم وجہ اللہ المتجلی بجمیع الصفات المتجلی بما شاء منزھا عن الجہات وقد قال قائل القوم

بالحاء ۱۲ بالجیم ۱۲

وما الوجہ الا واحد غیر انہ اذا انت عددت المرایا تعددا

اب سوال مذکور فی المکتوب اس پر مبنی ہوگا جس کے دو جواب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ تفسیر غیر ثابت ہے۔ پس حدیث میں اس کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ دوسرا یہ کہ بر تقدیر تسلیم مناظر ومظاہر کی طرف نظر کرنا بھی موجب لذّت ہے۔ گو ذات مظہر کے اعتبار سے موجب لذّت نہیں لیکن باعتبار اُس کی مظہریت کے موجب لذّت ہے۔ مگر یہ اس وقت موجب لذت ہے جب اس نسبت کے استحضار اور ذات کی محبت کا غلبہ طبعی ہو جاوے۔ پھر مناظر ومظاہر سب اس لذت کے اسباب ہو جاویں گے بلا تفاوت بین الحسن وغیر الحسن جیسے محبوب کا میلا کپڑا پہلے مکروہ معلوم ہوتا ہے مگر جب اس تلبس کا علم ہو گیا اس میں لذّت پیدا ہو گئی خصوص حالت لبس فقہاء نے اس کے احساس کے بعد یہ فتویٰ دیا النظر الی ملاءۃ الاجنبیۃ حرام اور اگر اس تفسیر کو تکلف سمجھا جاوے اور حدیث میں تفسیر منقول عن العلماء لی جاوے یعنی نظر سے مراد علم فی الدنیا کا درجہ۔ تو اس وقت

آپ کا سوال بالاستقلال اس طرح متوجہ ہوگا کہ علم میں بھی تو لذّت نہیں پائی جاتی۔ اس کا جواب اس طرح ہوگا کہ نفس لذّت کی نفی کا حکم عدم تامّل کے سبب سے ہے ورنہ حق تعالیٰ کی یاد میں کہ علم کی ایک فرد ہے کس مومن کو لطف نہیں آتا خصوص جب اس کے صفات و کمالات کا تذکرہ بھی ہو کہ چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا اور اگر اس نفی کے حکم کو صحیح بھی مان لیا جاوے تب بھی کوئی محذور نہیں نہ نقص ایمان کا شبہ ہو سکتا ہے۔ ایک کمال کی کمی ہے جس کے لئے سوال کی تعلیم فرمادی گئی ہے۔ جب اور جتنی نصیب ہو جاوے۔ (النور رمضان ۱۳۵۸ھ)

رسُوخ کے انتظار کی ضرورت نہیں اگر قصد مقاومت میں کامیابی ہو

حال۔ الحمدللہ علاج کبر سے بہُت فایدہ ہے

تحقیق۔ الحمدللہ

حال۔ تو اب اس کے رسُوخ کا انتظار کروں یا اب دوسرے مرض اور علاج کو پیش کروں۔

تحقیق۔ اگر وقت پر ایسا استحضار ہو جاوے کہ مقاومت کا قصد کر لیا جاوے اور اس قصد میں اکثر کامیابی ہوتی ہو تو رسوخ کا انتظار ضروری نہیں ورنہ اسی حالت مذکورہ کا انتظار مناسب ہے

حال۔ آجکل معمولات کے شوق اور حضورِ قلب میں بہت کمی ہے اس لئے دُعا کا طالب ہُوں۔

تحقیق۔ دُعا کرتا ہوں۔ باقی شوق کی کمی پر قلق نہ چاہیئے کہ امر غیر اختیاری ہے۔ اگر طبعی قلق بھی ہو اس عقلی مقدمہ کے استحضار سے اس کے اثر کو ضعیف کر دینا چاہیئے اور حضور قلب کا جو درجہ مکلف بہ ہے یعنی احضار بالاختیار خواہ حضور کسی درجہ کا بھی اس پر مرتب ہو جاوے اس کی تجدید وقت پر کر لی جاوے۔ (النور۔ رمضان ۱۳۵۸ھ)

ایمان اور محبّت اسکی زیادتی مطلوب ہے لیکن وہ مقصود زیادتی ایسی لطیف ہے جیسے بچے کی نشو و نما!

حال۔ جواب والا نے کشف حقیقت و شرح صدر فرمائی۔ واقعی اصل شئی بس ایمان و محبّت اور اسی کی زیادتی کی طلب ہے۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ

کی طرف جس اعتبار و جہت سے بھی توجہ نصیب ہو اس میں لذّت کیسے نہ ہوگی۔ حضرت نے خوب فرمایا کہ میلا کپڑا مکروہ معلوم ہوتا ہے لیکن محبوب کا میلا کپڑا بھی محبوب ہوتا ہے۔ مگر حضرت اس کو کیا کروں کہ نہ ایمان میں کوئی قابلِ لحاظ ازدیاد معلوم ہوتا ہے اور محبّت تو سرے سے مفقود ہی معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق۔ ازدیاد مطلوب کی رفتار ایسی لطیف ہے جیسے بچہ کا نشو و نما کہ کسی دن بھی معلوم نہیں ہوتا کہ پہلے سے بڑھا ہے۔ البتہ فصلِ بعید کے بعد قبل اور بعد کی حالت میں موازنہ کے بعد پتہ چلتا ہے۔ اسی طرح قبل التزامِ اعمال کی حالت کا بعد التزام کی حالت سے موازنہ کر کے دیکھا جاوے تو ازدیاد مشاہد ہوگا مگر کمّاً نہیں بلکہ کیفاً کا یزید ولا ینقص کا محمل کم ہے اور یزید و ینقص کا محمل کیف۔ اور احیاناً اس کا بھی ادراک نہیں ہوتا۔ لیکن عدم ادراک عدم وقوع کی دلیل نہیں۔ خصوص جب خشیت کا غلبہ ہو اس وقت وہ کیفیت ہوتی ہے۔ ادرکت سبعین بدریا کلھم یخاف النفاق علٰی نفسہٖ رواہ البخاری اور ہمت فی نفسہٖ مقصود نہیں آلۂ عمل ہے اگر عمل کا صدور ہو جاوے مقصود حاصل ہے گو اس میں قوّت نہ ہو۔

حال۔ بلکہ اگر حضرت کی طبعی و عقلی کی تقسیم سمجھ میں نہ آگئی ہوتی تو میں تو اپنے کو سرے سے ایمان ہی سے خالی یقین کرتا۔ اللھم احفظنا۔

تحقیق۔ خیر اب تو پریشانی کی کوئی وجہ نہیں۔

حال۔ جی چاہتا ہے کہ کسی طرح کچھ طبعی محبّت اور اس کی لذت بھی نصیب ہو جاتی

تحقیق۔ اس کی سبیل صرف دُعا ہے اور عدم ظہور حصول پر رضا و للہ در من قال ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب که حیف باشد ازو غیر او تمنائے

اور علاوہ اس کے رضا۔ حق رب علی العبد ہے۔ بعض اوقات عدم حصول ہی زیادہ نافع ہوتا ہے کہ مجاہدہ کا اجر بڑھتا ہے۔

حال۔ دعا کا بہت قائل ہوں اور روزانہ مانگتا ہوں مگر کیا عرض کروں وہ دعا بھی جیسی ہوتی ہے میں ہی جانتا ہوں۔ قبول کے بجائے عتاب نہ فرمایا جاوے تو یہ بھی سراسر اس کا حلم ہے۔

تحقیق۔ کما حقہٗ تو کوئی عمل بھی نہیں ہوتا حضرت سیّد الانبیاء علیہ الصلوٰۃ کا ارشاد لا احصی

ثناءً علیک اس کی بین دلیل ہے اور غور کیا جاوے تو اپنے عمل کا کما حقہ نہ سمجھنا یہ بھی حق واجب کا نائب ہے جیسے تیمم وضو کا نائب۔

حال۔ صوفیانہ تفسیر یا اعتبار سے کچھ بالطبع ذوق معلوم ہوتا ہے اکثر حضرات صوفیاء کے اعتبارات وارشادات دل پر اُتر جاتے ہیں۔ وجہ سے یہ حضرات شاید ظاہر وجود مراد لیتے ہیں اور سارے خارجی مظاہر اسی ظاہری وجود کے مظاہر ہیں۔ اس لئے جی چاہتا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ اسی اعتبار سے گویا سامنے ہی موجود ہیں۔ تو کیوں نہ اسی راہ سے حضور حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ کہ اسی سے کچھ نسبت ومحبت نصیب ہو سکے۔ انا کو یہ حضرات باطن وجود کہتے ہیں اور اسی سے قرب واقربیت وغیرہ کی تشریح کرتے ہیں۔ دل کو تو وہ بات بھی نہیں لگتی مگر اس میں ایک ہیبت سی معلوم ہوتی ہے اور پھر بہت خطرہ کی چیز بھی معلوم ہوتی ہے گو الحمد للہ کہ جہاں تک عبد ورب کی غیریت کا تعلق ہے اس میں کبھی وسوسہ نہیں ہوتا مگر حضرت اس میں شک نہیں کہ صحابہؓ کی اور سیدھی راہ وہی محبت وایمان کی معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق۔ جو چیز ذوقاً زیادہ دلچسپ معلوم ہوتی ہے وہ تشبیہ کا رنگ ہے اور ظواہر نصوص اور صحابہؓ کا مسلک تنزیہہ کا غلبہ ہے۔ اول بیحد خطرناک ہے اور بعض اوقات بہت سے مفاسد کو آغوش میں لے لیتا ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ لذت بھی باقی نہیں رہتی۔ پھر تنزیہہ کی طرف آکر گذشتہ حالت پر متاسف ہوتا ہے اور ثانی بیخطر اور ثابت۔ یعنی اسلم بھی ادوم بھی۔ اور جن نصوص سے تشبیہ کا ایہام ہوتا ہے اس میں حضرت عمرؓ کا ارشاد ابہام کا اعتقاد ہے پس ایہام بالتحتانیہ کا علاج ابہام بالموحدہ ہے۔

حال۔ جی یہ کہتا ہے کہ حضرت دعا فرمائیں تو انشاء اللہ اس نعمت سے محروم نہ رہونگا اپنی دُعا بھی انشاء اللہ مرتے دم تک جاری رہے گی۔

تحقیق۔ دُعا کا وظیفہ عبد کا فرضِ اصلی ہے مگر مع اسکے انضمام کے خواہ ذکراً خواہ فکراً۔ اللھم خرلی واخترلی

حال۔ لیکن میں پچاس سے متجاوز ہو چکا ہوں اس دولت سے محروم مرنے پر بڑی حسرت معلوم ہوتی ہے کہ پھر مرنے کے بعد نہ تو کسی تدبیر کا موقع ہوگا نہ دُعا کا۔

تحقیق - بالکل صحیح مگر رحمت تو علت پر موقوف نہیں۔ اگر اس رحمت کا سوال اب ہی سے جاری کیا جاوے تو یہ بعد موت تک ممتد رہے گی جیسے باقیات صالحات کی شان ہے۔ حدیث میں قرۃ عین لا تنقطع کی دُعا وارد ہے۔ (النور۔ رمضان ۱۳۵۸ھ)

تشبیہ کا مسلک بیحد خطرناک ہے بخلاف تنزیہہ کے ولیکن تنزیہہ محض بھی تشفی بخش نہیں، اس کے متعلق تحقیقِ عجیب!

سوال - مخدوم محترم ادام اللہ فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اگرچہ حضرت نے محض اپنی شفقت سے اجازت دے رکھی ہے کہ جو کچھ بھی چاہوں بے تکلف خدمت میں عرض کر سکتا ہوں تاہم ایک امر کا عرصہ سے شدید غلبہ اور خیال ہونے کے باوجود عرض کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ اس مرتبہ عریضہ میں غیر معمولی تاخیر کی بھی ایک وجہ یہی ہے کہ ایک طرف طبیعت کا تقاضا تھا کہ اب کھل کے عرض ہی کر ڈالوں اور دوسری طرف ہمت کا برابر تقدم و تاخر۔ لیکن گذشتہ عریضہ اور اس کے جواب گرامی میں چونکہ ایک حد تک راہ کھل چکی ہے اس لئے اب اس خلش کو پیش ہی کر دیتا ہوں حضرت نے یہ بالکل ہی بجا ارشاد فرمایا کہ تشبیہ کا مسلک بیحد خطرناک ہے اور خود میرا بھی مدت تک اصلی مذاق و رجحان تنزیہہ کا ہی رہا۔ لیکن اب عرصہ سے تنزیہہ محض سے بالکل تشفی نہیں ہو رہی ہے۔ اور کسی طرح نہ دل اس کو قبول کرنا چاہتا ہے نہ دماغ۔ کہ حق وخلق میں وجوداً دُوئی بُعد یا انفصال ہو سکتا ہے لیکن بایں ہمہ الحمد للہ دوسری طرف یہ بھی قطعاً غلط ناقابلِ فہم بلکہ سفاہت پاتا ہوں کہ کسی طرح بھی عبد معاذ اللہ رب یا رب عبد ہو سکے اور وحدت وجود کیساتھ کثرت موجودات میں کوئی قباحت ہی نہیں بلکہ یہی عقل ونقل سب کے موافق معلوم ہوتا ہے۔ اقربیت ومعیت وغیرہ کے تمام اعتبارات کے باوصف غیریت اتنی اٹل معلوم ہوتی ہے کہ عینیت کے مفسدہ کا الحمد للہ کبھی خطرہ واحتمال تک قلب پر نہیں آتا بلکہ ایک لحاظ سے غلبہ تنزیہہ وتسبیح کا رہتا ہے حتیٰ کہ عینیت کا رجحان رکھنے والوں کی حماقت پر سخت غصہ معلوم ہوتا ہے بلکہ مجھ کو تو وہ انکار حق کے لئے نفس کی ایک دسیسہ کاری نظر آتی ہے

یہ بھی عرض خدمت ہے کہ اس مسئلہ سے فی الجملہ دلچسپی کے باوجود پڑھتا پڑھاتا زیادہ ایسی چیزوں کو نہیں ہوں البتہ کلام مجید ہی کی تلاوت یا اس پر اگر کچھ تدبر و تفکر کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے تو اس طرف کے بھی ذہن میں کچھ اعتبارات آجاتے ہیں۔

تحقیق۔ مکرمی دام لطفکم۔ السلام علیکم۔ عربی مثل ہے اذا جاءت الالفۃ رفعت الکلفۃ عارف شیرازی کا ارشاد ہے ؎

ماحالِ دل را با یار گفتیم　　　نتواں نہفتن درد از جبیباں

اس کے تحت میں یہ سب محمود ہے۔ اب جواب عرض کرتا ہوں۔ حادث بعد الحدوث کو مشاہدہ قدیم کا واسطہ بنانا دو تعلق سے ہوتا ہے۔ ایک تعلق صانع و مصنوع کا۔ اس تعلق سے واسطہ بنانا منصوص اور مامور بہ ہے۔ آیات اِنَّ فی خلق السمٰوٰت والارض الی قولہ لاٰیٰت لقوم یعقلون (بقرۃ) واِنَّ فِی خلق السمٰوٰت والارض الی قولہ ربنا ما خلقت ھٰذا باطلاً (آل عمران) وَاَفَلَا ینظرون الی الابل الی قولہ کیف سطحت (غاشیہ) وغیرہا سب اسی توسیط پر دال ہیں اور دوسرا تعلق ظاہریت و مظہریت مصطلحہ کا زائد علی التعلق الاول جس میں اس وقت کلام ہے سو یہ تعلق اور اس کی خصوصیات خود ذوقی و کشفی ہیں فکذا توسیطہ تعلق اول کی مثال کاتب و مکتوب کا تعلق ہے اور تعلق ثانی کی مثال شمس و ارض کا تنویری تعلق ہے۔ پھر اس تعلق ثانی کے توسیط کے دو درجے ہیں ایک تصور و تخیل کا دوسرا تصدیق و اعتقاد کا۔ دوسرا درجہ تو ظاہر ہے کہ اختیاری ہی ہوگا اور پہلا درجہ دو طرح کا ہے ایک استحضار فی الذہن قصد و اختیار سے، دوسرا حضور فی الذہن بدون قصد و اختیار کے۔ یہ کل تین درجے ہوئے۔ سو چونکہ خود یہ تعلق اور اس کی خصوصیات کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں اور ذوق و کشف حجت نہیں اس لئے تین درجات مذکورہ میں اوّل کے دو درجے۔ یعنی اعتقاد اور استحضار بالاختیار تحت نہی ونکیر ولا تقف مالیس لک بہ علم، وان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً الآیۃ داخل ہوں گے اور تیسرا درجہ یعنی تصور و حضور فی الذہن بالاضطرار معفو عنہ ہوگا لقولہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفساً اِلَّا وسعہا اور اوّل کے دو درجے دلائل شرعیہ مذکورہ سے منکر ہونے کے علاوہ خود قواعد طریق سے بھی منکر ہیں۔ اس نکارت کا راز یہ ہے کہ تمام اہل ملل حقہ

جن میں حضرات صوفیہ بھی داخل ہیں اس پر متفق ہیں کہ یہ دوسرا تعلق یعنی ظاہریت و مظہریت مصطلحہ کا خود حادث بعد العدم السابق ہے اور قبل حدوث یہ تعلق معدوم محض تھا سو اس تعلق کی قید سے جو استحضار ہوگا خواہ قصداً یا تصدیقاً وہ مقید کا ہوگا اور مقید بوجہ حدوث قید کے حادث ہوگا تو یہ استحضار قصداً حادث کا استحضار ہوا جو غیرت محبت کے بالکل منافی ہے اس لئے خود وہ اہل ذوق بھی اس حکم کو ضبط نہ کر سکے کہ کل ما خطر ببالك فهو هالك والله اجل واعلیٰ من ذلك۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی نور آفتاب کا مشاہدہ اس تعلق کے واسطہ سے کرے جو اس کو ارض سے حاصل ہے۔ اور اس تعلق کے سبب خود دھوپ میں اجرام کے اختلاف ہیئات سے مختلف اشکال پیدا ہو گئے مثل تدویر و تثلیث و تربیع تو ان حصص مختلفۃ الہیئۃ کے ذریعہ سے مشاہدہ نور کا قصد کرنا ظاہر ہے کہ مستلزم ہوگا ان حصص کے قصد مشاہدہ کو۔ باقی اضطرار پر کوئی ملامت نہیں مگر یہ درجہ کمال سے متنزل ہے گو ضعیف کے لئے بالعرض اس طرح نافع ہو جاوے کہ درجہ کمال تک اس کے لئے موصل ہو جاوے جیسے دوا غیر مقصود ہے مگر علیل کے لئے غذائے مقصود کی استعداد پیدا کرنے کی وجہ سے گوارا بلکہ تجویز کر لی جاوے۔ مولانا متعدد تمثیلات کے بعد اسی کو ارشاد فرماتے ہیں

اے بروں از وہم و قال و قیل من خاک بر فرق من و تمثیل من

وفیہ اظہار للامر الاصلی

بندہ نشکیبد ز تصویر خوشت ہر دمت گوید کہ جانم مفرشت

وفیہ اظہار للامر العارضی اور تعلق اول کی توسیط میں ان وسائط کی ایسی مثال ہوگی جیسے عینک لگا کر کسی چیز کا مشاہدہ کرنا کہ عینک محض معین ہوگی۔ مشاہدہ شے مذکور کی اور مشاہدہ کے وقت بعض اوقات عینک کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا۔ میرے خیال میں مسئلہ کے سب پہلوؤں پر کافی اور ضروری کلام ہو گیا ہے اگر کچھ جزو متروک ہو گیا ہو ظاہر فرما دیں باقی کسی مامور بہ سے تشفی ہونا نہ ہونا یا دل و دماغ سے اس کا ملصق نہ ہونا یہ قابل التفات نہیں۔ امتثال مقصود ہے نہ کہ کیفیات و احوال۔ باقی اس جزو کو تیسیر اللخطب مکرر یاد دلاتا ہوں کہ اضطرار پر نکیر نہیں۔

النور۔ شوال ۱۳۵۸ھ

احادیث سے دل گھبرانے کا علاج

حال - حضرت بندہ کو مشکوٰۃ شریف آخری حصہ کے مطالعہ کی توفیق ہوئی مگر کتاب الاداب اور کتاب الرقاق کی احادیث سے دل گھبرا گیا اور معلوم ہوتا کہ بندہ کے اندر سارے عیوب موجود ہیں اور بندہ مجمع الامراض ہے اور اپنے اعمال کی طرف خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بھی قابلِ اعتماد نہیں حتیٰ کہ بندہ بے قرار ہو گیا۔ باب الریا اور سُمعہ کی احادیث سے پورا یقین ہو گیا کہ گذشتہ عبادت سب کی سب بیکار ہے مگر بندہ بہر حال اعمال پر قائم رہتا ہے کیونکہ حضرت سے یہ سُنا تھا کہ اعمال کو کسی وقت چھوڑنا نہ چاہیئے اُمید ہے کہ دُعا فرما دیں اور اس گھبراہٹ سے بھی تسلّی فرما دیں۔

تحقیق - دُعا کرتا ہوں اور اس گھبراہٹ سے اجر ملتا ہے بس تسلّی کے لئے یہی اعتقاد کافی ہے اور ساتھ ساتھ اصلاح کا اہتمام اور اس کے لئے دُعا بھی۔ (النور ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ)

درد وغیرہ میں تکلیف کا ہونا نعمت الٰہی ہے

حال - شفقت نامہ نے تسلّی بخشی الحمد للہ کہ اب درد وغیرہ کی تکلیف تو برائے نام ہی رہ گئی ہے

تحقیق :- الحمد للہ علیٰ نعمہٖ وان قلت لانہا باعتبار ثمرھا قد عظمت وجلت

حال - لیکن انگلیاں ابھی تک بیکار ہیں مُٹھی بند نہیں ہوتی۔

تحقیق - اللہ تعالیٰ کو اجر دینا ہے جس کا طریق وہی اپنی حکمت سے متعیّن فرماتے ہیں۔ پھر جب تبدیلِ طریق میں حکمت ہوتی ہے اس کو بدل دیتے ہیں اِس لئے تدبیر و دُعا ہر حال میں محمود و مطلوب ہے

حال - اب اسی کی تدبیر ہو رہی ہے مُٹھی بند ہونے لگے تو انشاء اللہ تعالیٰ کام چلنے لگیگا۔

تحقیق - اللہ تعالیٰ تعجیل کے ساتھ اس کی تکمیل فرمادے۔

حال - باقی ڈاکٹروں کا مشورہ تو وہی چلا جا رہا ہے کہ پھر سے بٹھایا جاوے۔

تحقیق - علمِ الٰہی میں جو خیر ہو اُس پر قلب کو منشرح فرمادے چلتے پھرتے کبھی یاد آجاوے ایک سانس میں تین بار اللھم خرلنا واختر لنا کہہ لیا کیجئے۔

حال - دیگر احباب سے درخواست دعا کے لئے حضرت نے جو ہدایت فرمائی الحمدللہ کہ اسی پر اس درجہ تک عمل ہے کہ اپنے نوکر سے بھی یہی درخواست کرتا ہوں۔

تحقیق - اسلام نے یہی عبدیت سکھلائی ہے اور یہ بڑی دولت وللہ در العارف الرومی فی قولہ ؎

جز خشوع و بندگی و اضطرار — اندریں حضرت ندارد اعتبار

حال - البتہ یہ ضرور ہے کہ حضرت کی شفقت و توجہ سے غیر معمولی تسلی ہوتی ہے۔

تحقیق - یہ آپ کی محبت اور حسنِ ظن کا ثمرہ ہے صدق اللہ تعالیٰ ظنکم،

حال - حضرت بیمار، آزار۔ دنیا میں کون نہیں ہوتا اپنے جاننے والوں میں بہتوں کا حال اپنے سے بدتر پاتا ہوں۔

تحقیق - یہ اعتقاد اور اس کا استحضار ایک مراقبہ ہے جو ایک نعمت ہے

حال - پھر ایسے کتنے ہوتے ہیں جن کو معمولی تدبیر و علاج تک کی مقدرت نہیں ہوتی۔

تحقیق - یہ دوسرا مراقبہ ہے جو دوسری نعمت ہے۔

حال - ساتھ ہی یہ بھی ایمان ہے کہ مومن کے کانٹا چبھنا بھی ضائع نہیں جاتا۔

تحقیق - یہ ایک تیسرا مراقبہ اُن دونوں سے اعظم ہے ان مراقبات کے عطا ہوتے ہوئے اگر تحمل میں جس کا ذکر آگے فرمایا گیا ہے کچھ نقصان بلکہ بالکلیہ فقدان بھی ہو مضر نہیں۔ یہ مجموعہ اُس نقص کا کافی تدارک ہے خصوص جبکہ یہ مراقبات اعمال اختیاریہ ہوں اور وہ نقص طبعی و اضطراری۔

حال - مگر خدا جانے حضرت میری کمزوری و بزدلی کس حد تک پہنچ گئی ہے کہ جسمانی تکلیف کا تحمل روز بروز گھٹتا جاتا ہے۔ شاید سالہا سال کے سلسلۂ علالت نے اتنا کم ہمت کر دیا ہے ادھر الحمدللہ کہ دو سال سے بہت اچھا تھا خصوصاً دمہ کے دوروں سے بالکل ہی محفوظ رہا اور طبیعت میں ذرا نشاط رہنے لگا تھا کہ اس ہاتھ کے حادثہ کے بعد اب کچھ دمہ کے آثار بھی پھر عود کر رہے ہیں جس سے اور دل خوفزدہ ہو رہا ہے۔ کاش ایمان ہی اتنا قوی ہوتا کہ صبر و رضا ہی کا اجر حاصل کر سکتا مگر اُلٹے کبھی کبھی شکایت کے وساوس آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم و مغفرت فرماوے۔

تحقیق - کیا خدا ناکردہ یہ ضعف تحمل ایمان کے قوی نہ ہونے کی علامت ہے۔ اس وقت ایک

حدیث ترمذی کی بے ساختہ ذہن میں آگئی۔ جس کو جمع الفوائد فضل الشہادۃ والشہداء سے نقل کرتا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء کی ایک تقسیم فرمائی ہے اُن میں قسم ثانی کے باب میں ارشاد ہے۔ قال ورجل جید الایمان لقی العدو فکانما ضرب جلدہ بشوك طلح من الجبن اتاہ سہم غرب فقتلہ الحدیث اس میں جودت ایمان اور جبن کو مجتمع فرمایا ہے جس میں صاف دلالت ہے کہ عدم تحمل اور قوّت ایمان جمع ہو سکتا ہے۔ البتہ اس قسم کے شہید کو درجہ ثانیہ میں اس لیے فرمایا گیا ہے کہ اس سے فعل اختیاری یعنی قتال کا بوجہ جبن کے صدور نہیں ہُوا۔ اور جہاں فعل اختیاری کا صدُور بھی ہو وہاں درجہ بھی کم نہ ہوگا۔ سو یہ آپ کے اختیار میں ہے الحمدللہ اس اختیار سے کام بھی لیا جا رہا ہے یعنی معترضانہ شکایت کا ارتکاب نہیں کیا جاتا۔ اور خود عاجزانہ شکایت بھی خلاف قوت ایمان نہیں۔ کما قال یعقوب علیہ السّلام انّما اشکوا بثّی وحُزنی الی اللہِ بعد قولہ یا اسفی علی یُوسف اور وسوسہ تو کوئی معتد بہ وجود ہی نہیں رکھتا فزال بحمداللہ کل اشکال۔

حال۔ اس مرتبہ تراویح ایک ایسے حافظ کے پیچھے پڑھنا پڑ رہی ہے جنہوں نے عملاً اپنی اجرت پہلے ہی طے کر لی ہے۔ کراہت معلوم ہوتی ہے کیا کرُوں۔

تحقیق۔ یہ کراہیت اجارہ علی الطاعۃ امام سے ناپسند کرنے والے مقتدیوں کی طرف متعدّی نہیں ہوتی کہ وہ نہ اس کے سبب ہیں نہ مباشر اور تیسری کوئی علت نسبت کی نہیں۔

(النور۔ ذی قعدہ ۱۳۵۸ھ)

تتمہ سوال وجواب متعلقہ تنزیہہ محض

حال۔ عرصہ ہُوا کہ خدمت والا میں خلق وحق کے تعلق کو سمجھنے کے کے لئے کچھ معروضات پیش کیئے تھے جس کے جواب میں حضرت نے مسلک تنزیہہ کی جو تفہیم فرمائی تھی اُس سے اطمینان ہو گیا تھا کہ سلامتی بلاشک اسی راہ میں ہے۔ پھر ایک اور عریضہ اسی سلسلہ میں تھا جو مع جوابِ والا شوال کے النور میں شائع فرما دیا گیا تھا لیکن اب ہی اس ضمن میں ایک بڑی خلش باقی ہے۔ یہ تو بالکل صحیح ہے کہ قرآن مجید میں معرفت یا مشاہدہ حق

کی تعلیم بہت زیادہ صانع و مصنوع ہی کے تعلق سے فرمائی گئی ہے۔ خلق اشیاء کی بظاہر تین صورتیں نظر آتی ہیں (۱) جیسے بیج سے درخت یا انڈے سے بچہ پیدا ہوتا ہے (۲) جیسے کوئی صناع کسی مادہ میں کوئی تصرف کر کے کسی شئے کو بناتا ہے مگر خود مادہ اس صناع کا مخلوق نہیں ہوتا (۳) پہلے خود مادہ کو عدم محض یا لاشئی سے خلق کر کے پھر اس سے مختلف اشیاء مخلوق ہوں۔ حق تعالیٰ کے لئے بالعموم تیسری ہی صورت کا خیال ہوتا ہے

تحقیق۔ کسی دلیل سے یا بدون دلیل۔ دلیل کیا ہے اور بدون دلیل لا تقف ما لیس لک به علم کا معارضہ ہے۔ خصوص جب دوسری صورتیں بھی عقلاً ممکن و محتمل ہیں اور نصوص قطعاً کسی کے ساتھ غیر ناطق۔ خصوص جبکہ یہ بھی محتمل ہوں کہ مختلف صورتیں اشیاء کی تخلیق کی ہوں۔

حال۔ مگر اس میں ایک طرف تو عقلاً لاشئی سے شئے کا وجود بالکل ناقابل تصور معلوم ہوتا ہے

تحقیق۔ کیا ہمارے تصور کی صعوبت امتناع یا نفی کی دلیل ہے۔

حال۔ دوسری طرف ام خلقوا من غیر شیءٍ کی نص میں اس کی نفی متبادر ہوتی ہے۔

تحقیق۔ صحیح تفسیر یا محتمل بالسواء تفسیر کا ذہن میں حاضر نہ ہونا اس تبادر کا منشا ہے چنانچہ مفسرین نے من غیر شیءٍ کی تفسیر کی ہے مِن غیر خالق

حال۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مادہ اور اس کی مصنوعات کا وجود گو مخلوق حق ہوتا ہے لیکن اپنا وجود مستقلاً خالق سے جداگانہ رکھتی ہیں جو وحدت وجود اور اللہ تعالیٰ کی اس ہم جائی کے منافی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہے۔

تحقیق۔ خود اس عقیدہ ہمہ جائی ہی کی کوئی دلیل نہیں۔ جب وہ مطلق حیز سے منزہ ہے تو متعدد احیاز سے اس کا تحیز تو امکان سے ابعد ہے گو اس محاورہ میں توسع ہے کیونکہ مراد اس سے عدم تقید بالحیز ہے اور یہ محض تعبیر ہے اور وحدت وجود تعدد وجودات مضمحلہ کا نافی نہیں۔

حال۔ ایک چوتھی صورت خلق اشیاء کی وہ ہو سکتی ہے جس طرح ہم خود النفس میں اپنے خیالات و تصورات کو پیدا کرتے ہیں خصوصاً خواب کی صورت میں تو ہمارا ذہن ہو بہو بیداری کی دنیا کو پیدا کر لیتا ہے یا خود ہی اپنے معلومات و خیالات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ زیادہ قدرت

والی ذات نہ صرف بیداری میں اسی طرح سارا عالم پیدا کر سکتی ہے بلکہ ہمارے خواب سے بڑھ کر یہ قادر ذات اپنی تصوری مخلوقات انسان وحیوان وغیرہا کو ایسا بنا سکتی ہے کہ وہ خود کو اپنی اپنی جگہ مستقلاً ذی حس وادراک مخلوق پائیں۔ خلق اشیاء کی یہ صورت نہ صرف عقلاً زیادہ قابل قبول معلوم ہوتی ہے بلکہ نقلاً بھی بہت سے عقائد ونصوص کی تصحیح سہل واقرب ہو جاتی ہے اس لئے کہ خالق ومخلوق کے اس تعلق کا خلاصہ یہ ہے کہ عالم خود اپنے معلومات یا صور علمیہ کی صورتوں سے تجلی و ظہور فرماتا ہے اس میں نہ خالق ومخلوق کا عین ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ معلوم عین عالم نہیں ہو سکتا نہ اس طرح غیر ماننا پڑتا ہے کہ خالق کہیں ہو اور مخلوق کہیں۔ نہ اس میں لاشئ سے شئ یا عدم سے وجود کا لزوم ہوتا ہے جدید فلسفہ اور سائنس کے رجحانات کے بھی یہ صورت اقرب ہے

تحقیق ۔ ان اشکالات کا حل تو کچھ اسی صورت کے ساتھ مخصوص نہیں دوسری صورتوں میں بھی یہ اشکالات حل ہو سکتے ہیں۔ رہا سہولت حل سو یہ سہولت قیاس الغائب علی الشاھد سے ناشی ہے۔ یہ قیاس ہی بلا دلیل ہے خصوص جبکہ کسی دلیل کے بھی خلاف ہو اور وہ دلیل یہ ہو سکتی ہے کہ تصور کے بعد ان صور کا محل کیا ہو گا ذات یا خارج۔ اول شق میں ذات محل حوادث ہو گی جو مستلزم ہے حدوث کو۔ اور دوسری شق میں وہ صور علمیہ نہ ہونگی۔ دوسری صورتوں میں اور اس میں کیا فرق ہو گا۔

حال ۔ کن فیکونی تخلیق بھی اس سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ نفس نے کسی شئ کا ارادہ کیا نہیں کہ وہ خلق ہو گئی۔ اقربیت۔ احاطت معیت وغیرہا میں تاویل و توجیہ کرنا نہیں پڑتی۔ عالم سے بڑھ کر معلوم کے اقرب۔ اس کو محیط اور اس کے ساتھ کون ہو سکتا ہے۔ سب سے بڑھ کر اولیت و آخریت ظاہریت وباطنیت کا تعلق سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ معلوم من حیث المعلوم اوّل و آخر ظاہر وباطن سب عالم ہی ہوتا ہے پھر وھو بکل شئ علیم کو اگر ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن کے دعوی کی دلیل کا اشارہ قرار دیا جاوے تو خلق اشیاء کی یہ صورت منصوص ہو جاتی ہے کہ وہ ہر شے کا اول و آخر، ظاہر وباطن اس لئے ہے کہ وہ ہر شے کا علیم ہے یعنی شئ کی ماہیت اس کا معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق ۔ یہ سب تخمینات وجزافات ہیں جن کی حقیقت ابھی عرض کی گئی ہے اس لئے لوٹ

پھر کے اُسی قلعہ میں پناہ لینا پڑتی ہے جس کا حاصل ہے عدم خوض اور تفویض اور اقرار بالعجز عن الادراک جو ان آیات میں منصوص ہے قولہ تعالیٰ۔ فلا تضربوا للہ الامثال۔ قولہ تعالےٰ اشھدوا خلقھم۔ قولہ علیہ السلام تفکروا فی کل شیئٍ ولا تفکروا فی ذات اللہ تعالیٰ۔ ابوالشیخ فی العظمۃ عن ابن عباس (کذا فی الجامع الصغیر) واجمع العارفون علیٰ ان کل ما خطر ببالک فھو ھالک واللہ اجل واعلیٰ من ذٰلک وقال العارف الرومی ؎

نکتہ ہا چوں تیغ پولاد است تیز چوں نداری تو سپر واپس گریز
پیش ایں الماس بے اسپر میا کز بریدن تیغ را نبود حیا

پھر بعد تحریر بالا بے ساختہ نہایت قوت و انشراح کے ساتھ اس مسئلہ کی رُوح و لب قلب پر وارد ہوئی جس کے بعد کسی کلام کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ وہ کلام "ان الظن لا یغنی من الحق شیئًا" کا مصادم ہوگا وہ یہ کہ یہ تعلق مبحوث عنہ ایک نسبت ہے جس کے منتسبین ایک حق ایک خلق ہے اور ضروری عقلی قطعی ہے کہ نسبت کا ادراک بالکنہ موقوف ہے منتسبین کے ادراک بالکنہ پر اور خود خلق کا ادراک بالکنہ گو ممتنع بالکنہ نہیں مگر حسب تصریح حکماء محققین شیخ بوعلی سینا، وغیرہ غیر واقع ہے اور حق کا ادراک بالکنہ باتفاق عقل و نقل ابدالآباد کے لئے ممتنع ہے پس نسبت کا ادراک بالکنہ بھی ممتنع ہوگا پس اس کی طمع بھی عبث بلکہ مضر ہوگی۔ گو کلام کرنے والوں کے لئے کچھ تاویل کر لی جاوے گو اس تاویل کا درجہ اس سے زیادہ نہ ہوگا۔

؎ علیٰ اننی راض بان احمل الھویٰ
واخلص منہ لا علی ولا لیا

فقط

(النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۹ھ)

محبّت کے آثار مختلف ہوتے ہیں

حال - حضرت مخدوم و محترم ادام اللہ فیوضکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - خود قلم مبارک کے نامہ والا نے دستِ[۱] والا کی خیریت سے تو اطمینان بخشا لیکن اپنے دل کی خیریت سے اور بدگمان کر دیا - تھانہ بھون سے لکھنؤ تک اہل محبت کے اس موقع پر پریشانی وبیقراری کا جو ظہور ہوا وہ محبت کا عین اقتضاء تھا جس پر مجھ کو بیحد رشک آیا اور اپنے دل کی اس بے حسی پر نفریں کی - محبت کی راہ سے تو کوئی پریشانی و اضطراب محسوس نہیں ہوا صرف عقیدت کی راہ سے یہ دُعا کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو صحت وعافیت کے ساتھ طویل سے طویل حیات عطا فرمادیں اور اس کے افادات وبرکات اپنے بندوں اور اُمتِ مرحومہ پر تا دیر قائم رکھیں - الحمد للہ کہ حضرت سے عقیدت تو بہت غیر معمولی پاتا ہوں لیکن اپنے منعم و محسن سے کچھ نہ کچھ طبعی محبت ہو جانا بھی تو معمولِ انسانیت ہے - حضرت کے میرے دنیا اور دین دونوں پر کتنے احسانات ہیں اور پھر کتنی شفقت ہے اس کا خیال کرتا ہوں تو اپنی قساوت قلب کی شرم سے گڑا جاتا ہوں لیکن اتنی سنگدلی بھی بڑی بیماری ہے کہ مشکل ہی سے کبھی رونا آتا ہے اس لئے اس موقع پر شرم کو دور کر کے اپنے اس مرض کو ہی عرض کر دینے کا جی چاہا - الحمد للہ کہ رحم سے تو دل کو خالی نہیں پاتا - انسان کیا حیوان کی مصیبت پر بھی پسیج جاتا ہے اور اپنی ہمت بھر ہر طرح کی اعانت کے لئے آمادہ ہو جاتا ہوں - مگر جس کا نام رقّتِ قلب ہے اور جس کو محبت کا تعلق کہنا چاہیئے وہ مشکل ہی سے کسی کے ساتھ محسوس کرتا ہوں - اپنی ہر طرح کی نالائقیوں کا ادراک حضرت اب بہت بڑھ گیا ہے اور ہر طرح کی ناکامیوں کا بھی - دین کی بھی اور دنیا کی بھی - شاید اسی کا اثر ہے کہ طبیعت میں ایک دائمی انقباض سا رہنے لگا ہے - جس کی بدولت اب خط تک لکھنا گراں ہوتا ہے بلکہ خط لکھنے بیٹھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنا معمولی مدّعا تک ٹھیک لفظوں میں نہیں ادا کر سکتا - اور نہ ادا کر رہا ہوں - اس طرف یہ ہوا کہ ایک عزیز کو خط لکھا تو تین مرتبہ لکھا اور پھاڑا - خود حضرت کی خدمت میں کئی دن سے لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا - کل لکھنے بیٹھا بھی تو کچھ سمجھ میں نہ آیا - تھوڑا

---

[۱] اس کے ذرا قبل انگلیوں میں سردی کا کچھ اثر ہو گیا تھا ۱۲

لکھا تھا آج اس کو پھاڑ کر پھر سے لکھا ہے امید ہے کہ مزاج عالی بعافیت ہوگا خصوصاً ہاتھ جو وہ کچھ ایسی بات باقی رہ گئی تھی جس سے شانِ خط میں فرق محسوس ہوتا تھا وہ بھی جاتی رہی ہوگی۔ اب ہی یہ عریضہ ڈاک میں نہیں گیا تھا کہ مولینا شبیر علی صاحب کی خدمت میں جو عریضہ لکھا تھا اس کے جواب نے حضرت کی خیریت سے مزید اطمینان بخشا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

تحقیق۔ مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الحمد للہ مع ہاتھ اور انگلیوں کے صحت وخیریت سے ہوں۔ اُمید کہ شانِ خط کی شہادت بھی اس کی مؤید ہوگی۔ باقی اپنی کیفیت اور اس پر شبہات جو تحریر فرمائے ہیں اس میں دو چیزیں ہیں مقدمات ومقصود۔ اصل مطلوب چونکہ مقصود ہے اور مقدمات محض تابع۔ اس لئے مقصود کی تحقیق مع الدلیل پر اکتفا کرتا ہوں جس کے بعد مقدمات کا غلط ہونا اجمالاً تو فی الفور معلوم ہو جاویگا اور تفصیلاً بعد تامل واضح ہو جاویگا وہ تحقیق مع الدلیل یہ ہے کہ ایک محبت تھی حضرت صدیق اکبرؓ کی اور ایک حضرت فاروق اعظمؓ کی اور آثار دونوں کے مختلف جو وفات شریف کے وقت ظاہر ہوئے اور روایاتِ صحیحہ سے ثابت کیا۔ کیا حضرت صدیق اکبرؓ کی محبت محبت نہ تھی یا غیر کامل تھی۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی پر فضل فرماکر محبتِ صدیقیہؓ کے مشابہ محبت عطا فرمادے تو محلِ شکر ہے یا محلِ شکایت۔ اس کے بعد مقدمات میں غور کیا جاوے یا نہ کیا جاوے۔ مطلوب حاصل ہوگیا اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ الوان کا اختلاف ہے جس کا منشاء کبھی اختلاف استعداد ہوتا ہے کبھی دوسرے اسباب۔ اس تفتیش کی کوئی حاجت نہیں وفی مثلہ قیل ؎

عباراتنا شتّٰی وحسنک واحد وکل الی ذاک الجمال یشیر

واللہ اعلم بسرائر عبادہٖ وضمائرھم۔ والسّلام

(النور۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۹ھ)

عیال کے لئے کسب معاش کرنا بھی طاعت ہے

حال۔ ادھر تو تھانہ بھون کی حاضری کو بیحد دل چاہتا رہتا ہے۔ دوسری طرف اپنی تن پروری نفس پرستی۔ فکر معاش نے بھی گل کھلانے میں کچھ کمی

نہیں کر رکھی۔

تحقیق۔ اور ثواب میں بھی کچھ کمی نہیں کی کیونکہ عیال کے لئے کسب معاش طاعت ہے

(النور رجب ۱۳۵۹ھ)

خشوع فی الصلوٰۃ

حال۔ اس وقت میرے محلہ کی مسجد میں چونکہ میرے ہوتے ہوئے کوئی اور نماز نہیں پڑھاتا ہے نہ کوئی امام معین ہے ہر شخص میری عدم موجودگی میں نماز پڑھاتے ہیں مگر جب میں حاضر ہوتا ہوں تو مجھی کو مجبور کرتے ہیں۔ ہر نماز کے وقت مستقل کہنے پر نماز پڑھاتا ہوں۔ بغیر کہے کبھی بھی نماز نہیں پڑھاتا۔ اس پر بھی دل میں ہمیشہ اپنے کو یہ کہتا ہوں کہ تو جس طرح کا نالائق اور بدکار ہے غالباً بلکہ یقیناً تیری طرح جماعت بھر میں کوئی نہیں مگر یہ اللہ تعالیٰ کی ستاری ہے کہ تیرا پردہ فاش نہیں کرتے۔ اس قسم کا خیال اتنا غالب ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ دل میں یہ آیا کہ نیت توڑ کر ان سے درخواست کروں کہ میں معذور ہوں اور کوئی صاحب نماز پڑھادیں۔ میں بدترین خلائق۔ آوارہ۔ بدکار۔ روسیاہ۔ آقا کا نافرمان خبیث النفس ہرگز آقا کے سامنے کھڑا ہونے کے قابل نہیں اس کے ساتھ ساتھ پھر یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ بھی تیرے مالک ہی کی طرف سے حکم ہے اس طرح مجبور ہو کر نماز پڑھانا ہوگا۔ غلام کو اس سے اعراض کا حق نہیں ہے۔ اسی میں ساری نماز گذرتی ہے۔ سکون خلوص۔ خشوع۔ حضور قلب سے کوسوں دور رہتا ہوں۔ حضرت والا بندہ کو ایسے وقت میں کیا کرنا چاہیئے۔ جس طرح ارشادِ عالی ہو انشاء اللہ عمل میں لاؤں گا۔

تحقیق۔ یہ بھی خشوع ہی کا ایک رنگ ہے مگر موقت۔ چونکہ اب وہ ختم ہو چکا اس لئے اب اس کی طرف التفات نہ کیا جاوے۔ اور خشوع کا معروف رنگ اختیار کیا جاوے۔

(النور۔ رجب ۱۳۵۹ھ)

اخلاص کے نہ ہونے کا شبہ اور اس کا علاج

حال۔ حضرت اپنے متعلق جب تک بے خیالی

میں پڑا رہوں جب تک تو خیر لیکن غور و خیال کے بعد سخت اضطراب و کشمکش میں پڑ جاتا ہوں عام عبادات و فرائض کا تو ذکر ہی نہیں کہ وہ تمامتر ایک عادت کے ماتحت محض رسم کے طور پر جوں توں ادا ہوتے رہتے ہیں بغیر کسی قسم کی تازگی ایمان و بیداری و تعلّق مع اللہ کے۔ خود ان چیزوں پر جب بعد کو غور کرتا ہوں جنہیں اپنے نزدیک خاص ولولۂ دینی و حرارتِ ایمانی کے ساتھ انجام دیا تھا۔ مثلاً ملاحدہ کا جواب یا ترجمہ و تفسیر قرآن مجید وغیرہ تو بعد غور انہیں بھی اخلاص سے معرّا ہی پاتا ہوں۔ اور ان کی تہ میں بھی رضائے خالق سے کہیں زیادہ رضائے مخلوق ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ بار بار یہ جرح کرتا ہوں کہ اگر کہیں سے مطلق داد ملنے کی توقع نہ رہے تو جب بھی فلاں فلاں خدمت کا عزم و حوصلہ باقی رہے گا بار بار جی میں الجھن حسرت بلکہ یاس تک پیدا ہو جاتی ہے کہ کہیں یہ سب الّذین ضلّ سعیھم فی الحیٰوۃ الدّنیا کا مصداق نہ ٹھہر جائے اور کہیں کا بھی نہ رہوں۔ جب کبھی جنابِ والا کے مواعظ و تصانیف میں ریا وغیرہ کا بیان دیکھ لیتا ہوں تو وقتی طور پر تسکین ہو جاتی ہے لیکن پھر کہتا ہوں کہ کہیں یہ بھی دھوکا تو نہیں ہے کہ خواہ مخواہ دوسروں کا اور اچھوں کا حال اپنے اُوپر منطبق کر رہا ہوں کئی دن سے اس کیفیت کا زیادہ زور ہے۔ اس لئے بے اختیار یہ عریضہ لکھنے بیٹھ گیا۔

تحقیق۔ کسی ایسے شخص کو طبیب سمجھ کر اپنا مرض بتلانا جو خود اپنے کو اُس مرض میں مبتلا دیکھتا ہو یا سمجھتا ہو گو اس کے الوان کسی قدر مختلف ہوں اس معنی کر تو کم مفید ہے دائی العلیل علیل لیکن اس معنی کر زیادہ مفید ہے کہ ایسا شخص اپنے لئے بہت ہی خوض و فکر و اہتمام سے تدبیر تجویز کرے گا تو دوسرے کو وہ تدبیر بلا تکلف ہاتھ آئے گی۔ اس وقت اسی اصل کے ماتحت عرض کر رہا ہوں میرے نفس نے مجھ سے یہی شکایت کی۔ میں نے جواب دیا کہ ان سب مقدمات کو تسلیم کر کے تجھ سے پوچھتا ہوں کہ آیا اس کوتاہی کا تدارک اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔ ظاہر ہے کہ اختیاری ہے ورنہ شکایت اور قلق ہی بے معنی ٹھہرتا ہے۔ جب اختیاری ہے تو اب ماضی پر حسرت انفع و اہم ہے یا مستقبل میں تدارک۔ سو ظاہر ہے کہ شق ثانی ہی متعیّن ہے بس تو اس کے اہتمام میں مشغول ہونا چاہیئے اور شاید کسی پریشانی میں یہ وہم ہو کہ کوتاہی کی عمر تو اتنی دراز اگر تدارک کے لئے اتنا دراز وقت نہ ملا تو تدارک کیسے ہوگا۔ سو حل اس کا یہ ہے کہ تدارک کا

کمیت میں تماثل ضروری نہیں۔ قوت میں تماثل کافی ہے۔ اور وہ بھی اختیاری ہے اور اختیاری کے ساتھ سہل بھی۔ اب اس تدارک کی تعیین باقی رہی اوراس میں کوئی کلام بھی نہیں ہو سکتا۔ کہ عدم اخلاص کا تدارک صرف اخلاص ہے۔ پس ماضی پر استغفار کرکے مستقبل میں اخلاص اختیار کیا جاوے جو نہایت سہل تدبیر ہے۔ بلا ضرورت مشقت و تعب میں کیوں پڑا جاوے۔ یہ جواب ہوگیا تمام سوالات کا۔ اب اگر اخلاص کے متعلق کوئی سوال ہو تو بے تکلف ظاہر فرمایا جاوے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اس میں سہولت مشاہد ہوگی وفی مثل ھذا قال الحافظ ؎

گفت آسان گیر بر خود کارہا کز روئے طبع
سخت میگیرد جہاں بر مردمانِ سخت کوش

وکانہٗ ترجمۃ لحدیث من شاق شاق اللہ علیہ۔ واللہ اعلم

تحدث بالنعمۃ۔ میں نے تو جواب لکھنے کے بعد ہی بتوفیق حق کام شروع کر دیا جو بالکل سہولت سے ہونے لگا اور چونکہ آپ اس تنبّہ کا واسطہ بنے آپ کے لئے بھی خوب دعا کی تحصیل کی بھی، تکمیل کی بھی، تعدیل کی بھی، تسہیل کی بھی ومن اللہ التوفیق

حال۔ سیدی ومطاعی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ جواب گرامی حسب توقع جامع بھی تھا اور شافی بھی اب عرض یہ ہے کہ خود اخلاص کا معیار کیا ہے۔ یعنی قلب کو یہ اطمینان کیسے ہو کہ فلاں عمل خالصۃً لوجہ اللہ صادر ہوا ہے۔

تحقیق۔ مشفقی۔ السلام علیکم۔ جواب کے پسند آنے سے جی خوش ہوا۔ اس کے ساتھ ہی معیارِ اخلاص کے متعلق سوال کرنے سے ایک مشہور شعر یاد آگیا۔

عشق است وہزار بدگمانی ۔۔۔ باسایہ ترا نمے پسندم

انطباق کی تقریر یہ ہے کہ اخلاص کی حقیقت معلوم۔ چنانچہ خود سوال میں بھی اس کو ظاہر کر دیا گیا ہے کہ فلاں عمل خالصاً لوجہ اللہ صادر ہوا۔ پھر وہ حقیقت چونکہ مثل صفات نفس کے ہے جن کا علم حضوری ہوتا ہے۔ ادنیٰ التفات سے اس کا اثباتاً ونفیاً علم ہو سکتا ہے۔ اس لئے یہ سوال ایسا ہے جیسے کوئی پوچھے کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ میرا مسلمان رہنا خالص لوجہ اللہ ہے یا کسی غرض ومصلحت سے۔ سو جو اس کا جواب ہوگا وہی اس کا جواب ہے۔ وہ جواب یہ ہوگا کہ ایمان کی نہ حقیقت مخفی نہ اس کا

داعی مخفی پھر سوال کیسا۔ ایسے سوال کا منشا صرف غلبہ ہیبت ہے کہ شوائب موہومہ پر حقائق واقعیہ کا شبہ و وسوسہ ہو جاتا ہے اور اس کا خیالی وجود بھی ناگوار ہوتا ہے جیسے سایہ کوئی معتد بہ وجود نہیں رکھتا مگر کوئی بدگمان عاشق اپنے وہم سے اس کو معتد بہ سمجھ کر مقصود کا مصاحب دیکھ کر اس سے کراہت کرتا ہے۔ اسی طرح یہاں غلبہ ہیبت سے جو کہ اثر ہے محبت و عشق کا غیر مقصود کے درجہ وسوسہ کو مشابہ حقیقت کے سمجھ کر اس پر شبہ مشوب ہونے کا کرنے لگتا ہے اور گو یہ ہیبت بھی بجائے خود ایک امر محمود بلکہ مطلوب ہے کما اشیر بقولہ تعالیٰ والَّذِیْنَ یُؤتُونَ ما اٰتوا وقلوبھم وجلۃ۔ لیکن جس طرح ضعیف المعدہ غذائے قوی کا تحمل نہیں کر سکتا اس کے نافع ہونے کے لئے کسی ایسے جزو کے ساتھ اس کو مرکب کرنے کی بلکہ کبھی غالب کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کو موافق بنادے۔ ایسے ہی اس ہیبت کے ساتھ رجاء و انس کے منضم بلکہ غالب کرنے کی ضرورت ہے جس سے اس میں اعتدال ہو کر مفید ہو اور اس انضمام کا طریق یہ حکم لگانا ہے کہ جب ہم اپنے اختیار سے اس عمل میں کسی غرض مضموم کا قصد نہیں کرتے تو بس وہ خالص لوجہ اللہ ہے اور یہ حکم لگانا ہے کہ اگر بلاقصد اس میں کسی دوسری غرض کے شوب کا خطرہ محسوس ہو (اور منشا اشتباہ کا اسی خطرہ کا احساس ہے) تو محض وسوسہ ہے جس پر ذرا مواخذہ نہیں بلکہ ناگواری کے سبب اجر بڑھ جاتا ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ جب کسی غرض کا وسوسہ ہو اسی کے ساتھ فی الفور ابتغاء مرضات اللہ کی نیت کی تجدید کر لی جاوے۔ پھر وہ وسوسہ خواہ دفع ہو یا نہ ہو اس کے درپے نہ ہو وہ مدفوع ہی کے حکم میں ہے۔ واللہ اعلم۔ (النور۔ رجب ۱۳۵۹ھ)

دُنیاوی مصائب سے رُوحانی تکلیف نہ ہونا مبارک حالت ہے

حال۔ اب حالت یہ ہے کہ دُنیاوی مصائب سے روحانی تکلیف نہیں ہوتی۔

تحقیق۔ مبارک ہو۔

حال۔ اب ہر چیز کے لئے اللہ تعالیٰ کا محض فضل و کرم سمجھ کر اس کا شکر ادا کرتا ہُوں

تحقیق۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور ترقی ہوگی۔

حال - بہت سے کام بلا کسی بھاگ دوڑ کے ہو جاتے ہیں -
تحقیق - فضل ہے -
حال - مگر حبُ الدنیا کم نہیں ہوتی اس کے لئے جو مناسب تدبیر تجویز کی جاوے اُس پر انشاءاللہ عمل کرونگا -
تحقیق - کیا بھوک میں کھانے کی رغبت اور پیاس میں پانی کی رغبت بھی حُب دنیا میں داخل ہے اس کے جواب کے بعد آگے عرض کرونگا - (النور - صفر ۱۳۶۰ھ)

لباس اچھا پہننے پر لباس باطنی یعنی تقویٰ پر بھی نظر ہونی چاہیئے

خط اوّل

حال - بندہ کی طبعی حالت ہے کہ ہمیشہ صاف ستھرا رہوں میل کچیل کے ساتھ رہنے کو طبیعت نہیں چاہتی اگر میل کچیل کے ساتھ رہوں تو طبیعت میں بوجھ معلوم ہوتا ہے لہٰذا میں کپڑا اور جو چیز استعمال کرتا ہوں صاف ستھرا رکھتا ہوں مگر شبہ یہ ہے کہ جب کپڑا صاف پہنتا ہوں خاص کر جمعہ کے دن - جب جمعہ کی طرف صاف کپڑا پہن کر جاتا ہوں تو اپنا لباس حسین و خوبصورت معلوم ہوتا ہے اور دل میں مسرّت ہوتی ہے نہ کہ دوسروں کو دکھلانا مقصود ہوتا ہے بلکہ مقصود رضائے حق تعالیٰ ہے - اب حضرت سے یہ پوچھنا ہے کہ اس قسم کا حسین معلوم ہونا اور دل خوش ہونا کیسا ہے، اچھا ہے یا بُرا ہے -
تحقیق - اس وقت اپنے لباس باطنی یعنی تقویٰ کے میلے کچیلے ہونے پر بھی نظر ہوتی ہے یا نہیں -

خطِ دوم

حال - حضرت جس وقت اپنے لباس ظاہری پر نظر ہوتی ہے اور دل خوش ہوتا ہے - اس وقت اپنے لباس باطنی کے میلے کچیلے ہونے پر بھی نظر ہوتی ہے -
تحقیق - اس نظر کا کیا اثر ہوتا ہے افعال میں

(النور - رمضان ۱۳۵۶ھ)

برزخ میں اپنے لئے عافیت ہی سمجھنا قوتِ رجاء کی دلیل ہے

حال۔ علاوہ ازیں اکثر اوقات اندرونِ قلب میں یہ عقیدہ پاتا ہوں کہ برزخ میں میرے اور میرے متعلقین کے لئے سراپا راحت و عافیت ہی ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ نہ اس وجہ سے کہ میرے پاس کچھ اعمالِ صالحہ ہیں بلکہ محض اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین اور میں ضعیف ترین ہوں حضورِ والا کیا یہ وسوسہ شیطانی تو نہیں ہے۔ اس خیال کا نتیجہ سکونِ قلب تو ہے مگر جرأت علی المعاصی بالکل نہیں۔

تحقیق۔ یہ قوت ہے رجاء کی اور مبارک حالت ہے۔ البتہ اگر اس خیال کے آثار مذموم ہوتے جیسے جرأت علی المعاصی وامثالہا تو پھر یہ خیال اُمنیہ و غرور ہوتا جب یہ نہیں تو عین مطلوب ہے البتہ ہر کیفیت یا ہر درجہ کسی محمود چیز کا بھی ہر شخص کے لئے محمود نہیں جیسے بعض ادویہ نافعہ ہر مزاج کے لئے نافع نہیں۔ (النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ)

جنت میں جمال و جلالِ الٰہی متضاد نہیں

حال۔ اس پر یہ شبہ میرے دل میں ہوتا ہے کہ بہشت میں تو جمالِ الٰہی کا فقط مظہر ہوگا پھر جلالِ الٰہی کا منظر وہاں کیسے نظر آئیگا جو خشیت ہو۔

تحقیق۔ وہاں جمال اور یہ جلال متضاد نہیں جمال ہی عین جلال ہوگا وھو معنی قولہ علیہ السلام وما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربھم الا رداء الکبریاء علی وجھہ رواہ المسلم۔ فی باب اثبات رؤیۃ المؤمنین فی الآخرۃ ربھم اثبت الجلال المعبر عنہ بالکبریاء فی عین مشاھدۃ الجمال المعبر عنہ بالرؤیۃ وھذا الجلال ھو المانع عن ادراک کنہ الذات مع وقوع الرؤیۃ فالجمال محل الرؤیۃ والجلال حجاب الادراک۔ اور حق تعالیٰ کی تو بڑی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض مخلوقات کو وہ عظمت دی ہے کہ عین جمال میں ان کے جلال کا ظہور ہوتا ہے چنانچہ عمرو بن العاص رضؓ کا قول ہے وما کان احد احب الی منہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا اجل

فی عینی منہ، وما کنت اطیق ان املأ عینی منہ اجلالا لہ ولو قیل لی صفہ لما استطعت وان اصفہ لانی لم اکن املأ عینی منہ الحدیث رواہ المسلم فی باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ۔ اور پھر مخلوقات میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص شان ہے معمولی اور حسین محبوب کے جمال میں ظہور ہیبت کا ہوتا ہے۔ کما قال ؎

سامنے سے جب وہ شوخ دلربا آجائے ہے ۔۔۔ تھامتا ہوں دل کو پر ہاتھوں سے نکلا جائے ہے

وفی امثالھا کثرۃ فی کلام العشاق

تمہید (خط بالا کے (جس میں بعض احادیث اجتماع جمال وجلال کی منقول ہیں) جواب میں خط ذیل آیا جو مع جواب، ذیل میں درج ہے۔

حال۔ عطوفت نامہ نے بہرہ مند کیا۔ محبت وخشیت اور جمال وجلال کی یکجائی اور جامعیت کے سمجھنے میں خاکسار کو جو اشکال پیش تھا، بحمد اللہ کہ تحریر پُر تنویر سے وہ مندفع ہوگیا۔ یہ بھی تائید الٰہی ہے کہ اس سے پہلے کہ حضرت کا جواب آئے شوال ۱۳۶۰ھ کا مبلغ نظر سے گذرا جس کے دوسرے صفحہ میں حضرت نے اسی اشکال کو دُور فرما دیا تھا اور اس کا عنوان محبت اور خشیت کی یکجائی کے بجائے محبت اور ہیبت کی یکجائی ہے۔ اُسی سے تمثیلی جواب سمجھ میں آگیا تھا مگر اس والا نامہ میں احادیث سے استشہاد نے ہر خطرہ کو دُور کر دیا۔ فبحمد اللہ

تحقیق۔ اس سے بیحد مسرت ہوئی کہ بحمد اللہ تعالیٰ احادیث کا اثر آپ کے قلب پر نکات تصوف سے زیادہ ہوا۔ اصلی مذاق ہر مسلمان کا یہی ہونا چاہیے کہ اس کو اصل یعنی مشکوٰۃ نبوت سے زیادہ نور حاصل ہو بہ نسبت اس کے عکوس وظلال کے۔ (النور ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ)

رسالہ قید العلو عن کید العدو

مضمون۔ از بیحدان بحضرت اقدس متعنا اللہ تعالیٰ بفیوضہ وبرکاتہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جواب۔ محترمی زاد اللہ تعالیٰ عرفانہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مضمون۔ مکرمت نامہ نے سعادت تازہ بخشی۔ حضرت نے میرے متن کی جو شرح فرمائی ہے اُس سے اپنی نظر کا قصور معلوم ہوا

جواب۔ قصور پر نظر بھی مفتاح ہے کمال کا۔

مضمون۔ بے شبہ اگر یہ تنبیہ مبین ارشاد نہ فرمائی گئی ہوتی تو میرا خلاصہ ناکافی ہوتا۔

جواب۔ آپ کی سلامت فطرت سے ایک وقت میں اس کے کافی ہو جانے کی اُمید تھی۔

مضمون۔ اب خاکسار نے اپنے متن اور حضرت کی شرح کو یکجا کر لیا ہے۔

جواب۔ متعکم اللہ بہ وایانا

مضمون۔ اور جو انشاء اللہ میری زندگی کا کامل ہدایت نامہ ہوگا۔

جواب۔ اعانکم اللہ تعالیٰ

حال۔ اس شرح میں امراضِ روحانی مثلاً ریا، وکبر و فخر وحبِ جاہ و مال وغیرہ سے پاک ہونے کی بھی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں عرض ہے اللہ تعالیٰ کا یہ عجیب معاملہ اس بے استحقاق کے ساتھ ہے کہ خاکسار نے کبھی کسی منصب یا عہدہ کے لئے یا کسی اعزاز کے لئے کبھی جدوجہد نہیں کی بلکہ اکثر اشراف نفس بھی نہیں ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے خلق میں ظاہری قومی وعلمی مناصب کے اعزاز بلا طلب مرحمت فرمائے۔ اب تک مجھے اس بارہ میں صرف اسی قدر اہتمام رہا کہ میری طلب اور اشراف نہ ہو اور مل جائے تو قبول کر لیا۔ اب اس باب میں حضرت کی ہدایت کا منتظر ہوں کیونکہ ایسے موقعے پیش آتے رہتے ہیں۔ شرم وحیا کو کچھ دیر نظر انداز کر کے یہ بھی عرض کروں کہ بحول اللہ تعالیٰ وفضلہ یہ چیزیں نفس میں فخر وکبر کا موجب ابتک نہیں بنیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ورنہ بندہ کی کیا مجال جو کچھ کہہ سکے یا کر سکے حضرت سے اپنے کسی عیب کا چھپانا طبیب سے اپنی بیماریوں کا خفا ہے اس لئے عرض کی ضرورت ہوئی۔

تحقیق۔ مشورہ میں تو برکت ہی برکت ہے جو تفصیل تحریر فرمائی ہے اپنی ذات میں تو یہی کافی ہے اور اخیر حالت منتہی اور کامل کی یہی ہو جاتی ہے لیکن چونکہ یہ طریق غامض بہت ہے اور اس کا پورا مصداق ہے ع در راہِ عشق وسوسۂ اہرمن بسے است

اس لئے احتیاط بلیغ سے اس میں کام لیا گیا ہے اور مصرع اولیٰ کے ساتھ دوسرا مصرع اس پر تربت کے طور پر لگایا گیا ہے ع

ہُشدار گوش را بہ پیام سروش (وحی) دار

اور وحی بتلاتی ہے کہ فقیہٌ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد جس سے دو امر پر صاف دلالت ہے ایک یہ کہ اس کے مکائد دقیق ہیں دوسرا یہ کہ ان مکائد پر فقیہ کو اللہ تعالیٰ مطلع فرما دیتا ہے اس لئے اس کی ہستی شیطان پر شاق ہے۔ پس ان مکائد میں سے ایک مکیدہ یہ ہے کہ سالک پر تلبیس کر دیتا ہے یعنی کسی مقدمۂ معصیت سے جلدی کام نہیں لیتا۔ سالک جب اس میں رنگ معصیت نہیں پاتا تو اس کے مقدمہ ہونے سے اس کو ذہول ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے ایسے وقت کام لیتا ہے کہ وہ لابد دی ولا یجتنب کے درجہ میں آجاتا ہے اس لئے مصلحین شبہ ضعیفہ میں بھی معالجہ کی ضرورت سمجھتے ہیں چنانچہ اس شبہ میں آئمہ طریق نے یہ تدبیر کی ہے کہ افعال مباحہ جو صورتاً ذلت ہوں اختیار کرتے ہیں مگر اس نادان نے اس میں بھی ایک فتنہ سمجھا ہے یعنی شہرت۔ اس لئے ایک دوسرا علاج تجویز کیا ہے یعنی ایسے اعزاز و امتیازات کے اوقات میں استحضار اپنے ذنوب وعیوب و نقائص ورذائل کا اور ساتھ ساتھ تکرار استغفار کا۔ اس کا مدت طویلہ تک التزام رکھا جاوے۔ جب تک مُبصر شہادت صحت کے راسخ ہونے اور علاج کے ضروری نہ ہونے کی نہ دیدے۔ فقط

حال - ذکر کی اہمیت کی طرف اشارہ فرمایا گیا۔ ذکر کی کوئی خاص صورت میرے لئے نہیں فرمائی گئی ہے

تحقیق - کوئی خاص ہیئت مقصود بالذات نہیں جتنے امور اس قبیل سے منقول ہیں۔ سب استعداد کے اختلاف سے درجۂ معالجہ میں ہیں۔ جیسے طبیب نے ایک ہی مرض کے دو مریض کے لئے ایک ہی اجزاء تجویز کئے لیکن ایک کے لئے ان کا سفوف بنوایا اور ایک کے لئے اس کے حبوب بنوا دیئے کیونکہ وہ سفوف کو نگل نہ سکتا تھا۔

حال - میرا عمل یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے تصورِ ذات مذکور کا بصورت نور کر کے اور کبھی قلب کی طرف دھیان کر کے کہ آواز قلب سے نکل رہی ہے اسم ذات اللہ اکثر بجہر ادا کرتا ہوں اور جوش میں اکثر اضطراراً جہر ہو ہی جاتا ہے۔

تحقیق - ع - ہمچنیں میرد کہ زیبا میروی

البتہ صورت نور کے ساتھ تقیید اختیاراً اگرچہ بدرجہ اعتقاد نہ ہو مضر ہے

حال - بارہ ہزار کی تعداد ہر روز پوری کر لیتا ہوں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اعضاء میں وجد کی کیفیت ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی چیخ مارنے کو جی چاہتا ہے۔ نماز میں بھی احیاناً یہ صورت نمودار ہو جاتی ہے

اور کبھی کوئی کیفیت نہیں ہوتی۔ ذکر اللہ حدیث نفس کی طرح اکثر جاری ہو جاتا ہے۔ سوتے سوتے تک یہ حالت رہتی ہے مگر دوسروں سے گفتگو اور صحبت میں یہ بات جاتی رہتی ہے۔ ذکر میں تصور کامل یا دیر تک یکساں قائم نہیں رہتا۔ اس کی آرزو رہتی ہے۔

تحقیق۔ یہ سب تغیرات نفسانیہ لازمہ فی العادۃ ہیں۔ ان کے اختلاف کی طرف التفات نہ کیا جاوے البتہ اپنے مشیر کو اطلاع برابر دینا ضروری ہے۔

مضمون۔ حضرت کی دعاؤں کو اپنی کشائش کار کے لئے وسیلہ سمجھتا ہوں اور اس کا طلبگار رہتا ہوں۔ **جواب۔** دل سے دعاگو ہوں اور اپنے لئے دعا جو بھی

تمت الرسالہ　　(النور۔ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۱ھ)

رقت قلب کا پیدا ہونا آثار محبوبیت سے ہے

حال۔ میں جب سے آیا ہوں اس وقت سے قلب میں رقت زیادہ پیدا ہو گئی ہے جب بزرگوں کے واقعات پڑھتا ہوں تو اپنی زندگی اور اعمال کو دیکھ کر بے اختیار آنسو نکل پڑتے ہیں۔ قرآن و نماز پڑھتے ہوئے بھی بعض آیات کے مطالب پر غور کرنے سے دل بھر آتا ہے اور آواز گلوگیر ہو جاتی ہے۔

تحقیق۔ یہ سب آثار محبیت حق و محبوبیت کے ہیں۔ بلا واسطہ یا بواسطہ اہل حق کس کو نصیب اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیئے تاکہ اس سے مزید عطا ہو من حیث تدری او من حیث لا تدری

(النور۔ صفر سنہ ۱۳۶۲ھ)

کسی نعمت کو اپنا کمال سمجھ کر خوش ہونا برا ہے اور اللہ تعالیٰ کا نوال سمجھ کر خوش ہونا اچھا ہے

حال۔ میرا حال یہ ہے کہ پرسوں مسجد جاتے ہوئے راستہ میں اتفاق سے بلا قصد ایک عورت پر نظر پڑی۔ پھر فوراً اپنی نظر کو ہٹا لیا۔ نفس نے تقاضا کیا کہ دوبارہ دیکھوں مگر بفضلہ تعالیٰ ہمت

کرکے نفس کو اس فعل سے روکا بفضلہٖ تعالیٰ کامیابی ہوئی۔ اس کامیابی پر دل ہی دل میں بہت خوش ہوا مسجد پہنچکر عصر کی نماز ادا کی۔ پھر دل میں خیال پیدا ہوا کہ اپنے ایک ملاقاتی جو کہ مولوی ہیں ان سے اپنے متعلق ظاہر کروں کہ کچھ نہ کچھ علمی استعداد مجھ میں ہے اور نفس نے اس بات کے اظہار کی یہ صورت تجویز کی کہ ان سے کہوں کہ میں مدرسہ حسینیہ میں فلاں کتاب کا درس دیتا ہوں اور اس کا پختہ ارادہ بھی ہوگیا مگر خدا نے ہمت دی اور اللہ کے فضل سے اس سے بھی محفوظ رہا پھر اس موقع پر بھی دل میں بڑی خوشی ہوئی۔ اب خیال یہ ہوتا ہے کہ ایسے موقعوں پر جو دل میں بہت خوش ہوتا ہوں تو کہیں یہ خود پسندی یا اپنے کو باکمال سمجھنے کا نتیجہ تو نہیں ہے ..... اس وجہ سے ہمیشہ ایسے موقعوں میں پریشانی رہتی ہے کہ ایک گناہ سے بچا اور دوسرے کا مرتکب ہوا۔ اگر یہ نفس کی شرارت ہے تو براہِ کرم علاج فرمادیں دُعا فرمادیں کہ اس احقر کو اعمالِ صالحہ کی توفیق ہو اور خاتمہ بالخیر ہو۔

تحقیق۔ حق تعالیٰ نے ایک آیت میں لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین ارشاد فرمایا ہے ایک آیت میں قل بفضل اللہ وبرحمتہٖ فبذالك فلیفرحوا ارشاد فرمایا ہے۔ پس کسی نیکی سے کمال سمجھ کر خوش ہونا پہلی آیت کا مورد ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی نوال سمجھ کر خوش ہونا دوسری آیت کا مورد ہے اور یہ فرق ادنیٰ توجہ سے معلوم ہوسکتا ہے۔ (النور۔ صفر ۱۳۶۲ھ)

تخلیہ کیساتھ تحلیہ بھی ہونا چاہیئے

حال۔ اس وقت ایک ضروری امر دریافت طلب ہے وہ یہ کہ کچھ عرصہ سے قلب میں یہ داعیہ پیدا ہو رہا ہے کہ تخلیہ عن الرذائل کے ساتھ ساتھ ذکر اللہ کے ذریعہ تحلیہ بھی کرنا چاہیئے۔

تحقیق۔ تحلیہ کے اصطلاحی معنی تو اتصاف بالفضائل ہے جس کو تہذیب اخلاق بھی کہتے ہیں۔ ذکر اللہ ایک مستقل عمل ہے جس سے علاوہ اجر و ثواب کے تخلیہ اور تحلیہ میں اعانت بھی ہوتی ہے۔ اس لئے حق عبارت سوال کا یہ ہے کہ تخلیہ کیساتھ ذکر اللہ بھی کرنا چاہیئے اس کو تحلیہ کہنا ایک نئی اصطلاح ہے۔

حال۔ لہٰذا حضرت کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر اس حقیر کے حالات کے پیشِ نظر ذکر اللہ فی الحال مناسب و مفید ہو تو تجویز فرمادیں انشاء اللہ عمل کرونگا۔

تحقیق۔ مناسب کیا معنی بہت ضروری اور طریق کے واجبات میں سے ہے

حال - فی الحال میرے اوراد متعینہ یہ ہیں۔

تحقیق - آگے تفصیل ہے جس کی نقل کی حاجت نہیں۔ صرف ایک جزو کے متعلق یعنی بارہ بجے کے قریب تہجد ایک ضروری تحقیق تھی جو عنقریب مذکور ہوتی ہے۔ (النور۔ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ)

اس طرح کہنا کہ عافیت عطا فرما یہ کہنا خلافِ تفویض و رضا کے نہیں

حال - حضرت والا میرا اس طرح دُعا کرنا کہ ابھی عافیت عطا فرمایئے۔ مجھ میں سہار نہیں یہ تفویض اور رضا کے خلاف تو نہیں۔ مگر دل میں حق سبحانہٗ تعالیٰ سے کوئی شکایت نہیں تھی بلکہ جب کبھی دورے (مرض) ہوئے یہ خیال کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہیں اپنے بندوں پر مہربان ہیں جو کچھ فرماتے ہیں اس میں بندہ کی مصلحت ہے۔ اگر یہ میری حیات تک بھی رہے تو میں راضی ہوں۔

تحقیق - اس حالت کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ ابھی عافیت عطا فرمایئے تفویض و رضا کے خلاف نہیں ورد فی حدیث الاستسقاء اللھم اسقنا غیثاً مغیثاً مریئاً مریعاً نافعاً غیر ضار عاجلاً غیر اٰجل (رواہ ابوداؤد) و فی روایۃ عاجلا غیر رائث (جمع الفوائد عن الکبیر والبزار) (النور۔ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ)

بیماری میں اضطراب کا ہونا خلافِ صبر و توکل نہیں

حال - اپنے اس بشری اضطراب کو دیکھ کر (جو لڑکیوں کی بیماری سے اوپر مذکور تھا) بار بار یہ خیال آتا ہے کہ میرا یہ حال صبر و توکل کے خلاف ہے۔ مگر اس کا علاج نظر نہیں آتا۔

تحقیق - علاج تو مرض کا ہوتا ہے یہ اضطراب طبعی غیر اختیاری خود مرض ہی نہیں جو ضرورت علاج ہو اسی غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے یہ صبر و توکل کے بھی خلاف نہیں کیونکہ یہ دونوں اختیاری ہیں۔ پس دونوں جمع ہو سکتے ہیں پھر تخالف کہاں رہا۔ جیسے اپریشن کوئی رضا سے کرائے اور نشتر لگنے کے وقت زور سے آہ نکلے اور اس کے بعد جراح کو انعام بھی دے جو صریح علامت ہے رضا کی۔ یہاں اضطراب

اور صبر ورضا جمع ہو گئے۔ البتہ اس مثال میں اگر کلورا فارم سنگھا دیا جاوے تو الم محسوس نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر حکمت مقتضی ہوتی ہے تو کسی ایسے حال کو منجانب اللہ غالب کردیا جاتا ہے جس سے اضطراب طبعی بھی نہیں ہوتا۔ مگر یہ ناقص کیلئے تجویز کیا جاتا ہے اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے صاحبزادہ کی وفات پر آنسو نکلے جو دلیل ہے کمال کی۔

حال۔ اس موقع پر اپنے ایک اور وسوسہ کا جو بہت دنوں سے دل میں ہے ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں رات کو سوتے وقت کی دُعا میں جب فوضت امری الیك پڑھتا ہوں تو سہم جاتا ہوں کہ تفویض کا لفظ زبان سے ادا کرتا ہُوں۔

تحقیق۔ اخباراً یا انشاءً کوئی غیر مسلم جب اسلام قبول کرتا ہے اور آمنت یا اسلمت کہتا ہے اُس کا نہ سہمنا مرضی ہے یا نامرضی پس جو معنی آمنت کے ہیں وہی فوضت کے۔ ھذا اذا کانت الھیبۃ من صورۃ الدعویٰ وان کانت من الرضا بالمضار کما ھو ظاھر مراد الکلام کما یشعر بہ قولکم کہ اللہ تعالٰی کی شان الخ فجوابہ ماسیاتی فی قولی جیسے یحکم مایشاء الخ

حال۔ مگر دل میں یہ خطرہ موجود پاتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کی ذات تو یحکم مایشاء۔ ویفعل ما یرید ہے وہ میری ذاتی خواہشوں اور مصلحتوں کی رعایت کیوں فرمائیں گے

تحقیق۔ جیسے یحکم مایشاء ویفعل مایرید دلائل سے ثابت ہے اسی طرح رؤف بالعباد اور ان ربی رحیم ودود بھی ویسے ہی دلائل سے ثابت ہے تو دونوں میں تضاد کیا ہُوا۔ اور جہاں بندہ کی مصلحت کے خلاف کسی امر کا وقوع ہُوا ہے اس کا سبب اولین خود بندہ ہُوا ہے۔ کہ قصداً اپنی مصلحت کے خلاف کو اختیار کیا یعنی کفر و معصیت وابتغاءِ عوج پھر اگر اس پر اضلال اور منافع کا اخلال مرتب فرمادیا گیا تو سوال کا محل کون ہُوا وھو معنی قولہ تعالٰی مایفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وآمنتم وقولہ تعالٰی وما کان اللہ لیضل قوما بعد اذھداھم حتی یبین لھم ما یتقون۔ وقولہ تعالٰی وماظلمناھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون وغیرھا من الآیات پس ثابت ہوگیا کہ جو شخص اپنی مصلحتوں کی رعایت کرتا ہے اللہ تعالٰی اس کے خلاف کا ارادہ نہیں کرتے اگرچہ اس پر قادر ہیں وھذا حاصل یفعل مایشاء،

حال - ہرچند یہ علم ہے کہ وہ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی تاہم میرا یہ علم میرا حال نہیں بنتا

تحقیق - مقامات اختیاری ہیں اور حالات غیر اختیاری پس کسی مقصود کا حال نہ بننا نقص نہیں۔ جب مامور بہ مقام ہو جاوے یان یعمل بہ اختیاراً

حال - اور دل میں یہ چور ہمیشہ رہتا ہے اور دل میں کھٹکا رہتا ہے

تحقیق - اس کھٹک پر تو مدح ہے وقلوبھم وجلۃ

حال - معمولات بحمد اللہ جاری ہیں کبھی کبھی اضطراب میں ذکر کی تعداد معین میں ہزار دو ہزار کی کمی ہو جاتی ہے جس کا افسوس ہوتا ہے۔

تحقیق - اس سے کوئی خالی نہیں۔ یہ تشبہ بالمقبولین بھی بہت حکموں کو اپنی آغوش میں رکھتا ہے۔
ولا نحتاج الی التفصیل والتطویل ، (النور - ربیع الاول ۱۳۶۲ھ)

توکل کے پوچھنے والے کو جواب

حال - توکل کس کو کہتے ہیں اور توکل کس طرح کیا جاتا ہے۔ مخلوق سے عند المصیبت مدد طلب کرنا اور مصیبت کا اظہار کرنا منافی توکل ہے یا نہیں۔

تحقیق - اگر سوال سے مقصود مسئلہ کی تحقیق ہے تو اپنے اساتذہ سے پوچھو اور اگر عمل مقصود ہے تو اول کسی کو اپنا شیخ طریق تجویز کرو پھر اس سے پوچھو پھر وہ اپنی رائے سے ایسے سوال کا موقع بتلاویگا اور سائل کے ذمہ اس کا اتباع ہوگا۔ (النور - ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

قلب کو یکسوئی ہونا اثر ہے اعتماد کا

حال - گذشتہ عریضہ میں جو کچھ معمولات عرض کئے تھے ان میں حضرت والا نے جو کچھ تصویب و تصحیح فرمائی الحمد للہ اس کے مطابق عمل شروع کر دیا ہے۔ اپنے فتوائے قلب یا میلان کے بعد بھی تردد دفع نہیں ہوتا کبھی کسی جانب رجحان ہوتا ہے کبھی کسی جانب۔ لیکن حضرت کے ارشاد کے بعد قلب کو یکسوئی ہو جاتی ہے۔

تحقیق - یہ اثر ہے اعتماد کا جو کبھی محبت سے کبھی عقیدت سے علی سبیل مانعۃ الخلو

ناشی ہوتا ہے۔ یہ یاد نہیں رہا کہ جس چیز کے سلسلہ میں یہ تحریر فرمایا ہے اس میں میرا کوئی جواب رافع تردد عرض کیا گیا یا نہیں۔ میں نے اپنے خط سابق کی نقل بھی تلاش کی مگر کثرت مکتوبات مختلفہ کے سبب نہیں ملی۔ ایسے خطوط اگر تازہ خط کے ساتھ آجایا کریں تو کافی جواب کے لئے سہولت ہو۔

(النور۔ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

باب سوم

اخلاق رذیلہ کے بیان میں

کبر اور عمل کبر کا علاج

حال۔ احقر میں علاوہ اور رذائل کے ایک یہ بھی ہے کہ نو تعلیم یافتہ یا وہ علماء جو ذکر و شغل میں نہیں لگے یا کسی بدعتی شیخ کے معتقد ہیں یا کسی متبع سُنت کے تو معتقد ہیں مگر وہ شیخ طریقِ معالجہ سے واقف نہیں اور مریدین کو حضورِ والا کی طرح تعلیم نہیں کرتا غرض یہ سب فرق ناقص معلوم ہوتے ہیں۔ قلب میں ان میں سے کسی کی عظمت نہیں جس سے اپنے فضل اور کمال کا شان اور ان کی تحقیر معلوم ہوتی ہے۔ مگر بعد غور اس خیال کو بلا دلیل اپنے قلب میں پاتا ہوں کہ ہم کو عند اللہ کسی کے مرتبہ کا کیا پتہ ہے۔ اپنے عیب بھی پیش نظر کرتا ہوں اور اُن کے اعمالِ حسنہ کا بھی خیال کرتا ہوں۔ کہ ممکن ہے کہ ان میں کوئی خوبی ایسی بھی ہو جس کا مجھ کو علم نہیں اور وہ حق تعالیٰ کو پسند ہو اور اپنے اندر عیب ہیں اور ان پر مؤاخذہ ہو اس استحضار کے بعد اپنے کمال یا قبول کا تیقن تو نہیں ہوتا مگر ان کی عظمت بھی قلب میں کسی طرح نہیں آتی۔ اسی طرح درس یا وعظ میں اپنا درس و وعظ پسند آتا ہے اور حضرات کا خصوص بعض کا تو بالکل ناقص معلوم ہوتا ہے۔ غرض یہ کبر ہے اس کے ازالہ کی تدبیر فرما کر دستگیری فرمائی جاوے۔

تحقیق۔ یہ کبر نہیں، جو احتمال مستحضر ہوتا ہے وہ ازالہ کبر کے لئے کافی ہے مگر یہ اعتقاد کبر کا علاج ہے اور ضرورت ہے عملِ کبر کے علاج کی بھی۔ عمل کبر یہ ہے کہ برتاؤ تحقیر کا ہو وہ علاج یہ ہے کہ ان میں جو اہلِ حق ہیں ان کی مدح زبان سے اور اکرام برتاؤ سے کیا جاوے اور جو اہلِ باطل ہیں ان کی بلا ضرورت محض مشغلہ کے طور پر غیبت وغیرہ بالکل نہ کی جاوے

اس کے بعد ان کا دوسرا خط آیا جو ذیل میں درج ہے

حال (المعروض) کبر میں تو ایک اعتقاد ہے اور ایک عمل اس کے سوا باقی رذائل میں مثلاً

حسد ایک درجہ عمل اور دوسرا اس کا منشاء اور وہ منشا عقیدہ تو نہیں ہوتا ایسا ہی حب مال حب جاہ۔ ایک تو ان کے مقتضی پر عمل ہے اور اس عمل کا منشا وہ بھی عقیدہ نہیں مثلاً انا افضل من فلان اس قضیہ کے ساتھ علم ہے یہ علم جرم ہے اور انا احسد اس قضیہ کے ساتھ عقیدہ نہیں گو قلب میں حسد کی کیفیت ہے اور بعد تفکر اس قول کی تصدیق ہوتی ہے لاکن یہ علم جرم نہیں بلکہ اس کا منشا جرم ہے۔ اس سمع خراشی سے مطلوب یہ ہے کہ احقر یہ سمجھا ہے کہ کبر میں تو علم جرم ہے اور حسد اور حب مال، حب جاہ، غیبت وغیرہ کیفیات خاصہ جو منشا ہیں علوم کی وہ جرم ہیں ان کے بعد علوم جرم نہیں احقر کا یہ فہم غلط ہے یا درست ہے

تحقیق۔ یہ علوم جو کہ معصیت نہیں ناشی ہیں ان رذائل سے نہ کہ مناشی اور جو علوم مناشی ہیں ان رذائل کے وہ معاصی بھی ہیں مثلاً حسد میں انا احق بالنعمۃ من فلان اور حُبّ مال و جاہ میں المال والجاہ احق ان یطلبا ویرغب فیھما۔ پس علوم مناشی سب جگہ معصیت ہیں اور علم ناشی کبر میں بھی معصیت نہیں مثلاً انا متکبر بلکہ یہ تو اپنے عیب کا علم ہے۔

(النور۔ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ)

ریا میں قصد کو بدل لینا کافی نہیں بلکہ اس کا استحضار ضروری ہے

حال۔ ریا اختیاری ہے لہٰذا اس کا علاج بھی اختیاری ہوگا مثلاً اگر کسی کام میں ریا کا قصد ہو تو اس میں اس قصد کو بدل کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا قصد کر لونگا۔ اگر ریا سے خارج ہونے اور خلوص حاصل کرنے کے لئے یہ کافی ہو تو اور علاج کی ضرورت نہیں یہ طریقہ صحیح ہے یا غلط ارشاد فرمایا جاوے۔

تحقیق۔ یہ طریقہ صحیح اور کافی ہے مگر محض اس کا جاننا اور اس پر قدرت ہو جانا کافی نہیں۔ اکثر اہل طریق کو یہ دھوکا ہو جاتا ہے بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ مدت دراز تک اس کا استحضار اور اس کا استعمال رہے تاکہ اس میں رسوخ اور تمکین ہو جاوے اور ریا درجہ حدیث النفس میں بھی نہ رہے واصلہ قولہ تعالیٰ فی الانفاق۔ ومثل الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضات اللہ و

تثبیتاً مِّنْ انفسھم نعلم ان التثبیت مطلوب مع تحقق الاخلاص فی النیۃ

النور۔ محرم ۱۳۵۱ھ

زبان سے شکایت نکلنے کا علاج

حال۔ حضورِ والا مجھ میں اور امراض کے علاوہ ایک مرض یہ ہے کہ مرضی کے خلاف واقعہ کا تحمل نہیں ہے اور خلافِ مرضی بات پر زبان سے شکایت نکلتی ہے۔ تفویض پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن ضبط اور تحمل کی ہمت نہ ہونے کی وجہ سے ظالم کی شکایت کیا کرتا ہوں۔ یہ یقین ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے سب منجانب اللہ ہوتا ہے اور یہ بھی اعتقاد رکھتا ہوں کہ غیر اختیاری بات پر افسوس اور شکایت کرنا عبث ہوتا ہے لیکن ہمت نہ ہونے کی وجہ سے ضبط نہیں ہوتا ہے۔ اعتقاداً خدا کے حکم پر دل سے صابر و شاکر رہتا ہوں۔ گو خفیف سا یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات اس طرح ہوتی تو کیا حرج تھا لیکن بحمد اللہ مقدرات پر کبھی دل میں اعتراض نہیں پیدا ہوتا لیکن میں کوشش کرتا ہوں کہ زبان پر شکایت کا لفظ نہ آئے اور یہ بات حاصل نہیں ہوتی حضورِ والا اس کا علاج تجویز فرمائیں۔

تحقیق۔ جب کبھی کسی کی شکایت زبان سے نکلے مجمع میں اس شخص کی خوبیاں بیان کرنا چاہیئے کیونکہ کوئی نہ کوئی خوبی تو ہو ہی گی۔ (النور صفر ۱۳۵۱ھ)

خوشی میں فضول باتیں کرنے کا علاج

حال۔ مجھ میں ایک مرض ہے فضول باتیں کرنے کا اور احقر کی سمجھ ناقص میں اس کا سبب خوشی کا ہونا ہے۔ چنانچہ جب کبھی مجھ کو کوئی خوشی ہوتی ہے یا کوئی فکر نہیں ہوتا تو ایک جوش سا پیدا ہوتا ہے اور اس میں بہت باتیں کرتا ہوں تو اس سے سکون ہو جاتا ہے اور چپ رہوں تو رہا نہیں جاتا اور اگر جبر کر کے چپ ہو بھی جاؤں تو پھر کچھ دیر کے بعد طبیعت پریشان ہو جاتی ہے اور وہ پریشانی رفع ہوتی ہے باتوں سے۔ اور اگر پریشانی میں بھی چُپ رہوں تو پریشانی بدستور رہتی ہے اور ان باتوں میں فحش اور غیبت تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے اور جب تک فحش اور

غیبت تک نوبت نہیں آتی اس وقت تک وہ جوش کم نہیں ہوتا۔

تحقیق - علاج کی حقیقت ہے ازالہ سبب مرض۔ جب مرض کا سبب جوش ہے خوشی کا۔ اس کا علاج اس جوش کا فرو کرنا ہے اور اس خوشی کو اس کی ضد یعنی فکر و غم سے مغلوب کرنا ہے اور سب سے زیادہ فکر و غم کی چیز موت و اہوال بعد الموت ہیں یعنی واقعات برزخ و محشر و صراط و عقوبات معاصی۔ پس ایسے وقت میں ان واقعات کو مستحضر کرلیا جاوے۔ اگر ویسے استحضار ضعیف ہو تو کوئی کتاب اس مضمون کی لے کر مطالعہ شروع کردیا جاوے اور بہتر ہے کہ فوراً خلوت میں جاکر مراقبہ یا مطالعہ کیا جاوے اس کا علاج تو فوراً ہوجائے گا پھر اگر ضعفِ طبیعت سے ہیبت کے غلبہ سے تکلیف ہونے لگے تو رحمت و رجاء کی حدیثوں کو مستحضر کرلیا جاوے بس اعتدال ہوجائیگا اور اصل خوشی رہ جاوے گی جو مامور بہ ہے قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا اور یہ فضول حصہ خوشی کا زائل ہوجائے گا جو منہی عنہ ہے لاتفرح ان اللہ لایحب الفرحین (النور ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

تکبر کا علاج

حال - گذارش خدمت والا مرتبت میں یہ ہے کہ اپنے علم کو جو فن دنیوی سے متعلق ہو دوسرے لوگوں کے علم مذکور سے جن کا علم واقعی ناقص تر ہو قصداً بڑا سمجھنا یا بلا ایسے سمجھنے کے صرف زبان سے قصداً ایسا واقعہ بیان کرنا جس سے اپنا علم بڑا اور قوی اور اُن دیگر اشخاص کا علم ضعیف اور ناقص ظاہر ہو کیا کبر اور تکبر میں داخل ہے۔

تحقیق - اگر اپنے علم کو زیادہ سمجھنے کے وقت اس کا بھی استحضار ہو کہ یہ عطائے حق ہے جب چاہیں سلب کرلیں۔ نیز اگر میرے اندر ایک کمال ہو تو دوسرے میں ممکن ہے کہ اس سے زیادہ دوسرا کمال ہو۔ جس کے سبب یہ عند اللہ مجھ سے افضل ہو تو یہ تکبر نہیں۔ (النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ)

خجلت اور کبر میں فرق

حال - حضور بعض امور ایسے ہوتے ہیں جن سے تکلف و شان ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً عمدہ لباس پہ چکن و بیلدار وغیرہ

کے کپڑے پہننا۔ پھولدار جوتا پہننا۔ گھوڑے ہاتھی پر سوار ہونا وغیرہ۔ بعض وہ جو اس کے ضد ہیں مثلاً پھٹے کپڑے پہننا۔ ننگے پیر چلنا۔ سر پر وزن رکھنا۔ احقر کی طبیعت ان دونوں کام کرنے سے رُکتی ہے اور منشاء رکنے کا حیاء معلوم ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ عمامہ باندھنے سرمہ لگانے، پان کھانے سے بھی حیا معلوم ہوتی ہے۔ قرضدار سے قرض مانگتے ہوئے حجاب ہوتا ہے اگر کوئی صاحب قرض مانگیں اور اپنے پاس نہ ہو تو عذر کرنے کو طبیعت نہیں چاہتی۔ دوسرے سے لے کر دے دیتا ہے۔ بعض قرض وصول بھی نہ ہوئے۔ حضور جو کام حقیر سمجھے جاتے ہیں احقر ان کو نفس کچلنے کے لئے کر لیتا ہے حالانکہ حیا مانع ہوتی ہے۔ چنانچہ گھڑا بھر کر یا کوئی دوسرا بوجھ سر پر رکھ کر لیجاتا ہے۔ یہاں جامع مسجد میں جوتی گم ہو گئی تو ننگے پاؤں چلنے سے حیا روکتی تھی مگر حجرہ تک آیا اور پھر قصداً مدرسہ میں ننگے پاؤں چلا۔ ایک طالب علم نے اپنا بکس قدرے وزنی اسٹیشن پہنچانے کو کہا تو احقر سر پر رکھ کر لے گیا۔ ہاں جو افعال شان کے سمجھے جاتے ہیں اور ان کا منشا کبر بھی ہو سکتا ہے۔ اگرچہ ان کے کرنے سے حیاء ہی مانع ہوتی ہے نہ الحمد للہ کبر، مگر اس وجہ سے کہ احقر اپنے کو سرتاپا مریض اور بدتر از خلائق سمجھتا ہے ان کو بھی نہیں کرتا۔ البتہ طبیعت سادگی کے ساتھ صفائی و نظافت کو چاہتی ہے۔ خصوصاً نماز کی حالت میں دل یہ چاہا کرتا ہے کہ کپڑے صاف ہوں محبوب کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اپنے لباس وغیرہ میں نعمت کا اثر دیکھ کر بے ساختہ ہی خوب شکر دل سے بار بار نکلتا ہے۔ ایک کشش و محبت پیدا ہوتی ہے۔ حضور اب یہ خیال ہوا کہ حیا و غیرت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں بہ تکلف ایسے کام کرنے سے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دونوں نکل جائیں اس لئے حضور سے استفسار ہے کہ اعلیٰ و ادنیٰ دونوں قسم کے افعال سے رُکنے کا منشاء کیا ہے کبر ہے یا حیاء۔

تحقیق۔ قرائن سے خجلت ہی مانع ہے جس کو آپ نے حیا سے تعبیر کیا ہے

حال ۔ اگر حیا ہے تو طبیعت کے خلاف افعال کا ارتکاب کرنا چاہیئے یا نہ مثلاً سر پر بوجھ رکھنا ننگے پیر چلنا۔ پھٹے کپڑے پہننا وغیرہ۔

تحقیق۔ آپ نے اس میں اوپر یہ محذور محتمل سمجھا ہے کہ بتکلف ایسے کام کرنے سے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دونوں یعنی حیا و غیرت نکل جائیں اور اسی احتمال کی بناء پر یہ استفسار کیا ہے کہ ان افعال کا ارتکاب کرنا چاہیئے یا نہیں اور سو یہ احتمال تو معتدبہ نہیں کیونکہ اگر حیا و غیرت نکل بھی

جاوے گی تو خاص ایسے ہی افعال میں جو عرفاً دنی ہیں اور وہ غیر مضر ہے تو ان افعال ...... کے ترک کی یہ بنا تو صحیح نہیں لیکن دوسری بنا صحیح اور ہے وہ یہ کہ ان افعال سے شہرت ہوتی ہے اور شہرت سے تحرز مطلوب ہے الا ان یأمر الشیخ بشئ من ذٰلک۔

حال۔ جو کام شان کے ہیں ان کے کرنے سے حیا مانع ہو ان کو کرنا چاہیئے یا نہ خصوصاً جبکہ اپنا بڑا امر کرے مثلاً عید پر جوغہ پہننے کے لئے والد صاحب پھوپھی جی وغیرہ مجبور کرتے ہیں ناراض ہوتے ہیں اور احقر پر شرم کے مارے بار ہوتا ہے نگاہ اوپر نہیں اُٹھتی۔

تحقیق۔ جب قلب میں تنگی ہوتی ہے ترک کردے اور اگر اکابر امر کریں ادب سے عذر کردے۔ اگر نہ مانیں امتثال کرے کہ مجاہدہ ہے۔

حال۔ عمامہ باندھنا خصوصاً جمعہ و عیدین میں بوجہ حیا، ترک کیا جاوے یا نہ۔ ترک سنت کی وجہ سے اب حیا، کو ترجیح دینے کی ہمت نہیں ہوتی۔

تحقیق۔ یہ سنن مقصودہ نہیں پھر دوسری طرف تواضع بھی مسنون ہے جس کے بعض افراد واجب بھی ہیں تو مقصودیت کی شان تواضع میں زیادہ ہے بہ نسبت عمامہ کے۔

حال۔ احقر روزانہ اعمال کا محاسبہ کرتا رہتا ہے موافق تبلیغ دین کے اور مطالعہ بھی کرتا رہتا ہے اگر منشاء کبر ہے تو کیا موافق تبلیغ دین علاج کرے اور اس قسم کے افعال مذکورہ کرتا رہے یا اور کچھ علاج کرے۔

تحقیق۔ اوپر احتمال خجلت کی ترجیح ظنی سے یہ احتمال کبر ظناً منفی ہوگیا اس لئے اس پر کلام کی ضرورت نہیں۔ (النور۔ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ)

عُجب کا شُبہ

حال۔ احقر کی حالت یہ ہے کہ صبح سے عصر تک طلبہ سے گزرتا ہے اولاً تو کلام سے کچھ نفرت تھی یعنی کثرت کلام قطعاً پسند نہیں تھی خلوت پسند تھی اب اس کا کچھ احساس نہیں

تحقیق۔ ایک کیفیت کے غلبہ سے دوسری کیفیت مغلوب ہوجاتی ہے۔ ابتدا میں غلبہ زیادہ ہوتا ہے پھر اعتیاد کی وجہ سے کم ہوجاتا ہے یہ انقلاب اس سے مسبب ہے کچھ مضر نہیں معصیت نہ

ہونا چاہیئے اور یہ تکلف اپنے کو فضول سے بچانا چاہیئے ان شاء اللہ تعالیٰ اس تکلف سے رسوخ پیدا ہو جائیگا۔

حال - للہ اس کا علاج ارشاد فرمایا جاوے کہ کیا صورت اختیار کروں کیونکہ طلبہ سے بلا ضرورت کلام میں بھی وقت صرف ہوتا ہے اور بعد میں کچھ ندامت نہیں ہوتی۔

تحقیق - ندامت نہ ہونے پر تاسف یہ بھی ندامت ہے۔

حال - یہ یاد آتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی تھا کہ مجلس آرائی سے نفرت تھی عوام سے تو اب بھی دل میں بہت وحشت ہوتی ہے مگر طلبہ کے اختلاط سے نفرت نہیں۔

تحقیق - نفرت میں تو عجب کی آمیزش ہوتی ہے خدا تعالیٰ نے اس سے بچا لیا اور نفرت کی جو غایت مطلوبہ تھی وہ اب بھی اختیار میں ہے گو اس میں تکلف کرنا پڑے۔ کما ذکرته انفاً

(النور شعبان ۱۳۵۱ھ)

کثرتِ اکل مرض نہیں

حال - ایک سخت عیب میں اپنے کو مبتلا پاتا ہوں جس میں تبلیغ دین میں سب گناہوں کی جڑ بتلایا ہے یعنی کثرتِ اکل اور حرصِ طعام۔ افسوس کہ یہ بیماری بندہ کو بہت عرصہ سے ہے اور اب سے پہلے کبھی اس کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں ہوئی۔

تحقیق - جن کے قویٰ اچھے تھے اُن کے حق میں یہ لغیرہ مرض ہو جاتا تھا۔ اب خود قویٰ ضعیف ہیں اس لئے قلتِ اکل کی غرض خود حاصل ہے اب یہ مرض نہیں　　(النور۔ صفر ۱۳۵۲ھ)

رسالہ شمس[1] الفضائل لطمس الرذائل

کبر کا تفصیلی علاج

حال - باعثِ تحریر یہ ہے کہ ایک عرصہ سے اوّل تو احقر کو خود ہی شبہ تھا کہ مجھ میں تکبّر ہے پھر بعض حضرات نے بھی فرمایا اس سے وہ شبہ قوی ہوگیا لیکن یقین نہ ہوا۔ ایک عرصہ سے ارادہ کرتا تھا کہ خدمت اقدس میں اس مرض کو ظاہر کرکے علاج کروں مگر عدم یقین کی وجہ سے چپ رہا اس عرصہ میں احقر نے تبلیغ دین میں بھی تکبّر کے بیان کا مطالعہ کیا۔ اس سے تکبر کا حاصل یہ سمجھ میں آیا کہ اپنے سے دوسروں کو ذلیل سمجھنا (اگر غلط ہو تو براہِ کرم اصلاح فرمادیں) مگر اس کے بعد بھی شُبہ باقی رہا۔ اب میں اپنی حالت کو چند مثالوں میں پیش کرتا ہوں۔

(مثال اوّل) کچھ عرصہ کے لئے احقر نے مطبخ سے کھانا جاری کرلیا تھا چونکہ وہاں سے خود جا کر لانا پڑتا تھا اس لئے بہت عار آتی تھی خصوصاً جب کوئی ایسا آدمی جاتا تھا کہ جس سے جان پہچان ہو اُس وقت اور زیادہ شرم آتی تھی کہ لوگ کیا کہیں گے کہ ایسا کیا فقر طاری ہوگیا کہ مطبخ سے کھانا لینے لگا۔ نہ یہ کہ میری شان اس سے اعلیٰ ہے یہ کام میرے لائق نہیں۔ استغفر اللہ غرض ایک دو دفعہ لانے کے بعد دل میں آیا کہ کسی سے منگوالیا کرونگا مگر چونکہ شبہ ہوچکا تھا تکبّر کا۔ دوسرے کچھ طالب علمی کے بھی خلاف تھا اس لئے اخیر تک خود ہی لاتا رہا۔ اس سے یہ ہوا کہ یہ عار کالمعدوم ہوگئی تھی اور ایک عادت سی ہوگئی تھی۔

(ثانی) بازار سے کوئی وزن سر پر رکھ کر لانے میں بہت ذلّت معلوم ہوتی ہے اس خیال سے کہ لوگوں کا بازار میں مجمع ہے نہ یہ کہ میں اس سے عالی ہوں۔ نعوذ باللہ۔ چنانچہ اگر لوگوں کا مجمع نہ ہو تو لاسکتا ہوں۔

(ثالث) موچی کے پاس بیٹھ کر جوتا نہیں گٹھواتا بلکہ کھڑا رہتا ہوں اس کے پاس بیٹھنے میں

---

[1] (مصراع) فیہ تضمین لاسم السائل - ۱۲

ایک قسم کی ذلت سی معلوم ہوتی ہے اور اس کی علت بھی وہی ہے جو اس سے پہلے مثال میں عرض کی یعنی خیال ناس نہ خیال رفعتِ شان۔ ایک مرتبہ میری نظر سے اس مضمون کا ایک شعر گذرا کہ اتنا عجز و انکسار بھی اچھا نہیں کہ جس سے سفہار سر پر چڑھ جائیں۔ جب سے ان لوگوں کے ساتھ ظاہری انکساری سے پیش نہیں آتا۔ چنانچہ دل کو ٹٹولنے سے پتہ لگتا ہے کہ اگر کوئی آدمی بھی نہ ہو تب بھی موچی کی دوکان پر نہ بیٹھوں اس خیال سے کہ موچی نہ معلوم کیا خیال کرے البتہ دل میں اپنے کو افضل نہیں سمجھتا اور نہ اس کو افضل سمجھوں اور نہ اپنے کو ذلیل سمجھتا ہوں اور نہ اس کو مگر کسی خاص وقت کہ جس میں کوئی خاص کیفیت طاری ہو مثلاً خیال موت و احوال ما بعد الموت یعنی واقعاتِ برزخ و محشر و صراط و عقوباتِ معاصی پس ایسے وقت اپنی نظروں میں اپنے کو اس سے کیا ہر ایک شے سے ذلیل سمجھتا ہوں ورنہ عام طور پر (یعنی عام اوقات میں اور عام آدمیوں میں) جیسے کسی کو ذلیل نہیں سمجھتا ایسے ہی اپنے کو بھی کسی سے ذلیل نہیں سمجھتا

(رابع) پیوند کے کپڑے بھی نہیں پہنتا ہوں اس خیال سے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ بہت غریب آدمی ہے اور پیوند کے کپڑوں کو تو ویسے بھی (قطع نظر خیال ناس سے) طبیعت قبول نہیں کرتی میرا دل مجھ کو خود نفریں کرتا ہے کہ میں ایک بیہودہ خیال کی وجہ سے ایک سنت سے محروم ہوں۔ اور اپنے نفس کی شرارت کی وجہ سے بس یہی دل چاہتا ہے کہ اچھے اچھے کپڑے پہنوں اور یہ کہ مجھ کو تراش کا بہت خیال رہتا ہے۔ اپنے نزدیک جو سب سے اچھی تراش ہوتی ہے اس کو اختیار کرتا ہوں گویا نفس نے ہر طرح قابو پالیا۔

اِنّا لِلّٰہ و اِنّا اِلیہ راجعون۔

(خامس) کسی ایسے شخص کا نصیحت کرنا بہت ہی برا معلوم ہوتا ہے کہ جس کے برتاؤ سے مجھے یہ معلوم ہو جاوے کہ اس کے دل میں میری کچھ وقعت ہی نہیں۔ مجھے یہ کچھ سمجھتا ہی نہیں یا وقعت تو ہے لیکن طرزِ نصیحت سے یہ پتہ لگتا ہے کہ نصیحت سے محض میرا نفع مقصود نہیں بلکہ اس نصیحت میں کچھ نفس کی بھی آمیزش ہے یعنی غصہ میں کچھ اپنے دل کی بھڑاس بھی نکال رہا ہے۔ اور ایسے شخص کی طرف سے ایک کدورت اور انقباض پیدا

ہوجاتا ہے۔ لیکن ایسے شخص کی نصیحت کرنے کا اثر بد (یعنی وہ جو اس کا نصیحت کرنا بُرا معلوم ہوا تھا) اور ایسے شخص سے انقباض وکدورت تھوڑے دنوں کے بعد زائل ہوجاتی ہے اور پھر بہت ہی خفیف سی ندامت ہوتی ہے یعنی اس درجہ میں کہ مجھے ایسا نہ چاہیئے تھا اس سے کیا فائدہ۔

(سادس) اگر کسی کی طرف سے یہ خیال ہوجاوے کہ یہ ہماری جماعت کو یا مجھ کو ذلیل سمجھتا ہے تو میں بھی اس کے ساتھ اچھی طرح پیش نہیں آتا۔ چنانچہ مسٹروں کو اکثر سلام نہیں کرتا قصداً۔ اور اگر کبھی عادت کے طور پر سلام کرنے کا ارادہ ہوجاتا ہے تو فوراً رُک جاتا ہوں اس خیال سے کہ یہ لوگ طالب علموں کو ذلیل سمجھتے ہیں۔

(سابع) کسی کا درپے ہونا بھی بُرا معلوم ہوتا ہے۔ خواہ وہ بطریق محبّت ہی ہو یعنی کوئی بلاضرورت محض باتیں کرنے کو میرے پاس اگر ایک دو دفعہ آئے تو خیر کچھ نہیں لیکن اگر درپے ہوجاوے تو یہ تو مجھ سے کہا نہیں جاتا کہ یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ ایک شخص تو اخلاق سے محبّت سے پیش آوے اور میں اُس سے اس طرح کہدوں کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا پس اُس سے ایک انقباض سا ہوجاتا ہے اور اچھی طرح اس کے ساتھ بات نہیں کی جاتی اور اس کے یہاں کبھی جاتا بھی نہیں۔ غرض بہت تکلیف ہوتی ہے اور بہ تکلّف اپنے اقوال سے افعال سے اس پر یہی ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے تکلیف نہیں ہوئی۔ لیکن اصل میں اور نقل میں امتیاز ہو ہی جاتا ہے وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اچھی طرح نہیں ملتا اور دوسرے یہ کہ ہر شخص سے میں نہیں ملتا۔ ہر ایک سے ابتدا بالکلام نہیں کرتا اس میں بھی کچھ ذلّت سمجھتا ہوں۔ اور غالباً یہی سبب ہوا اُن کے اس خیال کا کہ اس میں تکبّر ہے۔

(ثامن) جیسا کسی کا مجھ کو ذلیل سمجھنا بُرا معلوم ہوتا ہے ایسے ہی کسی کا ادب کرنا بھی ناگوار گزرتا ہے۔ یہ آٹھ مثالیں پیش کر دی ہیں۔ اس وقت یہی ذہن میں تھیں۔ اب عرض یہ ہے کہ اگر مجھ میں تکبّر ہے تو ازراہِ کرم اس کا علاج تجویز فرماویں۔

تحقیق۔ یہاں کئی چیزیں ہیں متشابہ جن میں کبھی اشتباہ ہوجاتا ہے۔ کبر وعُجب وحبِ جاہ و ریا وخجلت پھر ہر ایک کے دو درجے ہیں حقیقت وصورت تو یہ دس چیزیں ہیں اور ہر ایک میں کلام طویل ہو سکتا ہے۔ مگر مختصر بقدر ضرورت جس سے تھوڑی مناسبت والے کو ہر درجہ کے سمجھنے

میں ضروری بصیرت ہوسکتی ہے اور واقعات جزئیہ کو اس پر منطبق کر سکتا ہے لکھتا ہوں باقی جس کو مناسبت ضروری بھی نہ ہو اس کے لئے نہ کلیات کافی ہیں نہ جزئیات کے لئے تحریر کافی ہے بلکہ اس کو ضرورت ہے کہ جب کوئی واقعہ پیش آوے اُسے کسی محقق کے سامنے پیش کرے۔ اگر تنقیح کی ضرورت ہو اس کا بھی جواب دے پھر وہ جو فیصلہ کرے اس کو علماً و عملاً قبول کرے۔ وہ مختصر کلام یہ ہے کہ تکبر کا حاصل یہ ہے کہ کسی کمالِ دنیوی یا دینی میں اپنے کو باختیار خود دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ دوسرے کو حقیر سمجھے تو اس میں دو جزو ہوں گے اپنے کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو حقیر سمجھنا یہ تو اس کی حقیقت ہے جو حرام اور معصیت ہے اور ایک اس کی صورت ہے کہ اس میں سب اجزاء ہیں بجز ایک جزو یعنی اختیار کے یعنی بلا اختیار ان اجزاء کا خیال آگیا یہاں تک تو معصیت نہیں لیکن اس کے بعد اگر اس خیال کو باختیار خود اچھا سمجھا یا باوجود اچھا نہ سمجھنے کے باختیار خود اس کو باقی رکھا یہ حقیقت کبر کی ہو جاوے گی اور معصیت ہو گی اور یہ جو قید لگائی گئی ہے کہ دوسرے کو حقیر سمجھے یہ اس لئے کہ اگر کوئی واقعی بڑائی یا چھوٹائی کا اس طرح معتقد ہو کہ دوسرے کو ذلیل نہ سمجھے تو وہ تکبر نہیں۔ جیسے ایک شخص بیس برس کی عمر والا دو برس کے بچہ کو سمجھے کہ مجھ سے عمر میں چھوٹا ہے یا ایک ہدایہ پڑھنے والا طالب علم نحو میر پڑھنے والے طالب علم کو سمجھے کہ یہ مجھ سے پڑھائی میں کم ہے یا ایک مالدار آدمی کسی مسکین کو یہ سمجھے کہ مجھ سے مال میں کم ہے مگر اس کو حقیر نہیں سمجھتا تو وہ کبر نہیں البتہ اگر یہ تفاوت واقعہ کے خلاف ہو تو ایسا اعتقاد کذب ہوگا مگر کبر و کذب متغایر ہیں۔ مگر ایسی بڑائی چھٹائی کا اعتقاد گو کبر تو نہیں لیکن اگر وہ محل تفاوت عرفاً و شرعاً کمال ہو تو یہ اعتقاد احیاناً مفضی کبر کی طرف ہو جاتا ہے اس لئے سدِ ذرائع کے طور پر اس کا بھی وہی علاج کرنا چاہئیے جو حقیقت کبر کا علاج ہے اور وہ ایک خاص مراقبہ ہے جس کی ایسے ہر وقت میں تجدید و تکریر کرلی جاوے جبکہ اس تفاوت کی طرف التفات ہو وہ مراقبہ یہ ہے کہ (الف) گو میرے اندر یہ کمال ہے مگر میرا پیدا کیا ہوا نہیں۔ حق تعالیٰ کا عطا فرمایا ہوا ہے اور (ب) عطا بھی کسی استحقاق سے نہیں ہوا بلکہ محض موہبت و رحمت ہے پھر (ج) عطا کے بعد بھی اس کا بقاء میرے اختیار میں نہیں بلکہ حق تعالیٰ جب چاہیں سلب کر لیں اور (د) گو اس دوسرے شخص میں فی الحال یہ کمال نہیں ہے مگر فی المآل ممکن ہے کہ میرے کمال سے زیادہ اس کو یہ کمال اس طرح حاصل ہو جاوے کہ میں اس

کمال میں اس کا محتاج ہو جاؤں اور (ط) اگر فی المآل بھی نہ ہو جیسا بعض اوقات ظاہری اسباب سے اس کا گمان غالب ہوتا ہے تو فی الحال ہی اس شخص میں کوئی ایسا کمال ہو جو مجھ سے مخفی ہو اور دوسروں پر ظاہر ہو یا سب ہی سے مخفی ہو حق تعالیٰ کو معلوم ہو جس کے اعتبار سے اس کے اوصاف کا مجموعہ میرے اوصاف کے مجموعہ سے اکمل ہو۔ اگر کسی کے کمال کا بھی احتمال قریب ذہن میں نہ آوے تو اس احتمال کو ذہن میں حاضر کرے کہ شاید یہ علم الٰہی میں مقبول ہو اور میں غیر مقبول ہوں۔ یا اگر میں بھی مقبول ہوں تو یہ مجھ سے زیادہ مقبول ہو تو مجھ کو کیا حق ہے کہ اس کو حقیر سمجھوں اور (ی) یہ خیال کرے کہ اگر بالفرض یہ سب امور میں مجھ سے کم ہی ہے تو ناقص کا کامل پر حق ہوتا ہے جیسا مریض کا صحیح پر ضعیف کا قوی پر، فقیر کا غنی پر، تو مجھ کو چاہیئے اس پر شفقت و ترحم کروں اس کی تکمیل میں کوشش کروں اور اگر کسی طرح قدرت نہ ہو یا ہمت نہ ہو یا فرصت نہ ہو تو دعائے تکمیل ہی سہی اور اس خیال کے بعد تکمیل میں سعی شروع کر دے تو اس تدبیر سے اس کے ساتھ تعلق شفقت کا پیدا ہو جاوے گا اور طبعی خاصہ ہے کہ جس کی تکمیل و تربیت میں سعی کرتا ہے اس سے محبت ہو جاتی ہے اور محبت کے بعد تحقیر نہیں ہوتی اور (ک) یہ بھی نہ ہو تو اس کے ساتھ لطف و اخلاق کے ساتھ کبھی کبھی بات چیت کر لیا کرے اس کا مزاج پوچھ لیا کرے اس سے جانبین میں تعلق ہو جاتا ہے اور ایسے تعلق کے بعد تحقیر معدوم ہو جاتی ہے البتہ اگر وہ شخص ایسا ہے کہ شرعاً اس سے بغض رکھنا مامور بہ ہے تو تدابیر مذکورہ میں سے بعض کا استعمال اس عارض کے سبب نہ کیا جاوے مگر بعض کا پھر بھی بغض کے ساتھ اجتماع ہو سکتا ہے۔ ان بعض کو استعمال کرے یہ سب کلام تو تکبر کے متعلق تھا اور عجب میں صرف ایک قید کم ہے باقی سب اجزاء وہی ہیں یعنی اس میں دوسروں کو چھوٹا سمجھنا نہیں صرف اپنے کو بڑا سمجھنا ہے اس میں بھی حقیقت اور صورت کے ویسے ہی درجے ہیں اور وہی احکام ہیں اور معالجات مذکورہ میں سے جن میں سے دوسرے کا تعلق نہیں وہ سب معالجات اس میں بھی ہیں اور ایک چیز اشیاء خمسہ مذکورہ میں حب جاہ ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جیسا اپنے کو اپنے دل میں بڑا سمجھتا ہے اس کی بھی کوشش کرتا ہے کہ دوسرے بھی مجھ کو بڑا سمجھیں اور میرے ساتھ تعظیم و خدمت کا معاملہ کریں چونکہ اس کا منشاء بھی تکبر یا عجب ہی ہے اس لئے اس کے اقسام و احکام و درجات و معالجات وہی ہیں جو کبر میں گزرے اور اشیاء خمسہ مذکورہ میں سے ایک چیز ریاء ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی عمل دنیوی یا دینی کو لوگوں کی نظر

میں بڑائی حاصل کرنے کا ذریعہ بناوے۔ اشیاء اربعہ مذکورہ میں یہ ذریعہ بنانے کی قید نہ تھی چونکہ یہ بھی کبر و عجب ہی سے پیدا ہوتا ہے اس میں بھی سب وہی درجات و اقسام و احکام و معالجات ہیں اور یہ سب احکام کلی ہیں۔ کبھی کبھی خصوصیت مقام سے بعض نئی صورتیں یا نئے معالجات بھی ثابت ہوتے ہیں جو مربی کی رائے پر متعین کئے جاتے ہیں۔ سب سے اخیر کی ایک قسم خجلت ہے وہ ایک طبعی انقباض ہے جو خلاف عادت کام کرنے سے یا حالت پیش آنے سے بلا اختیار نفس پر وارد ہوتی ہے اور سالک کو بعض اوقات غایت احتیاط کے سبب اس پر شبہ ہوجاتا ہے کبر وغیرہ کا۔ مگر واقع میں وہ کبر نہیں ہوتا۔ اور معیار اس کا یہ ہے کہ جس طرح یہ شخص ایک دنی یا خسیس کام کرنے سے شرماتا ہے اگر کوئی شخص اس کے ساتھ غایت درجہ کی تعظیم و تکریم کا معاملہ دل سے کرے تب بھی اس کو ویسا ہی انقباض ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو خجلت ہے ورنہ کبر۔ یہ تو اس کی حقیقت ہے جو غیر اختیاری ہونے کے سبب مذموم نہیں اور ایک صورت ہے کہ واقع میں تو کبر وغیرہ ہے مگر نفس نے تاویل کرکے اس کو خجلت میں داخل کرکے تسلی حاصل کرلی یہ اختیاری ہونے کے سبب مذموم ہے بلکہ دوسرے ذمائم مذکورہ سے بھی اشنع ہے کیونکہ تاویل کرکے غیر مباح کو مباح بنایا ہے جو اعلیٰ درجہ کی تلبیس و تدلیس ہے تو اور اقسام میں تو حقیقت مذموم تھی اور صورت غیر مذموم اور اس میں بالعکس جیسا مع الدلیل گذر چکا۔ چونکہ واقعات ثمانیہ میں سب اقسام کے اجزاء مذکور ہیں اس لئے سب اقسام کی تحقیق کی گئی۔ اب اخیر میں ایک معالجہ ممتدہ ذکر کرتا ہوں۔ کیونکہ معالجات مذکورہ وقتی تھے جن سے اثر کا رسوخ نہیں ہوتا۔ اِلّا نادرًا اور مبتدی کو ایک معتد بہا مدت تک اس معالجہ کی ضرورت ہے وہ یہ کہ بتکلف اوضاع و اطوار و عادات قلیل الجاہ لوگوں کے اختیار کرے حتیٰ کہ تواضع راسخ ہوجاوے مگر اس میں بھی اس کا خیال رکھے کہ غایت درجہ کی دناءت و خست اختیار نہ کرے جس سے شہرت تواضع کی ہوجاوے۔

اس کے بعد دوسرا خط آیا جو مع جواب درج کیا جاتا ہے۔

سوال۔ حضرت اقدس نے سب سے اخیر کے صفحہ کی داہنی جانب کے بالکل شروع میں تحریر فرمایا ہے (اس عبارت پر ایک لکیر کھینچ دی ہے) وہ عبارت یہ ہے کہ وہ (یعنی معالجہ ممتدہ) یہ کہ بتکلف اوضاع و اطوار و عادات قلیل الجاہ لوگوں کے اختیار کرے حتیٰ کہ تواضع راسخ ہوجاوے

مگر اس میں بھی اس کا خیال رکھے کہ غایت درجہ کے دناءت وخست کو اختیار نہ کرے جس سے تواضع کی شہرت ہو جاوے تو اس میں یہ سوال ہے کہ وہ اوضاع واطوار وعادات قلیل الجاہ لوگوں کے کیا ہیں۔ جن کو اختیار کیا جاوے اس کے جواب کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہوں کہ اس پر عمل کروں گا آنجناب بھی دُعا فرماویں کہ حق تعالیٰ مجھے عمل کی توفیق عطا فرما دیں۔

اور میری پوری اصلاح فرمادیں اور اپنی رضاء کامل عطا فرمادیں۔

جواب۔ السلام علیکم۔ ان کے جزئیات کا استیعاب کیسے ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ امور اختیار کیے جائیں جن سے ایک گونہ نفس کو انقباض ہو مگر دوسروں کی نظر میں وہ قابلِ التفات نہ ہوں جس سے شہرت تواضع کا احتمال ہو۔ (النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ)

بدگمانی کا علاج

حال۔ احقر کی یہ حالت ہے کہ بدگمانی کا مرض ایک مدتِ دراز سے قلب میں پیوستہ ہے۔ ذرا ذرا سی باتوں میں دوسرے بھائی بہنوں سے بدگمان ہوتا ہے۔ اپنے فہم ناقص کے موافق تدابیر بھی کیں۔ مگر یہ مرض دُور نہیں ہوا۔ للہ علاج تجویز فرمایا جاوے کہ یہ بدگمانی کا مرض خبیث دُور ہو۔

تحقیق۔ جب ایسی بدگمانی قلب میں آجاوے اول علیحدہ بیٹھ کر یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ نے بدگمانی سے منع فرمایا ہے تو یہ گناہ ہوا اور گناہ پر عذاب کا اندیشہ ہے۔ تو اے نفس تو حق تعالیٰ کے عذاب کو کیسے برداشت کریگا۔ یہ سوچ کر توبہ کرے اور دُعا بھی کرے کہ اے اللہ میرے دل کو صاف کردے اور جس پر بدگمانی ہوئی ہے اس کے لئے بھی دُعا کرے کہ اے اللہ اس کو دونوں جہان کی نعمتیں عطا فرما۔ دن رات میں تین بار ایسا کرے اگر پھر بھی اثر رہے دوسرے تیسرے دن ایسا ہی کرے۔ اگر پھر بھی اثر رہے۔ اب اُس شخص سے مل کر کہے کہ بلا وجہ مجھ کو تم پر بدگمانی ہوگئی تم معاف کردو۔ اور میرے لئے دعاء کردو کہ یہ دُور ہو جاوے۔

(النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ)

انقباض کبر نہیں

حال۔ گذارش یہ ہے کہ حضرت والا نے ایک شخص کو کبر کا علاج بتلایا تھا کہ مسجد میں ہر نماز کے بعد اعلان کرے کہ میرے اندر کبر کا مرض ہے سب لوگ دُعا کریں کہ مجھ سے یہ مرض جاتا رہے اس پر مجھے خیال ہوا کہ اگر تجھ سے یہ کہا جاوے تو کیا کرے گا تو میں اپنے اندر دیکھتا ہوں کہ اسکی ہمت نہیں معلوم ہوتی اور نہ جی اس کو خوشی سے قبول کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں میرے اندر تو کبر نہ ہو۔ پھر دل کبھی کہتا ہے کہ یہ حیا کی وجہ سے ہے اب حضرت والا سے درخواست ہے کہ اگر یہ کبر ہونے کی وجہ سے ہے تو علاج ارشاد فرمادیں۔ عین عنایت ہوگی۔

تحقیق۔ ایسا احتمال دلیل خشیت ہے مبارک ہو کبر کے لئے صرف یہی علامت کافی نہیں کیونکہ اس انقباض کا سبب کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ مرض نہ ہونے کے سبب علاج کی ضرورت نہیں اور کبھی کبر بھی سبب ہوتا ہے تو اب معیار اس کا دو امر ہیں۔ ایک یہ کہ دوسری علامات بھی پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ دوسرا امر یہ کہ اگر احتمال ہی پر مصلح اس کو تجویز کرے تو اس پر عمل کیا جاوے یا نہیں۔ گو عمل کراہت طبعیہ ہی سے ہو جیسے تلخ دوا طبعاً مکروہ ہے مگر مریض اگر طالب صحت اور طبیب کا منقاد ہے تو عمل میں موافقت کرے گا (النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ)

فخر سے امامت نہ کرنا

حال۔ حالت یہ ہے کہ کچھ دنوں سے امامت کو طبیعت چاہتی ہے اور یہ طبیعت چاہتی ہے کہ کوئی جھوٹوں بھی کہے کہ نماز پڑھاؤ تو احقر سچ مچ آگے بڑھ جاتا ہے اور غرض اس امامت کی یہی معلوم ہوتی ہے کہ قابلیت ظاہر ہو کہ یہ خوب پڑھتا ہے معلوم ہوتا ہے یہ مرض بہت ہی مہلک ہے یا یوں کہنا چاہیئے کہ تکبر کا بھائی ہے۔ للہ دستگیری کیجئے۔

تحقیق:۔ باوجود استدعا کے بھی امامت نہ کیا کریں۔

پھر یہ دوسرا خط آیا

حال۔ بہت بہتر ہے اب کسی کے کہنے پر بھی امامت سے عذر کر دیا کرونگا مگر ایک امر قابلِ دریافت ہے وہ یہ کہ احقر حافظ ہے رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن مجید سناتا ہے تو یہ

بھی ایک طرح کی امامت ہے تو کیا یہ امامت بھی نہ کیا کروں

تحقیق۔ کیا کرو اس کو کوئی شخص فخر نہیں سمجھتا۔ قرآن سنانے کی ضرورت سے سمجھتے ہیں۔

(النور۔ رجب ۱۳۵۳ھ)

حجاب اور کبر میں فرق

حال۔ فدوی ایک مرتبہ قرابت مندی میں گیا ہوا تھا (اور وہاں اس کو خرید و فروخت کی ضرورت نہیں پڑا کرتی) تو گوشت کی دوکان پر جانے کی ضرورت ہوتی تھی مگر نہیں گیا تھا اور گونہ حجاب محسوس کیا تھا۔

تحقیق۔ حجاب اور چیز ہے اور کبر اور چیز ہے حجاب کی حقیقت خجلت ہے جس کا سبب مخالفت عادت ہے حتیٰ کہ اگر اس شخص کی تعظیم کا سامان عادت کے خلاف کیا جاوے اس سے بھی شرماوے۔

خطِ دوم

حال۔ جواب سامی کے متعلق یہ عرض ہے کہ کمترین کی طبیعت اس قسم کی معلوم ہوتی ہے کہ اگر اس کی تعریف کرتا ہے تو شرم معلوم ہوتی ہے اور اگر تعظیم کرتا ہے مثلاً جانے آنے کے وقت کھڑا ہو گیا۔ کھانے وغیرہ میں تکلف کیا تو اس سے شرم نہیں معلوم ہوتی ہے بلکہ گونہ مسرت محسوس ہوتی ہے۔

تحقیق۔ کیونکہ یہ معاملات خلافِ عادت نہیں لیکن اگر کوئی ہاتھی پر بٹھلا کر دس بیس سوار جلو میں کر کے جلوس نکالے اُس وقت شرم آئے گی یا نہیں

(النور۔ رمضان ۱۳۵۳ھ)

غرور کا علاج

حال۔ مجھ میں غرور بہت ہے نماز جماعت میں کوئی شخص میلا کچیلا آجاتا ہے اس کے برابر کھڑے ہونے کو جی نہیں چاہتا۔

تحقیق۔ تحقیر کے سبب یا میلے ہونے کے سبب طبعی کدورت ہوتی ہے۔

حال:۔ بعض اوقات کسی کو شرع شریف کے خلاف دیکھتا ہوں اُس سے اپنے کو اچھا تصور کرنے لگتا ہوں۔

تحقیق۔ ہر اعتبار سے یا خاص اُس حالت کے اعتبار سے۔

(النور۔ محرم ۱۳۵۴ھ)

کبر کا علاج

حال۔ حضرتِ والا نے کبر کی تفصیل پوچھ کر یہ استفسار فرمایا تھا اگر خلافِ عادت کوئی ہاتھی پر بٹھلا کر دس بیس سوار جلو میں کر کے جلوس نکالے اُس وقت شرم آئے گی یا نہیں۔ اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ضرور شرم معلوم ہوگی لیکن فدوی کو اپنے نفس پر ذرہ برابر اعتماد نہیں ہے۔ اس لئے احتمال ہے کہ شرم نہ معلوم ہو اگرچہ احقر اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کر سکتا

تحقیق:۔ جب تک اس کے خلاف دلیل نہ ہو یہ ظاہر اور غالب ہی معتبر ہے اور اگر علاج میں مبالغہ کو دل چاہے تو ایسے کام کرو جو شرع کے خلاف نہ ہوں مگر وضع کے خلاف ہوں اور عرفاً موجبِ ذلت ہوں۔ (النور۔ شوال ۱۳۵۳ھ)

بخل کا علاج

حال۔ التماس یہ ہے کہ حضرت میری طرف مہمان بہت مدت کے بعد آتا ہے کوئی سال یا دو سال میں ایک دفعہ۔ پھر بھی مہمان کے آنے کے وقت طبیعت تنگ ہوتی ہے اور کوئی چیز جیسے مٹھائی یا میوہ کسی چھوٹے بچے کو دینا جس کے ساتھ محبت نہ ہو دل کو بہت بھاری لگتا ہے۔ علاوہ ازیں کسی کو کوئی کتاب دینا بھی دل کو گوارا نہیں ہوتا ہے۔ طبیعت یہ چاہتی ہے کہ نہ کوئی میرے پاس مہمان آوے اور نہ میں کسی کے پاس جاکر مہمان ہوؤں نہ کوئی مجھے کھانے کی چیز دے اور نہ میں کسی کو دوں۔ اگر کوئی دیتا ہے تو لے لیتا ہوں لیکن دل پسند نہیں کرتا ہے اب عرض یہ ہے کہ حضرت یا یہ علامت بخل تو نہیں۔ اگر ہے تو اس کا کیا علاج کیا جاوے۔

تحقیق۔ زیادہ حصہ آزادی کا ہے اور کچھ بخل کا۔ اول مبارک ہے ثانی نہ مبارک نہ نامبارک اگر اس کے مقتضا پر عمل نہ ہو ورنہ نامبارک مگر اختیاری جس کا علاج ممکن ہے اور کرنا چاہیئے۔

(النور۔ شعبان رمضان شوال ۱۳۵۲ھ)

کبر کا علاج

حال۔ میرے فلاں فلاں معمولات ہیں میرا دماغ کچھ کام نہیں کرتا کہ میں کس کو معمول رکھوں جس سے میرے امراض ظاہرہ و باطنہ کا

ازالہ ہو

تحقیق کیا تم یہ سمجھے ہوئے ہو کہ اوراد سے امراض کا ازالہ ہو جاتا ہے یہ کہاں سے سمجھے۔

حال۔ میرے نفس میں عرصہ دراز سے قصداً اس بات کی حرص و طمع رہتی ہے کہ کاش لوگ میری تعریف کرتے اور سلام و مصافحہ میں ابتدار اور معاملات میں میری رعایت کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ مجھ سے خود سلام و مصافحہ میں سبقت نہیں کی جاتی۔ معالجہ تجویز فرمادیں۔

تحقیق۔ اس قصد کے خلاف عمل کرو۔ یہی علاج ہے (النور۔ صفر ۱۳۵۴ھ)

کبر و حسد کا علاج

حال۔ حضور کی بدولت الحمد للہ شہوت پرستی کبر اور حسد سے نجات ہو گئی البتہ حسد کے متعلق یہ کیفیت باقی ہے کہ اگر کوئی شخص وہ کتابیں جو حضور کی میرے پاس موجود ہیں مانگتا ہے تو دینے سے دل رُکتا ہے اور اندر سے دُکھتا بھی ہے کہ کیوں دیکھتا ہے نہ دیکھے اور میں ہی مسائل سے واقف رہوں اگر یہ بھی دیکھ لیگا تو میرے مساوی ہو جائے گا۔ حضرت مجھے تو یہ خیال حب جاہ و امتیاز کا شعبہ معلوم ہوتا ہے۔ حضرت اس کا کیا علاج کروں۔

تحقیق۔ بے مانگے دیکھنے کو دیا کرو۔ (النور۔ صفر ۱۳۵۴ھ)

عُجب کا علاج

حال۔ مجھ میں کچھ عُجب کا مادہ معلوم ہوتا ہے یعنی بعض اوقات دل میں یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں حج کر چکے ہیں اور اب راہِ طریقت میں آکر پیر بھی بے نظیر شہرۂ آفاق اور متبع سنّت پالیا۔ وکالت اور زمینداری کا کام بھی ہم خوب چلا رہے ہیں بعض اوقات یہ بھی جی چاہتا ہے کہ لوگوں کی زبان سے دُنیاوی و دینی امور کے بجا لانے کی تعریف سنتا رہوں بالخصوص اس بات کو سُن کر بڑا مسرور ہوتا ہے کہ حضور نہ سونا چھڑاتے ہیں نہ کھانا نہ وکالت نہ زمینداری تو ایسا شیخ تو شاید ہی کسی نے پایا ہو جو وکالت و زمینداری رکھ کر ہر طرح کی اصلاح کا سامان بتادے اور اس قدر شفقت رکھے۔ میں تو پہلے سمجھتا تھا کہ جب تک انسان اپنے کو ان ہر دو پیشہ سے علیحدہ

نہ کرے اس وقت تک اصلاح ناممکن ہے وجوہِ بالا کی بنا پر مجھ کو خود پسندی معلوم ہوتی ہے اور کبھی کبھی دوسروں کی یعنی جو اپنے ہمجنس ہیں ان کی تحقیر معلوم ہوتی ہے اور افسوس معلوم ہوتا ہے، کہ ان کو حضور کے دربار میں حاضر ہونا نصیب نہ ہوا۔

تحقیق۔ اگر استحضار نعم کے ساتھ اس کا استحضار بھی کر لیا جاوے کہ یہ نعمتیں میرے استحقاق کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ موہبتِ الٰہیہ ہیں وہ اگر چاہیں ابھی سلب کرلیں اور یہ ان کی رحمت ہے، کہ بلا استحقاق عطا فرما رکھی ہیں اور دوسروں کے متعلق اس کا استحضار کر لیا جاوے کہ اگرچہ یہ لوگ ان خاص فضیلتوں سے خالی ہیں لیکن ممکن ہے کہ ان کو ایسی فضیلتیں دی گئی ہوں کہ ہم کو ان کی خبر نہ ہو اور ان کی وجہ سے ان کا رتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہو تو ان دونوں استحضار کے بعد جو سرور رہ جائیگا وہ عجب نہ ہوگا یا تو فرحت طبعی ہوگی جو مذموم نہیں اور یا شکر ہوگا۔ جب منعم کے احسان کا بھی استحضار ہو جس پر اجر ملیگا۔ (النور صفر ۱۳۵۴ھ)

کبر کا علاج

حال۔ باستحضار عیوب کبر کا علاج کرتا ہوں مگر ابتک کامیابی نہیں ہوئی۔

تحقیق۔ کرتے کرتے سب ہو جاتی ہے (النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

کبر کا علاج

حال۔ معمولات بفضلہٖ تعالیٰ پورے ہو رہے ہیں۔ فی الحال کبر نہیں معلوم ہوتا۔ دو چار باتیں حضرت بتلادیں تا کہ امتحان کروں کہ باقی ہے یا کہ جاتا رہا[۱]۔ حضرت کی محبت کا غلبہ بہت ہے نماز میں بھی اکثر خیال ہوتا ہے اور کبھی کبھی خشوع کے لئے کر لیتا ہوں[۲]۔ نماز میں دل خوب لگ جاتا ہے اور خشیت الٰہی کا غلبہ بڑھ جاتا ہے۔ حضرت سوائے محبت کے کوئی اور عمل نہیں اللہ تعالیٰ اس کو باقی رکھیں[۳] اور رہبر طریق بنادیں۔ جانے کو جی بالکل نہیں چاہتا مگر مدرسہ کی وجہ سے کل میرا ارادہ جانے کا ہے۔ حضرت کی دعا کا ہر وقت بہت محتاج[۴] ہوں۔ خوف حضرت کا اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ بولنے[۵] کی ہمت نہیں ہوتی۔

تحقیق ع۱ دو چار جزئیات امتحان کے لئے کافی نہیں بعض طبائع کی خاصیت یہ ہے کہ بعض

معاملات میں کبر پیدا نہیں ہوتا بعض میں ہوتا ہے اس لئے اس امتحان میں نہ پڑیئے اگر کسی خاص واقعہ میں شبہ پیش آویگا اس کی اطلاع کر کے مشورہ مناسب ہوگا (۲) نمازمیں قصداً نہ کیا جائے (۳) انشاء اللہ یوں ہی ہو گا (۴) بعض بُعد قرب سے زیادہ نافع ہوتا ہے (۵) دل سے دُعا ہے۔

(۶) اس کا منشا محبت مشوب بہ عظمت ہے جو طریق میں نہایت نافع ہے۔

(النور ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ)

کبر کا علاج

حال۔ بندہ اپنے اندر ایک مہلک مرض پاتا ہے وہ یہ کہ بندہ جب کہیں جاتا ہے تو بیٹھنے کے واسطے اگر کسی سے کم درجہ ملے تو دل میں ایک سوزش پیدا ہوتی ہے کیونکہ یہ لوگ علماء کی اہانت کرتے ہیں۔ یہ بات بندہ کو یاد آتی ہے اور خیال ہوتا ہے کہ یہ بھی ایک قسم کی علم دین کی ذلّت ہے معلوم نہیں کہ یہ کبر ہے یا نہیں۔ اگر کبر ہے تو حضور از روئے مہربانی علاج فرماویں۔

تحقیق۔ مبتدی کے لئے تو کبر ہی ہے علاج عملی یہ ہے کہ قصداً نیچے کے درجہ میں بیٹھے۔

(النور۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۴ھ)

عجب و تکبّر کا علاج

حال۔ بندہ..... درخدمت حضرت ذی البرکۃ والاحترام عرض پرداز است کہ مریا اکنوں ایں استفسار دارم کہ وجود ہر افتخار و تکبّر اختیاری در نفس قابل ازالہ است یا ہمچو مقولہ مشہورہ التواضع مع المتواضعین والتکبّر مع المتکبّرین بعض صورتہا ازیں حکم مستثنےٰ نیز ہستند۔

تحقیق۔ برائے مبتدی ہیچ استثناء نیست

حال۔ اگر اتفاقاً در امامت کردن نفس را خیال عُجب و پندار پیدا شدہ محسوس کنم پس علاج آں چہ طور اختیار نمودہ آید بترک امامت و مقتدی شدن پس دیگرے یا بطور دیگر۔

تحقیق۔ آیا دیگر امام صحیح خواں و مسائل داں موجود است۔

حال۔ و ہمچنیں اگر درامر بالمعروف و نہی عن المنکر خیال و وہم مذکور پیش آید پس از اندیشۂ آں

ہماں معاملہ را ترک کردہ آید یا چہ

تحقیق۔ آیا آں شخص مخاطب را تبلیغ شدہ است یا نہ

حال۔ ونیز بوقتِ پوشاک جامہ صاف پوشیدن بعض اوقات نفس بر وجود خود بہ پسندیدگی نظر میکند پس از خطرۂ عُجب وکبر در عین آں وقت دل را ایں حالت بسیار گراں مے آید پس دریں بارہ نیز رہنموئی فرمائند۔

تحقیق۔ خباثت ہائے نفس را مستحضر سازند۔

(**نوٹ از کاتب**) زبانی فرمایا کہ ان کو یہ لکھا ہے اور بعض کو ایسے موقع پر عمدہ لباس پہننے کو بھی منع لکھا ہے۔ سب کے لئے ایک ہی علاج نہیں اور اس اختلاف کا معیار محض شہادت قلب ہے کہ قرائن سے ہر ایک کے لئے جدا علاج کا مناسب ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔

(النور شوال ۱۳۵۴ھ)

کبر کا شبہ

حال۔ گذارش یہ ہے کہ ایک روز مغرب کے وقت مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک کم حیثیت کا آدمی میری بغل میں بیٹھا ہوا تھا اُس نے دریافت کیا کہ آپ روزے سے ہیں۔ میں نے اسے جواب تو دیا کہ نہیں لیکن اس کا یہ دریافت کرنا ناگوار گذرا کہ میں روزہ سے ہوں یا نہیں اس کو کیا حق تھا ایک فضول سوال کیا۔ اس شخص سے کچھ بے تکلفی بھی نہیں ہے۔ بعد میں خیال ہوا کہ اُس نے خیر خواہی کی نیت سے پوچھا شاید وہ کہنے کو تھا کہ وقت ہو گیا روزہ کھولیے اس کے پہلے روز روزہ کھولتے ہوئے دیکھا ہو گا اگر یہ کبر کی وجہ سے ہو تو حضرت اس کا علاج تحریر فرما دیں۔

تحقیق۔ احتمال بعید کا اعتبار نہیں ظاہراً تو اس کی بدتمیزی و بے اصولی ناگوار ہوئی۔

حال۔ کم درجہ کے لوگوں کو تم کہہ کر خطاب کرتا ہوں اور امیروں کو آپ کہہ کر کیا یہ کبر کی وجہ سے ہے

تحقیق۔ یہ کبر نہیں نزلوا الناس منازلھم تو تعلیم ہے

(النور ذی قعدہ ۵۴ھ)

کبر کی علامات اور ان کا علاج

حال۔ اور بموجب اصل (یعنی قاعدہ) حضرت والا کے ہیں اپنا ایک مرض پیش خدمت کرتا ہوں جو بندہ نے اوپر بھی عرض کیا یعنی کبر اس کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

(۱) تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی گناہ کا مرتکب نظر آوے اور بندہ اس کا مرتکب نہ ہو تو دل میں اپنے آپ کو اچھا سمجھنے کا خطرہ گذرتا ہے

تحقیق۔ اس خطرہ کو محبوب سمجھتے ہو یا اُس خطرہ سے نفرت وکراہت کرتے ہو۔

حال۔ (۲) اور اگر اس شخص کو اس گناہ سے منع کرتا ہوں تو تیز زبان سے منع کرتا ہوں تاکہ یہ شخص یہ سمجھے کہ یہ تو بڑا گناہ سے پاک ہے جبھی تو تیزی سے منع کرتا ہے

تحقیق۔ یہ تیزی فعل اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔

حال (۳) اور بعض وقت ان کو دیکھنے سے نفرت معلوم ہوتی ہے خصوصاً بد دین اور دُنیا کا زیادہ شوق رکھنے والا فضول باتیں بنانے والا مکار شخص۔

تحقیق۔ نفرت طبعی یا اعتقادی اور مع احتمال واستحضار اپنے عیوب کے یا بدوں اس احتمال واستحضار کے

حال۔ (۴) اور ایک علامت یہ ہوتی ہے کہ عوام لوگ جو نماز وغیرہ شریعت کے احکام کے پابند ہیں اور عام طور پر گناہوں میں مبتلا ہیں ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں

تحقیق۔ اس میں بھی وہی سوال ہے جو نمبر بالا میں ہے۔

حال۔ (۵) اور ان کے ساتھ اپنے سے بڑا اور اچھا جیسے نرمی اور تعظیم کا برتاؤ نہیں کرتا ہوں۔

تحقیق۔ یہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔

حال۔ (۶) اور ایک علامت اپنے کو اچھا سمجھنے کی یہ پاتا ہوں کہ اگر کوئی میری تعریف کرے اور کہے کہ تم مجھ سے اچھے ہو تو اس وقت اس کی بات رد کرنے کے لئے کہتا ہوں کہ نہیں صاحب آپ کو کیا پتہ میرے اندر بڑے بڑے عیب ہیں۔ آپ مجھ سے بہت اچھے ہیں۔ میں بہت خراب ہوں آپ کے پیر کی خاک کے برابر ہوں لیکن دل کی حالت اس قول کے مطابق نہیں پاتا بلکہ بعض وقت معلوم ہوتا ہے کہ فقط زبان ہی سے کہہ رہا ہوں اور اس شخص کو محض دھوکا دے رہا ہوں۔

تحقیق۔ اس احتمال کے ہوتے ہوئے اسلم یہ ہے کہ بالکل خاموش رہو۔ اور اگر ممکن ہو تو ادب

کسی گفتگو کا سلسلہ شروع کر دو تاکہ وہ تذکرہ منقطع ہو جاوے۔

حال۔ بندہ نے ان امراض سے بچنے کی بہت کوشش کی مگر افسوس یہ ہے کہ کامیابی نہ ہوئی۔ حضرت والا کی خدمتِ اقدس میں عرض ہے کہ ان امراض کا علاج ارشاد فرمادیں۔

تحقیق۔ ایک ایک چیز کا فیصلہ کرتے جاؤ علماً بھی عملاً بھی۔ یعنی اول ایک چیز کو پیش کر کے اس کے متعلق تعلیم حاصل کر کے اور اس پر عمل کر کے جب رسوخ ہو جائے دوسری چیز کے ساتھ یہی برتاؤ کرے۔

حال۔ اور دُعا بھی فرمادیں کہ بندہ کو تمام رذائل سے نجات ہو جائے۔

تحقیق۔ دُعا کرتا ہوں۔

حال۔ اور دیگر بندہ نے یہ طے کر لیا ہے کہ جہاں سے اپنے امراض نفس واضح ہوئے ان کا علاج بھی وہیں سے حاصل ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ میں اپنے آپ کو حضرتِ والا کے بالکل سپرد کرتا ہوں اور جو کچھ حضرتِ والا طریقۂ اصلاح اور علاج تجویز فرمادیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اس پر بخوشی عمل کروں گا۔

تحقیق۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمادے۔

(نوٹ تمہیدی) انہوں نے ایک خط میں لکھا تھا کہ جو شخص میرا وعظ سن کر بشاشت ظاہر نہ کرے اُس سے ناگواری ہوتی ہے۔ یہ مذموم تو نہیں اس پر پوچھا گیا کہ اگر ایسا شخص وعظ کی درخواست کرے تو وعظ کہدو گے یا انکار کر دو گے اس کے جواب میں یہ خط آیا۔

حال۔ درخواست وعظ کے بعد طبعاً تو گرانی رہے گی لیکن عقلاً موجبِ اجر سمجھ کر اسکی خواہش پُوری کر دوں گا۔

تحقیق۔ بس تو ملامت نہیں۔

حال۔ دوسری بات میں شبہ یہ ہے کہ یہ ایسی حالت تو نہیں جیسے عمدہ لباس پہن کر انسان اپنے آپ کو دیکھنے لگے

تحقیق دونوں میں فرق ہے۔ ایسا لباس ضروری نہیں اور ایسا وعظ ضروری ہے۔

(النور۔ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ)

تکبّر کا علاج

حال۔ عرض یہ ہے کہ میں اپنے اندر تکبّر کے آثار محسوس کرتا ہوں جیسا کہ بعض وقت خیال ہوتا ہے کہ میں اپنے علم و عمل میں فلاں فلاں آدمی سے بہتر ہوں پھر اس کے معالجہ کے لیئے میں اپنے دل میں یہ خیال پیدا کر لیتا ہوں کہ عمل موقوف ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی و توفیق پر جو محض فضلِ خداوندی ہے اور عمل کا اعتبار ہے خاتمہ پر اور خاتمہ کس کو معلوم نہیں ہے تو میں ان سے بہتر کیسے ہوں۔ اسی طرح علم بھی عنایت ہے خداوند تعالیٰ کی۔ اس پر تکبّر کرنا بے وقوفی ہے۔ دوسرے علم بے عمل جہل سے بھی بدتر ہے اور ممکن ہے کہ کوئی بے علم شخص تواضع اور عمل کی بدولت خدا کا محبوب بن جائے اور کوئی عالم بوجہ تکبّر اور عصیان کے عنداللہ مبغوض ہو جائے۔ لہٰذا مجھ جیسے نالائق گنہگار کو علم پر تکبّر نہ کرنا چاہیئے۔ اب حضرت سے التجا ہے کہ خیالات مذکورہ تکبّر ہے یا نہیں۔

تحقیق۔ ہے۔

حال۔ اگر ہے تو ان کے دفع کرنے کے لئے جو صورتیں عرض کی گئیں وہ صحیح ہے یا نہیں۔

تحقیق۔ صحیح ہے۔ (النور ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ)

کبر و حسد کا علاج

حال۔ احقر قبل مغرب مصلّی کے قریب بیٹھا تھا کہ ایک صاحب جو کہ یہاں سب رجسٹرار ہیں مسجد میں تشریف لائے۔ ان سے احقر کو کچھ تعارف نہیں ہے انہوں نے ایک اور مولوی صاحب سے مصافحہ کیا اور بیٹھ گئے۔ اس پر احقر کو یہ خیال ہوا کہ مجھ سے نہیں ملے اور ان صاحب سے ملے۔ فوراً ہی اس کے معنی ذہن میں آئے کہ یہ حسد ہے۔ اس پر احقر نے نفس کو ملامت بھی کی مگر عریضہ ہذا کا مضمون لکھتے وقت یہ بھی خیال ہوا کہ شاید یہ کبر ہو۔ چونکہ خود کو بڑا سمجھ کر یہ خیال ہوا کہ مجھ سے کیوں نہیں ملے جو واقعہ نفس پر گذرا تھا عرض کر دیا اس پر جو حضرتِ والا ارشاد فرمائیں۔

تحقیق۔ احتیاطاً دونوں مرضوں کا علاج ضروری ہے۔ حسد کا اس طرح کہ محسود کے لئے ہر نماز کے بعد دُعا کی جائے اور معاملات میں اس کی تعظیم کی جاوے اور مجامع میں اس کی مدح کی جاوے اور کبر کا علاج بھی اسی میں مندمج ہو گیا۔ (النور، شوال ۱۳۵۶ھ)

رسالہ حل الاشکال علیٰ ضرورۃ الشیخ مع وجود الاختیار فی الاعمال

کبر کا علاج

حال۔ حضرت المخدوم والمکرم ذوالمجد والمعظم حکیم الامت مجدد الملت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب عمت فیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بعدہٗ عرض ہے کہ بندہ نے حضرتِ والا کیساتھ اصلاح کا تعلق کیا ہے۔ حضرت نے یہ طریق تجویز فرمایا تھا کہ نفس کی ایک ایک حالت لکھو اور میرے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرو چنانچہ میں نے اپنے اندر امور دالہ علی الکبر پا کر ان کی اصلاح کے متعلق درخواست کی تھی حضرت نے تحریراً سوال فرمایا تھا کہ یہ امور اختیاری ہیں یا غیر اختیاری۔ میں نے جواب میں شق اول عرض کی تھی۔ حضرتِ والا نے جواباً تحریر فرمایا کہ اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہے۔ اب کیا سوال باقی رہا۔ بحمد اللہ تعالیٰ میں نے وہ امور ترک کئے مگر گاہے گاہے خیال نہ رہنے کی وجہ سے مرتکب ہو جاتا ہوں جس کا تدارک بعد میں ندامت اور توبہ سے کر لیتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ آیندہ انشاء اللہ العزیز خیال رکھونگا۔ اب میں حضرتِ والا سے ایک بات دریافت کرتا ہوں (اور واللہ العظیم وباللہ الکریم حاشا ثم کلا اس سے اعتراض مقصود نہیں ہے بلکہ) محض ایک شبہ جو کہ پیش آیا ہے اس کے حل کے لئے اور وہ یہ کہ شریعتِ مقدسہ کے جمیع احکام اختیاری ہیں اور میرے اندر اور بھی امراض ظاہرہ وباطنہ (متعلق اخلاق نہ کہ عقاید بفضلہ تعالیٰ عقائد تو درست ہیں) ہیں۔ پس وہ امور بھی اختیاری ہی ہیں۔ اب ان کو حضرتِ والا کے سامنے اظہار کر کے طریقہ ان کی اصلاح کا معلوم کرنے کے متعلق یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ اس کا جواب وہی ہے جو کہ اوپر مذکور ہوا کہ اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہے لہٰذا باوجود جواب معلوم ہونے کے پھر خواہ مخواہ حضرت والا کو تکلیف دینا یہ غیر مناسب معلوم ہوتا ہے اور اگر بایں وجہ مذکور اظہار امراض نہ کروں اور خود بخود اپنے طور پر یہ خیال کر کے کہ یہ امر اختیاری ہے لہٰذا اس کو اظہار کرنے کی ضرورت نہیں (بوجہ جواب مذکور معلوم ہونے کے) بلکہ اپنے اختیار سے توکلاً علی اللہ ہمت کر کے اس کو ترک کر دونگا۔ اور اگر غیر اختیاری ہے (مثلاً وساوس وغیرہ) تو اس کا مواخذہ نہیں ہے لہٰذا اس کے بھی اظہار کی ضرورت نہیں ہے۔ تو یہ خیال گلوگیر ہوتا ہے کہ پھر حضرت والا سے جو

اصلاح کے لئے تعلق کیا ہے تو اس کا تو سلسلہ ہی اب قائم کیسے رہ سکتا ہے۔ حالانکہ اصلاح کا سلسلہ تو بہت طویل ہے اور بہت مدت تک خط و کتابت و عرض حالت کے بعد اصلاح کا حصول ہوتا ہے۔ پس اس وقت یہی شبہ مستقر ہو کر اظہار امراض سے (توقفاً علی الجواب) مانع ہوا۔ جناب والا سے متوقع ہوں کہ اس کا حل فرما کر احقر کو تشفی بخش کر سرفراز فرمادیں۔ فقط والسلام مع الاکرام

تحقیق۔ السّلام علیکم۔ نفیس سوال ہے جس کا بعونہٖ تعالیٰ سلیس جواب ہے۔ مگر ایک خاص سوال کے جواب کی طرف متوجہ کرنے کو اس کی توضیح میں اعانت کا دخل ہے اس لئے فی الحال اسی کو کافی سمجھتا ہوں وہ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ طبی کتابوں میں تمام اغذیہ و ادویہ کے منافع و مضار مصرحاً مذکور ہیں جس کا قبل لحوق مرض مطالعہ کر کے ہر شخص کامل احتیاط کر سکتا ہے اور جو کسی اتفاق سے مرض لاحق ہو جاوے تو طبّی کتابوں میں ہر مرض کی علامات دیکھ کر مرض کی تشخیص اور تدبیرات دیکھ کر مرض کا علاج کر سکتا ہے۔ پھر طبیب کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ سو اس سوال کا کیا جواب ہوگا۔ اس ہی سے یہ سوال حاضر بھی حل ہو جائیگا۔ فقط۔

نوٹ:۔ یہ اجمالی جواب ہے جو مقصود میں کافی ہے اور ایسے ہی سوال کا ایک تفصیلی جواب بھی ہے جو مقصود میں زیادہ وافی ہے جو بصورت خط رسالہ النور بابت ماہ محرم ۱۳۵۱ھ میں بسلسلہ تربیۃ السالک شائع ہوا ہے جو اس عبارت سے شروع ہوا ہے۔ احقر اس سال دورۂ حدیث میں شریک ہے اور اس عبارت پر ختم ہوا ہے۔ متقدمین کو کم ضرورت تھی اس کو بھی ضرور دیکھ لیا جاوے۔ البتہ اس کے ص ۱۰ میں بعض غلطیاں کتابت کی رہ گئیں ان کو درست کر لیا جاوے۔ س ۵ میں ابتدائی کی جگہ صحیح ابتدا ہے اور س ۸ میں بلکہ کی جگہ ہلکہ ہے اور س ۷ ایں پر کی جگہ پھر ہے اور رسالہ حل الاشکال الخ دونوں اجمالی و تفصیلی جوابوں کے مجموعہ کا لقب ہے۔ فقط۔ (النور۔ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ)

تمت رسالۃ حل الاشکال

خط اوّل

غیبت کا علاج **حال**۔ حضرت والا غیبت کرنے اور سُننے کا مرض ہے۔ علاج ارشاد فرمادیں۔

تحقیق ۱ استحضار عقوبت وقت غیبت (۲) تامل قبل تکلم ۳ معافی چاہنا بعد صدورِ غیبت ۴ کچھ جرمانہ اپنے اوپر نقد کا یا نوافل کا۔

خط دوم

حال۔ فرمائے ہوئے طریقہ پر عمل کرتا ہوں جس درجہ میں مجھ سے کوتاہی ہو رہی ہے نمبروار درج کرتا ہوں تاکہ جنابِ والا اس کی اصلاح فرما دیں یہ مرض مجھ میں ایسا راسخ ہو گیا ہے کہ جانے کا نام ہی نہیں لیتا (۱) بعض وقت استحضار عقوبت بالکل نہیں رہتا اس کا کیا علاج کروں کہ استحضار رہے

تحقیق۔ بتدریج راسخ ہو جائیگا لگا رہنا چاہیئے۔

حال (۲) تامل بھی بہت کم ہوا اور پھر بھی غیبت ہو ہی گئی۔ تامل کیلئے کونسی تدبیر اختیار کروں۔

تحقیق۔ وہی جواب۔

حال۔ معافی ہر ایک سے بعد صدور مانگ لی جو موجود تھے جو یہاں سے چلے گئے ان میں سے جن کا پتہ معلوم ہے ان سے بذریعہ خط معافی مانگ لوں۔ اور جن کے پتے نہیں معلوم ان کی بابت کیا کروں۔ **تحقیق**۔ ان کے لئے استغفار

حال۔ جرمانہ چار نفل مقرر کیا ہے مگر باوجود اس کے غیبت ہو ہی جاتی ہے۔ مگر کمی کے ساتھ

تحقیق۔ وہی اوپر والی تدبیر۔ (النور۔ محرم ۱۳۵۴ھ)

غصہ اور کبر کا علاج

حال۔ خاص طور پر دو مرض ایسے لاحق ہیں کہ دماغ سے شاید ہی کسی وقت ان کا انفکاک ہوتا ہو۔ غصہ اور زود رنجی۔

تحقیق۔ انفعالات مضر نہیں اگر ان پر افعال مضرہ مرتب نہ ہوں۔

حال۔ اور کبر و خود پسندی

تحقیق:۔ ان کا بھی غیر اختیاری درجہ مضر نہیں اگر ان کے مقتضا اختیاراً پر عمل نہ ہو۔

حال۔ غصہ کے لئے بہتیرا ہی مراقبہ موت و انتقام ذوالجلال کرتا ہوں مگر اس میں کمی نہیں ہوتی گو الحمد للہ عمل پر مقتضے سے اکثر ہی رک جاتا ہوں۔

تحقیق۔ وہ کمی مطلوب یہی ہے (جس کے نہ ہونے کی شکایت کی گئی ہے) گو کیفیت (انغالیہ)

میں کمی نہ ہو۔

حال ۔ مگر اس اذیت سے نجات نہیں ہوتی ۔

تحقیق ۔ معصیت سے نجات کافی ہے اس حالت میں اگر اذیت ہو مجاہدہ ہے ۔

حال ۔ کبر کی بھی یہی کیفیت ہے گو اس کے مقتضا پر عمل نہیں ۔

تحقیق ۔ بس کافی ہے ۔ (قد سبق)

حال ۔ اور حضرت کے ارشاد کے مطابق امتثال مامور بہ اس طرح ادا ہو گیا مطمئن ہو جانا چاہیئے مگر اس میں ایک اشکال یہ ہے کہ بعض صورتوں میں مقتضا پر عمل کے بغیر بھی چارہ نہیں ۔

تحقیق ۔ عمل اگر حدود کے اندر ہے وہ مذمت سے مستثنیٰ ہے

حال ۔ کیا عرض کروں اس مجموعۂ خبائث کی تفصیل عرض کرتے حیا آتی ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں، صورت یہ ہے کہ اس احقر کا کوئی عمل بھی ایسا نہیں جس کا منشاء کبر نہ ہو۔ ملنے والوں سے اخلاق و تواضع یہ بھی اس سے خالی نہیں کہ مداح اٹھیں گے ۔ سلام میں تقدیم یہ بھی اس سے خالی نہیں ۔ کہ متبع و منکسر سمجھیں گے اعتراف کوتاہی کہ حق پسند کہیں گے ۔ دوسرے کا احترام اس لئے کہ وہ بھی اس طرح پیش آئے

تحقیق ۔ ان اغراض کی نیت یعنی قصد بالاختیار سابق علی العمل بیشک محذور و محظور ہے ۔ اور محض خیالات و احتمالات سے تاثر تعمق منہی عنہ ہے ۔

حال ۔ کید و حیلہ نفس کی یہ کیفیت ہے کہ اپنی شرارت و تاویل سے شر کو بھی خیر بنالے کوئی شخص بغیر سلام بات شروع کرے متاثر ہو کر جواب نہ دینا چاہتا ہوں اس لئے کہ خلاف تہذیب و شان کیا اور سامنے رکھ لیتا ہوں مضمون حدیث کو ۔

تحقیق ۔ وہی تفصیل مذکور قریباً یہاں بھی ہے

حال ۔ آہ حضرت کہاں تک عرض کروں اور امراض تو بجائے خود دو مرض تو قلب و دماغ اور جوارح پر ایسے مسلط ہو گئے کہ ایک مستقل دق کی شکل اختیار کرتے نظر آرہے ہیں ۔

تحقیق :۔ ایک شق اس کو نہ ہونے دے گی ۔

حال ۔ اور اس سے زیادہ کیا عرض کروں میری اس وقت کی اس ساری تحریر و گذارش کا منشاء

بھی یہی خبث ہے کہ حضرت میری حسیات صحیحہ کی داد دیں گے۔

تحقیق۔ اگر میں صحیح سمجھتا تو تفصیل کیوں کرتا تو داد کہاں ہوئی تو فریاد عبث۔ پھر اس سے قطع نظر ایک نکتہ قابل نظر ہے جس شخص سے اصلاح دین کا تعلق ہو اس کی نظر میں محمود و ممدوح ہونے کی کوشش کرنا بھی ملحق بالا اصلاح ہے کہ وہ خوش ہو کر اصلاح کی طرف زیادہ توجہ کرے گا وقل من تنتبہ لہٗ اذنبہ علیہ

حال۔ جھوٹا ہوں میں اگر دعوائے استصلاح کروں۔

تحقیق۔ نفس پر ایسی بدگمانی اوپر مذکور ہو چکی ہے۔

حال۔ اللھم اغفر وارحم واعف عن کل الرذائل۔ نہ مقتضا پر عمل مناسب نہ ترک ہی اس کا جائز کہ ہر دو میں مدارات نفس سمجھ میں نہیں آتا کیا کیا جائے۔

تحقیق۔ حدود اس اشکال کا حل ہیں۔ (النور صفر ۱۳۵۷ھ)

گھر میں اچھا لباس پہنانا منتہی کو مضر نہیں

حال۔ حضور کی تعلیم کی برکت سے اس ناچیز کی اہلیہ بہت نیک اور میری بیحد فرمانبردار ہے میں بھی اسے بہت خوش رکھتا ہوں۔ عام طور پر تو بفضلہ تعالیٰ یہ ناچیز اس بات کا منتظر نہیں رہتا کہ عام عورتیں میری اہلیہ سے عزت کا سلوک کریں مگر دل یہ چاہتا ہے کہ میں اپنی اہلیہ کو دنیوی لحاظ سے بھی باقی عورتوں سے ممتاز دیکھوں۔ اگر کسی رئیس یا اہلیہ کے گاؤں کی کوئی امیر عورت ہمارے گھر میں آنے والی ہو تو دل میں خواہش ہوتی ہے کہ اہلیہ دُھلے ہوئے صاف ستھرے کپڑے پہنے۔ اس وقت دو خیال دل میں ہوتے ہیں ایک یہ کہ وہ میری اہلیہ کو نظر حقارت سے نہ دیکھیں۔ دوسرے یہ کہ اہلیہ کو اچھی حالت میں دیکھ کر ان کے دل میں دین کی وقعت ہوگی۔ چنانچہ ایک دو موقعوں پر فرمائش کر کے اہلیہ کو میں نے صاف ستھرے کپڑے پہنائے ہیں مگر جب غور کرتا ہوں تو حقارت سے بچنے اور اہلیہ کو عام عورتوں سے ممتاز حالت میں دیکھنے کی خواہش غالب معلوم ہوتی ہے۔ دل میں کئی دفعہ کھٹک ہوئی کہ اس خواہش میں حب جاہ کی آمیزش ہے۔ حضرت عالی اگر یہ واقعی مرض ہو تو اس کا علاج ارشاد فرما دیں۔ جس طرح حضور ارشاد فرمائیں گے

دل و جان سے اس پر عمل کروں گا۔

تحقیق - یہ فرق منتہی کو تو مضر نہیں وہ علماً و عملاً حفظ حدود پر قادر ہے مگر مبتدی کو اس میں دھوکا ہو جاتا ہے اس کے لئے اسلم یہی ہے کہ اس کا اہتمام بالکل چھوڑ دے۔ اگر کوئی حقیر سمجھے اس کو گوارا کرے۔ (النور شوال ۱۳۵۸ھ)

کبر کا علاج

حال - علاجِ امراض میں کبر کا علاج مراقبہ عیوب و معاصی سے۔ بحمد اللہ فایدہ مند ہے۔ اب اکثر اپنے کو اپنی حیثیت میں سمجھتا ہوں کسی تحقیر و تذلیل بلکہ گالیوں سے بھی پہلا سا اثر بحمد اللہ نہیں ہوتا غصہ بھی بہت کم آتا ہے۔ آتا ہے تو بہت جلد تنبہ ہو جاتا ہے فالحمد اللہ علی ذٰلک

تحقیق - اللہ تعالیٰ ثبات و رسوخ عطا فرما دے۔

حال - اگر ایسے میں اور مرض کی طرف متوجہ ہونا مفید ہو تو امراض بہت اور بہت ہی خبیث خبیث ہیں۔

تحقیق - ہاں علاج کے لئے متوجہ ہونا مفید ہے۔ (النور ذی قعدہ ۱۳۵۸ھ)

حُبِّ جاہ و تکبّر کا علاج

حال - احقر نے عریضہ منسلکہ میں ایک رذیلہ کا علاج دریافت کیا تھا کہ مجھ میں حبِ جاہ معلوم ہوتا ہے اور اس کی مثال یہ دی تھی کہ بازار وغیرہ میں تنہا جاتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی ہے حضرتِ والا نے ازراہِ شفقت یہ علاج تحریر فرمایا کہ بہ تکلّف آباد راستوں سے تنہا بازار جایا کروں چنانچہ حسبِ تجویز حضرتِ والا ایک عرصہ تک اس پر عمل کرنے سے اب وہ بات نہیں رہی۔

تحقیق - الحمد اللہ

حال - البتہ ایک مرتبہ اپنے اعزہ میں گیا۔ بوجہ بارش وغیرہ راستہ خراب تھا۔ گرنے کا اندیشہ تھا اس لئے سامان کو اپنی پشت پر خلافِ عادت باندھ لیا۔ مگر جب ان اعزہ کے گھر کے قریب پہنچا تو حجاب محسوس ہونے لگا کہ ایسی حالت میں جاؤں کہ پشت پر سامان ہے۔ ناچار بغل میں دبایا۔

اس جواب سے احقر کو خیال ہوا کہ کبھی نفس کا مکر نہ ہو اور یہ بھی خیال ہوا کہ یہ عادت کے خلاف ہونے سے ہے۔ اب حضرتِ والا تحریر فرما کر ممنون فرمائیں کہ یہ کوئی مرض تکبر وغیرہ ہے یا خلافِ عادت ہونے کا عار ہے۔

تحقیق - دونوں احتمال ہیں لیکن علاج تو شبہ مرض میں بھی احتیاط کی بات ہے۔

حال - بہرحال حضرتِ والا اس کا بھی علاج تحریر فرمائیں۔

تحقیق - وہی بہ تکلف خلافِ نفس کرنا۔ (النور۔ رجب ۱۳۵۹ھ)

کبر کا علاج

حال - السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد آداب خادمانہ کے عرض ہے کہ مجھے اپنے اندر حب جاہ کا مرض معلوم ہوتا ہے۔ بازار سے زیادہ مقدار میں چیز لانے سے حجاب معلوم ہوتا ہے جیسے گھی۔ ترکاری۔ گوشت۔ حضور والا کوئی علاج تجویز فرما دیں

تحقیق - السلام علیکم۔ یہ سوچ کر بتلایا جاوے کہ اگر آپ کا بازار میں سے جلوس اس طرح نکالا جاوے کہ ہاتھی پر سوار کیا جاوے اور اسپ سوار دونوں طرف جلو میں ہوں اور جھنڈی بردار یہ اعلان کرتے جائیں کہ حضور پُر نور بڑے کامل ہیں جن کو زیارت کرنا ہو زیارت کریں تو اس شان و شوکت سے بھی کچھ حجاب معلوم ہوگا یا نہیں

اِن ہی صاحب کا دُوسرا خط

حال - السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد آداب خادمانہ کے عرض ہے کہ جو صورت حضورِ والا نے تحریر فرمائی ہے اس صورت میں بہت حجاب معلوم ہوگا

تحقیق - تو گوشت ترکاری کا نہ لانا کبر نہیں بلکہ خجلت طبعیہ ہے جس پر ملامت نہیں اگر پھر بھی شبہ رہے تو استغفار سے تدارک کر لیا جاوے۔

(النور۔ ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ)

جب غصہ نہ آئے اس وقت جتنی سزا کا مستحق ہو اتنی ہی سزا دی جائے۔

حال۔ حضرت اقدس یہاں سکول میں یہ ناچیز اپنے فرض کو تندہی اور دیانتداری سے پورا کرتا ہے مگر سزا دیئے بغیر طلباء کام نہیں کرتے اور طلباء اچھے نہ نکلیں تو افسران تنگ کرتے ہیں۔ اس ناچیز نے طلباء کو سزا دینے کا ایک اصول مقرر کر رکھا ہے اس کے مطابق چلتا ہوں۔ اصول یہ ہے کہ سزا صرف اس سبق پر دیتا ہوں جو اچھی طرح پڑھا دوں اور طلباء کو ایک دن پہلے بتا دوں کہ یہ سبق میں کل سنوں گا یاد کر کے آنا۔ پھر بھی سنتے وقت طلباء کو بہت مواقع دیتا ہوں جس لڑکے کی نسبت ظاہر ہو جاتا ہے کہ یاد کرنے کی کوشش تو خوب کی مگر یاد نہیں ہوا اسے سزا نہیں دیتا۔ بعض طلباء اس قدر لاپرواہ اور ڈھیٹ ہیں کہ جب تک خوب مرمت نہ ہو کام کرتے ہی نہیں ان کو سزا دیتا ہوں، شرارتوں پر بھی سزا دیتا ہوں۔ اکثر ہاتھوں پر لکڑی سے مطابق موقع ایک سے لے کر چھ تک مارتا ہوں۔ کبھی کبھی زیادہ کا بھی اتفاق ہوتا ہے (کسی نہایت سخت شرارت پر) مارتے وقت سوچکر مارتا ہوں۔ اکثر غصہ نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی ہوتا بھی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ غلطی دونوں صورتوں میں ہو جاتی ہے۔ کیونکہ شک سا رہتا ہے کہ قدر حق سے زیادہ نہ مارا گیا ہو اور ظلم اور ناانصافی نہ ہو گئی ہو۔ پورا پورا انصاف کرنے کی کوشش کرتا ہوں مگر سزا دے چکنے کے بعد طبیعت پر بوجھ ہو جاتا ہے حضرت اقدس کوئی ایسا اصول ارشاد فرمائیں جس پر کاربند ہو کر گناہ سے بھی بچ جاؤں اور طلباء کام بھی کرتے رہیں۔

تحقیق۔ جب غصہ نہ رہے اُس وقت غور کیا جاوے کہ کتنی سزا کا مستحق ہے اُس سے زیادہ سزا نہ دی جاوے اگرچہ درمیان میں غصہ آجاوے۔ (النور۔ رجب ۱۳۵۱ھ)

کید نفس کا علاج

حال۔ معروض آنکہ چونکہ اس ضلع ڈیرہ غازیخان میں بدعات کا بہت سخت چرچا ہے لہٰذا عوام و خواص بدعات اور عقائد شرکیہ میں مبتلا ہیں۔ اور واعظین بھی اسی بدعت کی ترویج کے وعظ کہتے رہتے ہیں اور لوگوں کو ان کی طرف بہت رجوع ہوتا ہے۔ اگر ان کا وعظ ہوتا ہے تو کثرت سے مخلوق اکٹھی ہوتی ہے اور اگر ہم

ان کو صحیح قرآن و حدیث سناتے ہیں تو وہ نہیں سنتے اور اگر جمع ہوتے ہیں تو بالکل کم تو اس پر ہمارا دل بہت دُکھتا ہے اور ان واعظین کی اپنے ہم خیال لوگوں میں کثرت سے شکایت کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ بظاہر دل کا دکھنا اور ان کی شکایت کرنا اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ دین کو خراب کر رہے ہیں اور لوگوں کو صراطِ مستقیم سے دُور پھینک رہے ہیں اور ان میں کل کے کل واعظ ایسے ہیں جن کی معاش وعظ پر ہے اور یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ شاید ہمارے دل کا دُکھنا اور شکایت کرنا غیرت کی وجہ سے ہو کہ لوگوں کو ان کی طرف بہت رجوع ہے اور ہمیں کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ تو اب عرض یہ ہے کہ نفس بہت مؤّل اور اس کا کید بہت عظیم ہے کہ بہت بڑی برائی کو ثواب کے رنگ میں پیش کر کے دکھا دیتا ہے تو حضرت مہربانی فرما کر کوئی معیار عطا فرما دیں جس سے معلوم ہو جاوے کہ یہ شکایت حق کے لئے ہے اور یہ غیرت اور نفس کے لئے ہے تاکہ نفس کید سے رہائی پاؤں۔

تحقیق۔ غور کیا جاوے کہ جن مقامات میں آپ کا کوئی تعلق نہیں وہاں کے ایسے حالات معلوم کر کے آیا قلب پر یہی اثر ہوتا ہے یا اس سے کم اگر شق اول ہے تو حق کے لئے ہے اور اگر شق ثانی ہے تو بقدر تفاوت نفس کے لئے ہے۔ (النور۔ رجب ۱۳۵۸ھ)

غصّہ کا علاج

حال۔ حضور نے غصہ کا علاج یہ تجویز فرمایا ہے کہ جب غصہ آوے اُس جگہ سے اُٹھ جاویں۔ چنانچہ میں الگ ہو جاتا ہوں لیکن غصہ کا اثر دماغ پر اتنا پڑتا ہے کہ باوجود کوشش کے بھی کسی کام میں دل نہیں لگا سکتا یہاں تک کہ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا اکثر خیالات منتشر ہو جاتے ہیں اور نماز میں سہو ہو جاتا ہے اگر مناسب ہو تو حضور غصہ کے اثر کے دفعیہ کے لئے کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

تحقیق۔ اس بتلائی ہوئی دوا میں جو مضرتیں لکھی ہیں وہ مضرتیں ہی نہیں۔

(النور۔ ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ)

غصہ مفرط کا علاج

نوٹ:۔ ایک صاحب نے اپنے غضب مفرط کی جس سے بے قابو ہوجاتے ہیں، شکایت مع بعض واقعات اور اس کے بعد ندامت لکھی تھی اس کا جواب حسب ذیل دیا گیا۔

تحقیق۔ ایسے بیجا اور بیحد غصہ پر دو وقت کا فاقہ کرو۔ (النور جمادی الاخری ۱۳۵۴ھ)

بدظنی کا علاج

حال۔ اب حضرتِ والا کی خدمتِ بابرکت میں دوسرا مرض "بدظنی" کو جو کہ قلب پر بیٹھے مثل ڈاکو کے ڈاکہ ڈال ڈال کر احقر کو ہلاک کر رہا ہے پیش کیا جاتا ہے یعنی دوسروں کی بعض حرکات اور سکنات پر شبہات وارد کر کر کے بدخیال اور بُرے فعل پر حمل کیا کرتا ہے جس کی سخت ممانعت آئی ہے اور مذمت کی گئی ہے

تحقیق۔ کیا قلب سے اس کو یقینی سمجھتے ہو اور کیا اس کو زبان سے بھی کہتے ہو اور کیا اس شخص کے ساتھ برتاؤ بھی ایسا ہی کرتے ہو۔ (النور شوال ۱۳۵۴ھ)

غصہ کا علاج

حال۔ احقر اپنا ایک مرض کہ وہ غصہ ہے اور اس کے مقتضا پر گاہے عمل بھی ہوجاتا ہے عرض کرتا ہے۔ یہ غصہ گاہے گھر والوں پر ہوتا ہے جبکہ وہ کسی امر میں احقر کے خلاف کرتے ہیں بالخصوص جب اپنی زوجہ پر آتا ہے تو اکثر اس کے مقتضیٰ پر عمل ہوجاتا ہے اس لئے کہ وُہ اپنی محکوم اور تابع ہے اور گاہے ایسے مخاطب پر بھی آتا ہے جو ظاہر اور حق بات کو تسلیم نہ کرے اور کبھی طلبہ پر بھی آتا ہے جبکہ وہ سبق کے یاد کرنے اور مطالعہ میں کوتاہی کرتے ہیں۔

تحقیق۔ غصہ کے اقتضا پر عمل کرنے کا ہر درجہ مذموم نہیں مگر چونکہ اکثر درجہ مباحہ سے تجاوز ہوجاتا ہے اس لئے بطور علاج کے بعض درجات مباحہ سے بھی روکا جاتا ہے۔ اس بنا پر ان سب صورتوں میں مشترک علاج یہ ہے کہ غصہ کے وقت کلام بالکل نہ کیا جائے۔ جب ہیجان بالکل ضعیف ہوجائے اس وقت ضروری خطاب کا مضائقہ نہیں اور اگر اس خطاب میں پھر ہیجان عود کر آئے پھر ایسا ہی کیا جائے۔ (النور۔ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ)

غصہ نہ آنا بے غیرتی نہیں

حال۔ قبل ازیں اگر کوئی کچھ کہہ دیا کرتا تھا یا یوں سن لیا کرتا تھا کہ فلاں شخص تیری غیبت کر رہا ہے تو بیحد غصہ آیا کرتا تھا اور بعض اوقات کچھ مُنہ سے بُرا بھلا کہہ کر اپنا غصّہ ٹھنڈا کر لیا کرتا تھا۔ اب یہ حالت ہے کہ وہ غصہ بھی نہیں آتا ہے اور زبان سے بھی کچھ نہیں کہتا ہوں کہیں یہ بے غیرتی یا بے حسی تو نہیں ہے۔

تحقیق۔ اگر فرضاً ایسا ہی ہو تو اھون البلیّتین ہے وہ بلا اس سے اعظم تھی۔

(النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ)

غصّہ کا علاج

حال۔ کسی کو نصیحت کرنے میں یا بحث مباحثہ میں لہجہ تیز ہو کر غصّہ پیدا ہو جاتا ہے۔

تحقیق۔ کیا روکنے پر قدرت نہیں۔

حال۔ زبان کی حفاظت کی تدبیر میں میں بہت رنجور رہتا ہوں۔ حضور والا طبیب اعظم ہیں میرے لئے کوئی تدبیر ارشاد فرمائیں تاکہ میری مشکل حل ہو۔

تحقیق۔ اوپر مکمل جواب ہو چکا ہے۔

حال۔ ناجنسوں کی صحبت سے طبعاً نفرت ہے لیکن بعض جن سے نفع دنیوی کی امیّد ہے۔ ان کے پاس جانے میں رکاوٹ نہیں ہوتی گو اس کا موقع کم ہوتا ہے لیکن اس خصوصیّت سے میں یہ سمجھا ہوں کہ وہ نفرت صرف دنیوی عدم نفع کی بناء پر ہے۔

تحقیق۔ یہ سمجھنا بلا دلیل ہے۔

حال۔ اور یہ رغبت دنیوی نفع کی بناء پر ہے

تحقیق۔ یہ صحیح ہے مگر اس کے قبیح ہونے کی کیا دلیل ہے۔ (النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ)

غصہ کا علاج

حال۔ بعد ہدیۂ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، عریضہ سابقہ کے جواب میں ارشاد ہے۔ امراض کی اطلاع اور علاج ضروری ہے اگر تربیت

میں دیکھ کر کسی علاج کے متعلق شرح صدر ہو جاوے اس میں بجائے استفسار کے اطلاع کر کے اس کے استعمال کی اجازت لینا چاہئے۔ اھ۔ میری طبیعت میں زود رنجی اور پھر غصہ بہت ہے جس سے دوسروں کو ایذا لسانی بلکہ جسمانی تک پہنچ جاتی ہے اور یہ بڑوں کی ناگوار باتوں پر بھی ہے جس سے طبعی ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔

تحقیق۔ غالب احتمال طبعی ہونے کا ہے اور دوسرا احتمال بھی ہے کہ عادت ہو گئی ہو۔ عادت کے بعد بھی طبعی ہی کے مشابہ ہو جاتا ہے مگر علاج دونوں حالتوں میں ایک ہی ہے۔ دھو ما سیاتی

حال۔ مگر پھر بھی کبر ہی اس کی اصل معلوم ہوتی ہے کہ گو بڑوں کے سامنے خود کو ان سے تو بڑا نہیں سمجھتا مگر چھوٹا ہونے میں جو مراتب ہیں ان میں سے اپنے کو مرتبہ ادنیٰ میں بھی نہیں سمجھتا

تحقیق۔ سمجھنے کے بعد بھی ناگواری ہو سکتی ہے (لانہ طبعی او کالطبعی)

حال۔ اس لئے وہ بات ناگوار ہوئی ورنہ اس کا یقین ہے اگر یہی بات کسی ادنیٰ ملازم یا بھنگی چمار کو کہی جاتی تو اس کو ناگوار نہ ہو سکتی تھی۔

تحقیق۔ بعض اوقات اس کو بھی ناگوار ہوتی ہے اعتقاد صغر اور ناگواری جمع ہو سکتی ہے البتہ اس اعتقاد کا بار بار استحضار علاج کو قدرے سہل کر دیتا ہے۔

حال۔ اس غصہ کا علاج تربیت سے جو معلوم ہوا ہے عرض کرتا ہوں کہ اس میں طبیعت کا متاثر ہو جانا تو غیر اختیاری ہے جو نہ مضر ہے نہ ضروری العلاج اور اسی علاج سے اس سے بھی نجات ہو جاتی ہے اور آثار جیسے سخت کلامی وغیرہ اختیاری ہیں ضروری العلاج ہیں۔

اختیاریات کا علاج:۔ (۱) ہمت کر کے رُک جانا (۲) اگر صدور ہو جائے تو استغفار (۳) اور اس سے معافی (۴) بولنے سے پہلے تأمل فی العواقب والخیریۃ (۵) کوشش کر کے لہجہ میں نرمی پیدا کرنا (۶) قبل صدور بعد عن المغضوب علیہ۔ (۷) تعوذ باللہ (۸) تذکرہ معاصی خود (۹) تذکر احتمال غضب اللہ وقدرتہ وحب العفو والعفو (۱۰) استحضار اس کا کہ میں حق تعالیٰ کا اس سے زیادہ خطاوار ہوں اگر یہی معاملہ میرے ساتھ ہو تو کیا (۱۱) اس کا استحضار کہ میں معاف کروں گا تو معاف کیا جاؤں گا (۱۲) شرب الماء (۱۳) التوضی (۱۴) الاشتغال بشغل الآخر اور یہ کہ اصلاح غیر کے لئے بھی غصہ کرنا مبتدی کے لئے مضر ہے اب اس کل نسخہ کو یا جن جن اجزا کو ارشاد ہو

استعمال کروں۔

تحقیق۔ جتنے اجزاء بسہولت جمع ہوسکیں علاج میں اُسی قدر قوت بڑھ جائے گی اگر سب جمع نہ ہوسکیں تو ۳ یعنی اُس سے معافی و ۱۴ یعنی اشتغال بشغل آخر کو ضرور ہی جمع کرلیا جاوے۔

حال۔ مگر دُعا کی بہت ضرورت ہے۔

تحقیق:۔ دل وجان سے دعا کرتا ہوں اور امیدِ قبول رکھتا ہوں۔

(النور۔ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ)

تارک الورد ملعون کا مطلب

حال۔ کتابوں میں ایک مقولہ دیکھا ہے تارک الورد ملعون اس کا کیا مطلب ہے

تحقیق۔ اوّل تو ایسے اقوال بلا سند حجت نہیں اور اگر حجیت تسلیم کرلی جاوے تو لعنت کے معنی اُس رحمتِ خاصہ سے بُعد ہے جو اُس ورد پر متوجہ ہوتی باقی اس عنوان کے اختیار کرنے کی حکمت تنفیر ہے ترک وردِ معمول بلا عذر سے جس کا قابلِ نفرت ہونا حدیثِ صحیح میں بھی وارد ہے یا عبد اللہ لا تکن مثل فلان کان یصلی باللیل ثم ترکہ'

(النور جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ)

غیبت کا علاج

حال۔ نفس من بغیبت مبتلا شدہ گاہے دُور شود از ملامت وغیرہ مگر باز عود کند للہ علاج فرمایند

تحقیق۔ بجز استحضار قبل الوقت و ہمت درعین وقت و تدارک بعد وقت ہیچ علاج نیست

(النور جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ)

بُخل کا علاج

حال۔ احقر میں عرصہ سے ایک بات یہ ہے کہ کوئی چیز کھاتا رہتا ہوں اس وقت اگر کوئی شخص آگیا تو اس خیال سے کہ اس کو بھی کھلانا پڑیگا بہت گرانی ہوتی ہے چنانچہ بُلاتا بھی کم ہوں۔ بعد میں بسا اوقات ایسے فعل سے بڑی ندامت ہوتی

ہے معلوم نہیں کہ اس کا منشا کیا ہے۔ امید کہ علاج سے مطلع فرمائیں گے۔

تحقیق۔ بخل کے دو درجہ ہیں ایک خلاف مقتضائے شریعت اور یہ معصیت ہے دوسرا خلاف مقتضائے مروت اور یہ معصیت نہیں فضیلت تو یہ ہے کہ یہ بھی نہ ہو اور تدبیر اس کی یہ ہے کہ اس مقتضا کی مخالفت کی جاوے لیکن اگر ہمت نہ ہو تو کوئی فکر کی بھی بات نہیں

(النور۔ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ)

شک اور تردّد کا علاج

حال۔ حضرت اقدس اس ناچیز کی طبیعت کچھ شکّی واقع ہوئی ہے۔ مخالفین کے اعتراض سُن کر طبیعت متردّد ہو جاتی ہے اس لئے صرف حضرت اقدس ہی کی تصانیف کا مطالعہ کرتا ہوں۔ جب طبیعت میں تردّد یا شک سا ہوتا ہے تو بفضلہٖ تعالیٰ عمل میں تو کوئی فرق نہیں آتا البتہ عبادت میں وہ پہلی سی دلچسپی نہیں رہتی اور دل رنجیدہ اور اندوہگیں سا رہتا ہے۔ ساتھ ہی دل اس شک یا تردّد کو مکروہ اور بُرا جانتا ہے مگر رہتا ضرور ہے۔ سمجھتا ہوں کہ گویا منافق ہو گیا ہوں۔ حضرت اقدس ارشاد فرمادیں کہ یہ مرض کس طرح دُور ہو۔

تحقیق۔ ایسی چیز مت دیکھو جس سے شک یا تردّد پیدا ہو اور جو بلا قصد ایسی بات کان میں پڑ جائے۔ اور یہی حالت پیدا ہو جاوے تو اس کو کسی خاص تدبیر سے زائل کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس اہتمام سے پریشانی بڑھے گی اور ہمیشہ کے لئے ایک مستقل شغل ہو جاوے گا۔ بلکہ بجائے تدبیر کے اُس سے بے التفاتی اختیار کرو اور کتنا ہی وسوسہ ستاوے بالکل پرواہ مت کرو البتہ دُعا و تضرع کرتے رہو اور اس کو کافی سمجھو۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد طبیعت صاف ہو جائیگی اور جب یہی عادت ہو جاوے گی تو قلب میں ایسی قوت پیدا ہو جاوے گی کہ وہ ایسی چیزوں سے متاثر نہ ہوگا۔ یہ ہے حکمی نسخہ۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابھی دو چار ہی دن ہوئے کہ عطا ہوا ہے جو بہت بڑا علم ہے۔ والحمد للہ۔

(النور رجب ۱۳۵۱ھ)

عورت کو عمدہ کپڑے پہننے کے متعلق ھدایات

حال۔ حضرت اقدس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ اچھے اور صاف ستھرے کپڑے پہنا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے اور نیت یہ بھی ہوتی ہے۔ کہ میرے شوہر خوش رہیں اور میرے شوہر بھی یہی چاہتے ہیں مگر مرض یہ ہے کہ جب کسی عورت کو کوئی عمدہ کپڑا پہنے دیکھتی ہوں دل بہت چاہتا ہے کہ اس قسم کا میں لے لوں اکثر تو خاموش رہتی ہوں مگر کبھی فرمائش کر بھی دیتی ہوں اور پھر مل بھی جاتا ہے۔ حضرت اقدس ارشاد فرمادیں کہ کیا یہ مرض ہے اگر مرض ہو تو علاج ارشاد فرمادیں۔

تحقیق۔ زینت کے درجات ہیں افراط و تفریط مذموم ہے اور اعتدال محمود ہے۔ اس میں اعتدال یہ ہے کہ کسی کو دیکھ کر اس وقت مت بناؤ اگر توقف کرنے سے ذہن سے نکل جائے۔ فبہا۔ اور اگر نہ نکلے تو جس وقت نئے کپڑوں کے بنانے کی ضرورت ہو اس وقت وہی پسند آیا ہوا کپڑا بنالو۔ اگر اتفاقاً وہ اس وقت نہ مل سکے تو جانے دو اور اگر دیکھو کہ اس مدت تک طبیعت مشغول رہے گی تو پسند کے وقت خرید کر رکھ لو مگر بناؤ مت بناؤ اس وقت جب نئے کپڑوں کے بنانے کی ضرورت ہو تاکہ اس کے عوض کا کپڑا بچ جاوے کہ شوق بھی پورا ہو جاوے اور اقتصاد بھی فوت نہ ہو اور اگر تمہارے شوہر تم کو علاوہ ضروری نان و نفقہ کے جیب خرچ کے طور پر کچھ دیتے ہوں تو پھر اس انتظام میں اتنا اور اضافہ کیا جاوے کہ ایسا کپڑا اپنے خرچ کی رقم سے خریدو تاکہ نفس حدود میں محصور رہے۔

(النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ)

حُبِ مال کے شُبہ کا ازالہ

حال۔ اب ڈیڑھ ماہ سے یہ عہد کرلیا ہے کہ جب نماز تہجد قضا ہوگی آٹھ آنے جرمانہ کسی کارِ خیر میں ادا کروں گا۔ چنانچہ ابتداءً تین یوم قضا ہوئی۔ اس کے بعد خدا کا شکر ہے کہ برابر آخری شب میں آنکھ کھل جاتی ہے اور تساہل نہیں ہوتا۔

تحقیق۔ مبارک ہو۔

حال۔ مگر اب چند روز سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ پابندی جرمانہ کی وجہ سے ہوئی ہے کہ اگر نہیں

پڑھوں گا تو آٹھ آنہ دینا پڑے گا اور واقعی نفس کو آٹھ آنے دینے میں ناگواری بھی ہے تو یہ پابندی خوفِ خدا سے نہیں ہے بلکہ پیسوں کی محبت کے سبب ہے یہ خیال دل سے نہیں نکلتا۔

تحقیق۔ مگر یہ محبت باعتبار انجام کے طاعت میں معین تو ہے اس لئے مضر نہیں۔ یہ تو جواب ہے حُبِ مال کے شُبہ کا۔ باقی یہ کہ خدا کا خوف اس کا سبب نہیں ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اُس حُبِ مال سے دین کا کام لینا یہ تو خوفِ خدا ہی سے مسبّب ہے پس خوفِ خدا ہی اس کا داعی ہے۔ اگر خوفِ خدا نہ ہوتا صرف محبت مال ہی ہوتی تو پھر ناغہ ہونے پر بھی پابندی نہ کی جاتی بلکہ مال کو بچا لیا جاتا۔ خوفِ خدا ہی تو اس حُبِ مال پر غالب ہے۔ (النور۔ جمادی الاولی ۱۳۵۲ھ)

گانے بجانے کی طرف میلان ہونے کا علاج

حال۔ ایک مرض لکھتا ہوں وہ یہ کہ اگرچہ گانے بجانے کو عقیدۃً بُرا جانتا ہوں مگر گانے اور باجے کی طرف میری طبیعت کو بہت کشش ہوتی ہے۔ چلتا رہتا ہوں تو سن کر رُک جاتا ہوں پھر کچھ خیال آتا ہے تو آگے بڑھ جاتا ہوں۔ یہاں مسجد خانقاہ میں بھی شب کو جب کوئی اچھے لحن سے ذکر کرتا ہے تو میں خود اپنا پڑھنا بھول جاتا ہوں۔ کبھی کبھی کسی بانسری بجانے والے کو بُلوا کر بانسری بھی سُنی ہے۔ ہدایت فرمایئے

تحقیق۔ کشش و میلان کا بالکلیہ زائل ہو جانا تو عادۃً ممتنع ہے البتہ تدبیر سے اس میں ایسا ضعف و اضمحلال ہو جاتا ہے کہ مقاومت صعب نہیں رہتی اور وہ تدبیر صرف واحد میں منحصر ہے کہ عملاً اس کشش کے مقتضا کی مخالفت کی جاوے۔ گو کلفت ہو اس کو برداشت کیا جاوے۔ اسی سے کسی کو جلدی کسی کو دیر میں علیٰ اختلاف الطبائع اُس کشش میں ضعف و اضمحلال ہو جاتا ہے اور کف کے لئے قصد و ہمت کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے مگر اس ضعف کے سبب اس قصد میں بسہولت کامیابی ہو جاتی ہے اور اس سے زیادہ توقع رکھنا امنیہ محضہ ہے الا ان یکون من الخوارق اس اصل میں تمام فطریات میں کام لینے سے پریشانی ھباءً منثوراً ہو جاتی ہے فتبصر و تشکر،

(النور۔ رجب ۱۳۵۲ھ)

شوق اور تمنا میں فرق

حال ۔ کل بعد ظہر کی مجلس میں حضرت والا نے ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ کہیں ہجرت کرکے جانا اس طرح کہ جسم کہیں اور قلب کہیں مضر یا نامناسب ہے ۔ مجھے یہ سُن کر اپنے حال پر نہایت افسوس ہوتا ہے کہ مجھے تو گھر بار، بیوی بچے سب بہت یاد آتے ہیں اور خیال لگا رہتا ہے کہ آج سے اتنے دن باقی ہیں گھر جانے کے تو اس خیال کی بنا پر کیا میرا حاضر ہونا اکارت گیا۔ اِنا للہ واِنا الیہ راجعون

تحقیق ۔ یہ یاد آنا اور خیال لگا رہنا امورِ طبعیہ اور عیال کے حقوقِ شرعیہ سے ہے اور محمود ہے جو مرتبہ مذموم ہے وہ یہ ہے کہ ہجرت پر ایک گونہ تاسف ہو کہ میں سب کو چھوڑ کر کہاں چلا آیا۔ غرض تمنا اور چیز ہے جو مضر ہے اور شوق اور چیز ہے جو مضر نہیں۔ روزہ میں کھانے پینے کا شوق ہوتا ہے کہ کب وقت آویگا اور تمنا نہیں ہوتی کہ میں روزہ نہ رکھتا تو اچھا ہوتا۔

(النور، شعبان ۔ رمضان شوال ۱۳۵۲ھ)

تکبّر کا علاج

حال ۔ اس سے پہلے تکبّر کا علاج دریافت کیا تھا تو یہ تجویز ہوا تھا کہ عادات قلیل الجاہ لوگوں کے اختیار کئے جاویں چنانچہ احقر پیوند کے کپڑے پہن رہا ہے اور اس دفعہ ایک کرتہ میں غیر میل کا پیوند لگوایا ہے کیونکہ اس سے میرے نفس کو زیادہ انقباض ہوتا ہے۔

تحقیق ۔ اللہ تعالیٰ زیادہ ہمت دے اب ایک اور ترمیم کرتا ہوں ۔ ایک ہفتہ یا ایک مہینہ ایسا لباس پہنو اور ایک ہفتہ یا ایک مہینہ عمدہ لباس پہنو اس کے مصالح ایسا کرنے سے محسوس ہونگے

(النور جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ)

اضافہ از شوق

واقعہ ۔ ایک کتاب میں سے ایک پرچہ میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ملا جس میں ذیل کا مضمون تھا یہ معلوم نہیں ہوا کہ کس سوال کے جواب میں ہے مگر مفید سمجھ کر نقل کردیا گیا۔

وھوھذا حاصل یہ کہ کبر و عظمت و استیلاء انسان کے لئے احکام تکوینیہ ہیں اور تواضع و انکسار و اضمحلال احکامِ تشریعیہ ہیں ۔ پس ایک کی وجہ سے دوسرے کی نفی نہ کی جاوے گی اور

کبر و عظمت کے اقتضاء پر عمل کرنے سے تو تواضع وانکسار واضمحلال منعدم ہوتے ہیں اس لئے یہ جائز نہیں اور تواضع وانکسار و اضمحلال پر عمل کرنے سے کبر و عظمت کی نفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ تحقق پھر بھی رہے گا گو درجہ مادہ میں سہی اور مقصود تکوین کا محض تحقق ہے نہ کہ عمل جیسا کہ تشریع سے مقصود عمل ہے پس یہی صورت متعیّن ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ صفات عظمت صرف درجہ مادہ تک رہیں اور صفات عبدیت درجہ عمل میں رہیں اس طرح سے دونوں جمع ہو جاویں گے۔

کاہلی کا علاج

حال۔ اب تو ایک قسم کی سُستی اور کاہلی دل و دماغ پر چھا گئی ہے مغرب کے بعد روٹی کھا کر جہاں لیٹا اور بس سو یا۔ اب صبح تک آنکھ نہیں کھلتی۔ رات کو آنکھ کھُلتی ہے دیکھ رہا ہوں کہ وقت جا رہا ہے اُٹھنا چاہتا ہوں اور نہیں اُٹھا جاتا۔ سمجھتا ہوں کہ اب عشاء کا وقت جاتا ہے۔ اب تہجد کا وقت بھی ختم ہوا مگر یہ معلوم ہوتا ہے کسی نے باندھ دیا ہے۔ خیال کرتا ہوں کہ یہ میری اختیاری بات ہے اس کوتاہی کا میں خود مجرم ہوں مگر ایک پیش نہیں جاتی۔ کچھ اس قسم کی کاہلی سوار ہے۔ گو سمجھتا ہوں کہ یہ اختیاری فعل ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اختیار کے استعمال کی قوت نہیں وہ سلب ہو چکی ہے۔ غرض عجیب بدترین حالت پیش ہے بغیر حضرت کی دستگیری کے نہ کچھ اختیار کام دیتا ہے نہ غیر اختیار۔

تحقیق۔ کوئی شغل دلچسپی کا شروع کر دیا جایا کرے جیسے کتاب دیکھنا یا کچھ لکھنا خواہ پنسل ہی سے ہو اس سے فوراً نشاط پیدا ہو جائیگا۔ جب نشاط پیدا ہو جاوے پھر اپنے مقصود کام میں لگ جانا چاہیئے (النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ)

گھر میں غفلت کا علاج

حال۔ اب تو دل یہ چاہتا ہے کہ کوئی وقت ذکر سے خالی نہ رہے۔ جب سرکاری کام سے فرصت ہوتی ہے اور راستہ میں چلتے ہوئے کچھ نہ کچھ استغفار درود شریف بلا تعداد جاری رہتا ہے۔ لیکن بچوں میں پہنچکر اُن کے شغل میں غفلت ہو جاتی ہے۔

تحقیق۔ اگر اس وقت اس خیال کا استحضار رہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی

نعمتیں ہیں تو پھر وہ شغل بھی ذکر و فکر ہی میں داخل ہو جائیگا

(النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ)

شرم و حیا کا علاج

حال (یکے از مجازین) حضرت والا مزاج میں شرم و حیا زیادہ ہے لوگوں کے ادب و لحاظ سے دل میں بہت الجھن پیدا ہو جاتی ہے اس لئے سادگی لباس میں بھی رکھتا ہوں اور دل یہ چاہتا ہے کہ میں خود ہی سب کا ادب و تعظیم کروں اور کرتا ہوں۔ ایک گاؤں میں دو چار آدمیوں کو حضرت والا کی برکت سے دین کا بہت فائدہ ہوا ہے وہ بار بار بلانے کا تقاضا کرتے ہیں، چونکہ چھوٹا منہ بڑی بات نہایت شرمندگی نظر آتی ہے۔ کچھ نہ کچھ عذر کر دیتا ہوں۔ اور یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ مجھے شرم آتی ہے معاف فرمائیں مگر وہ مانتے نہیں اس کے متعلق جو ارشادِ عالی ہو اس پر عمل کروں۔

تحقیق:۔ جب تک شرم رہے ہو آیا کرو جب شرم اُتر جاوے مت جاؤ۔ پھر شرم ہونے لگے چلے جاؤ وعلیٰ ہذا یہی دستور العمل رکھو　　(النور۔ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ)

کسی کے پاس اچھی چیز دیکھ کر دل چاہنے کا علاج

پرچہ اوّل

حال۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گذارش ہے کہ احقر جب بھی کوئی اچھی چیز کسی کے پاس دیکھتا ہے تو خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اگر میرے پاس ہو تو اچھا ہو اور اس سے یہ یہ کام لوں۔ پھر کوشش کرتا ہوں کہ وہ چیز مجھے کسی طرح سے حاصل ہو جائے اس شخص سے زائل کرنے کو نہ چاہتا ہوں بلکہ صرف اپنے پاس رکھنا مقصود ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں حرص دُنیا ہے اگر یہ خیال صحیح ہو تو علاج ارشاد فرمایا جاوے۔ تو عین عنایت ہوگی۔ اور حضرت والا دُعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ کو اپنی مرضیات پر عمل کی توفیق عطا فرمادیں آمین ثم آمین

تحقیق۔ مرض تو نہیں مگر مفضی الی المرض ہونے کا احتمال ہے۔ علاج اس کا یہ ہے کہ بمجرد اس تمنّا کے یہ عزم کیا جاوے کہ اگر یہ چیز مجھ کو مل بھی گئی تو فوراً کسی کو ہبہ کر دونگا، خصوص اس شخص کو جس

کے پاس ایسی چیز پہلے سے موجود ہے یا اگر اس سے ایسی بے تکلفی نہ ہوئی تو کسی دوسرے کو دیدوں گا اور اگر وہ چیز اتفاق سے اپنی ضرورت کی ہوئی تو اس کے دام مساکین کو دیدونگا جب تک ایسی تمنا زائل نہ ہو گی اُس وقت تک ایسا ہی کرونگا دُعا بھی کرتا ہوں۔

دُوسرا پرچہ

حال۔ احقر کو حرص کا علاج جو پرچہ سابقہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے اس سے بعد نفع ہوا الحمدللہ یہ خیال ہی بالکل جاتا رہا اور اگر کبھی تھوڑا بہت ہوا بھی تو اس تصور سے کہ اس کی قیمت کسی مسکین کو دیدونگا بالکل خواہش ہی جاتی رہی اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمادیں۔

تحقیق۔ مبارک ہو۔ (النور شعبان ۱۳۵۳ھ)

بدنگاہی کا علاج

حال۔ حضرت میرے اندر ایک مرض بدنگاہی کا ہے بارہا ترک کی میں نے کوشش کی اور کچھ دنوں کے لئے کامیاب بھی ہو جاتا ہوں لیکن مداومت نصیب نہیں ہوئی۔ اس باب میں بارہا میں نے توبہ کی اور بارہا اس کو توڑا ندامت بھی ہوتی ہے اور آیندہ کے لیئے عزم بھی کرتا ہوں کہ اب نگاہ پست رکھونگا اور اس پر عمل بھی کرتا ہوں لیکن ہمیشہ مجھے ناکامی رہی اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں العینان تزنیان کے بعد الفرج یصدقہ ویکذبہ بھی ہے اب نفس مجھے سمجھاتا ہے اور تاویل کرتا ہے کہ میاں مطلق نظر کرنا معصیت نہیں ہے بلکہ وہ نظر معصیت میں داخل ہے جس میں شہوت بھی ہو اور بلا شہوت دیکھنے میں کوئی حرج نہیں اور تمہارے نفس میں خواہش تو ہے نہیں اس لیئے اس میں کیا قباحت ہے۔ پھر قباحت بھی ہو تو توبہ کرلینا۔ اور کبھی اس طرح نفس بہکاتا ہے کہ میاں اس قسم کے گناہ تو نماز سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد وضو کروگے اور نماز پڑھوگے تو سب معاف ہو جائیگا کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ وضو سے آنکھ وغیرہ کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ غرضیکہ اس وجہ سے بڑی کوشش کے بعد بھی کامیاب نہیں ہوتا۔ اور نظر میں مبتلا ہو جاتا ہوں لیکن اب تھوڑے روز سے ہمت کرلی ہے اور پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اب انشاءاللہ ہرگز ہرگز ان کی طرف نہیں دیکھوں گا اور ہمیشہ نگاہ کو نیچی رکھونگا چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس دفعہ ارادہ میں کامیاب ہوں اور

باوجود شدید تقاضا کے نفس کی مقاومت کرتا ہوں اور پوری طاقت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آہستہ آہستہ آسانی نظر آرہی ہے اور نفس پر قابو پا رہا ہوں اب حضرت سے التماس ہے کہ مداومت کی دعا فرمادیں اور کوئی خاص تدبیر بھی ہو تو ارقام فرمادیں۔

تحقیق ۔ مگر پہلے اپنی تاویلوں کے رد کی تقریر لکھو ورنہ تدبیر بیچاری خود تاویل کی رَو میں بہہ جاوے گی۔

حال ۔ امید ہے کہ اب انشاء اللہ کامیاب ہو جاؤنگا۔ ساتھ ہی ساتھ حضرت سے یہ بھی درخواست ہے کہ مطلق نظر اور نظرِ بد میں کیا فرق ہے اور اس کی شناخت کیونکر ہوسکتی ہے کہ یہ نظرِ بد نہیں ہے خدانخواستہ اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ فرق معلوم کرکے اس کو آلہ کار بنالوں۔

تحقیق ۔ یہ مقصود نہیں تو پوچھتے ہی کیوں ہو۔

حال ۔ اب تو میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کرلیا ہے کہ نگاہ پست رکھوں گا۔ مطلب صرف یہ ہے کہ فرق معلوم ہونے سے نفس دھوکہ میں نہیں ڈال سکتا۔

تحقیق ۔ کیا دھوکہ سے بچنے کا یہی ایک طریق ہے۔ اس سے اچھا اور اسلم طریق یہ ہے کہ مطلق نگاہ ہی کا استعمال نہ کرو۔ (النور۔ شعبان ۱۳۵۳ھ)

بدنظری کی شکایت پر دُعا کی درخواست

حال (خلاصہ سوال)، ایک طالب علم نے جو زیرِ تربیت ہیں کچھ حوادث سے پریشانیاں اور کچھ بدنظری کی شکایت لکھ کر دُعا اور اصلاح کی آسان صورت کی درخواست کی تھی اور یہ بھی لکھا کہ ہر شئی حسین کے دیکھنے کو طبیعت میں اس قدر تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ باوجود نیچی نظر کرلینے کے پھر نظر اٹھ جاتی ہے حالانکہ حضرت والا کے فرمان کے بموجب عذاب دوزخ وغیرہ کو سوچتا ہوں مگر طبیعت کچھ ایسی مجبور رہتی ہے جس کا رُکنا دشوار اور شاق نظر آتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ دل کے اندر سے کوئی دل کو پکڑ کر دل کو ابھار رہا ہے۔ حضرت والا کیا کروں نہایت ہی اس فعلِ بد سے مجبور ہو گیا ہوں۔ جس پر خط کھینچ دیا گیا ہے اس کا جواب حسب ذیل دیا گیا

تحقیق ۔ حرفاً حرفاً پڑھا غیر اختیاری مصائب پر تو اجر ملتا ہے ان کے ازالہ کی بھی دُعا کرتا ہوں

لیکن مصائب اختیاریہ یعنی معاصی پر نہ اجر ملتا ہے اور نہ اس کے ازالہ کی دعا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کا ازالہ تو خود عبد کا فعل ہے۔ اس دعا کی تو یہ مثال ہے کہ اے اللہ فلانا شخص فلاں کھانا کھانے لگے۔ فلاں کھانا نہ کھاوے۔ اس دعا کے کیا معنی۔ البتہ توفیق کی دعا ہو سکتی ہے وہ بھی جبکہ فاعل اسباب کو جمع کرے اور اعظم اسباب قصد و ہمت ہے اور اس کے متعلق جو عذر خط کشیدہ عبارت میں لکھا ہے بالکل غلط ہے سوچو کہ اگر ایسے موقع پر کہ نفس میں تقاضائے شدید ہو تمہارا کوئی بزرگ موجود ہو جو تمہاری اس نظر اٹھانے کو دیکھ رہا ہو تو کیا اس وقت تم ایسی بیحیائی کر سکتے ہو اگر کر سکتے ہو تو تم لاعلاج ہو اور اگر نہیں کر سکتے تو معلوم ہوا کہ نظر از خود نہیں اٹھتی نہ مجبوری ہوتی ہے نہ رُکنا شاق ہوتا ہے نہ کوئی ابھارتا ہے سب کچھ تم ہی کرتے ہو تو اس کے خلاف پر بھی تم قادر ہو سو تمہارا یہ عذر ویسا ہی بیہودہ ہے۔ جیسے ایک شاعر نے بکواس کی ہے ؎

اس دلِ بیتاب کی صاحب خطا تھی میں نہ تھا
بیخودی میں لے لیا بوسہ خطا کیجئے معاف

(النور۔ رمضان ۱۳۵۳ھ)

بدنظری کا علاج

خط اوّل

حال۔ نظرِ بد کو کبھی زور دے کر روک لیتا ہوں اور کبھی نفس زور پکڑ جاتا ہے تو اس عذاب وہ گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہوں۔

تحقیق۔ کیا زور ایسا پکڑتا ہے کہ بچنے کی قدرت ہی نہیں رہتی۔ اگر نہیں رہتی تو عبد مکلّف ہی نہیں رہنا چاہیئے پھر گناہ اور عذاب کیسا۔

خطِ دوم

حال۔ حضرت کے جواب سے معلوم ہوا کہ یہ میری غفلت اور جہالت ہے کہ قدرت ہوتے ہوئے نہیں بچتا۔ کیونکہ یہ اختیاری فعل ہے اس لئے حضرت والا اب دل سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ ایسی غفلت نہ کروں گا اور اس مرضِ بد کو پوری کوشش سے دور کرونگا۔ دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ استقامت بخشیں۔

تحقیق۔ دعا کرتا ہوں زبانی فرمایا کہ دیکھئے اس طریقہ تربیت میں یہ منافع ہیں جب ان کو خود مدعی بنا دیا گیا تب آنکھیں کھلیں اور اتنی ہمت نہ ہوئی کہ اپنے فعل کو جو صریح گناہ تھا گناہ ہی نہ سمجھیں

اور اگر میں مدعی بنتا تو کچھ نہ کچھ ہانکے چلے جاتے فیصلہ ہی نہ ہوتا۔

(النور ۔ شوال ۱۳۵۳ھ)

والدہ کے غصہ کا جواب نہ دے

حال۔ حضور نے استفسار فرمایا ہے کہ والدہ صاحبہ سے کس بات پر غصہ اور جھگڑا ہوتا ہے عرض یہ ہے کہ وہ ہر بات پر طعن و تشنیع کرتی ہیں۔ کہتی ہیں خواہ مخواہ گھر میں بیٹھا ہے کسی طرح کی ملازمت یا تجارت نہیں۔ میں خرچ کہاں سے لاؤں گی۔ میں جواب میں کہتا ہوں کہ زراعت کا کام انجام دیتا ہوں ملازمت ملتی نہیں۔ تجارت کے لئے رقم کی ضرورت۔ یہ جواب سُن کر اور زیادہ غصہ اور جھگڑتی ہیں تو میں بھی اُس سے زیادہ غصہ کرتا اور جھگڑتا ہوں۔ میرے غُصّہ کا علاج مرحمت فرمادیں۔

تحقیق۔ علاج یہ ہے کہ جواب مت دیا کرو باہر چلے جایا کرو۔ (النور ۔ شوال ۱۳۵۳ھ)

دل نہ لگنا کوئی معصیت نہیں:۔

حال۔ بعض ایام میں نماز و تلاوت وغیرہ میں شوق کم ہوجاتا ہے اور کچھ دل بھی لگتا ہے کوئی ایسا علاج بتلا دیجئے کہ ہمیشہ شوق بڑھتا رہے اور دل لگنے لگے

تحقیق:۔ علاج معصیت کا ہوتا ہے کیا دل نہ لگنا معصیّت ہے اور کس دلیل سے۔

(النور ۔ شوال ۱۳۵۳ھ)

بدنظری کا علاج

حال منجملہ اور امراض کے جن کو آئندہ عرض کرونگا ایک مرض اس نالائق میں بدنظری کا بھی ہے جس کے متعلق پیشتر احقر کا یہ خیال تھا کہ کثرت عبادت سے آپ ہی چلا جاویگا مگر حضور کی زبانِ مبارک سے یہ سُن کر کہ یہ اختیاری ہے احقر نے اس کے دفعیہ کے لئے کوشش کی تو یہ مرض تقریباً نوّے فیصد جاتا رہا۔ لیکن چونکہ کبھی کبھی اس معصیّت کا ارتکاب ہوجاتا ہے اس کی وجہ سے سخت تکلیف اور ندامت ہے۔ کچھ علاج اس سے نجات کا تجویز کردیں۔

تحقیق۔ اگر کسی کو کوئی شیرینی۔ بیحد مرغوب ہو مگر اس کو معلوم ہو جاوے کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے کہ کھانے سے ہلاکت یا شدید تکلیف ہوجائے گی کیا اس حالت میں بھی کوئی شخص کسی طبیب سے پوچھے گا کہ حضور کوئی علاج تجویز کریں کہ اس پر عمل کر کے اس شیرینی کی رغبت نہ ہو۔

(النور شوال ۱۳۵۴ھ)

حسن کا دیکھنا اختیاری ہے

حال۔ حضرت نے دریافت فرمایا ہے کہ حسن کا دیکھنا اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔ جواباً عرض ہے کہ بندہ کا دیکھنا اختیاری ہے مگر استعمال اختیار دشوار معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق۔ کیا دشوار ہے کیا نفس کے روکنے سے کوئی بیماری ہو جاتی ہے یا سانس گھٹنے لگتا ہے یا اور کوئی تکلیف ناقابلِ برداشت ہوجاتی ہے۔ (النور۔ محرم ۱۳۵۴ھ)

ریا غیر اختیاری کا کوئی حرج نہیں

حال:۔ جواباً عرض ہے کہ ریا کا خیال جب نماز میں قرأت شروع کرتا ہوں اس وقت آتا ہے اور مجھے خبر نہیں ہوتی کچھ دیر کے بعد خبر ہوتی ہے۔ ابتداءً بغیر ارادہ یہ خیال آتا ہے یہ غیر اختیاری ہے پھر خبر ہونے کے بعد اختیاری ہوجاتا ہے۔

تحقیق:۔ کیا تم قصد کرتے ہو جس سے اختیاری ہوجاتا ہے اگر قصد کرتے ہو تو مت کرو۔ اگر قصد نہیں کرتے تو پھر اختیاری کیسے ہوجاتا ہے۔ (النور محرم ۱۳۵۴ھ)

بدنگاہی کا علاج

حال۔ کچھ دن سے میری حالت بہت تباہ ہو رہی ہے اس تباہ حال میں ایک تو نفس بے قابو ہو ہی رہا تھا دوسرے اس پر شہر کی زندگی اس مرض کی ترقی میں اور معین ہوئی بلکہ یہ مرض ظاہر یہیں آکر ہوا۔ اب نگاہ نہیں رکتی بجز پشیمانی و درماندگی کے یہ روسیاہ اور کیا عرض کرے ؎

اے کہ چوں تو در زمانہ نیست کس　　　اللہ اللہ خلق را فریاد رس

تحقیق۔ میرے پاس کوئی ایسی پٹی نہیں کہ اس کو لیے ہوئے آپ کے ساتھ آپ کی نگرانی کرتا پھروں۔ اور موقع پر وہ پٹی آنکھوں پر باندھ دیا کروں۔ **خط دوم**

حال۔ احقر اب اس بدنگاہی کے گناہ سے توبہ کرتا ہے اور مصمّم ارادہ کرتا ہے کہ نگاہ کو روکنے میں نفس کی پوری مخالفت کریگا۔ اب احقر نگاہ کو روک لیتا ہے۔

تحقیق۔ الحمدللہ پٹی باندھنے کی خدمت سے سبکدوشی ہوئی

(النور محرم ۱۳۵۴ھ)

طالب علم کی محبت کا علاج قطع تعلّق ہے

حال۔ ایک ہونہار کم عمر طالبعلم سے مجھ کو محبت ہو گئی تھی اس لئے کسی بہانہ سے اس کو جدا کر دیا۔ اب اس کا خیال دل و دماغ پر غالب ہے اور مجھے سخت پریشان کرتا رہتا ہے۔ نماز اور تلاوت ہے تو اس کا خیال موجود۔ رات کو اُٹھتا ہوں تو سب سے پہلے وُہی خیال سامنے پاتا ہوں۔ آجکل جو خیالات پریشان کرتے ہیں ان کا نقشہ یہ ہے کہ اس کی تعلیم کو کیوں بند کر دیا اس کا گناہ کس کے ذمہ ہوگا۔ لہٰذا اس کو پھر بلا لینا چاہیئے۔ پھر سوچتا ہوں کہ میرے پاس اس کی تعلیم ہونے سے میرے دین کی تباہی ہے کیونکہ میں اس کی محبت میں نفسانی ہیجان پاتا ہوں۔ میری عرض کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اگر ایسی کوئی صورت ہو کہ سلسلۂ تعلیم باقی رہے اور کیفیت نفسانیہ منعدم ہو جاوے تو اس کو ارشاد فرمایا جاوے۔

تحقیق۔ مجھ کو ایسی ترکیب نہیں آتی کہ ؎

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردۂ بازمیگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

حال۔ اور اگر یہ نہ ہو تو قطع تعلق ہی کو باقی رکھا جاوے۔

تحقیق۔ کیا دوسری صورت میں بھی احتمالِ خیر کا ہے جو مشورہ کی ضرورت ہوئی۔

حال۔ اور قطع تعلق میں جو کلفت اٹھا رہا ہوں اس کے دفعیہ کی تدبیر بتلائی جاوے۔

تحقیق۔ کل کو یہ پوچھیئے کہ پیٹ میں بہت درد اٹھتا ہے اس کے دفعیہ کی کوئی تدبیر بتلائی جائے

حال۔ اگر ضرورت سمجھی جائے تو حاضرِ خدمت ہونے کی کوشش کروں۔

تحقیق- بالکل منزورت نہیں کیا میں موچنے سے نکال دونگا، یہاں بھی یہی جواب ملیگا
(النور، صفر ۱۳۵۴ھ)

بدنظری کا علاج

حال- مجھ میں بدنظری کا مرض بچپن سے ہے اس کے روکنے کے لئے بہت کوشش کرتا ہوں لیکن نہ دیکھنے سے حسرت ہوتی ہے اور جب کسی پردہ دار پر نظر پڑے تو فوراً پاؤں پر اور بے پردہ کی چھاتی پر پڑتی ہے۔ اور اس کے بعد تصور کا ایک طومار بندھ جاتا ہے۔ حضرتِ والا اس کی اصلاح فرمائیں۔

تحقیق- بجز ہمت کے کوئی علاج نہیں۔ النور، صفر ۱۳۵۴ھ

بدنظری کا علاج

حال- یہاں آکر مجھ کو نظر بد کا مرض پیدا ہوگیا ہے چونکہ پردہ نہ ہونے کے سبب سے جدھر دیکھو عورت ہی عورت نظر آتی ہے جس کے سبب بسا اوقات دل میں بہت بڑے بڑے شیطانی خیالات پیدا ہوتے ہیں اس لئے سخت پریشان ہوں براہِ مہربانی کوئی علاج بتلا کر خادم کو گمراہی سے بچاویں۔ عین عنایت ہوگی۔

تحقیق- قصداً دیکھنے کا علاج یا بلا قصد نظر پڑ جانے کا علاج پھر نظر کے بعد خیالات پیدا ہونے کا۔ ان خیالات سے متلذذ ہونے کا علاج۔ کس چیز کا علاج پوچھتے ہو۔
(النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ)

بدنظری کا علاج

حال- احقر ابھی تک بدنظری کی طرف سے اپنے اندر نفرت نہیں پاتا بلکہ تقاضائے نفس بدستور موجود ہے گو احقر اس کی مقاومت کرتا ہے اور مجاہدہ سے نفس کو اس سے روکتا ہے بغیر مجاہدہ کے نفس نہیں رکتا۔ اپنے اوپر تو احقر بہت نفرین کرتا ہے لیکن اس مرض سے پوری نفرت پیدا نہیں ہوئی

تحقیق- نفرت مامور بہ ہے یا رغبت کے مقتضیٰ پر عمل نہ کرنا
(النور ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ)

جھوٹ کا علاج

حال۔ احقر نے سابقہ عریضہ میں عرض کیا تھا کہ مجھ میں جھوٹ بولنے کا مرض ہے اور عادی ہو چکا ہوں۔ حضرت اس کا علاج فرما دیں۔

تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جھوٹ اختیار سے بولتے ہو یا بالاضطرار) حضرت یہ جھوٹ بولتا ہے تو اختیاری لیکن کثرتِ انہماک کی وجہ سے اضطراری جیسا ہو چکا ہے۔ حضرت اس کا علاج فرما دیں

تحقیق۔ جب ہمت واختیار سے چھوڑ دو گے اور بتکلف اس کی عادت کر لو گے تو اسی طرح عدم صدور اضطراری جیسا ہو جائیگا۔ یہی علاج ہے۔ (النور۔ جمادی الاولی ۱۳۵۴ھ)

بدنظری کا علاج

حال۔ چلتے پھرتے کسی لڑکے یا کسی عورت کی طرف نظر پڑ جاتی ہے تو بندہ اس وقت نظر کو فوراً ہٹا لیتا ہے۔ اب حضرتِ والا سے یہ دریافت کرنا ہے کہ نظرِ اول معصیت کا سبب ہے یا نہیں۔

تحقیق۔ اس نظرِ اول میں قصد ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر حدوث میں قصد نہ ہو تو اس کے ابقاء میں قصد ہوتا ہے یا نہیں اگر ابقاء میں بھی قصد نہ ہو تو اس نظر سے جو صورت ذہن میں پیدا ہوتی ہے اس کے ابقاء یا اس کے التذاذ میں قصد ہوتا ہے یا نہیں

حال۔ اگر معصیت کا سبب ہے تو حضرتِ والا علاج فرمائیں۔ البتہ نظر ہٹانے کے بعد اس کی صورت ذہن میں ایک قسم کی تصویر ہو جاتی ہے مگر بعض وقت وہ صورت ذہن میں آتے ہی فوراً دفع کرنا یاد نہیں رہتا۔

تحقیق۔ یاد رکھنے کا اہتمام ضروری ہے اگر ویسے یاد نہ رہے تو ایک پرچہ پر اس کی وعید لکھ کر وہ پرچہ اپنی کلائی یا بازو پر باندھ لیا جاوے۔

حال۔ اس وجہ سے وہ صورت ذہن میں طویل ہو جاتی ہے۔

تحقیق۔ جب تنبہ ہو اُس وقت فوراً اس کا تدارک کیا جاتا ہے یا نہیں۔

حال۔ اب حضرتِ والا سے عرض ہے کہ اس میں کوئی مُضر تو نہیں اگر مضر ہو تو برائے کرم کوئی علاج مرحمت فرمایا جاوے بڑی عنایت ہو گی۔

تحقیق۔ ضرر اور علاج دونوں چیزیں میرے سوالات سے واضح ہیں۔ (النور۔ جمادی الاولی ۱۳۵۴ھ)

بخل کا علاج

خط اوّل

حال۔ عریضۂ سابقہ کا خلاصہ یہ ہے کہ احقر نے اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ نہ کرنے اور اپنی ضرورت کے وقت بلا دریغ خرچ کرنے سے رذیلہ بخل کے ہونے میں تردّد اور تحیّر ہونے بلکہ گونہ بخل کو ترجیح دیتے ہوئے عرض کیا تھا کہ اگر فی الحقیقت یہ بُخل ہے تو حضور اس کی دستگیری فرما کر علاج فرمائیں اور دُعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ اس سے نجات عنایت فرمائیں اس پر خدام والا حضرت اقدس نے یہ ارشاد فرمایا کہ یہ بخل حرام و معصیت ہے یا غیر حرام و غیر معصیت۔ نہایت ادب سے اس کی بابت عرض ہے کہ فدوی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کو کس شق میں داخل کرے اس لئے بیحد لجاجت اور عاجزی سے مودبانہ حضرت والا کی خدمت عالی میں عرض کرتا ہے کہ حضور ہی مہربانی فرما کر ایک شق متعیّن کر کے اس کے احکام سے سرفراز فرما کر مشکور فرمادیں۔

تحقیق۔ کیا اس بخل سے کسی واجب کا ترک لازم آتا ہے کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے تو کتابیں دیکھو۔

خلاصۂ خطِ دوم

حال۔ نہایت ادب سے عرض ہے کہ مہربانی فرما کر یہ ارشاد فرمایا جائے کہ کون کون کتابیں دیکھی جائیں۔

تحقیق۔ کیا فقہ کی کتابیں واجب و معصیت بتلانے کے لئے کافی نہیں۔ اب میں ہندی کی چِندی کہاں تک کروں دودھ پیتے بچے ہی بن گئے۔ (النور۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۴ھ)

پریشانی کا علاج

حال۔ حضرتِ والا شدتِ بخار کے وقت بہت پریشان ہو جاتا ہوں اُس وقت شبہ ہوتا ہے کہ یہ پریشانی صبر اور رضا بالقضا کے خلاف ہے۔ اگر یہ پریشانی صبر اور رضا بالقضا کے خلاف ہو تو اصلاح فرمادیں۔

تحقیق۔ پریشانی اعتقادی ہے یا طبعی۔ کیا دونوں میں یہ احتمال ہے۔

(النور۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۴ھ)

بدنظری کا علاج

حال حضرت. میں اپنے خیال کے مطابق تحریر خدمت کرتا ہوں کہ باری تعالیٰ نے مجھے مرض بدنگاہی سے صرف اپنے فضل وکرم سے بوسیلۂ حضور شفا عطا فرمادی ہے اور اگر حضور کی تشخیص میں یہ مرض کچھ باقی ہے تو اس کا سبب میرے خیال میں ایک اور مرض ہے جس میں ابتلاء ہی نہیں بلکہ انہماک ہے۔ حضرت وہ مرض چاروں طرف کا دیکھنا ہے۔ اگر واقعی یہ مرض بدنگاہی کا سبب ہے یا مستقل مرض ہے تو علاج سے بہرہ یاب فرمادیں۔

تحقیق۔ دوسرا مرض جو لکھا ہے کیا اس کے ترک پر قدرت نہیں۔

(النور۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۴ھ)

قلب میں فحش بات آنے کا علاج

خطِ اوّل

حال۔ ایک عیب سے بہت تکلیف ہے وہ یہ کہ گو میں کبھی زبان سے فحش نہیں بکا کرتا مگر قلب میں بلاوجہ خواہ مخواہ فحش اور بہت کریہہ الفاظ آتے ہیں۔

تحقیق۔ بالقصد یا بلا قصد

حال۔ جس سے بہت تکلیف ہوتی ہے اور جی کڑھتا ہے تو اکثر استغفار اور کبھی کلمہ طیبہ پڑھنے لگتا ہوں مگر قلب کی گندگی اور خباثت دور نہیں ہوتی۔ بہت پریشان ہوں حضور براہِ شفقت اس کا علاج بتلائیں۔

تحقیق۔ تنقیح بالا کے بعد

خطِ دوم

حال۔ تنقیح کے متعلق عرض ہے کہ یہ فحش الفاظ بلا قصد قلب میں آتے ہیں۔

تحقیق۔ پھر کیا ضرر۔

حال۔ اور ان سے کلفت بہت ہوتی ہے دست بستہ عرض ہے کہ حضور علاج فرمائیں۔

تحقیق۔ مصلحِ دین کے ذمہ کلفت کا علاج ضروری نہیں جیسے کسی طالب دین کو بخار کی تکلیف

ہو جاوے تو مصلحِ دین کے ذمہ اس کا علاج نہیں۔ (النور۔ رجب ۱۳۵۴ھ)

عوارضِ نفسانی کا علاج

حال - ایک ماہ کا عرصہ ہوا کہ خادم کی دوکان کے سامنے ایک شخص ہم پیشہ تجار نے دوکان کھولی ہے اور ہم سے حسد رکھتے ہیں۔ نرخ میں کمی کر کے گاہکوں کو توڑنا چاہتے ہیں اور مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اس کی وجہ سے میرے قلب میں تشویش اور تفکر ہو گیا ہے اور جب ہمارا گاہک ان کے پاس جاتا ہے تو قلب دُکھتا ہے اور مُردہ دلی پیدا ہو گئی ہے طبیعت بے چین ہو گئی ہے۔ دل کو سمجھاتا ہوں کہ جو قسمت کا ہے وہی ملیگا مگر دل ہے کہ بکھرا جاتا ہے طبیعت فکر مند اور منقبض رہتی ہے۔ یہاں تک کہ کھانے اور آرام میں کمی ہونے لگی اور اللہ تعالیٰ سے دُعا بھی کرتا ہوں کہ یہ بات نہ رہے اور حضرتِ والا کی دُعا کا محتاج ہوں۔ اور اس کا علاج فرما دیں۔

تحقیق - علاج معصیت کا ہوتا ہے یہ عوارضِ نفسانیہ غیر اختیاری ہونے کے سبب معصیت نہیں لہٰذا بجائے علاج دُعا کرتا ہوں۔ (النور۔ رجب ۱۳۵۴ھ)

موت سے ڈر ضعفِ قلب کی وجہ سے ہے

حال مجھے موت سے بہت خوف معلوم ہوتا ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ مجھے موت سے نفرت طبعی اس حد سے بھی متجاوز ہے جس کا ثبوت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ہوتا ہے یہاں تک کہ محلہ میں اگر کوئی مرجاتا ہے تو کئی روز تک خوف سوار رہتا ہے رات کو عشاء کی نماز میں جاتے ہوئے خوف معلوم ہوتا ہے اور کبھی کسی دوسرے کے لئے موت کو اچھا سمجھتا ہوں تاکہ میں نماز جنازہ پڑھوں اور جنازہ کے ساتھ جاؤں اور ثواب حاصل کروں بہر حال بہت نفرت ہے موت سے۔ حالانکہ وہی ذریعہ ہے خدا کی ملاقات کا۔ اور صوفیائے کرام کے حال پر جب نظر ڈالتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک موت سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں۔

تحقیق - غلط ہے بعض مسلّم بزرگوں کو میں نے موت سے ایسا ہی ڈرتا ہوا دیکھا ہے منشا اس کا

ضعفِ قلب ہے جو بالکل مذموم نہیں۔

حال - جو حالات کتابوں میں دیکھے اس سے بھی یہی بات معلوم ہوئی تو مجھے تعجب ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو یہ بات کس طرح حاصل ہوئی اور کیا ذرائع ان لوگوں نے حاصل کئے جن کی وجہ سے اُن کو نفرت بالکل جاتی رہی۔

تحقیق - اُن کی قوّت قلب ہے یا قوّت دارد۔ اور دونوں غیر مطلوب۔ محض موہوب ہیں۔

(النور رجب ۱۳۵۴ھ)

ہنسی کوئی مرض نہیں

حال - احقر نے سابقہ عریضہ میں عرض کیا تھا کہ احقر کو ہنسی بہت آتی ہے۔ اگر یہ مرض ہے تو علاج فرمادیں تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ (مرض ہونے کا شبہ کاہے سے ہُوا) حضرت ایک تو اس بات سے شبہُ ہوتا ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کبھی ہنسے نہیں تبسّم فرمایا کرتے تھے اور یہ خلافِ طریقہ نبوی ہے۔

تحقیق - تو کیا بطور معمول کے پیٹ بھر کر کھانا بھی مرض ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے بطور معمول کے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

حال - اور دوسری بات یہ ہے کہ ہنسی سے طبیعت کے اندر غفلت پیدا ہوجاتی ہے۔ اللہ کی یاد سے غافل ہونا اچھی بات نہیں۔

تحقیق - اور سونے میں بھی غفلت ہوتی ہے تو یہ بھی اچھی بات نہیں ہوگی۔

حال - حضرت اِن باتوں سے شبہ ہوتا ہے مرض ہونے کا اگر مرض ہو تو علاج فرمادیں۔

تحقیق - اُوپر کے سوالات میں جواب ہوگیا۔ (النور شعبان ۱۳۵۷ھ)

ڈاڑھی میں سے نائی کا سفید بال نکالنا عذر نہیں

حال - نیز جب حجام ہفتہ وار میری حجامت کرتا ہے کہ وہ میری مونچھ میں سے سفید بال تلاش کرکے کتر رہا ہے اور یہ میں جانتا ہوں کہ سفید بال نکلوانا جائز نہیں ہے مگر میں حجام کو منع نہیں کرتا ہوں کہ سفید بال نہ کتر۔ بلکہ نفس

یہ تاویل کرتا ہے کہ نہ تو سفید بال کترنے کو نائی سے کہا گیا نہ خود اس نے اطلاع کی نہ آئینہ سے دیکھا پھر تحقیق وممانعت کی کیا ضرورت ہے تاکہ تحقیق کے بعد ممانعت ضروری نہ ہوجائے۔

تحقیق۔ یہ عذر نہیں نائی کو منع کر دیا جاوے اور سفید بال کو حدیث میں وقار فرمایا ہے اور یہ دُعا آئی ہے اللھم زدنی وقارًا۔ اس دعا کی برکت سے یہ کیفیت معتدل ہوجائے گی۔

(النور۔ شعبان ۱۳۵۴ھ)

موت کا خوف معصیت نہیں

حال۔ موت سے اور برزخ سے بہت زیادہ خوف معلوم ہوتا ہے۔ موت کے خیال سے کافر کی طرح روح خائف اور متالّم ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ایسا ڈر معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی ظالم اور جابر قاتل سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اندرونِ قلب میں بجائے حسنِ ظن کے سوءِ ظن معلوم ہوتا ہے۔ نہ اس کی شفقت و رحمت پر اعتماد ہے نہ اس کی لقاء کا اشتیاق ہے

تحقیق۔ قاعدہ مذکور کی بناء پر کوئی امر ان میں سے معصیت نہیں بلکہ یہ سب دلائل ہیں قوّت اعتقاد کے جس پر اجر ہے۔

(النور۔ شعبان ۱۳۵۴ھ)

سستی و غفلت کا علاج

خطِ اوّل

حال۔ سستی و غفلت بدستور ہے۔ دعائے ہمت کا خواستگار ہوں۔

تحقیق۔ دُعا سے انکار نہیں مگر آپ بھی کچھ ہمت کریں۔ دُعا میں اسی صورت سے برکت ہوتی ہے ورنہ دعا ایسی ہوگی کہ جیسے بدوں نکاح کئے ہوئے اولاد کی دُعا۔

خطِ دوم

حال۔ ہمت کے بارہ میں جو جواب باصواب حضور والا نے عنایت فرمایا ہے اس کا قلب پر بہت اثر ہوا مگر اس کو قیام نہیں رہا اس کا علاج تحریر فرمادیں۔

تحقیق۔ بار بار اس کا استحضار اور اس پر عمل کرنے کی ممکن کوشش اور اس کے ساتھ دُعا بھی،

یہ مجموعہ علاج ہے۔

حال۔ نیز میرا نفس از حد سرکش ہے۔ کسی طرح حسنات کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ ہمیشہ سیّات کی طرف اس کا میلان ہے لذاتِ شہوات کا خوگر ہے اسی کا دھیان ہے اگر کچھ عرصہ کے لئے بھلائی کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ توجہ بھی عارضی ہوتی ہے یعنی نصیحت سننے سے اس کی طرف متوجہ تو ہوتا ہے اور اس کو بہتر بھی جانتا ہے لیکن عمل کے بارہ میں توجہ بالکل صفر ہے اس کی طرف خصوصیت سے توجہ فرمادیں۔

تحقیق۔ میری یہی توجہ ہے کہ دعا کروں اور تدبیر بتلاؤں سو بحمد اللہ ایسا کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ برکت فرمادیں۔ (النور۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۴ھ)

ریا کے شُبہ کا علاج

پہلا خط

حال۔ احقر کو دینی فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں بعض اوقات جبکہ کوئی پاس بیٹھا ہو ریار کی مہلک علت نمایاں ہوتی ہے۔ حضرتا! اس وقت نفس سے کشمکش تو بہت کرتا ہوں مگر خاکسار کو خوف ہے کہ کہیں نفس غالب آکر اس سہو وخطأ کے پُتلے کو گمراہ نہ کردے۔ لہٰذا حضورِ والا کی خدمت اقدس میں ملتمس ہوں کہ از راہ کرم طریقِ علاج ارشاد فرمادیں۔

تحقیق۔ ریا فعل اختیاری ہے یا غیر اختیاری

دوسرا خط

حال۔ خاکسار کی کیفیت یہ ہے کہ جس وقت ادائیگی فرائض دینی کرتا ہوں اور کسی شخص کو نزدیک بیٹھے دیکھتا ہوں تو خفیف سی لذت پیدا ہوتی ہے کہ یہ کہے گا بڑا اچھا آدمی ہے یعنی اس کو خوش کرنا ملحوظِ خاطر ہوتا ہے۔

تحقیق۔ وسوسہ کے درجہ میں جس کو مذموم سمجھتے ہو یا عزم کے درجہ میں۔

(النور ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۵ھ)

کوئی عورت سامنے آئے تو قدرت سلب نہیں ہوتی :-

پہلا خط

حال-بندہ کے اندر ایک مرض یہ ہے کہ اگر کوئی عورت سامنے پڑ جائے تو اس پر نظر پڑ جاتی ہے پھر اس سے نظر ہٹا نہیں سکتا۔

تحقیق-کیوں۔ کیا قدرت سلب ہو جاتی ہے۔

دوسرا خط

حال-اس وقت قدرت سلب ہو جاتی ہے۔

تحقیق-تو کیا تمہارا یہ اعتقاد بھی ہے کہ اس حالت میں تم کو گناہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ عدم قدرت کی حالت میں تو گناہ نہیں ہوتا۔

تیسرا خط

حال-پہلے میں نہیں سمجھ سکا تھا اس لئے جواب میں لکھا تھا کہ قدرت سلب ہو جاتی ہے لیکن اب سمجھ میں آیا کہ قدرت سلب نہیں ہوتی ہے کیونکہ بعض مرتبہ تو نظر پھیر سکتا ہوں اس لئے نظر نہ پھیرنا قدرت سلب ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ شیطانی وسوسہ اس کا سبب ہے اور نظر نہ پھیرنے کی حالت میں مجھے گناہ بھی ہوتا ہے۔ اب حضور جو علاج تجویز فرما دیں اس گناہ سے بچنے کے واسطے اس پر کاربند رہونگا۔

تحقیق-قدرت سے کام لو۔ (النور۔ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ)

طبیعت کے کسلمند ہونے کا علاج سکون و قوت ہے

حال-بعض وقت اگر گھبراہٹ ہوتی ہے یا اوراد میں طبیعت کسلمند ہوتی ہے تو کبھی قصداً اور کبھی بلا قصد شبیہ حضرت اقدس تخیلاً و مواجہۃً مسکن و مقوی طبع ہوتی ہے آیا یہ قصد مذموم تو نہیں ہے۔ خصوصاً میری حالت کے اعتبار سے کہ خلوت میں یا تاریکی میں ہجوم خیالات و تراکم وساوس کثرت سے ہوتا ہے۔

تحقیق۔ کیا سکون و قوت اسی تدبیر میں منحصر ہے۔ (النور صفر ۱۳۵۶ھ)

حبِ دُنیا کا علاج

حال۔ اس خط میں ایک دوسرا مرض لکھنا چاہتا ہوں وہ حُبّ دُنیا ہے۔ اپنے اندر دُنیا کی محبت پاتا ہوں۔ رسالہ تبلیغ دین ص۵۶ میں ہے: "دنیا صرف مال وجاہ ہی کی محبت کا نام نہیں ہے بلکہ موت سے پہلے جس حالت میں بھی ہو وہ سب دُنیا ہے۔ دنیا کے تمام جھگڑوں بکھیڑوں اور مخلوقات اور موجودہ چیزوں کے ساتھ تعلق رکھنے کا نام دنیا کی محبت ہے۔

تحقیق۔ مراد محبت عقلی ہے محبت طبعی نہیں۔

حال۔ پھر تھوڑا آگے ہے "یاد رکھو کہ آدمی کو جاہ ومال کے علاوہ زمین کی بھی محبت ہوتی ہے مثلاً مکان بنائے یا کھیتی کرے۔ نباتات کی محبت ہوتی ہے مثلاً جڑی بوٹی ہو کہ اس کو دواؤں میں استعمال کرنا یا ترکاری ودیگر پیداوار ہو کہ اس کو کھائے اور مزہ اڑائے۔ معدنیات کی محبت ہوتی ہے۔ اسی طرح اور بھی چند چیزوں کو گنا کر لکھتے ہیں۔ انہیں چیزوں کی محبت کا نام ہوائے نفس ہے جس کو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنے نفس کو خواہش سے روکا اس کا ٹھکانا جنت ہے اور دنیا کی محبت کی تعریف جو اس کتاب میں کی گئی ہے کہ موجودہ چیزوں کے ساتھ تعلق رکھنے کا نام دنیا کی محبت ہے وہ مجھ پر صادق آتی ہے مجھے ان مذکورہ چیزوں کے ساتھ تعلق ہے اپنے اندر ان کی محبت پاتا ہوں اس تعریف کو دیکھ کر مجھے کسی قدر پریشانی بھی ہوئی کہ اس سے بچنا تو بہت مشکل ہے۔ میں یہ سمجھے ہوئے تھا کہ دنیا کی محبت اس کو کہتے ہیں کہ مخلوق سے اتنی محبت ہو جو اللہ تعالیٰ کی محبت پر غالب ہو اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کردے نفس محبت اور نفس تعلق مضر نہیں۔

تحقیق۔ تمہارا سمجھنا ٹھیک ہے۔

حال۔ لیکن اس تعریف میں کچھ فرق نہیں کیا گیا

تحقیق۔ وہ تعریف محتاج شرح ہے۔ ہم نے اوپر شرح کردی ہے

حال۔ اس لئے مجھے پریشانی ہوئی کہ اپنے اوپر اس کو صادق پاتا ہوں اس لئے حضرت

کے پاس لکھتا ہوں کہ یہ مرض حُبِ دنیا کا میرے اندر موجود ہے حضرت اس کے ازالہ کی جو تدبیر بتلائیں اس پر عمل کروں۔

تحقیق۔ جب مرض کا وجود ثابت ہو جائیگا علاج بتلایا جائیگا۔

نوٹ الف:۔ اس جواب میں حضرت امام غزالیؒ کے ایک کلام جزئی کی جو توجیہ ہے اور جواب بالا میں ان کے مذاقِ کلی کی جو توجیہ ہے وہ نہایت ضروری اور نافع اور خلجانات کی دافع ہے۔ فقط

(**نوٹ ب**) پھر ان کا دوسرا خط آیا کہ الحمدللہ حضرت کی شرح فرما دینے سے کہ عقلی محبت مراد ہے سارے شبہات دُور ہو گئے اب کوئی خلجان نہیں رہا اور الحمدللہ اس معنی کے اعتبار سے دُنیا کی محبت اپنے اندر نہیں پاتا۔ ان چیزوں سے اتنا ہی تعلق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تعلق اور محبت پر غالب نہیں ہے دوسرے خط میں کوئی اور مرض لکھونگا اس خط سے صرف اطلاع اور دُعا کرانی مقصود ہے آہ اس کے جواب میں مبارکباد لکھی گئی

حال۔ مواعظ میں بعض مضامین دقیق ایسے ہوتے ہیں جن کی تشریح جناب والا نے علم منطق و صرفی و نحوی قواعد سے طے فرمائے ہیں تو ان کا سیکھنا بھی بندہ کے لئے لازم ہے کہ کسی استاد سے موقع بہ موقع سبقاً سبقاً حاصل کیا جائے یا یوں ہی چھوڑ جائے۔

تحقیق۔ جو سمجھ میں نہ آوے اس کو چھوڑ دو۔

حال۔ مطالعہ (مواعظ) کے وقت اکثر مضامین فدوی سمجھتا ہے مگر یاد نہیں رہتے تو یاد کر لینا ضروری ہے؟

تحقیق۔ نہیں۔

حال۔ یا صرف اتنا کافی ہے کہ کتاب میں دیکھ کر دل کی تسلی کرتا رہے۔ ان کے متعلق جو ارشاد ہو۔

تحقیق۔ اگرچہ یاد نہ رہے مگر اثر باقی رہ جائے گا (النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

بدنظری کا علاج

پہلا خط

حال۔ احقر کو نگاہ بد کا مرض ہے اس کے متعلق اگرچہ اتنا ضرور کر لیتا ہوں کہ جب کسی پر نگاہِ بد پڑی فوراً جبراً و قہراً ادھر سے نگاہ ہٹالی اور تیزی سے اس جگہ

سے چلا گیا اور استغفار کر لی مگر پھر بھی اتنا تقاضا رہتا ہے کہ اللہ کی پناہ اور بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ نگاہ پڑنے کے بعد دو چار سیکنڈ اس پر نگاہ قائم بھی رہتی ہے مگر جب خیال آتا ہے فوراً ہٹا لیتا ہوں۔ تقاضا کے وقت قدرت تو رہتی ہے مگر نفس امّارہ کہتا ہے کہ نظر کر لے پھر توبہ کرنے سے اللہ رحمٰن و رحیم معاف فرما دیں گے اور عین وقت پر وہ خبیث مغلوب کر لیتا ہے پھر ایک دو سیکنڈ کے بعد نگاہ کو ہٹا کر توبہ کر لیتا ہوں اور بے انتہا استغفار کر لیتا ہوں لیکن اس کا کیا کروں کہ یہ جو عین تقاضا کے وقت نفس خبیث مغلوب کر لیتا ہے اس سے سخت ندامت اور پریشانی ہوتی ہے۔ جانتا ہوں کہ استغفار کر لی ہے مگر دل صاف نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی دل پر اس کی کدورت باقی ہے۔ ورنہ استغفار سے تو دل صاف ہو جاتا ہے۔ یہ سمجھ کر اور بھی دل پریشان ہوتا ہے اب حضرتِ والا سے دست بستہ عرض ہے کہ حضرتِ والا ایک ایسا علاج مرحمت فرما دیں۔ کہ اللہ جلّ شانہٗ اس کی برکت سے عین تقاضا کے وقت نفس امّارہ پر غلبہ کی قدرت عطا فرما دیں۔

تحقیق۔ قدرت تو عطا فرمائی ہے۔ مگر جب اس سے کام نہ لو اس کا کوئی علاج مجھ کو معلوم نہیں۔ جہنم میں علاج ہوگا۔

دُوسرا خط

حال۔ حضرتِ والا نے پہلے پرچہ میں جو جملہ شریفہ تحریر فرمایا ہے کہ کیا تقاضے کے وقت قدرت نہیں رہتی، اور اس کے بعد کے پرچہ میں جو قول مبارک ارقام فرمایا ہے یعنی قدرت تو عطا فرمائی ہے جب اس سے کام نہ لو اس کا کوئی علاج مجھ کو معلوم نہیں جہنم میں علاج ہوگا۔" ان دونوں سے احقر کو اتنا فایدہ ہوا جو بیان کرنے سے احقر قاصر ہے۔ اب عزم بالجزم کر لیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ بفضلہ و بکرمہ و بدعا حضرتِ والا کبھی بھی یہ فعلِ بد صادر نہیں ہوگا۔

تحقیق۔ مبارک مبارک۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ)

ریاء کا شبہ اور اس کا ازالہ

حال۔ کبھی کبھی جس روز خانقاہ میں کوئی مہمان موجود ہوتا ہے اُس روز نفس میں اس بات کا تقاضا ہوتا ہے کہ نماز تہجد کو جلدی پڑھ کر ذکر کو بلند آواز سے شروع کیا جاوے تاکہ ذکر کو

مہمان سُن لے بعض روز نفس کے تقاضے کی بنا پر نمازِ تہجد کو جلدی نہیں پڑھتا ہوں بلکہ نمازِ تہجد کو آہستہ آہستہ پڑھ کر ذکر کو بھی آہستہ آہستہ کرتا ہوں۔

تحقیق۔ جب یہ فعل اختیاری ہے ایسا ہی کرنا چاہیئے اور آہستہ سے مراد اگر حسب عادت ہے تو کافی ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ اس سے بھی آہستہ تاکہ احتمال ریار کی پوری مقاومت ہو تو اس کی حاجت نہیں عادت کے موافق کافی ہے۔ اور احتمال ریار کی مقاومت تصحیح نیت سے کافی ہے لیکن اگر زیادہ خلجان ہونے لگے تو معالجہ کے لئے عادت سے بھی آہستہ اسلم ہے۔

حال۔ اور بعض روز نفس کے تقاضے کی بنا پر نمازِ تہجد کو جلدی پڑھ کر ذکر کو بلند آواز سے شروع کرتا ہوں

تحقیق۔ یہ بھی فعل اختیاری ہے جس میں ریار کے مقتضیٰ پر عمل ہے۔ مت کرو۔ اور بلند آواز میں یہاں بھی اُسی قیاس پر تشقیق ہے۔

حال۔ بعد میں خیال ہوتا ہے یہ تو ریاء ہے پھر ذکر کو آہستہ کرتا ہوں تاکہ کوئی نہ سُن لے۔ حضرت کیا اس حالت میں ذکر کو آہستہ نہ کرنے کا سبب ہے۔

تحقیق۔ اوپر مفصل و مکمل لکھ چکا ہوں۔ (النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ)

فضول گوئی کا علاج

حال۔ دوسرا مرض زبان کا بدستور موجود ہے یہ مرض ناسُور جیسا ہو گیا ہے کہ زبان کو فضول گوئی سے روکنے میں کامیابی نہیں ہوتی۔

تحقیق۔ وہی اختیار و عدم اختیار کا سوال یہاں بھی ہے۔

حال۔ رنج و غم کی حالت میں تو یہ زبان خود ساکت رہتی ہے۔ لیکن جہاں فکر و تردّد دُور ہوا، زبان اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔

تحقیق۔ آجاتی ہے یا لائی جاتی ہے۔

حال۔ کاملین کی صحبت سے اس مرض میں بیحد کمی ہو جاتی ہے اور میں طبیعت کا اندازہ کرتا ہوں کہ اگر چھ ماہ ایسی صحبت نصیب ہو جاوے تو انشاء اللہ اس مرض میں بہت کمی ہو جائے گی لیکن ایسی صحبت میسر نہیں۔

تحقیق۔ صحبت پر موقوف نہیں مدار ہمت پر ہے۔ (النور جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ)

دل نہ لگنے کا علاج

حال۔ از بعض مستورات۔ میری حالت جس کو میں محسوس کر سکتی ہوں یہ ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ میرا قرآن شریف کی تلاوت اور ذکر اور نماز میں اکثر بہت دل لگتا ہے۔ کبھی قرآن شریف کی تلاوت میں بہت دلچسپی ہوتی ہے کبھی ذکر میں اور کبھی نماز میں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز میں دل نہیں لگتا۔

تحقیق۔ اس کی طرف التفات نہ کیا جاوے ایسے تغیّر تبدّل سب کو پیش آتے ہیں۔ اصل چیز عمل ہے اُس میں خلل نہ ہو۔ برکت اُسی سے ہے۔

حال۔ جس زمانہ میں میری طبیعت نماز اور ذکر وغیرہ میں بہت لگتی ہے مجھے تمام دن خوشی اور مسرت رہا کرتی ہے اور یہ دل چاہا کرتا ہے کہ سوائے خدا کے اور کوئی ذکر نہ ہو لیکن خدا جانے کیا واقعہ ہے کہ دعا میں میرا دل بالکل نہیں لگتا۔ دُعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہی مجھے وحشت سی ہونے لگتی ہے۔ اور بہت دل اکتانے لگتا ہے۔

تحقیق۔ طبائع کا رنگ فطری طور پر جُدا جُدا ہے مگر یہ مضر نہیں۔ مقصود خدا تعالیٰ کی یاد ہے۔ خواہ ذکر وغیرہ سے ہو یا دُعا سے ہو۔ مقصود ہر حال میں حاصل ہے۔

ف۔ ویتایدھذا بحدیث ابی سعید یقول الرب تعالیٰ من شغلہ قرأۃ القرآن عن مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین۔ للترمذی (جمع الفوائد فضل القرآن) دل الحدیث علی ان التقلیل فی الدعاء غیر مضر۔ (النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ)

حب دُنیا اور حب جاہ کا علاج

حال۔ مکائد نفس اور رذائل سے بچنے کا بھی لحاظ رکھتا ہوں۔ کبھی کبھی اچھے کھانے کپڑے اور عمدہ مکان بنانے کی طمع ہوتی ہے اور جی چاہتا ہے کہ زیادہ روپیہ پیسہ پاس ہو اس سے حُبِ دنیا کا شبہ ہوتا ہے۔ جب کسی قدر اس خیال کا غلبہ ہوتا ہے تو تبلیغ دین وغیرہ میں حُبِ دُنیا کی مذمت اور زہد وغیرہ کا بیان دیکھ لیتا ہوں اس کے استحضار سے طمع مضمحل ہو جاتی ہے۔ نفس یہ بھی چاہتا ہے کہ کوئی شخص بُرا نہ کہے اور اعزہ واحباب کے متعلق اس کا خیال بھی ہوتا ہے کہ وہ جائز تقریبات میں مجھ کو فراموش نہ کریں۔ اس کے خلاف پیش آنے سے طبیعت میں پریشانی محسوس ہوتی ہے۔ ہمیشہ سے اکثر تقریبات میں میں خود نہیں شریک ہوتا ہوں، مگر اس سے ضیق ہوتی ہے کہ اہل تعلق میں سے کوئی یاد نہ کرے

اس سے بھی حُبِّ دُنیا اور حُبِّ جاہ کا شبہ ہوتا ہے۔ اس کے متعلق بھی جب تبلیغ دین وغیرہ میں کچھ مضمون پڑھ لیتا ہوں تو طبیعت میں سکون ہو جاتا ہے۔ طالب حق کے واسطے اس قسم کے خیالات نہایت شرمناک معلوم ہوتے ہیں۔ براہ شفقت وکرم حضور دعا و تدبیر سے میری دستگیری فرمائیں۔

تحقیق - دُعا بھی کرتا ہوں اور تدبیر یہ ہے کہ اقتضائے نفس کی مخالفت کی جاوے۔ اور اقارب کی شکایت کی جو بنا ہے یعنی اپنا استحقاق۔ اس کی ضد کا استحضار اس طرح کیا جاوے کہ اپنے نقائص نااہلی کا استحضار استمرار کیساتھ کیا جاوے۔ (النور - رجب ۱۳۵۶ھ)

نفس کی اصلی سزا تو ندامت ہے باقی تقویت کے لئے بدنی یا مالی سزا دی جاتی ہے

حال - یکے از مجازین۔ نفس کی یہ بدمعاشی کہ باوجود علم اور قدرت اور اختیار کے کام نہ کرے یا نہ چھوڑے اور بالکل بھی عقلاً و شرعاً معذور نہیں۔ اس پر کیا سزا ہونی چاہیئے۔ بدنی سزا ہو یا مالی یا کیا انداز اختیار کیا جائے۔

تحقیق - بعض اوقات یا بعض طبائع میں سزائے مالی یا بدنی سے ندامت کم ہو جاتی ہے۔ اور اصل مقصود ندامت ہی ہے جس کی تقویت کے لئے وہ سزا تجویز کی جاتی ہے۔ سو جب کسی عارض سے اُس میں ضعف ہو جاوے وہ مقصود نہ رہے گی اور اس وقت آپ کے لئے یہی مناسب ہے کہ ندامت پر اکتفا ہو ویؤیدہ قولہ تعالیٰ علیٰ بعض التفاسیر فاثابکم غما بغم لکیلا تحزنوا الآیۃ اذا لم تکن لا زائدۃ فافادت ان الاصابۃ والعقوبۃ من خواصہا زوال الحزن ولو فی بعض الاوقات لان القضیۃ شخصیۃ (النور - جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ)

ریاء قصد رضائے خلق بذریعہ دین کا نام ہے

حال - حضرت کے مواعظ میں سے کبھی اگر اپنے پاس بیٹھنے والوں سے کوئی بات کرتا ہوں تو دل میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ ریا ہے۔ چونکہ اپنے نفس میں ریا کا احساس ہے۔ ہر وقت یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ تو جو کچھ کہتا ہے وہ تیرے افعال کے خلاف ہے دل

ہی دل میں طے کر لیتا ہوں۔ کہ آئندہ نہ کروں گا۔ لیکن ریا، کا اس قدر غلبہ ہے کہ پھر شروع کر دیتا ہوں۔ اور یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ گویا خلاف منصب وعظ گوئی ہے جو میرے لئے مضر ہے۔ اس کا جو مناسب علاج ہو تجویز فرمایا جاوے۔

تحقیق۔ ریا، ہر خیال کا نام نہیں بلکہ جس خیال کی بنار قصد رضائے خلق بذریعہ دین ہو اور یہ اختیاری امر ہے۔ جب اس کا قصد نہ ہو وہ ریا، ہی نہیں۔ اگرچہ وہم ریا ہو۔ وہم ریا وسوسہ ریا ہے جس پر مواخذہ نہیں۔ ایسے وہم سے عمل صالح کو ترک نہ کیا جاوے۔ (النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ)

حُبِ جاہ کا علاج

حال:۔ حضرت اقدس عام طور پر تو اس ناچیز کو اپنے عیوب بھی پیشِ نظر رہتے ہیں کوئی تعریف بھی کرتا ہے تو اپنی نالائقیاں یاد آکر شرمندہ ہوتا ہوں۔ لوگوں سے حتی الوسع علیحدہ رہتا ہوں۔ مگر بعض اوقات ضرورتاً کہیں جانا ہوتا ہے یا بعض دوست کبھی ملنے آجاتے ہیں تو دورانِ گفتگو میں کوشش کرتا ہوں کہ بات اس طرح قوت سے ادا ہو کہ مخاطب متاثر ہوں۔ اس وقت اگر کوئی تعریف کرتا ہے یا ان میں کوئی خاص اثر معلوم ہوتا ہے تو نفس خوش ہوتا ہے اور جب بیان کرتے کرتے رُک جاتا ہوں تو دل میں خواہش ہوتی ہے کہ اگر کوئی بات مناسب مقام یاد آجاوے تو بیان کروں۔ جلسہ کے برخاست کے ساتھ طبیعت بے چین ہو جاتی ہے۔ بہت ڈر لگتا ہے اور گھبرایا ہوا پھرتا ہوں کہ ملنے والوں کا تو کچھ نفع ہو گیا۔ مگر اپنا نقصان ہو گیا۔ کہ یہ تو حبِ جاہ ہے۔ جبھی تو دل میں انتظار ہوتا ہے کہ میرے بیان سے مخاطب متاثر ہو۔ حضرت عالی اگر یہ واقعی حبِ جاہ یا کوئی اور مرض ہو تو اس کا علاج ارشاد فرماویں۔ **تحقیق**۔ شبہ سے بھی بچنا چاہیئے اس عادت کو چھوڑ دیں۔

(النور شوال ۱۳۵۶ھ)

رسالہ نعم المنادی فی تصحیح المبادی

مشتمل بر سہ خط

خطِ اوّل

اخلاقِ رذیلہ کے مقتضٰے پر عمل نہ کرنا

حال۔ درستگی اخلاق و معاملات کا حتی الامکان کوشاں ہوں اس کی تفصیل یہ ہے کہ خصائلِ رذیلہ مثلاً حسد۔ کینہ غصہ۔ عجب وغیرہ کا مادہ دل کے اندر چھپا ہوا موجود ہے گو اس کے مقتضٰے پر عمل نہیں کرتا ہوں لیکن کبھی کبھی ذہول ہو جاتا ہے۔ خیال آنے پر قصد سے دفع کرتا ہوں۔

تحقیق۔ پھر اور کیا چاہیئے۔ صاف لکھیئے۔

حال۔ معاملات کے متعلق عرض ہے کہ شروع ملازمت سے رشوت سے محتاط نہ تھا۔ آٹھ سال ہوئے میں نے اس سے توبہ کی۔ جن جن سے رشوت لی تھی یا قرض لیا تھا اُن سے معاف کرانے کا یا ان کو ادا کرنے کا قصد کر لیا۔ کئی شخصوں سے معاف کرا چکا ہوں۔ ایسے اشخاص کی جہاں تک یاد آسکی اس کی فہرست بنائی ہے اور مصمّم ارادہ ہے کہ اُن سے معاف کراؤں گا۔ یا ادا کرونگا۔ میرے اوپر سودی قرضہ بھی ہے چہارم تنخواہ سے زیادہ اس میں ہر ماہ دیتا ہوں۔ اللہ پاک سے دُعا کرتا رہتا ہوں کہ مجھ کو حقوق العباد سے نجات دے۔ حضور بھی دُعا فرما دیں۔

تحقیق۔ دُعا کرتا ہوں۔

حال۔ اصلاح کی حقیقت میرے ذہن میں یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضاجوئی کے جو طریقے ہیں یعنی تزکیۂ نفس

تحقیق۔ اس کی کیا تفسیر ہے۔

حال۔ مامورات شرعیہ کی اخلاص سے تعمیل

تحقیق۔ اس میں مصلح کا کیا دخل۔

حال۔ اور منہیات سے بیزاری ان پر استقامت کی توفیق عطا ہو جائے۔ اور اللہ پاک کی یاد قلب میں جاگزین ہو جائے۔

تحقیق۔ (کیسی بیزاری) عملی یا اعتقادی یا حالی۔

خطِ دوم

حال۔ پچھلے خط میں میں نے عرض کیا تھا کہ خصائلِ رذیلہ کا مادہ دل میں موجود ہے۔ لیکن اس کے مقتضیات پر عمل نہیں کرتا۔ حضورِ والا نے استفسار فرمایا ہے کہ "پھر اور کیا چاہیئے" جواب میں عرض ہے کہ میں جانتا ہوں کہ رذائل کا ازالہ کلیتہً محال ہے اور اُن کے مقتضیات پر عمل نہ کرنا کافی ہے۔ بفضلہٖ اس کی توفیق اپنے میں پاتا ہوں گو قوی نہیں اللہ پاک توفیق میں زیادتی فرماوے۔ باقی میرا یہ کہنا کہ رذائل کے مقتضیات پر عمل نہیں کرتا۔ میرے اپنے محسوسات کی بناء پر ہے۔ ایک عامی کی محسوسات ہی کیا۔ غالباً بہت سے اخلاقِ ذمیمہ میں مبتلا ہوں گا۔ لیکن مجھ کو اُن کا احساس نہیں ہے۔

تحقیق۔ احساس ہونا چاہیئے۔ ورنہ اس کا علاج کیسے پوچھا جاوے گا خصوص جبکہ مصلح کے مشاہدہ سے بھی دُور ہو۔ ایسی حالت میں مصلح کے احساس کی بھی کوئی صورت نہیں۔ اور ایسا کم ہوتا ہے کہ مصلح کو کسی واقع سے اطلاع دی۔ اور اُس نے اس واقعہ سے کسی خصلت کا استنباط صحیح کر لیا۔ سو یہ کافی علاج کے لئے کافی نہیں۔ لہٰذا خود طالب کو احساس کرنا چاہیئے جس کی تدبیر یہ ہے کہ ایسے رسائل کا مطالعہ کیا جاوے جیسے تبلیغ دین یا میرے مواعظ

حال۔ دوسرا استفسار حضورِ والا کا یہ ہے کہ تزکیہ نفس کی تفسیر کیا ہے۔ جواب میں عرض ہے کہ تزکیہ نفس کی تفسیر یہ ہے کہ قلب کو ان اخلاقِ ذمیمہ مثلاً حسد۔ کینہ۔ تکبر۔ غصہ۔ خودپسندی۔ ریا۔ کذب، حب جاہ۔ حبِ مال وغیرہ سے پاک کرے۔ جو حق تعالیٰ کو ناپسند ہیں اور ان اخلاقِ حمیدہ مثلاً محبت خشیت۔ رجاء۔ صبر۔ شکر۔ اخلاص۔ صدق۔ توکل رضا بر قضا وغیرہ سے قلب کو آراستہ کرے۔ جو حق تعالیٰ کو پسند اور محبوب ہیں۔

تحقیق۔ ٹھیک ہے۔

حال۔ تیسرا استفسار حضورِ والا کا یہ ہے کہ "حصول اخلاص میں مصلح کو کیا دخل ہے" جواب میں

عرض ہے کہ اخلاص امر اختیاری ہے۔ اور امر اختیاری کے حصول کا طریقہ استعمال اختیار اور مجاہدہ ہے لیکن ممکن ہے کہ مرض ریا جو اخلاص کی ضد ہے اس صورت سے ظہور کرے کہ طالب اصلاح خود احساس نہ کر سکے۔ ایسی حالت میں وہ مصلح کا محتاج ہوگا۔ جو بعض اوقات ایسے امراض کی تشخیص اور طریق مجاہدہ تجویز کرتا ہے جو ان امراض کا علاج ہے۔ نیز مجھ کو بزرگوں کی دعا کے برکات اور توجہ کے فیض کا انکار نہیں ہے لیکن یہ دونوں امور غیر اختیاریہ ہیں۔ میں نے حضور والا سے اصلاح کی درخواست کرتے وقت اپنی اصلاح کے لئے ان ذرائع سے امید وابستہ نہیں کی ہے تاکہ بعد کو توحش اور مایوسی کا سامنا نہ ہو۔

تحقیق۔ سب اجزاء مضمون کے بالکل صحیح۔ تسلی بخش اور امید افزا ہیں۔

حال۔ آخر میں حضور والا نے منہیات سے بیزاری کے متعلق دریافت فرمایا ہے کہ بیزاری عملی یا اعتقادی یا حالی کونسی مراد ہے۔ جواب میں عرض ہے کہ صرف اعتقادی اور عملی درجہ مراد ہے۔ حالی امر غیر اختیاری ہے اور امور غیر اختیاریہ حصول رضا کے طرق نہیں ہو سکتے۔

تحقیق۔ بالکل صحیح۔ اب وقت آگیا ہے کہ کیفما اتفق مجھ سے ایک ایک چیز کے متعلق پوچھا جائے اور میں جو عرض کروں اس پر عمل کر کے پھر مجھ کو اطلاع کی جاوے۔ اسی طرح جب ایک چیز کے متعلق علمی تحقیق اور عملی رسوخ کا فیصلہ ہو جاوے۔ پھر دوسری چیز کا اسی طرح سلسلہ شروع کیا جاوے اور ہر خط کے ساتھ اس سے پہلا خط بالالتزام رکھا جاوے۔

خط سوم

حال۔ حسب الارشاد تبلیغ دین اور حضرت والا کے مواعظ زیر مطالعہ ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ کبر و عجب پر بفضلہ غالب آچکا ہوں لیکن اس ہفتہ میں اپنے ہر فعل پر غور کے ساتھ توجہ رکھنے سے کئی مرتبہ مجھ کو اپنے اندر کبر و عجب کا احساس ہوا۔ گو نفس نے ہر اس فعل کی جس پر مجھ کو کبر و عجب کا گمان ہوا تاویل پیش کرنے کی کوشش کی لہٰذا چند واقعات مع ان تاویلات کے جو نفس نے پیش کریں حضور والا کے فیصلہ کی غرض سے تحریر کرتا ہوں

(۱) ایک عالم صاحب نے میرے دماغ اور ذہانت کی مدح فرمائی۔ جس کو سن کر مجھ کو نہایت مسرت ہوئی۔ اور مدح کو صحیح سمجھا۔ عقلی طور پر خوب ذہن نشین ہے کہ میرا کوئی کمال میرا ذاتی نہیں ہے

حق سبحانہٗ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے بلا استحقاق عطا فرمایا۔ اور جب چاہے واپس لے لے۔ مدح کو سچ سمجھنے کی بابت نفس نے یہ تاویل کی کہ جب تم اس کو اپنا کمال نہیں سمجھتے۔ اور اللہ پاک کا انعام سمجھتے ہو تو اس خوبی کو خوبی نہ سمجھنا اللہ پاک کی ناشکری ہوگی۔

(۲) گھر میں گھی کی ضرورت تھی ملازم کام کو گیا ہوا تھا مجھ سے کہا گیا کہ بازار سے گھی لے آؤ۔ میں نے ایک دیگچی ہاتھ میں اٹھائی اور جانے کو تیار ہو گیا۔ میری اہلیہ نے میرے ہاتھ میں ایک اٹھنی دی۔ ۸ر دیکھ کر میں نے دیگچی رکھدی اور یہ کہا کہ ۸ر کا گھی خریدنے میں مجھ کو شرم آتی ہے۔ یہ کہنے کے بعد فوراً خیال آیا کہ شرم کی وجہ تکبر ہے نفس نے تاویل کی کہ اللہ پاک نے تم کو ملازم دیئے ہیں۔ دو سو روپیہ ماہوار کی تنخواہ ہے۔ سرکاری عہدہ دار کیا ہے اگر کوئی شخص ۸ر کا گھی خریدتے دیکھے گا تو ذلت کی نگاہ سے دیکھے گا کہ اتنی تنخواہ ہے اور ۸ر کا گھی خرید رہے ہیں لیکن میں نے اس تاویل کو محض تاویل ہی سمجھا اور نفس کی تادیب کی غرض سے اس پر آمادہ ہو گیا کہ ۸ر کا نہیں بلکہ ۴ر کا گھی خرید کر لاؤں گا اور دیگچی اٹھا کر چلا تو اب اس بات پر شرم آنا شروع ہوئی کہ ۴ر کے گھی کے لئے اتنا بڑا برتن لے جاؤنگا تو دوکاندار احمق سمجھیگا ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ ملازم آ گیا اور میری اہلیہ نے برتن میرے ہاتھ سے لے کر اسکو دیدیا۔

(۳) میں نے اپنے ایک ماتحت کو اشارہ سے بلایا اُس نے دیکھا لیکن اپنے کام میں مشغول رہا۔ مجھ کو اس کا کام چھوڑ کر فوراً نہ آنا طبعی طور پر ناگوار ہوا۔ لیکن میں نے اس کے مقتضیٰ پر عمل نہ کیا۔ بعد میں خیال آیا کہ ایسے موقع پر تواضع کا برتاؤ کرنا سیاست اور انتظام میں مخل ہوگا لہٰذا میں نے اپنے پر مصنوعی غصہ طاری کیا اور اس کے پاس جا کر اس کو تنبیہ کی میری اس تنبیہ میں ظاہراً تکبر کی سی شان تھی لیکن قلب بفضلہٖ تکبر سے پاک تھا۔ حضور مطلع فرماویں کہ ایسے موقع پر جہاں تواضع کا برتاؤ سیاست اور انتظام میں مخل ہونا معلوم ہو۔ ظاہراً متکبروں کا سا برتاؤ کرنے کی شرعاً رخصت ہے یا نہیں۔

(۴) میرے ایک شناسا ہیں جو اکثر میرے اوپر پھبتیاں کیا کرتے ہیں اور میری عیب جوئی کی فکر میں رہتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ تواضع کا برتاؤ کرتا تھا جس سے وہ اور زیادہ جری ہوتے تھے اور مجھ کو اور زیادہ دق کرتے تھے۔ اُن کے انداز گفتگو سے اکثر ان کا تکبر بھی ظاہر

ہوتا تھا۔ میں نے ان سے نجات حاصل کرنے کا یہ طریقہ سوچا کہ اُن کے ساتھ سخت برتاؤ کروں اور متکبروں کے ساتھ تکبر کرنے کی رخصت پر عمل کروں۔ لہٰذا ایک مرتبہ گفتگو کے سلسلہ میں انہوں نے مجھ سے پُوچھا کہ کیا میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے حضور کہہ کر خطاب کیا کریں۔ میں نے نہایت کرخت لہجہ میں اُن کو جواب دیا کہ اُن کے ایسا کرنے سے میری شان میں کچھ اضافہ نہیں ہوگا۔ میرے ماتحت جن میں بارہ وہ انسپکٹر بھی شامل ہیں جن کی تنخواہ ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار ہے ہر وقت مجھ سے حضور کہا کرتے ہیں۔ یہ جملے ادا ہونے کے بعد طبیعت گھبرانے لگی اور نقلی تکبر اصلی معلوم ہونے لگا اور میں نے توبہ و استغفار کیا۔

تحقیق۔ خط حرفاً حرفاً پڑھا۔ طلب اور اہتمام اور فکر سے دل خوش ہوا۔ دل سے دُعا نکلی۔ سب کا جواب یہ ہے کہ مبتدی کو ایسی کاوش نافع تو اس لئے ہے کہ اس سے نظر بڑھتی ہے۔ مگر تحقیق کی فکر یا اس تحقیق پر اصلاح کو اس طرح مبنی کرنا کہ اگر نفس میں رذیلہ ثابت ہو جاوے تو اس کا تدارک کریں ورنہ مطمئن ہو جاویں۔ یہ مضر ہے اس لئے کہ ایسی تحقیقات اکثر وجدانی ہوتی ہیں۔ کہ ان میں دونوں جانب دلائل و کلام کی بہت گنجائش ہوتی ہے۔ اگر رذیلہ کو ثابت کیا جاوے بعض اوقات غلو اور تعمق ہو جاتا ہے۔ پھر ہر چیز میں ایسے سوالات پیدا ہونے لگتے ہیں جو ایک مستقل مشغلہ ہو جاتا ہے جو ضروری مقاصد سے مانع ہو جاتا ہے اور اگر مطمئن کر دیا جاوے تو نفس کو یہی عادت ہو جاتی ہے اور فکر کی چیزوں سے بھی بے فکر ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات خود مصلح کی رائے بھی مشتبہ ہو جاتی ہے اس وقت طالب کو زیادہ شبہات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ لہٰذا یہ طریق بجائے نافع ہونے کے مضر ہو جاتا ہے۔ اس لئے صحیح طریق یہ ہے کہ جس امر میں ذرہ بھی شبہ ہو جائے اُس شبہ کو حقیقت سمجھ کر اس کا تدارک عمل یعنی نفس کی مخالفت کی جاوے اور اگر ہمت نہ ہو یا کوئی امر صریح و بیّن طور سے خلاف مصلحت شاہد ہو تو بجائے تدارک عمل کے استغفار اور جناب باری تعالیٰ سے دُعا و التجا اصلاح کی بکثرت کریں۔ بس یہی معمول رکھا جاوے اور جس امر کے قبیح ہونے میں کوئی اشتباہ نہ ہو اور تاویل کی گنجائش نہ ہو اُس میں ہمت کر کے نفس کی مقاومت و مخالفت کی جاوے اور رسمی و وہمی مصالح کی پرواہ نہ کی جاوے۔ والسلام۔

تمت رسالہ نعم المنادی فی تصحیح المبادی

زبان پر قابو نہ ہونے کا علاج

حال۔ مجھ میں زمانہ سے یہ مرض کہ حق بات بولنے میں یا صاف کہنے میں سختی ہو جاتی ہے۔ اور اس سے لوگوں کے قلب کو تکلیف ہو جاتی ہے۔ کوئی تو بالکل رنج ہو جاتا ہے اور کوئی وقتی طور پر رنج ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اپنے کو بڑی کلفت ہوتی ہے کہ بیکار ایک شخص کے دل کو تکلیف پہنچی۔ بسا اوقات تو اس شخص سے معافی چاہتا ہوں مگر اپنے قلب کو اس بات کا رنج رہتا ہے کہ ایک شخص کو تکلیف دی۔ بسا اوقات نماز کے بعد دعا بھی کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو زبان پر قابو دے دیں تاکہ زبان سے فضولیات نہ نکلیں۔ حضرت والا کو بہت زمانہ سے اس مرض کا حال لکھنے کو تھا مگر کل مجلس میں بعد ظہر کے جو حدیث حضرت والا نے "من سلم المسلمون" کی بیان فرمائی تو اپنا مرض یاد آگیا۔ حضور سے دست بستہ التجا ہے کہ اس مرض کا جو مناسب علاج حضور تجویز فرمادیں اس پر عمل کروں۔

تحقیق۔ چند روز اس کا التزام کر لیا جاوے کہ کسی کو بالکل ہی نصیحت نہ کی جاوے اور یاد رکھ کر ہمت سے اس پر عمل کیا جاوے۔ چند روز ایسا کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ اعتدال پیدا ہو جائیگا۔ اور اگر کوئی موقعہ نصیحت کا ایسا ہو کہ آپ کے علم میں فوراً ہی کہنا واجب ہو تو کسی دوسرے شخص کے واسطہ سے کہدیا جاوے تاکہ واجب فوت نہ ہو۔ (النور۔ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ)

سماع کی رغبت کا علاج

(ثانیہ) **حال**۔ استماع سماع کے متعلق حضرت والا کا خیال قطعاً درست ہے کہ میں اس غلطی میں مبتلا ہوں۔ آئندہ خدا چاہے احتیاط رہے گی۔

تحقیق۔ اللہ تعالیٰ مدد فرماوے۔

حال۔ البتہ یہ امر قابلِ عرض ہے کہ شب کے سناٹے میں جبکہ فضا خاموش ہو دور سے ایک صوت متواتر آرہی ہو اور طبیعت میں رغبت بھی موجود ہو تو منع استماع دشوار سا معلوم ہوتا ہے۔ تواتر صوت اگر نہ ہو تو بظاہر سہل ہے۔ بہر حال آئندہ تعمیل وسعی میں ہرگز دریغ نہ ہوگا

تحقیق۔ عبد جتنے کا مکلف ہے وہ چنداں دشوار نہیں۔ یعنی اس وقت بہ تکلف قلب کو دوسری

طرف متوجہ کر دیا جاوے اس توجہ کے ساتھ جو التفات الی الغنا جمع ہوگا وہ غیر اختیاری ہوگا جس پر ملامت نہیں البتہ اس توجہ مجلوب بالقصد میں اگر کمی ہو جاوے اس کی تجدید کر لی جاوے۔ پھر باوجود اس کے بھی نادانستہ کوئی زلت ہو جاوے تو اللہ تعالیٰ سخت گیر نہیں۔ یعنی اہل ایمان کے لئے باقی کسی قدر دشواری اس میں بھی ہوگی۔ مگر اتنی ہی جیسا نیند کے غلبہ میں فرض ادا کرنا۔ سو یہ دشواری خود لذیذ ہے کما ھو مشاھدٌ۔ (النور۔ محرم ۱۳۵۷ھ)

ریاء کا علاج

حال ۔ الحمد للہ۔ کہ احقر کو ایک عرصہ سے نماز با جماعت پڑھنے کا اہتمام رہا ہے۔ اگر کبھی ایسا اتفاق ہو جاتا ہے کہ شرکت جماعت میں کچھ دیر ہوگئی یا صفِ اوّل میں جگہ نہ ملی (اگرچہ یہ تاخیر بعذرِ شرعی ہی ہو) تو ایسی حالت میں مجھ کو دوسرے نمازیوں سے بہت شرم اور حجاب معلوم ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ بعد ختم نماز بوجہ شرم نگاہ اوپر نہیں اُٹھتی مجھے اپنی اس حالت سے (یعنی لوگوں سے شرم آنا) یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ ریاء کا اثر ہے اور بایں وجہ حالت مذموم ہے۔ لہٰذا حضرت اقدس سے اپنی اس حالت کے متعلق یہ دریافت کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ آیا یہ کوئی مذموم حالت ہے۔ اور اگر ہے تو اس کا کیا علاج کروں۔

تحقیق۔ ریاء اختیاری ہے یا غیر اختیاری اور یہ حالت اختیاری ہے یا غیر اختیاری اور کیا اختیاری وغیر اختیاری میں عینیت ہو سکتی ہے۔ (النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ)

حدیث نفس کے غلبہ کا علاج

حال ۔ الحمد للہ کہ مسئلہ "امور اختیاریہ" کی نسبت بھی حضرت کے نسخے نے کامل شفا بخشی۔ اور "شرح اسباب" کے ساتھ بخشی۔ اطال اللہ بقائکم ونفعنا بہ

اب صرف ایک بات اور جاننا چاہتا ہوں کہ حضرت نے حرکت فکریہ کے قطع کی جو صورتیں تحریر فرمائیں ان میں سے یا ان کے علاوہ جو میرے لیئے زیادہ مؤثر و مناسب حضرت کے نزدیک ہو وہ بھی تحریر فرمائی جائے۔ میں بطور خود تو جو کچھ نماز میں پڑھتا ہوں اسی کے معنی پر متوجہ رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مگر اس میں کامیابی اتنی کم ہوتی ہے چاہتا ہوں کہ کم از کم جس وقت اھدنا

الصراط المستقیم زبان سے ادا ہوتا ہے اسی کے معنی پر توجہ ہو۔ مگر اکثر اتنا بھی نہیں ہوتا یا آگے نکل جانے کے بعد خیال آتا ہے۔ مقتدی ہونے کی صورت میں پاس انفاس کا لحاظ رکھنا چاہتا ہوں اس میں بھی زیادہ کامیاب نہیں ہوتا۔ اصل یہ ہے کہ حضرت بس حدیث نفس کا بہت غلبہ رہتا ہے۔ بہرحال اب حضرت جو صورت تجویز فرمائیں۔ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے کی جو صورت حضرت نے لکھی ہے اس کی کچھ تفصیل کا محتاج ہوں۔

تحقیق۔ اس سوال سے اس لئے دل خوش ہوا کہ ایسا سوال علامت ہے کام کرنے کی۔ اور جو شخص کام کریگا اس کو یہ سوال پیش آوے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے حل کا ذریعہ بنایا۔ جس سے آپ بہت سے طالبین کے رفع پریشانی کے سبب ہوگئے۔ والحمد للہ علیٰ ذالك اور خط سابق لکھنے کے وقت میرا دل چاہتا تھا کہ یہ سوال کیا جاوے اور کئے جانے کی امید بھی تھی اب جواب عرض کرتا ہوں۔ اصل میں جو توجہ خطرات کی قاطع ہے وہ دو قسم کی ہے۔ ایک مع الخوض اگرچہ اشیاء مختلفہ کی طرف ہو۔ دوسری شے واحد کی طرف اگرچہ بلاخوض ہو۔ اب جس شخص کو آیات و اذکار کے معانی بلاخوض ذہن میں آجاتے ہوں وہاں نہ خوض ہے نہ ما فیہ الفکر شے واحد ہے اس لئے کوئی قسم توجہ کی نہ پائی گئی پس وہ قاطع خطرات بھی نہ ہوگی۔ بخلاف اُس شخص کے جس کو سوچنے سے معنی یاد آتے ہوں۔ اُس شخص کی توجہ قاطع خطرات ہوگی۔ اس لئے آپ کو اس تدبیر میں کامیابی نہیں ہوئی کہ آپ کو خوض کی حاجت نہیں ہوتی۔ پس ایسے شخص غیر محتاج الی الخوض کے لئے دوسری توجہ کی ضرورت ہوگی۔ یعنی توجہ الی الشئی الواحد خواہ وہ شے واحد کچھ ہو ذاتِ حق ہو یا رویت حق للعبد یا نظر الی الکعبہ یا کچھ اور۔ اور جس توجہ الی الحق کی تفصیل آپ نے دریافت فرمائی ہے وہ یہی ہے کہ یا ان کی ذات کا اجمالاً تصوّر رکھے" جس طرح سے بے تکلف ذہن میں آجاوے۔ جس پر ہر شخص قادر ہے۔ زیادہ کاوش کی حاجت نہیں۔ یا ان کے کسی فعل کا تصوّر رکھے۔ مثلاً وہ ہم کو دیکھ رہے ہیں۔ توجہ الی الشئی الواحد کا ایک طریق میں نے تجویز کیا ہے جو غایت درجہ سہل بھی ہے اور بیحد نافع بھی ثابت ہوا۔ وہ یہ کہ اپنی تمام طاعات۔ صلوٰۃ و تلاوت و اذکار بلکہ افعالِ مباحہ میں بھی اس کا تصوّر رکھے" کہ یہ سب عنقریب حق تعالیٰ کے اجلاس میں پیش ہوں گے تو ان میں کوئی ایسا اختیاری خلل نہ ہو جس سے پیشی کے قابل نہ ہوں بس اتنا ہی تصوّر کافی ہے۔ ابتداء میں استحضار ضعیف

ہوگا۔ مگر ممارست کے بعد اس استحضار میں دوام پیدا ہو جاوے گا۔ چونکہ یہ مجھ کو نافع ہوا اور کئی موقعوں پر آپ کی طبیعت کا تناسب اپنی طبیعت کے ساتھ مشاہدہ کر چکا ہوں امید ہے کہ آپ کے لئے بھی انشاء اللہ تعالیٰ نافع ہوگا اور اس مبحث کے متعلق جو تنبیہات رقیمہ سابقہ میں عرض کر چکا ہوں وہ سب اس میں بھی ملحوظ رہیں۔ واللہ الموفق امید ہے کہ سب اجزاء سوال پر بقدرِ ضرورت کلام ہو چکا ہے اگر کچھ رہ گیا ہو پھر متنبہ فرما دیا جاوے والسلام۔ فقط۔

(النور- جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ)

وہم کا سبب

حال۔ اب دو تین روز سے یہ حالت ہے کہ کبھی تو یہ خیال ہوتا ہے کہ حضرتِ والا کی شفقت و عنایت بدستور مبذول ہے اور کبھی گمان ہوتا ہے کہ حضرتِ والا کی نظرِ شفقت اس بے ادب و بے شعور کی طرف سے پھر گئی ہے اور بلاوجہ ظاہری ہر انداز سے اس خیال کو تقویت ہونے لگتی ہے اور خوف پیدا ہوتا ہے کہ اب نہ معلوم کیا معاملہ اس گنہگار کے ساتھ ہونے والا ہے۔ اس حالت میں ترقی نظر آتی ہے جس سے دل کو سخت وحشت اور پریشانی ہے کہ ایسے خیالات کیوں آتے ہیں۔ اس کے لئے جو علاج و تدبیر مناسب الحال ہو اس کی تعلیم فرمائی جاوے۔

تحقیق۔ محض وہم ہے جس کا سبب محبت کا افراط ہے اس کی یہی خاصیت ہے کہ خواہ مخواہ کی بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں مگر چونکہ یہ بدگمانی علاماتِ محبت سے ہے اس لئے مبارک ہے۔ علاج کی ضرورت نہیں کہ مجاہدہ ہے طریق میں جو کہ مطلوب ہے وفی مثلہ قیل ؎

عشق است و ہزار بدگمانی　　باسایہ ترانمے پسندم

(النور- جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ)

پریشانی کا علاج

حال۔ آج کئی دن سے میں بہت پریشان ہوں۔ مجھے یہ خیال پیدا ہو گیا ہے۔ کہ میدانِ حشر میں انبیاء، علماء، صوفیہ، شہداء وغیرہ کا گروہ کھڑا ہوگا۔ اور ہر ایک کو کسی خاص اعزاز سے ممتاز فرمایا جائے گا۔ میں کس گنتی شمار میں ہوں گا۔

میرا تو کوئی عمل بھی ایسا نہیں کہ جس کا سہارا ہو۔ اتنے بڑے دربار میں سخت پشیمانی ہوگی۔ دربارِ رسالت میں بھی تو منہ دکھانے کے قابل نہیں۔ اگر حضور نے جھڑک دیا کہ تو کیا میرا اُمتی ہے کیا کام کر کے لایا ہے تو کیا ہوگا یہ خیالات کچھ ایسے جاگزیں ہو گئے ہیں کہ کسی وقت چین نہیں آتا۔ قلب پر ایک خاص قسم کی گھبراہٹ ہے۔ مطب میں بیماروں کا دیکھنا کیسا۔ کسی سے بات کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ گھبراہٹ روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ کوئی بات بتایئے کہ تسکینِ قلب ہو جائے۔

تحقیق۔ اوّل تو یہ پریشانی نعمتِ عظمیٰ ہے۔ ہزاروں سکون اس پر نثار ہیں۔ البتہ اس پریشانی سے طبعی کلفت ہوتی ہے جس پر ثواب بھی ملتا ہے لیکن پھر بھی سکون کا طریقہ دو۲ امر ہیں۔ استحضارِ رحمت جو عمل پر موقوف نہیں۔ بلا عمل بھی رحمت ہوتی ہے۔ دوسرے کثرتِ دُعا وکثرتِ استغفار وکثرتِ درود شریف۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس سے یوماً فیوماً یہ پریشانی کم ہو جائے گی۔

(النور۔ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ)

جاہ کا علاج

خطِ اوّل

حال۔ جاہ کے متعلق جو ضروری باتیں قابلِ تلقین وتنبیہ ہوں راہِ شفقت علی الخدام ان سے مطلع فرما دیں تاکہ ان پر کاربند ہوں۔

تحقیق۔ حبِ جاہ کی حقیقت اور اس کی مثالیں اور اس کا اختیاری یا غیر اختیاری ہونا لکھو۔

خطِ دوم

جاہ کی حقیقت میں سمجھا ہوں بڑا بننا جس سے لوگ دبیں۔ لحاظ کریں۔ اگر بیٹھے ہوں اور میں گذروں تو ان پر اپنا دباؤ معلوم ہو۔ ترکِ جاہ یعنی جاہ سے بچنا اختیاری ہے

تحقیق۔ تو اختیار سے کام لو۔ اب کیا سوال باقی رہا۔ (النور۔ شعبان ۱۳۵۶ھ)

حال۔ احقر نے خطِ سابق میں عرض کیا تھا کہ غیروں کا احترام

(احترام کا) درجہ واجبہ یہ ہے کہ اس کی اہانت نہ کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ شاید وہ مجھ سے افضل ہو

میرے قلب میں نہیں پیدا ہوتا جس پر حضور پر نور نے ارشاد فرمایا کہ "احترام کا درجہ واجبہ مفقود ہے یا درجہ غیر واجبہ" سو احقر نے حضرت والا کے کئی وعظ دیکھے (اور پہلے سے بھی پڑھتا آرہا ہے) کہ شاید کہیں حضرت والا ہی نے اس کی توضیح فرمائی ہو مگر ابتک نظر سے نہیں گذری اور اس سے قبل مجھے اس کا علم بھی نہیں تھا کہ ہر شخص کا احترام کرنا واجب ہے یا نہیں مگر اب معلوم ہونے کے بعد پریشانی زیادہ بڑھ گئی۔ کہ خدا جانے احترام کا کونسا درجہ مجھ سے مفقود ہے۔ چونکہ ان کی تعریف سے بالکل ناواقف ہوں جس کی وجہ سے منطبق نہیں کرسکتا۔ اس لئے حضور والا سے دست بستہ عرض ہے کہ حضور ہی احترام کے درجہ واجبہ و درجہ غیر واجبہ کی تعریف تحریر فرمادیں کہ اس کو اپنے اوپر منطبق کرکے دیکھوں کہ کونسا درجہ مفقود ہے۔

تحقیق۔ درجہ واجبہ یہ ہے کہ اس کی اہانت نہ کرے اس کو ایذا نہ دے اور دل میں یہ اعتقاد رکھے کہ شاید عند اللہ یہ مجھ سے افضل ہو۔ (النور۔ رمضان ۱۳۵۶ھ)

باوجود اپنے کو حقیر جاننے کے جب کسی میں عیب نظر آتا ہے تو اپنے آپ کو اچھا خیال کرنا۔ اس کا علاج

حال۔ حضرت میں اپنے آپ کو سب سے حقیر سمجھنا چاہتا ہوں۔ لیکن جب کسی کے عیب دیکھتا ہوں تو یہ خیال ہوتا ہے کہ میرے اندر یہ عیب نہیں ہے۔ تو میں اس سے اچھا ہوں۔

تحقیق۔ ایسے وقت میں دو امر کو ذہن میں حاضر کیا جاوے۔ ایک یہ کہ شاید اس شخص کا یہ عیب ظاہری عیب واقعی نہ ہو کوئی تاویل یا کوئی عذر اس کے پاس ہو۔ دوسرا یہ کہ اگر واقعی بھی عیب ہو مگر ممکن ہے کہ اس میں عند اللہ کوئی خوبی حالاً یا مآلاً ایسی ہو جس سے وہ میرے سب کمالات اور محاسن پر غالب ہوجاوے۔ (النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ)

جلد بازی اور گھبراہٹ کا حرج نہیں جب گناہ نہیں

حال۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کی دعاد توجہ قبول فرمائی کہ جن پریشانیوں میں عرصہ سے چلا آرہا تھا ان میں ہر طرح کمی ہے بلکہ غور کرتا ہوں تو یہ ظاہر پریشانیاں سراسر حکمت اور رحمت پر مبنی اور میرا علاج تھیں۔

تحقیق۔ ھنیاً لکم العلم والھدیٰ

حال۔ غرض ظاہر و باطن کی حالت الحمد للہ کہ روز بروز بہتر اور لائقِ شکر ہی ہے۔ البتہ طبیعت میں ایک قسم کی جلد بازی اور گھبراہٹ ہر بات میں جو پیدا ہو گئی ہے اس میں کمی کی جگہ زیادتی ہی معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق۔ تو حرج ہی کیا جب گناہ نہیں محض کلفت ہے تو یہ احکام میں مثل امراض طبعیہ کے ہوا جس میں اجر ملتا ہے تو نافع ہی ہوا۔ (النور۔ جمادی الاخری ۱۳۵۸ھ)

بچہ کے انتقال پر پریشانی نہ ہونا قساوتِ قلبی نہیں

حال چھوٹے بچہ کے انتقال سے طبیعت میں عجیب طرح کے خیالات آتے رہتے ہیں جن سے بیحد پریشانی ہوتی رہتی ہے

تحقیق۔ طبعی بات ہے جو مضر نہیں۔

حال۔ حضرت والا ان کے دفعیہ کے لئے دُعا فرمادیں۔

تحقیق۔ دُعا کرتا ہوں۔

حال۔ اور علاج بھی تجویز فرمادیں۔

تحقیق۔ طبیعت کو کسی طرف مشغول رکھنا چاہیئے انشاء اللہ تعالیٰ خود سکون ہو جائے گا۔

حال۔ بچے کے انتقال سے جیسے اس کی والدہ کو پریشانی ہے کہ بات بات پر روتی ہے اور افسوس ظاہر کرتی ہے۔ احقر کو اس کی پریشانی کی نسبت سے کچھ بھی پریشانی نہیں۔ نیز لوگوں سے اولاد کے انتقال کے صدمات سن کر اپنے قلب میں صدمہ بہت کم محسوس کرتا ہوں جس سے اپنی قساوتِ قلب اور اپنی اولاد سے بے تعلقی کا سخت خطرہ ہوتا ہے۔

تحقیق - تعلق رکھنا مقصود بالذات نہیں جس کا نقصان یا فقدان موجب تشویش ہو۔ تعلق ادائے حقوق کے لئے مقصود ہے۔ اس میں کمی نہیں ہونا چاہیئے۔ اور قساوت کا حاصل جرأت علی المعاصی ہے۔ تعلق اور تاثیر کی کمی قساوت نہیں بلکہ ایک درجہ میں مطلوب بھی ہے۔

حال - اس کے مرض کو اس کی حیات میں بندہ بہت معمولی سمجھتا رہا جس کو بندہ اب موت کے بعد یاد کر کے افسوس کرتا ہے اور قلب کو رنج ہوتا ہے کہ بچہ تو مرض الموت میں مبتلا تھا اور میں اس کو معمولی سمجھتا رہا۔

تحقیق - یہ ترحم کی علامت ہے جو محمود ہے مگر قصداً اس کا استحضار نہ کرنا چاہیئے۔

حال - ایک اور بات سے دل بہت ہی دکھتا ہے۔ وہ یہ کہ وہ اپنے ایام مرض میں شدت مرض سے رات دن چلاتا اور روتا رہتا تھا میں چونکہ اس کے مرض کو معمولی سمجھتا تھا اس لئے ایک رات اس کے زیادہ چلانے اور رونے پر اس کو میں نے ڈانٹا اور سختی سے تنبیہ کی جس کی وجہ صرف یہی تھی کہ میری اور گھر کے لوگوں کی نیند میں اس کا چلانا خلل انداز ہوا جس پر اس نے اپنی والدہ سے کہا کہ ایسا دشمن باپ بھی کسی کا ہوگا۔ اب اس کے انتقال کے بعد اس بات کے یاد آنے سے قلب کو بہت زیادہ صدمہ ہوتا ہے کہ اپنا بچہ تھا اور معصوم نابالغ تھا اور طالب علم تھا اور مرتے وقت مجھ سے ناراض ہو کر اور مجھے دشمن سمجھ کر مرا ہے۔

تحقیق - یہ تو اس کی خطائے اجتہادی تھی۔ آپ پر کیا الزام۔

حال - اور اس کی حیات میں میں نے اس کا کچھ تدارک بھی نہیں کیا کہ اس سے معافی مانگ لیتا۔ اور نہ اب کوئی تدارک کی صورت سمجھ میں آتی ہے۔

تحقیق - اس کے لئے دعائے عطائے درجات۔

حال - عرض یہ ہے کہ اس قسم کے طرح طرح کے خیالات آتے ہیں اور پریشان ہوتا ہوں۔ اخیر کا خیال زیادہ پریشان کرنے والا ہے۔

تحقیق - ایسی پریشانی تکلیف کی چیز ہے مگر دین میں مضر نہیں۔ اس لئے محل فکر نہیں۔ اور از خود جاتی رہے گی۔

حال - اس لئے حضرت والا سے درخواست ہے کہ حضرت بھی دعا فرمادیں۔

تحقیق - دُعا کرتا ہوں۔

حال - اور طریقِ تدارک اور علاج سے بھی مطلع فرماویں۔

تحقیق - ساتھ ساتھ لکھ دیا ہے۔ (النور۔ شوال سنہ ۱۳۵۸ھ)

کوئی تعریف کرے تو خوشی کا اثر اور بُرا کہے تو ناگواری کا اثر ہوتا ہے۔ یہ امور طبعیہ فنا نہیں ہوتے بلکہ مضمحل ہو جاتے ہیں

حال - الحمدللہ معمولات جاری ہیں۔ عریضہ منسلکہ کے جواب میں جو علاجِ کبر ہے الحمدللہ اُس پر عمل کرنے سے بہت فائدہ معلوم ہُوا۔

تحقیق - الحمدللہ۔ **حال** - مگر جس قدر کو جی چاہتا ہے وہ اب بھی نہیں ہوا۔ کہ کوئی تعریف کرے تو خوشی کا اثر اور بُرا کہے تو ناگواری کا اثر نہ ہو۔

تحقیق - امور طبعیہ فنا نہیں ہوتے۔ مضمحل ہو جاتے ہیں جن کی مقاومت بہ نسبت سابق کے سہل ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ مدت دراز کے بعد دوام مزاولت سے وہ اضمحلال اس درجہ تک پہنچ جاوے کہ مشابہ زوال کے ہو جاوے۔ (النور۔ رمضان سنہ ۱۳۵۸ھ)

کبر کا علاج

حال - علاج امراض میں کبر کا علاج مراقبہ عیوب و معاصی سے بحمداللہ فائدہ مند ہے۔ اب اکثر اپنے کو اپنی حیثیت میں سمجھتا ہوں۔ کسی کی تحقیر و تذلیل بلکہ گالیوں سے بھی پہلا اثر بحمداللہ نہیں ہوتا۔ غصہ بھی بہت کم آتا ہے آتا ہے تو بہت جلد تنبہ ہو جاتا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

تحقیق - اللہ تعالیٰ ثبات اور رسوخ عطا فرماوے۔

حال - اگر ایسے میں اور مرض کی طرف متوجہ ہونا مفید ہو تو امراض بہت اور بہت ہی خبیث خبیث ہیں

تحقیق - ہاں علاج کے لئے متوجہ ہونا مفید ہے

(النور۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۸ھ)

روکھی یا کرخت بات ہو جانا - اس کا علاج

حال - ایک یہ ہے کہ گفتگو نرم اور شیریں نہیں ہوتی روکھی وسخت و کرخت ہو جاتی ہے جس سے دوسروں کو یقیناً اذیت پہنچتی ہوگی خواہ کسی معاملہ میں یا ویسے۔ جی یوں چاہتا ہے کہ گفتگو ایسی ہو جائے جس سے سننے والے کو دلچسپی اگر نہ ہو تو کم سے کم اذیت بھی نہ ہو طبیعت حاضر جواب نہیں اس لئے فوراً جواب نہ سوجھنے کی وجہ سے لہجہ یا آواز خشن ہو جاتے ہیں ورنہ روکھے تو ہو ہی جاتے ہیں اس کا احساس اور ندامت ہے مگر تدبیر ارشاد ہو تو یہ رفع ہو۔

تحقیق - ایسے امور میں اکثر عادت اور فطرت کا خلط ہو جاتا ہے اور اس لئے ایک پر دوسرے کا اشتباہ ہو جاتا ہے۔ تدبیر سے عادت کی اصلاح ہو جاتی ہے مگر فطرت باقی رہتی ہے۔ احیاناً اس کو عادت سمجھ کر علاج کو ناکام سمجھا جاتا ہے۔ یا احیاناً عادت کو فطرت سمجھ کر اس کا علاج بھی نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ معالجہ سب کا جاری رکھا جاوے۔ جو جزو مضمحل ہو جاوے شکر کرے اور اس میں استقامت کی سعی رکھے اور جس میں اضمحلال نہ ہو اس میں فطری ہونے کا احتمال سمجھ کر مایوس نہ ہو اور اس میں بلا انتظار اضمحلال کے، اس کے مقتضا پر عمل نہ کرنے پر اکتفا کرے یہ سب تمہید تھی۔ اب تدبیر لکھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اس خصلت کے مضار کا وقت پر استحضار رکھے اور بتکلف عمل میں اس کی مقاومت کرے اور اسی پر استمرار رکھے اسی سے کسی جزو میں اضمحلال ہو جاوے گا اور کسی میں تکلف کی ضرورت رہے گی جس پر قدرت یقینی ہے اور اس تکلف کے سہولت کیلئے دعا بالخاصہ مؤثر ہوگی۔

(النور - ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ)

ایک طالب کا اصل خط

ایک پیر کی زر طلبی بے غیرتی ہے
یہ نتیجہ جہل و خود رائی کا ہے

حال - بہ بارگاہ والا شان ذی المجد والاحترام مقبول باد۔ بعد سلام وقدمبوسی کے دست بستہ عرض یہ ہے کہ حضور اللہ کے واسطے میری جمیع گستاخی معاف فرما دیں۔ میں ایک مریض

گنہگار اُمّی آدمی مدّت مدید سے جناب والا سے معتقد ہوں۔ بناءً علیہ ایک دفعہ حضور سے قصد السبیل دیکھنے کی اجازت حاصل کی لیکن خود بخود اخذ کرنا اور تمنائے دل پیش کرنا ممکن نہ ہونے کی وجہ سے ایک لکھنوی پیر صاحب کی خدمت میں بیعت ہوئی انہوں نے مجھ کو گوناگوں وظائف بتائے ہیں اور وہ جناب پیر صاحب بہت شیریں زبان ہیں۔ لوگوں سے ہمیشہ بابا دادا کے بغیر بات کرتے نہیں۔ بڑا بڑا دولتمند اور گارڈ۔ پولیس داروغہ وغیرہ اکثر ان کے مریدوں میں ہیں۔ جناب پیر صاحب اپنی شان و شوکت سے اپنے مریدوں کے مکان جاکر بے پرہیز کھایا پیا کرتے ہیں اور ان لوگوں کی جورو۔ بچوں کو بلا پردہ سامنے لاکر وعظ نصیحت کرتے ہیں۔ وظیفہ بھی بتلاتے ہیں۔ مسح کرکے دم کرتے ہیں۔ اور وہ گنڈے تعویذوں سے لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ اکثر وقت پیر صاحب پردہ میں رہتے ہیں۔ مگر یہ سب کاروں سے کوئی خالص لوگ پسند کرتے نہیں خواص لوگ آتے نہیں۔ یہ سب بارے میں کوئی سوال کرنے سے ہنستے ہوئے جواب دیتے ہیں کہ بچوں کو ابتلاء کے لئے اللہ کے ولی لوگ کامل لوگ وہ ایک کام خلاف شرع کرتے ہیں۔ ہم کسی طرف خیال نہ کرکے ان کو کامل ہی سمجھتا ہوں اور ہر سال پالکی سے دو ایک دفعہ منگاتا ہوں۔ میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ بیں بے راہ ایک کوٹھا میں بند ہوگیا کوئی طرف دروازہ نہیں۔ میں پریشان ہوگیا۔ بعد ازاں دکھن طرف سے تھوڑی راستہ ہوگئی۔ اس راستے سے باہر آیا۔ یہ خواب پیر صاحب سے عرض کیا۔ پیر صاحب نے فرمایا " بابا تم پر حج فرض ہے۔ تم مرض ہول دل میں مبتلا ہو تم کو جانا ممکن نہیں کسی کو بھیج دینے سے کافی ہے۔ یعنی کسی سے حج بدل کراؤ۔ میں کسی صورت سے ۵۰۰ روپیہ امادہ کرکے ان سے عرض کیا۔ اشارۃً ظاہر کیئے یہ روپیہ مجھ کو دینے سے میں بھی جاسکتا ہوں۔ میں خوشی ہوکر یہ ۵۰۰ روپیہ حج بدل کے لئے ان کو دے دیا۔ جانے کے چند روز قبل مجھ کو اطلاع دی کہ میں نے مکہ شریف میں افسر اعلیٰ کو خط لکھا۔ انہوں نے لکھے ہیں کہ ۷۰۰ روپیہ سے کمتی میں نہیں آسکیں گے۔ میں مجموعہ ۷۰۰ روپیہ ہی دے دیا۔ چند روز کے بعد ان کے مکان لکھنؤ سے ایک خط آیا کہ بابا میں حج کو روانہ ہوا میرے اہل وعیال کے خرچ برداری کی طرف لحاظ رکھنا۔ خیر میں ادھر قحط سالی میں بہت کوشش کرکے صرف ۱۰۰ روپیہ تک بھیج سکا۔ اس کے بعد مکہ شریف سے مکان آنے تک کوئی جگہ سے کوئی پتہ مجھے دستیاب ہوا نہیں۔ بہت دن کے بعد پھر لکھنؤ سے ایک خط آیا کہ بابا میں حج کرکے مکان کو آیا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ جدہ ہی کے مقام سے مکہ شریف کے خاص خاص تبرکیں اور

میرے سب مال اسباب چوری ہوگئیں اور تم جو میرے اہل و عیال جو روپیہ بھیجا اُس سے کیا ہوتا ہے ۔۰۰ م روپیہ قرض ہوا اور دربار الٰہی سے مجھ کو دہلی جانے کا حکم ہوا۔ میں دہلی جا رہا ہوں بعد ازاں چند مہینے کے بعد ہمارے یہاں تشریف لائے اور مجھ کو تخلیہ میں کہے کہ بابا میرا کوئی مقصود ہے اس میں تم لوگ اگر امداد نہ کرو تو کچھ نہیں ہوسکتا۔ ۳۰۰ روپیہ دینا ہوگا۔ میں اس خیال سے ساکت رہا کہ اچھا موسم آنے سے جو ممکن ہے دیدوں گا۔ مگر چند روز کے بعد ایک خط لکھے کہ میں تمہارے لیے مکہ شریف جانے کی وجہ سے بیمار پڑا۔ اور زمین رہن دے کر ۳۰۰ روپیہ سے علاج کرایا ابھی یہ تین سو روپیہ تم نہیں دینے سے میری زمین جائے گی۔ جلدی یہ ۳۰۰ روپیہ بھیجدو۔ میں نہایت کوشش سے ۴۵ روپیہ تک دے دیا انہوں نے غصہ ہوکر مجھ کو بہت کچھ لکھا اور آخری دعا کر کے چٹھی میں ظاہر کیا۔ میں ناچار ہوکر خوف سے معافی چاہا۔ انہوں نے غصہ ہی میں رہا۔ آج چند مہینے کے بعد شیریں زبان میں مجھ کو لکھتے ہیں۔ کہ بابا تم ہم کو بد دعا کرتے نہیں روپیہ سے کیا اگر دے سکتے ہو تو دوگے۔ میں یہ سب داستان ہمارے مولوی صاحب سے پیش کیا۔ مولوی صاحب مجھ سے کہے ہیں کہ آپ پر مجھے افسوس ہوتا ہے مگر ہم سے آپ کا کام نہیں ہوگا۔ علم ظاہری و باطنی میں دنیا کے ماہر عالم حضرت مولٰنا تھانوی صاحب (مدظلہم العالی) کی کتاب قصد السبیل کے بنگلہ ان کے ایک خلیفہ صاحب نے ترجمہ کئے ہیں۔ آپ نے وہ کتاب منگا کر کامل پیروں کے جو علامات بتائے ہیں وہ سب آپ کے لکھنوی پیر صاحب میں ملتا ہے یا نہیں اچھی طرح دیکھئے میں وہ کتاب لایا مگر ضعیفی اور ہول دل کی وجہ سے کما حقہٗ ادراک کرنے کا قدرت ہے نہیں۔ خدا جانے شاید ادھر زندگی بھی بہت کم ہے۔ نہایت حیرانی پریشانی میں ہوں۔ ابھی نہایت آرزو سے حضرت کی خدمتِ بابرکت میں عرض کرتا ہوں کہ یہ لکھنوی پیر صاحب کی کمالیت کے بارے میں حضور نے کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ اور میں ان کے حق میں کیا اعتقاد رکھوں۔ یہ سب معاملہ سے ہم گنہگار رہوں گا۔ یا نہیں۔ جناب والا کے قصد السبیل کے تعلیم کے مطابق ۳۰۰۰ سے ۶۰۰۰ تک ذکر اسم ذات کرتا ہوں حضور اللہ کے واسطے میری آخری زندگی میں کوئی صورت بتلا کے اطمینان دلادیں اور یہ رمضان المبارک میں تھوڑا کچھ ارسال کرنے کو میرے جی بیقرار ہے۔ محض اللہ کے واسطے یہ عہ روپیہ ارسال خدمت کرتا ہوں از روئے مہربانی قبول کر کے سرفراز فرمادیں۔ یہ طویل عبارت بیقراری سے مجبوراً لکھوایا اللہ کے واسطے معاف فرمادیں اور ہم لوگوں کو دعا کریں۔ فقط

نوٹ:۔ اول یہاں سے جواب ذیل گیا۔

کیا مجھ کو بھی ویسا ہی بناؤ گے اگر تم یہ دس روپیہ نہ بھیجتے تو میں اس خط کا جواب دیتا۔ اب نہ جواب دیا نہ روپیہ لونگا۔ واپس کردونگا۔ اگر خط کا جواب لینا ہے تو یہ خط مکرر بھیجدو اور روپیہ مت بھیجو۔ اھ۔ پھر منی آرڈر آیا اس جواب کا مضمون یاد نہ رہا تھا غلطی سے وصول کرلیا۔ پھر یاد آیا تو ان کو لکھ دیا کہ اگر اپنا پورا پتہ لکھ کر واپس منگالو تو جواب خط کا دیا جائیگا۔

اس کے بعد دوسرا خط حسب ذیل آیا۔

خطِ دوم۔ حضرتِ والا۔ مہربانی روپیہ مرسلہ رکھنا ممکن ہو تو رکھ کر جواب فرمایئے۔ کیونکہ میں نہایت آرزو سے یہ روپیہ ارسال خدمت کیا۔ رکھنے سے مجھے غایت خوشی حاصل ہوگی۔ اور اگر ممکن نہ ہو تو بھی خوشدلی سے بارشاد حضور روپیہ لینے کے لئے تیار ہوں۔ پتہ مرقومہ الذیل سے واپس کرسکتے ہیں (آگے پتہ تھا) حضور خط مرسلہ کا جواب مجھے کیا معنی ایک قوم کے لئے شفا سمجھتا ہوں۔ بندہ کی گستاخی معاف کرکے دعا کریں۔

فقط والسلام بالوف احترام

الجواب۔ رکھنا بے غیرتی ہے۔ تعجب ہے تم نے دوسرے شخص کے لئے اس بے غیرتی کو کیوں تجویز کیا۔ کیا یہ صورت معاوضہ ومبادلہ دین فروشی کی نہیں۔ افسوس۔ اھ۔ اس جواب کے ساتھ رقم واپس کردی گئی اور جواب بھی لکھ دیا گیا جو ذیل میں منقول ہے۔

جواب اصل خط۔ یہ تمام تر نتیجہ جہل وخود رائی وتعجیل وعدم تدبر کا ہے اس تعلق باطنی کے پیدا کرنے میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ اب شریعت وطریقت کے اصول پر لکھتا ہوں کہ ایسے شخص سے تعلق قطع کردینا واجب ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس شخص سے کوئی خطاب خشن یا اس کی جماعت کے سامنے اس کو برا بھلا کہنا موجب فتنہ وتشویش ہے اور اس طریق میں تشویش بھی مضر ہے اس لئے امن وسکون کے ساتھ دل میں اس سے تعلق فسخ کرکے کسی متقی محقق شیخ کی طرف رجوع کرو اور اس سے بھی بیعت میں جلدی مت کرو کیونکہ ایک بار تجربہ ہو چکا ہے۔ صرف اطلاع حالات واتباع تعلیمات کا سلسلہ جاری کردو۔ پھر اگر کام کرنے کے بعد شرح صدر ہو تو بیعت کا مضایقہ نہیں۔ گو ضرورت بھی نہیں باقی دعا کرتا ہوں۔ تم بھی دعا کرتے رہو۔ والسلام۔ (النور۔ محرم ۱۳۵۹ھ)

شبہ حب عزت کا علاج

حال۔ حضرت اقدس عام طور پر تو اس ناچیز کے دل میں امیروں اور رئیسوں کے ملنے کی خواہش معلوم نہیں ہوتی حتی الوسع علیحدہ رہتا ہوں اور نہ ہی بحمد اللہ اس بات کا انتظار رہتا ہے کہ وہ عزت کا سلوک کریں مگر بعض اوقات اگر کچھ بیان کرنے کا اتفاق ہوتا ہے تو عوام کے مجمع میں اور حال ہوتا ہے اور اگر شہر کے رئیس موجود ہوں تو اور حال ہوتا ہے۔ رئیسوں کی موجودگی میں طبیعت میں زیادہ جوش ہوتا ہے اور بات کو زیادہ قوت سے ادا کرتا ہوں مگر بتلاتا سچی ہی بات ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ وہ متاثر ہوں اگر اپنے حامی رئیس بیٹھے ہوں تو نفس یہ بہانہ بناتا ہے کہ آئندہ بدعتیوں کے مقابلہ میں زیادہ حمایت کریں گے اور مخالف ہوں تو یہ خیال آتا ہے کہ شاید مخالفت کم کر دیں۔ دل میں اس وقت خواہش ہوتی ہے کہ کوئی خاص بات یاد آوے تو بیان کروں خطبہ کا ترجمہ یا چھپا ہوا وعظ دیکھ کر پڑھنے میں طبیعت نہیں رُکتی البتہ پرچہ پر کچھ نوٹ لئے ہوئے ہوں تو وہ کاغذ دکھانا نفس کو ناگوار ہوتا ہے۔ بے تکلف دکھاتا ہوں۔ ایک دو دفعہ اس کے خلاف بھی ہوا دکھایا نہیں۔ ان حالات سے شبہ حب عزت اور اپنی لیاقت جتلانے کا ہوا۔ حضرت عالی اگر یہ واقعی مرض ہو تو اس کا علاج ارشاد فرماویں جس طرح حضور ارشاد فرماویں گے دل وجان سے اس پر عمل کروں گا۔

تحقیق۔ نیت نیک ہوتے ہوئے مرض تو نہیں مگر مقدمہ آئندہ کے مرض کا ہو سکتا ہے۔ غیر ماہر سے حدود کی رعایت دشوار ہے اس طرح سے وہ مضر ہو جاتا ہے جیسے عمدہ غذا اصول و حدود کے خلاف تناول کرنے سے ہیضہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اُمراء کے سامنے ایسے علوم ہی بیان نہ کئے جائیں البتہ مفید رسالوں کا پتہ ان کو بتلا دینا مضائقہ نہیں۔

(النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ)

حقیقی بہن کے انتقال سے رنج وغم نہ ہونا یہ قساوتِ قلبی نہیں

تمہید۔ کاتب خط نے اپنی بہن کی وفات کا واقعہ اور متوفیہ کا حالت ذکر میں انتقال کرنا لکھ کر اور اپنا اور سب گھر والوں کا ایسا صبر کہ یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ گھر میں موت ہوئی ہے لکھ کر یہ لکھا۔

حال:- لیکن اب تین چار دن سے اس بات پر ڈر رہا ہوں کہ حقیقی بہن کے انتقال پر بجائے رنج و غم کے مجھے خوشی کیوں ہوئی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اپنی بداعمالی کی وجہ سے اب میں سنگدل ہو گیا ہوں۔ اپنی جس حالت کو میں نے اچھا خیال کیا ہو وہ بدتر ہو۔ اگر یہ بات ہے تو للہ حضور دعا فرما کر اصلاح کریں۔

تحقیق:- یہ سنگدلی نہیں۔ سنگدلی کی حقیقت مطلق عدم تأثر نہیں بلکہ عدم تأثر عن المعصیت ہے خواہ وہ تأثر طبعی ہو یا عقلی ہو اور حوادث سے عدم تأثر کبھی کسی دوسری متضاد کیفیت کے غلبہ سے ہوتا ہے۔ کبھی اُس حادثہ کے عظیم نہ ہونے سے ہوتا ہے کبھی فطرت کی خصوصیت سے ہوتا ہے لہٰذا وہ مذموم نہیں ہے۔

(النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ)

غیبت کا علاج

حال:- حضرت والا کے فیض اور توجہ سے غیبت وغیرہ سے بڑی حد تک بچتا ہوں لیکن بے تکلف دوستوں میں بیٹھنے کی نوبت جب کبھی آتی ہے تو ضرور کسی نہ کسی کی غیبت۔ شکایت ہو جاتی ہے۔ بعد میں افسوس ہوتا ہے لیکن دوسری مجلس میں پھر یہی حرکت سرزد ہوتی ہے اس کا علاج چاہتا ہوں۔

تحقیق:- استحضار و ہمت اور بعد صدور صاحب حق سے معاف کرا کر تدارک۔ اور یہ جزو اخیر سب اجزاء سے زیادہ ضروری اور مؤثر ہے۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ)

ذکرِ موت سے مقصود معاصی سے رُکنا ہے

حال:- پہلے ایک خط میں موت کے خوف کی وجہ سے بعض اوقات سخت پریشانی کا ذکر کیا تھا۔ اور حضرت والا نے اس کا علاج بتایا تھا الحمدللہ کہ اب وہ بات نہیں ہے وقتاً فوقتاً شدائدِ موت کا تصور ہوتا ہے لیکن پہلے جو پریشانی ہو جاتی تھی وہ نہیں ہوتی۔

تحقیق:- تو ضرر کیا ہے پریشانی تو مقصود نہیں۔ بلکہ ذکرِ موت سے مقصود صرف کف عن المعاصی ہے۔ اگر اس کا ملکہ ہو جاوے تو پھر اس ذکرِ موت ہی کی ضرورت نہیں۔

(النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ)

فضول گوئی کا علاج

حال۔ سرِ دست ایک امر ضروری دریافت طلب ہے جو تمام امراض میں قدرِ مشترک کے طور پر ہے۔ وہ یہ ہے کہ مثلاً میرے اندر فضول گوئی کی عادت ہے ہر چند میں اُسے ترک کرنے کا تہیہ کرتا ہوں۔ دل میں عہد کرتا ہوں مگر پھر وہ سرزد ہوجاتی ہے۔ عین وقت پر اپنا عہد معاہدہ سب بھول جاتا ہوں۔ گو بعد کو افسوس بھی ہوتا ہے۔ اس کا کیا علاج ہے ایسی تدبیر ارشاد فرمادیں جس سے قبل صدورِ حرکت مجھے وہ یاد آجایا کرے۔

تحقیق۔ بہت احباب کو یہ تدبیر بتلائی گئی ہے اور نافع بھی ہوئی کہ ایک پرچہ پر اس کی یادداشت لکھ کر کلائی پر باندھ لیں۔ سامنے ہونے سے یاد یقیناً آجاویگا۔ آگے عمل اپنی ہمت پر ہے۔

(النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ)

محبّتِ زر کا علاج

حال۔ دورانِ ملازمت میں بفضلہٖ تعالیٰ میں نے نہایت ایمانداری سے کام کیا حتیٰ کہ تحفہ جات کے قبول کرنے سے بھی احتراز کیا اور آمدنی کا بیشتر حصہ اپنی ذات پر خرچ نہیں بلکہ دوسروں کی ذات پر صرف کیا۔ میرے نہ کوئی اولاد ہے نہ بی بی۔ اور میرا ذاتی خرچ بہت کم رہا۔ اس بنا پر میرے ذہن میں یہ بات آگئی کہ مجھ کو الفت زر نہیں۔ مگر ایک واقعہ سے یہ محسوس ہوا کہ فی الواقع بیحد الفتِ زر میرے قلب میں ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے۔ میں نے ایک مکان خرید کیا۔ خریداری کے کچھ عرصہ بعد ایک شخص میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ بائع نے تم کو یعنی مجھ کو دھوکہ دے کر اور مکان کا کرایہ زیادہ بتلا کر زیادہ قیمت وصول کرلی۔ اس گفتگو سے میرے قلب کو بہت صدمہ پہنچا مجھ کو اس وقت یہ علم ہوا کہ محبّتِ زر میرے قلب میں شدّت سے موجود ہے ورنہ یہ صدمہ نہ پہنچتا۔ اس حالت کا علاج میں نے اپنے طور پر جو حضورِ والا کے مواعظ پڑھنے کی وجہ سے غالباً میرے ذہن میں آیا یہ تجویز کیا۔ اوّل۱ یہ کہ میں نے نمازِ تہجد شروع کردی۔ دوم۲ یہ کہ بار بار موت کو یاد کرنے کی کوشش کی۔ سوم۳ یہ کہ اپنے نفس کو سمجھانے کی کوشش کی کہ مشیتِ ایزدی پر اعتراض کرنا بندہ کا حق نہیں۔ جو مشیتِ الٰہی ہوتی ہے وہ ہر حال میں بندہ کے لئے بہتر ہوتی ہے خواہ اس کا علم اس کو ہو یا نہ ہو۔ چہارم۴ قلب کو یوں مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ اگر بائع نے دھوکہ دیا ہے تو وہ میرے لئے یوں مفید ہے کہ بروزِ حشر اس کی نیکیاں کثیر تعداد

میں میرے نامۂ اعمال میں لکھ دی جائیں گی اور فی الحال یہ نتیجہ ظاہر طور پر مرتب ہوگیا کہ میں نماز تہجد پڑھنے لگا جس کے پڑھنے کی توفیق پہلے نہایت ہی کم ہوتی تھی۔ پنجم یہ کہ میں نے قلب کو یوں مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ میں اور میرا مال کل ملک الٰہی ہے اگر کچھ روپیہ جو بظاہر میرے قبضہ میں تھا کسی دوسرے کو پہنچا دیا تو مجھ کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ششم میں نے یہ سوچا کہ مکان کو وقف کر دوں مگر اس صورت میں میرے وہ اعزہ جن کی میں اپنی زندگی میں مدد کرتا ہوں میری وفات کے بعد بالکل محروم ہو جائینگے اب حضور والا سے استدعا یہ ہے کہ میرے لئے دُعا فرمائیں کہ میرے قلب کی حالت درست ہو جائے اور اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے جو عمل مناسب ہو تحریر فرمائیں۔ میں معافی چاہتا ہوں کہ خط طویل ہو گیا مگر کل حالات تحریر کرنا علاج کے لئے ضروری معلوم ہوا۔

تحقیق ۔ فکرِ اصلاح سے بیحد مسرت ہوئی اور بے ساختہ دُعا نکلی اللہ تعالیٰ فہم و فکر میں زیادہ برکت فرمادے۔ اب حقیقت عرض کرتا ہوں جس خسارہ سے رنج ہوا۔ یہ رنج مال کے حبِ طبعی سے ہے جو اگر اس سے بھی زیادہ ہوتا تو مذموم نہ تھا بلکہ بعض اوقات وہ عدل و حکمت کا اثر ہوتا ہے۔ مذموم حبّ عقلی ہے۔ سو یہ رنج اس کی دلیل نہیں۔ باقی جو معالجات تجویز کئے گئے ہیں حالت موجودہ میں تو ان کی ضرورت نہ تھی کیونکہ جب مرض نہ ہو تو دوا کی کیا ضرورت۔ لیکن نافع پھر بھی ہیں دو وجہ سے۔ ایک یہ کہ یہ معالجات بجائے خود طاعات مستقلہ موجب ثواب ہیں۔ دوسرے اس وجہ سے کہ حبّ طبعی کبھی منجر اور مفضی ہو جاتی ہے حبِ عقلی کی طرف جو کہ مضر ہے۔ سو ان معالجات میں اسکا انسداد ہے جیسے بعض ادویہ بطور حفظ ماتقدم کے استعمال کر لی جاویں۔ اور وقف کی ایک شرعی صورت ایسی ہو سکتی ہے کہ اعزہ مستحقین بھی انتفاع سے محروم نہ رہیں۔ وہ یہ کہ وقف نامہ میں ان کے انتفاع کی شرط لکھ دی جاوے لیکن آخری جہت مساکین کہ ہر حال میں قرار دینا لازم ہے اُمید ہے کہ سب شبہات کا جواب ہو گیا ہو گا۔ اگر کوئی بات باقی ہو بے تکلف مکرر دریافت فرما لیا جاوے باقی دعا کرتا ہوں۔

(النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ)

فضول کا معیار اجتہادی امر ہے

حال ۔ اس کے (یعنی ترک فضول کے) متعلق دو باتیں اور دریافت کرنا ہیں۔

ایک یہ کہ اس کا معیار کیا ہے جس سے فرق کر سکوں کہ یہ فضول اور یہ مباح ہے۔

تحقیق - یہ امر اجتہادی ہے۔ اجتہاد سے یہ دیکھا جاوے کہ اگر یہ بات ہم نہ کہیں گے تو اس سے اپنا یا دوسرے کا خفیف یا شدید دنیوی یا دینی ضرر ہوگا۔ ایسی بات تو کہی جاوے اور جو ایسی نہ ہو نہ کہی جاوے۔ ابتداء میں یہی معیار ہے۔

حال - دوسرے یہ کہ احباب سے تفریح طبع کے لئے کلام کرنا یہ بھی فضولیات میں داخل ہے یا اس کی اجازت ہے۔ اگر اجازت ہے تو کس حد تک۔ ارشاد فرما کر مطمئن فرمایا جاوے۔

تحقیق - اوپر کے معیار سے تو ظاہراً یہ خارج ہے لیکن اس کے بالکلیہ ترک سے اکثر طبائع میں ملال و کلال کی کیفیت پیدا ہونے سے فتور و کسل کا احتمال قریب ہو سکتا ہے جو ایک خفیف سا ضرر ہے باقی حد اس کی یہ ہے کہ ایسے وقت اس کو چھوڑ دیا جاوے کہ اس کا کسی قدر اشتیاق طبیعت میں رہ جاوے۔ (النور جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ)

غیبت کے وقت کلام سے رُکنا مستحسن ہے

حال - اس خط کے بعد (اس سے پہلے ایک خط آیا تھا) یہ حال ہے کہ اب کسی مجلس میں کسی کی نسبت کوئی ایسی بات کہنے کا ارادہ پیدا ہوتا ہے جو غیبت میں داخل ہو سکتی ہے تو فوراً یہ تصوّر ہوتا ہے کہ اس سے معاف کرانا پڑے گا۔ یہ تصوّر آتے ہی زبان رُک جاتی ہے۔ بسا اوقات بولنا شروع کر دیتا ہوں۔ ساتھ ہی وہ تصوّر بھی پیدا ہو جاتا ہے اور بجائے اس بات کے کوئی دوسری بات کہہ دیتا ہوں۔

تحقیق - عمل حسن ہے اور اس سے احسن یہ ہے کہ دوسری بات بھی نہ کہی جاوے بلکہ خاموش ہو جائیں۔ اس میں نفس کا زجر بھی زیادہ ہے۔ نیز دوسروں کے لئے تنبیہ ہے کہ جب کلام کا نامناسب ہونا مستحضر ہو جاوے اس طرح سے رُک جانا چاہیئے دوسری بات کی طرف منتقل ہونے میں یہ تنبیہ نہیں جو کہ نفع متعدی ہے۔

حال - کسی سے معاف کرانے کی نوبت نہیں آئی ہے لیکن عزم مصمم ہے کہ اگر غیبت ہوئی تو انشاء اللہ ضرور معاف کراؤں گا۔

تحقیق۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔

حال۔ یہ تو آئندہ کے متعلق ہے۔ لیکن جن لوگوں کی غیبتیں پہلے ہو چکی ہیں اور ان میں سے بہتوں کے متعلق اب یاد بھی نہ ہوگا اور بہت سے لوگ دوسری جگہ کے ہوں گے یا ان کی وفات ہو چکی ہوگی اس کے متعلق کیا کروں۔

تحقیق۔ اپنے ساتھ ان کے لئے استغفار۔ یہ ایک حدیث میں وارد ہے غالباً ابوداؤد کی روایت ہے۔ (النور۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۹ھ)

قبض کا علاج

حال۔ حضرت مخدوم محترم ادام اللہ فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ طبیعت پر حسرت پژمردگی اور انقباض کا غلبہ برابر بڑھتا جاتا ہے۔ ہفتوں کیا مہینوں کوئی انبساط نصیب نہیں ہوتا۔ دل و دماغ سب پر معلوم ہوتا ہے کہ موت طاری ہے۔ نہ خلوت میں جی لگتا ہے نہ جلوت میں۔ زندگی کے خلاء و تعطل سے طبیعت بالکل تنگ آگئی ہے۔ ملازمت محض پیٹ کے لئے ہے۔ دلچسپی کا اس میں اب قطعاً کوئی پہلو نہیں۔ دوسری طرف یہ حال ہے کہ نہ زندگی کا کوئی دینی دنیوی مشغلہ و مصرف سمجھ میں آتا ہے۔ اور اگر کچھ سمجھ میں آتا ہے تو اس کی ہمت و صلاحیت مفقود ہے۔ لے دے کر کچھ لکھ پڑھ لیتا تھا خصوصاً تعطیلوں میں۔ اب کے وہ بھی بالکل ہی کہنا چاہیئے کہ نہیں ہو سکا۔ نہ طبیعت کسی طرف متوجہ ہوئی۔ زبردستی کچھ لے کر بیٹھا تو بس اکثر لئے بیٹھا ہی رہا۔ آخر جب قلم نہیں چلا تو گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ خط تک لکھنے تک سے جی چراتا ہوں۔ موت کی تمنّا تو اب ہی تک نہیں پیدا ہوئی۔ لیکن زندگی وبال ضرور ہے۔ لکھنؤ اور گھر سے روز بروز وحشت بڑھتی جاتی ہے۔ بس یا تو یہ جی چاہتا ہے کہ مسجد کا کوئی حجرہ ہو یا اس سے بھی زیادہ اب تھانہ بھون کی حاضری کے بعد سے برابر یہ تقاضا ہے کہ مستقلاً حضرت ہی کے قدموں کے نیچے پڑے رہنے کا سامان ہو جائے گو طبیعت کی بیقراری کا جو حال ہے نہیں کہہ سکتا کہ وہ کس حال پر قرار پکڑے گی۔ رخصت کا ملنا بھی اب میرے لئے بہت مشکل ہو گیا ہے۔ تاہم اس مرتبہ اسی نیت سے جا رہا ہوں کہ اگر رخصت مل سکے تو کچھ دن ہی کے لئے حضرت کی خدمت میں آپڑوں۔ تعطیل میں تو یہاں آکر ایسا پھنس جاتا ہوں کہ آئندہ سے خیال ہو رہا ہے کہ پہلے سیدھا تھانہ بھون ہی انشاءاللہ حاضر ہو جایا کروں گا۔ یہ تو آئندہ کی بات

ہے۔ لیکن موجودہ حالت قلب و دماغ کا ایک ایک دن کاٹے نہیں کٹتا۔ حضرت دعا کے ساتھ کچھ مناسب چارہ گری بھی فرمائیں۔

تحقیق۔ مکرمی۔ السلام علیکم۔ یہ حالتِ قبض کہلاتی ہے جو سب کو پیش آتی ہے۔ اور جو باعتبارِ صورت کے بلا ہے اور باعتبارِ معنی کے نعمت ہے۔ کیونکہ اسباب اس کے مختلف ہیں۔ کبھی تغیرات طبعیہ مزاجیہ فساد اخلاط یا موسم یا ادویہ و اغذیہ سے یا عوارضِ نفسانیہ فکر یا حزن یا غضب وغیرہا سے جس کا علاج ان کے اضداد سے ہے کبھی کسی معصیت کا صدور جس کا حق معصیت کا تدارک اور استغفار کی کثرت ہے اور کبھی رفع درجات کہ اعمال اختیاریہ کی کمی کا تدارک مجاہدہ اضطراریہ سے کیا جاتا ہے پھر اس سے درجات بڑھتے ہیں اور کبھی اصلاحِ اخلاق کہ کمالات سے اپنا خلو دیکھ کر شکستگی و پستی پیدا ہوتی ہے اور اس سے بہت سے غوائل کا علاج ہو جاتا ہے۔ جیسے عُجب و کبر و قساوت و امثالہا۔ اور کبھی امتحانِ محبت و عظمت کہ بندہ بشاشت ہی میں عمل کرتا تھا جس میں ایک گونہ حظِ نفس بھی ہوتا ہے یا بے ذوقی میں بھی عمل کرتا ہے جس کا سبب صرف محبت اور غلبۂ عظمت ہو سکتا ہے اور کبھی جذب الیٰ عالم القدس برفع الحجب والموانع۔ اور کبھی دوسرے اسباب جو تعبیر سے بھی فوق ہیں۔

اس تمہید کے بعد چند امور قابلِ تنبیہ ہیں ۱؎ کبھی متعدد اسباب بھی جمع ہو جاتے ہیں۔ (۲) ایسی حالت پیش آنے کے وقت اسباب کی تشخیص و تعیین کی ضرورت نہیں بلکہ اکثر مضر ہے۔ کیونکہ تیقن کا کوئی ذریعہ نہیں۔ سو اگر وہ سبب نہ ہوا تو سعی ہی بیکار گئی۔ (۳) بلکہ سب احتمالات کا حق ادا کیا جاوے۔ یعنی استغفار اور صبر و شکر و تفویض و توکل اور تواضع و دعاء و ابتہال و کثرتِ ذکر و استقامت علی الاعمال اور لایعنی تعلقات کی تقلیل و استعمال مفرحات و مقویاتِ طبع جس میں ملاقاتِ احباب و اشتغال بالازواج والاولاد و استعمال مرغوبات طبعیہ برعایت اعتدال بھی داخل ہے ان سب کو نظام کے ساتھ جمع کیا جاوے (۴) ان اعمال کو بقصد تدبیر و علاج و بانتظار بسط و سکون نہ کیا جاوے بلکہ ان کو خود مطلوب سمجھ کر کیا جاوے حتیٰ کہ اگر عمر بھر بھی یہ قبض رفع نہ ہو تو اس پر راضی اور ادائے حقوق مذکورہ پر ملازم رہے و بہذا اوصی العارفون بقولہم

چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بین   تازہ باش و چین میفگن بر جبین
چونکہ قبضے آیدت اے راہرو   آن صلاح تست آیس دل مشو

۵۔ اسبابِ ضیق و تشویش سے تحرز الا بضرورت شدیدہ۔ ان امور کے التزام سے انشاء اللہ تعالیٰ اکثر تو بسط طبعی ورنہ بسط عقلی تو لزوم کے ساتھ میسر ہوگا۔ اگر بسط کے بعد شبہ عود کا ہو تو ان عد تم عد نا کے لئے آمادہ رہنا چاہیئے جیسے کسی کو موسمی بخار ہمیشہ آتا ہو تو وہ گھبراتا نہیں نسخہ کی تجدید کر لیتا ہے۔

حال۔ حضرت مخدوم و محترم ادام اللہ فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جواب والا نے سعادت بخشی تھی۔ قبض کی حالت بدستور ہے اور بسط و نشاط قطعاً کافور۔ اپنے ایمان وعمل کی حقیقت معلوم ہے اس لیئے جذب الی عالم القدس یا دفع الحجب والموانع وغیرھا کے سے اسبابِ قبض کا تو اپنے حق میں احتمال بھی نہیں ہوتا۔

تحقیق۔ یہی فیصلہ محل کلام ہے جن اکابر کے حق میں ہم لوگ اس جذب اور رفع کا اعتقاد قریب بہ یقین رکھتے ہیں۔ وہ آپ سے زیادہ کہتے ہیں کہ اپنے ایمان وعمل کی حقیقت معلوم ہے چنانچہ ستر بدریین کے متعلق صحیح بخاری میں ہے کلھم یخاف النفاق علی نفسہ۔ بلکہ عارفین کے نزدیک یہی اعتقاد دلیل ہے کمال ایمان کی۔ ناقص الایمان کو اپنے نقصانِ ایمان کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا۔

حال۔ باقی جسمانی و نفسانی امراض و نقائص کے جن اسباب کی طرف حضرت نے اشارہ فرمایا ہے وہ قریب قریب سب ہی بلکہ بہت زیادہ موجود ہیں۔

تحقیق۔ خود یہ اسباب موجب اجر و قرب ہیں اور ان پر جو ناگواری مرتب ہوتی ہے وہ بھی موجب اجر۔

حال۔ اور عجب و کبر و قساوت کا تو بحمد اللہ خوب علاج ہو رہا ہے نفس اگر حد سے زیادہ بے حیا نہ ہوتا تو حیادار کے لئے اتنی مار بہت تھی۔

تحقیق۔ تو کیا حیا میں نفس مر جاتا۔ پھر یہ تو موت سے بھی زیادہ ہے لا یموت ولا یحیی تو حیا ی نفی کیسے کی جاتی ہے۔

حال۔ تدابیر جو حضرت نے تجویز فرمائی ہیں سب پیشِ نظر ہیں۔ زبان کی حد تک بفضلہ ذکر و استغفار جاری ہے

تحقیق۔ یہ جتنی اور جس صورت سے بھی ہو رحمت و موہبت ہے۔

حال۔ صبر و شکر و تفویض و توکل کی حالت زیادہ تر بے بسی و بیچارگی کی سی معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق۔ یہ بھی نعمت ہے جو اضطراراً عطا کر دی گئی۔ قصد افعال اختیاریہ میں شرط اجر ہے نہ کہ

امورِ اضطراریہ میں۔ اس میں بلا قصد بھی اجر عطا ہوتا ہے۔

حال۔ دعا بھی کرتا ہوں لیکن رغبت و رُوح سے ہر شئے خالی نظر آتی ہے۔ اور رقت و ابتہال کو تو ترستا ہوں۔ یا تو قساوت کی کوئی حد نہیں رہی یا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل و دماغ سب سُن اور بے حس ہو رہے ہیں۔ یا جیسے زیادہ مار کھانے سے آدمی بُو کھلا جاتا ہے

تحقیق۔ قساوت کے لئے تو جرأت علی المعاصی لازم ہے۔ بس یہ تو نہیں اگر دوسری حالت ہے تو مجاہدہ اضطراریہ ہے جس کا فیصلہ ابھی مذکور ہوا۔

حال۔ تعلقات یعنی و لایعنی قریباً ہر قسم کے مدت سے قلیل کیا مفقود ہیں۔ گھبرا کر اگر کہیں جاتا بھی ہوں یا جی چاہتا ہے کہ کوئی آجائے تو دونوں صورتوں میں اکثر اور زیادہ تکدر ہی کا اضافہ ہوجاتا ہے

تحقیق۔ کیا یہ رفعِ حجب کی فرد نہیں۔

حال۔ گھر کے ساتھ الحمد للہ کہ حضرت کی توجہ و دعا سے پہلی سی گو کشمکش تو نہیں رہی۔ حضرت کے بے شمار احسانات میں سے ایک عظیم احسان ہے لیکن کوئی ایسی دلچسپی نہیں پیدا ہوتی ہے کہ پاس بیٹھ کر کچھ دل بہلنے کا سامان ہو مگر جس وقت سے اللہ تعالیٰ نے نجات بخشی اس کے بعد اس کی کوئی شکایت نہیں بلکہ ہر طرح محلِ شکر ہے۔

تحقیق۔ اُمید ہے کہ ادائے حق ضروری کے لئے کافی ہو۔ (النور شعبان ۱۳۵۹ھ)

بھائی کا فکر ہے کہ وہ جھوٹ وغیرہ چھوڑ دے۔ اس کا علاج

حال۔ اب گھر میں جو کچھ اذیت کا سامان ہے وہ چھوٹے بھائی کی حالت ہے جو الآن کما کان ہے۔ ان کے لئے روزانہ دعا کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی جھوٹ اور خیانت کی عادت چھڑا دے۔ سب سے زیادہ ان کی انہیں دو باتوں سے تکلیف پہنچتی رہتی ہے۔ دین و دنیا دونوں اپنی برباد کر رہے ہیں، حضرت سے بھی دُعا اور تدبیر کی درخواست ہے۔

تحقیق۔ دُعا سے کیا عذر ہے باقی تدبیر سو ہم جیسے ناقصین کے لئے تو دوسرے کے لئے تدبیر کرنے سے اپنے لئے تدبیر اسلم ہے اور وہ تدبیر یہ ہے کہ "فکر خود کن فکر بیگانہ مکن"۔ اور ایک

وقت وہ آتا ہے جس میں کاملین کے لئے بھی یہی تجویز فرمایا گیا ہے علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم الآیۃ اور وہ وقت وہ ہے جب باوجود سعی کے دوسرا نہ مانے کذا فی بیان القرآن اور اس کے ساتھ بھی اگر فکر بیگانہ کا ہجوم ہو جاوے وہ مجاہدہ اضطراریہ اور موجب قرب ہے خلاصہ یہ ہے کہ زیادہ حصہ حالات موجودہ کا مجاہدات اضطراریہ ہیں جن سے نہ انبیاء خالی رہے نہ اولیاء نہ دوسرے مومنین۔ گو الوان سب کے مختلف ہوتے ہیں مگر قدر مشترک سب کے لئے نعمت ہے اور سب سے بڑی اور مختصر اور جامع اور ہر وقت کے استحضار کے قابل اور ہر حالت پر منطبق اور اس کے مناسب چیز یہ ہے کہ جس حالت سے دین کا ضرر نہ ہو وہ خیر محض ہے خواہ طبیعت کے کیسی ہی خلاف ہو اور خواہ عمر بھر لازم حال رہے بس قلب میں تو اسی کو راسخ کر لیا جاوے اور زبان کو مشغول بالذکر رکھا جاوے اور اس کو اصل شغل سمجھا جاوے۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی شغل کے فوت ہونے کا افسوس نہ کیا جاوے کیونکہ علاوہ عبادت موظفہ کے اور اشتغال عارض کے سبب ہیں اور یہ سب عوارض کے انصرام و اختتام کے بعد باقی ہے ویدل علیہ نصوص لا تتناھی۔ بس اس نظام کے بعد فکر اور سوچ اور ہر تمنا اور انتظار کو دل سے نکال دیا جاوے انشاء اللہ تعالیٰ حیات طیبہ کا صرف حصول ہی نہیں بلکہ مشاہدہ ہو جاوے گا اور بعد چندے نفس بھی مطمئنہ ہو کر اس پر راضی بلکہ لذت گیر ہو جاوے گا۔ بقول ایک صاحب حال کے ؎

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی ۔۔۔ اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

ومن لم یذق لم یدر رزقنا اللہ ھذا الذوق فی حیاتنا ووقت مماتنا ولنختم الکلام مستعینین برحمۃ اللہ العلام (النور۔ رمضان سنہ ۱۳۵۹ھ)

اولاد کی معاش کا فکر خلاف ایمان نہیں ہے

حال۔ حضرت کل بعد نماز مغرب مجھے بہت رقت ہوئی بہت دل گھبرایا۔ حالانکہ بہت ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی لیکن ایک دم تمام جسم پسینہ میں نہا گیا۔ اور یہ خیال آیا کہ مجھے اپنی اولاد کے معاملات سے اس قدر وابستگی ہو گئی ہے کہ دن و رات اسی خیال میں مستغرق رہتا ہوں۔ نہ یہ خیال ہے کہ تیرا وقت قریب آگیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔

اپنے اعمال اور افعال جو کچھ ہیں ظاہر ہیں۔ اوّل ان بچوں کے پاس ہونے کا قصہ درپیش تھا اسی کے ساتھ۔۔۔ کی ملازمت کا معاملہ شروع ہوگیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً ایک مہینہ سے بلکہ اس سے بھی زائد مدت سے سوتے جاگتے اُٹھتے بیٹھتے غرضیکہ ہر وقت بچوں کا خیال دامنگیر رہتا ہے رات کو جب کبھی آنکھ کھلی تو بچوں کی امتحان کی کامیابی کے لئے یا ۔۔۔۔ کی نوکری کے لئے دُعا کی پلنگ پر جب لیٹا تو بچوں کی کامیابی کے لئے دُعا کی۔ صبح کو جب پلنگ سے اُٹھا تو پہلا کام بچوں کی کامیابی کے لئے دُعا کرنا۔ نماز کے بعد بچوں کی فلاح و بہبود کے علاوہ اور سب دُعائیں کرنا چھوڑ دیں۔ اس خیال سے بڑی تکلیف محسوس ہوتی ہے کہ خدانخواستہ اگر مرتے وقت بھی بچوں کا خیال رہا تو میں دین کا رہوں گا نہ دُنیا کا۔ بالکل تباہ ہوجاؤں گا۔ سرکار۔ توکّل میرے اندر نہیں رہا قلب میرا تاریک ہوگیا۔ حالت میری بد سے بدتر ہوگئی۔ مجھے اپنی حالت دیکھ کر بہت غم اور رنج ہوتا ہے حضور میری دستگیری فرمادیں خدا جانے میں کہاں جا رہا ہوں میرے حق میں حضور دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے راہِ راست پر لادیں۔ مجھے کچھ پڑھنے کے لئے تعلیم فرمادیں جس سے میرے قلب کی حالت درست ہو۔ مجھے اس وقت اپنی ذات سے نفرت محسوس ہو رہی ہے۔ بُرا ہوں بہت بُرا ہوں لیکن حضور کا غلام ہوں حضور اپنے ذلیل و خوار غلام کی طرف خاص توجہ فرمائیں۔

تحقیق۔ یہ احساس اور فکر خود علامت ہے ایمانِ کامل کی۔ اللہ تعالیٰ مزید تکمیل و رسوخ عطا فرمائے اور توکّل کے نقص کا شبہ بھی محض وہم ہے۔ توکّل کامل کے درجات ہیں۔ کاملین کا سا نہ سہی مگر جو درجہ مامور بہ ہے (اور کوئی مامور بہ ناقص نہیں ہوتا) وہ بھی بفضلہٖ تعالیٰ حاصل ہے جس کی کھلی علامت ہر حالت میں دُعا کرنا ہے اگر کارساز پر نظر نہ ہوتی تو دُعا ہی کیوں کی جاتی۔ اور یہی نظر توکّل مامور بہ ہے۔ اور اس سے آگے کے درجات زیادہ کمال کے ہیں۔ مگر یہ بھی ناقص نہیں بالکل اطمینان رکھا جاوے رہا یہ شبہ کہ اولاد سے شدید تعلق ہے اور یہ کہ اگر آخر وقت میں اس کا استحضار رہا تو محض تباہی ہے یہ خوف علامت ایمان کی ہے اور اس خوف پر بشارت ہے حفاظت ایمان کی۔ کما فی قولہ تعالیٰ ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ اور ظاہر ہے کہ مغفرت موقوف ہے ایمان کے محفوظ رہنے پر۔ تو خوف پر اس طرح بشارت ہے حفاظت ایمان کی۔ پھر تباہی کا وہم کیوں کیا جاوے اور راز اس میں یہ ہے کہ اولاد کے مصالح و فلاح کا اہتمام طاعت اور ان کا حق مامور بہ ہے تو مامور بہ کا استحضار سوءِ خاتمہ کا سبب کیسے ہوسکتا ہے۔ البتہ ان کی ایک ایسی محبت کہ اس میں دین کی بھی پرواہ نہ رہے

اور اس محبت میں معصیت کا بھی بے تکلف ارتکاب کرلیا جاوے یا احکام ضروریہ میں خلل ہونے لگے یہ ہے غیر اللہ کی محبت مذمومہ۔ یہ تو ضابطہ کا جواب ہے۔ اور بالکل صحیح اور حقیقت۔ لیکن اس کے ساتھ عادۃ اللہ یہ ہے کہ مومن کے اخیر وقت میں یہ جائز محبت بھی فنا کردی جاوے اور اللہ تعالیٰ ہی کی محبت کے غلبہ میں دم نکلتا ہے۔ (النور۔ رمضان ۱۳۵۹ھ)

عام آدمیوں کو معصیت سے بچنا ہی بڑی دولت ہے

حال۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ حضور والا میرے ہاں اگر کوئی مہمان آتا ہے تو میں سادہ اور معمولی کھانا مہمان کے ساتھ کھاتا ہوں اور اگر مہمان نہیں ہوتا تو معمول کے علاوہ کچھ ایسی غذا بھی کھاتا ہوں جس سے قوت حاصل ہو مثلاً دودھ یا حلوہ وغیرہ۔ مہمان کی موجودگی میں اس غیر معمولی اور مقوی غذا کو اس خیال سے ملتوی کردیتا ہوں کہ مہمان کے ساتھ نہ کھانا خصوصاً رشتہ دار کے ساتھ تو مہمان کی شکایت کا باعث ہوگا۔ اور مہمان کی شرکت سے اس غیر معمولی اور مقوی غذا میں یا تو میری حق تلفی ہوگی۔ اگر کمیت میں اضافہ نہ کیا جائے۔ ورنہ خرچ میں زیادتی ہوگی۔ جس کا تحمل طبیعت کو نہیں ہوتا حضور والا! اگر یہ حرص یا اور کوئی مرض ہو تو درخواست ہے کہ علاج تجویز فرمایا جائے اور اگر یہ طبعی اور غیر اختیاری ضعف ہے جس کی وجہ سے خود پر مجھ کو بہت نفرت اور ندامت ہے تو تقاضائے طبعی کی رعایت میں کوئی گناہ تو نہیں یا مخالفت نفس اور اس معمول کا ترک ضروری ہے۔ حضور والا کی ہدایت کا محتاج ہوں۔ فقط۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ۔

تحقیق۔ ہم جیسوں کے لئے معصیت سے بچنا ہی بڑی دولت ہے نہ کہ مقامات عالیہ و غالیہ کا قصد اور اس کے موانع کی تحقیق ؎

آرزو میخواہ لیک اندازہ خواہ برنتابد کوہ را یک برگِ کاہ

(النور۔ ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ)

والد کی غیبت کا علاج زبان روکنا ہے

حال۔ احقر میں ایک بہت بڑا مرض یہ ہے کہ والد صاحب کی

اکثر شکایت و غیبت کرتا ہے اس کی چند وجہ ہیں۔ ایک تو وہ ایک ہی بات کو بار بار کہتے ہیں جس سے ہم کو طبعاً الجھن ہوتی ہے نیز یہ کہ وہ میری صحیح کفالت بھی نہیں کرتے ہیں۔ بہرحال غلطی احقر ہی کی ہے چونکہ خلافِ توقع پیش آتے ہیں اس لئے برداشت نہیں ہوتا۔ وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے چونکہ احقر کی نظر پوری اللہ تعالیٰ پر نہیں اس لیئے شکایت کرتا ہوں دُعا فرمائیں اور علاج فرما دیں کہ بس اللہ ہی کا دھیان اور انہی کا فاعلِ حقیقی ہونا دل میں جم جائے تو شاید شکایت کسی کی بھی نہ کرے اس لئے اوروں کی بھی غیبت کرتا ہے۔

تحقیق۔ یہ تو بڑی دُور کی بات ہے اس کے انتظار کا نتیجہ اس مرض سے نجات میسر نہ ہونا ہوگا اوّل اور اسہل درجہ یہ ہے کہ زبان کا فعل اختیاری ہے۔ اختیار سے کام لیا جاوے اور زبان کو روکا جاوے۔

(النور۔ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ)

کذب کا علاج

حال۔ اب سے کچھ عرصہ پیشتر اکثر جھوٹ بولا کرتا تھا مگر اب تقریباً ایک سال سے اِس مرض میں بفضلہٖ تعالیٰ بہت کمی ہوگئی ہے جو بات کہتا ہوں سوچ سمجھ کر کہتا ہوں اکثر تو جھوٹ بولتے وقت ہی تنبّہ ہو جاتا ہے اور دورانِ کلام میں ہی اس کی تلافی کر لیتا ہوں اور اگر کسی وقت نفسانیت کے غلبہ کی بناء پر تنبّہ نہ ہو سکے تو بعد میں اس شخص سے کہدیتا ہوں کہ میں نے یہ بات غلط کہی تھی۔ اس پہ یقین نہ کرنا۔ اگرچہ یہ فعل اختیاری ہے مگر بعض اوقات مواعید کذب کے عدم استحضار کی بناء پر عادتِ دیرینہ کے مطابق کبھی کبھی غلط بات زبان سے نکل ہی جاتی ہے جس کے بعد ندامت بھی ہوتی ہے اور توبہ بھی کرتا ہوں اور جس کے سامنے جھوٹ بولا ہے اس کو اطلاع بھی کر دیتا ہوں اس کے متعلق جو علاج ہو تجویز فرما دیں۔

تحقیق۔ علاج یہی ہے اور کافی ہے باقی عادت کے غلبہ سے جو کوتاہی ہو جاتی ہے اس کا ازالہ اسی علاج کے تکرار و دوام سے ہو جائیگا اور اگر اس سے ازالہ جلدی نہ ہو تو پھر اس کے صدور پر کوئی جرمانہ جو نہ بہت ثقیل ہو نہ بہت خفیف، نفس پر کیا جاوے خواہ ایک وقت کھانا ترک کر دینے کا خواہ آنہ یا ۲ آنہ کسی مسکین کو دینے کا۔

حال۔ خصوصاً وعظ و تقریر میں کبھی کبھی موضوع روایتیں اور غلط قصے بھی بیان کر جاتا ہوں۔ اگر دورانِ

تقریر میں تنبہ ہو جاتا ہے تو اسی وقت اس کی تلافی کر لیتا ہوں اور صاف کہہ دیتا ہوں کہ مجھے اس کی پوری تحقیق نہیں ہے۔ دروغ برگردن راوی۔ یا میں نے یہ قصہ غلط بیان کیا ہے صحیح اس طرح ہے اگر کبھی کبھی بعد میں تنبہ ہوتا ہے تو ایسی صورت میں کیا علاج کرنا چاہیئے اگلے وعظ میں اس کی تردید کر دیا کروں یا نہیں؟ جو علاج حضرت تجویز فرمادیں گے اس پر عمل کرونگا۔

تحقیق صرف جرمانہ مگر دوہرا۔

حال - نیز ایام گذشتہ میں سینکڑوں جھوٹ بولے ہیں اب تو یہ بھی یاد نہیں کہ میرے جھوٹ بولنے کی وجہ سے کس کس کو نقصان پہنچا اور کون کون دھوکا میں مبتلا ہوا۔ اب جس وقت اپنے گذرے ہوئے جھوٹ یاد آتے ہیں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ گڑگڑا کر خدا سے معافی مانگتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ تعالیٰ میرے جھوٹ بولنے کی وجہ سے جس کسی کو نقصان پہنچا ہو یا میرے جھوٹ کی وجہ سے جو شخص دھوکہ میں مبتلا ہوا ہو اور اس نے تیری نافرمانی کی ہو تو اپنے فضل وکرم سے اس کی غلطیاں بھی معاف کردے مگر دل کو تسکین نہیں ہوتی کہ یہ تو حقوق العباد میں داخل ہے اور صرف دعا کرنے سے یا استغفار کرنے سے کیسے معاف ہوگا۔ اب حضرت ارشاد فرمائیں کہ گذشتہ گناہ (جھوٹ) کی تلافی کیسے کروں۔

تحقیق - جب اہل حقوق مجہول ہوں اس حالت میں بھی تدارک منصوص ہے یعنی اپنے ساتھ ان کے لئے بھی استغفار مگر حقوق مالیہ کا یہ حکم نہیں۔

حال - نیز کوئی تدبیر ایسی تجویز فرمادیں کہ جس سے جھوٹ کے ترک کرنے میں سہولت ہو سکے۔

تحقیق - جو اوپر گذرا یعنی تکرار و مداومت۔

حال - اور اس سراپا عصیان کے حق میں دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ جملہ ظاہری و باطنی سیئات سے محفوظ رکھیں اور اپنی محبت اور نیک عمل کی توفیق بخشیں۔

تحقیق - آمین۔ (النور۔ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ)

رسالہ اللطف الخفی من اللطیف الحفی

(متضمن بر ۳۱ خطوط مع اجوبہ)

پہلا خط۔ حال۔ مجھ کو اپنے خانگی معاملات کا سر دست ایک حل فی الجملہ یہی نظر آتا ہے کہ سب بال بچوں کو لے کر بھاگ آؤں جس کا قطعی ارادہ بھی کر لیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا کچھ عجیب معاملہ میرے ساتھ چل رہا ہے کہ بچوں کی علالت کا ایسا تار بندھا کہ ایک اچھا نہ ہونے پایا تھا دوسرا پڑا اور دوسرے کے بعد تیسرا مجبوراً اکیلا ہی آنا پڑا اور اس حال میں کہ دو بچوں کی علالت ابھی تک قابل اطمینان نہ تھی تاہم الحمد للہ کہ حضرت کی دعا سے پہلے سے بہت بہتر تھی ورنہ ڈاکٹر صاحب نے تو یہ کہہ دیا تھا کہ خود مجھ کو رخصت لے کر لوٹ جانا چاہیئے۔ بہر حال ہر حال میں حضرت کی دعاؤں کا ہمیشہ سے زیادہ محتاج و طالب ہوں۔

تحقیق۔ دل سے دعا ہے اور جو معاملہ خلاف خواہش ہوتا ہے وہ واقع میں اس کا مصداق ہوتا ہے ؎

طفل مے لرزد ز نیش احتجام ۔۔۔ مادر مشفق ازاں غم شادکام

مگر اس شادکامی کی بنا اس طفل کی سمجھ میں بعد بلوغ آتی ہے اس بلوغ کی تفسیر میں فرماتے ہیں ؎

خلق اطفال اند جز مست خدا ۔۔۔ نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

والسلام

دوسرا خط۔ حال۔ اجازت نامہ باعث صد فخر و سعادت ہوا اس مرتبہ وطن میں زائد سے زائد دو ہفتے ٹھہر کر تھانہ بھون حاضر ہو جانے اور تعطیل کا زیادہ حصہ حاضر رہنے کا قصد تھا لیکن ٹھیک دو ہفتے پورے ہوتے ہی پاؤں میں چوٹ آ گئی خیال تھا کہ دو تین دن میں سفر کے قابل ہو جاؤنگا لیکن اب تک چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہوا۔ ملازم ساتھ آنے کے لئے نہ ملا تھا تو اسکی بھی پرواہ نہ تھی لیکن اب ان چیزوں کی کہاں تک اور کیا تاویل و توجیہہ کروں۔

تحقیق۔ صریح میں توجیہ و تاویل کی حاجت ہی کب ہے جس کو میں نے صریح کہا ہے اس کے یہ مقدمات ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ وعسیٰ ان تحبوا شیئا وھو شر لکم۔ واللہ یعلم

وانتم لا تعلمون ۔ وقال تعالیٰ لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم وھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکیف باللہ تعالیٰ وغیرھما من المحکمات ۔ جب مقدمات کا نتیجہ یعنی شفقتِ الٰہیہ صریح ہے پھر تاویل کیسی ۔ اس مزاحمت کی ایسی مثال ہے کہ بچہ چراغ کو صرف نور سمجھ کر پکڑنا چاہتا ہے اور اس کی ماں اس کی دوسری حقیقت ناریہ کو دیکھ کر اس کو چراغ سے یا چراغ کو اس سے ہٹاتی ہے ۔

تیسرا خط ۔ حال ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ کل تیسرے پہر ایک عریضہ ارسالِ خدمت ہو چکا ہے جواب کے لئے لفافہ نہیں رکھا تھا امید تھی کہ دو چار دن میں پاؤں سفر کے لائق ہو جائے گا کہ مغرب کے بعد ہی پھر چوٹ میں چوٹ لگی ۔ یہ چوتھا پانچواں چرکہ ہے ۔ جس دن سامان سفر باندھا دوسرے ہی دن ایک ہی جگہ دو چوٹیں پیہم کھائیں ۔ پھر تین دن بعد تاریخ مقرر کی تو پھر روانگی سے ایک دن قبل ہی اس چوٹ پر چوٹ کھائی ۔ اب تاریخ غیر متعین تھی لیکن ارادہ بہر حال جلد از جلد تھا کہ گئی مغرب بعد اتنی سخت چوٹ لگی کہ قریباً پہلی حالت عود کر آئی ۔ پہلے دین و دنیا کے اور ارادوں کی طرح حضرت کی خدمت میں حاضری کا ارادہ بھی پورا ہی ہو جاتا تھا ۔ اب غالباً یہ تیسرا موقع ہے کہ جب ذرا طویل حاضری کی نیت کی تو کچھ نہ کچھ اس قسم کی صورت پیدا ہوئی اس مرتبہ پہلے سب گھر کے ساتھ حاضری کا تہیہ کیا ۔ اس میں خلل پڑا ۔ پروا نہ کی ۔ پھر خیال ہوا کہ کوئی ملازم ساتھ ہو ۔ تو اچھا ہے وہ بھی نہ ملا ۔ اچھا نہ ملے تنہا جاؤں گا ۔ تو اب پتہ چلا کہ جن پیروں سے جانے کا دعویٰ تھا وہ بھی اپنے کب ہیں ۔ دل تو اس کے بعد بھی سر کے بل حاضری کے لئے بے تاب ہے لیکن اب کس زبان سے کچھ عرض کروں حضرت اتفاق تو کوئی چیز نہیں پھر یہ کیا ہے ۔ مار کھاتا جاتا ہوں لیکن نہ دماغ سوچنا چھوڑتا ہے نہ دل ارادہ کرنا ۔ اب یہ خیال مسلط ہے کہ ساری سزا کذبِ جاہ کی ہے ۔ گھر بنانے کی خواہش ہوئی تو کوٹھی بنائی اس کی ایسی سزا ملی کہ اب کوٹھڑی کی تمنا ہے مصنف بننے کا شوق ہوا تو اس میں مقامِ امتیاز کی تلاش تھی ۔ یہ سودا سر سے کچھ نکلا ۔ دین کی راہ میں بظاہر قدم رکھا تو اس میں نظر نیچے نہیں پڑتی ۔ یہ تو وہی نفس دانا معلوم ہوتا ہے جس نے محض بھیس بدل لیا ہے ۔

والسلام مع الاکرام

تحقیق ۔ پہلے خط کا جواب بھی لکھ کر رکھ لیا تھا کہ آنے کے وقت دیدوں گا اس میں یہ دوسرا خط

آگیا جس پر بے ساختہ حدیث نعم العدالان ونعم العلاوہ یاد آگئی اور گو وہ حدیث قولِ مشہور پر تعدد بلاء کیساتھ مقید نہیں ہر بلاء پر یہ تعدد آلاء موعود ہے مگر مطلق تعدد کے علاقہ سے یاد آگئی۔ یہ حدیث تو حافظہ میں تھی پھر اس کے ساتھ اس باب میں مواعید کے نصوص مناسب حال کتب حدیث دیکھ کر لکھنے کو دل چاہا چنانچہ نمونہ کے طور پر منقول ہیں عن ابن مسعودؓ اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یوعك فمسستہٗ بیدی فقلت انك توعك وعكا شدیدا قال اجل انی اوعك كما یوعك الرجلان منكم قلت ذلك بان لك اجرین قال اجل (للشیخین) وعن انس رفعہ ان عظم الجزاء مع عظم البلاء وان اللہ تعالیٰ اذا احب قوما ابتلاھم فمن رضی فلہ الرضا ومن سخط فلہ السخط (للترمذی) عن محمد بن خالد السلمی عن ابیہ عن جدہٖ سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان العبد اذا سبقت لہ من اللہ تعالیٰ منزلۃ لم یبلغھا ابتلاہ اللہ فی جسدہٖ او فی مالہٖ او فی ولدہٖ ثم صبرہٗ علیٰ ذلك حتیٰ یبلغہٗ المنزلۃ التی سبقت لہ من اللہ تعالیٰ (لابی داؤد) عن مصعب ابن سعد عن ابیہ قلت یارسول اللہ ای الناس اشد بلاء قال الانبیاء ثم الامثل فالامثل یبتلی الرجل علیٰ حسب دینہٖ فان كان فی دینہٖ صلبا اشتد بلاءہٗ الحدیث (للترمذی) عن عمرو بن مرۃ قال ان مما انزل اللہ تعالیٰ لیبتلی العبد وھو یحب یسمع تضرعہٗ (للاوسط بلین) کلھا من جمع الفوائد۔
مگر یہ سب عقل کا فتویٰ ہے۔ باقی طبیعت پر جو طبعی اثر ہوا اور آپ پر بھی ہونا مستبعد نہیں وہ یہ ہے

ارق علی ارق ومثلی یارق	وجوی یزید وعبرۃ تترقرق

اور یہ طبعی اثر بھی بیکار نہیں۔ اس عقلی فتوے کی جو بناء ہے صبر و تفویض وہ اسی طبعی اثر کا ثمرہ ہے کیونکہ یہ موقوف ہے الم اور وجع پر۔ نیز دعا بھی اسی کا اثر ہے چنانچہ میں دل سے آپ کی صحت و قوت و تیسر ملاقات کی دعا کرتا ہوں اور آپ بھی دعا میں کمی نہ کیجئے۔ باقی یہ احتمال کہ یہ کسی گناہ کی پاداش ہے یہ بھی ایمان ہی سے بواسطہ خشیت ناشی ہے جس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ دعا کیساتھ استغفار کی بھی کثرت کی جاوے۔ پھر تو یہ سب نورٌ علیٰ نور کا مصداق ہے۔ اب میں مضمون کو

ختم کرتا ہوں۔ اور اس کی اہمیت پر نظر کر کے اس جواب کا لقب اللطف الخفی من اللطیف الخفی قرار دیتا ہوں اور ختم پر یہ مشورہ بھی کہ اس نعمت کو دشمن دانا کی طرف منسوب نہ کیا جاوے۔ اس سے اتنی بڑی خیر خواہی کی کب توقع ہے دوسرے اس کا آلہ تصرف نفس کے موافق حالات ہوتے ہیں نہ کہ اس کے مخالف حالات۔ والسلام

تمت رسالہ (النور محرم الحرام سنہ ۱۳۶۲ھ)

جھوٹی شہادت کا تدارک

حال۔ میں نے ایک عزیز کے خلاف مقدمہ میں جھوٹی شہادت دی تھی اگرچہ اس سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا اور تحصیلدار نے میری شہادت کو غیر معتبر قرار دیتے ہوئے ان کے حق میں ہی فیصلہ کر دیا تھا اب میں اس کی تلافی کرنا چاہتا ہوں خیال تھا کہ ان کو معافی کا خط لکھوں مگر چونکہ ان سے خاندانی خلش ہے اور گو میرے دل میں ان کی طرف سے کوئی بغض و عناد نہیں ہے مگر وہ مجھ کو اپنا مخالف ہی سمجھتے ہیں اگر میری تحریر پہنچ گئی تو وہ اس کے ذریعہ بدنام کرنے کی کوشش کریں گے اور شاید مخالف سمجھنے میں اور دوسروں پر مخالفت ظاہر کرنے میں اور شدت نہ پیدا ہو جائے تو اب میں اس صورت میں کیا کروں آیا خط لکھوں یا بر وقت ملاقات زبانی معافی چاہوں یا صرف استغفار کرتا رہوں جو علاج حضرت مناسب خیال فرمائیں تحریر فرمائیں انشاء اللہ اسی پر عمل کرونگا۔

تحقیق۔ تحریر میں تو مفاسد معلوم ہوتے ہیں اگر زبانی معافی چاہنے میں کوئی قوی اور قریب مفسدہ نہ ہو تو ایسا ہی کیا جاوے ورنہ استغفار اس کے لئے بھی اپنے لئے بھی۔

حال۔ نیز ایک اور یہ بھی دریافت طلب ہے کہ اس مہلک مرض سے کلی چھٹکارا تو شاید زیادہ دنوں میں ہو گیا جس وقت نفس کی مقاومت آسان ہو جاوے اس وقت دوسرے مرض کا علاج بھی دریافت کرنا اور دونوں کا علاج اور نگرانی ساتھ ساتھ جاری رکھنا اصول معالجہ کے موافق ہوگا یا نہیں۔

تحقیق۔ اگر دونوں کا استحضار اور استعمال سہولت سے جمع ہو سکے تو ساتھ ساتھ بھی مضائقہ نہیں۔

(النور۔ محرم الحرام سنہ ۱۳۶۲ھ)

حبِ جاہ و مال کے دقائق کا معلوم ہونا علمِ حقیقت ہے۔ مبارک ہے

حال۔ حضرت نے میری عرض پر حبِ جاہ و مال کے جن دقائق اور ان کے غیر محسوس رگ و ریشہ کی طرف متنبہ فرمایا بے شبہ وہ میری ظاہر بین نگاہ سے اوجھل تھے حضرت کی تنبیہ سے متنبہ ہوا اور اب ہر واقعہ کے وقت بحمد اللہ تعالیٰ اُن پر نظر پڑنے لگی اور جب کوئی رگ و ریشہ نظر آیا حسب الامر استغفار کیا۔ اور اپنے عیوب و نقائص کا استحضار اور اس علاج سے فائدہ پاتا ہوں

تحقیق۔ ھنیئاً لکم علم الحقیقۃ والعمل (دوسرا مصرعہ بیساختہ ذہن میں نہیں آیا) (صفر ۱۳۵۲ھ)

کذب اور غیبت کا علاج

حال۔ کذب کے متعلق فرمودہ معالجہ پر عمل کر رہا ہوں اور خدا کے فضل سے نفس پر قابو حاصل ہو گیا ہے کبھی کبھی اگر صدورِ کذب ہو جاتا ہے تو فوراً تلافی کر لیتا ہوں

تحقیق۔ اللہ تعالیٰ استقامت بخشے۔

حال۔ اس وقت دوسرا مرض پیش کرتا ہوں اس وقت چونکہ دونوں کا استحضار اور معالجہ کا استعمال بسہولت جمع ہو سکتا ہے اس لئے پیش ہے۔ غیبت۔ کذب کے متعلق فرمودہ معالجہ سے اس میں بہت کمی آگئی ہے۔

تحقیق۔ الحمد للہ

حال۔ خود تو غیبت کم کرنے لگا ہوں مگر سُننے سے ابتک پورا پورا اجتناب نہیں کر سکا۔ اکثر کوشش کرتا ہوں کہ جب کوئی کسی کی غیبت شروع کرتا ہے تو میں وہاں سے کسی نہ کسی بہانہ سے اُٹھ جاتا ہوں اور اگر نفع کا گمان ہوتا ہے تو دوسرے کو بھی متنبہ کر دیتا ہوں کہ دوسروں کی برائی مت بیان کرو۔ لیکن گاہے گاہے ایسا ہوتا ہے کہ غیبت سنتے وقت تنبہ نہیں ہوتا۔ یا اگر تنبہ ہوتا بھی ہے تو اس خیال سے نہیں اُٹھتا کہ دوسروں کو خیال ہوگا کہ بڑے متقی ہیں جو اُٹھ کر چلے گئے اگرچہ یہ نفس کا دھوکہ ہے اور شریعت کے احکام کی پابندی میں کسی شرم و بدنامی کا خیال نہ ہونا چاہیئے مگر طبیعت کی کمزوری کی بنا پر ابھی تک یہ جوہر راسخ نہیں ہو سکا۔ اس لئے دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے مواقع سے فوراً اُٹھ جایا کروں یا نہیں۔

تحقیق۔ ضرور۔ رہا دوسروں کا خیال۔ اس کا جواب نفس کو یہ دیا جاوے کہ اس میں بھی ہر حال میں نفع ہے اگر غیبت کرنے والوں کو معاف نہ کیا تو ان کی حسنات ملیں گی اور اگر معاف کر دیا (وھذا ھو العزیمۃ) تو ان کی حسنات سے زیادہ اور حسنات ملیں گی لیکن اسلم یہ ہے کہ اگر ممکن ہو کوئی بہانہ کر کے اٹھ جاوے۔

حال۔ نیز اگر کسی کی غیبت سُنی ہو تو اس کا تدارک اس کے حق میں دُعا کرنے سے ہو جائیگا یا نہیں۔ نیز خود جن جن حضرات کی غیبت کی ہے اب ان کی بھلائیاں بیان کر دیتا ہوں کہ ہر شخص میں کچھ نہ کچھ بھلائی تو ہوتی ہی ہے اور اُن کے اور اپنے حق میں دُعائیں بھی کرتا ہوں کیا یہ معالجہ کافی ہے یا نہیں۔ اگر کافی نہ ہو تو تدارک کی سبیل ارشاد فرمائی جائے۔ انشاء اللہ عمل کرونگا۔

تحقیق۔ مغتاب کے محاسن بیان کرنا مستقبل میں مستقل معالجہ ہے ماضی کا تدارک نہیں ہے البتہ اس کے لئے دُعا کرنا بر دئے حدیث ایک درجہ میں تدارک ہے لیکن کلیات سے ذوقاً اس کا تدارک ہو جانا عجز عن التحلل کے ساتھ مقید معلوم ہوتا ہے بشرطیکہ عجز کی بناء معتد بہ ہو اور احوط و ازجر للنفس اس حال میں بھی یہی ہے کہ اُس سے معاف کرالے اس سے آیندہ کے لئے ایک رادع قوی ہو جائے گا۔

حال۔ نیز عادت سابقہ کے غلبہ سے اگر کسی وقت صدور غیبت ہو جائے تو اس کا کیا علاج کیا جائے کہ آیندہ احتیاط کی عادت ہو۔

تحقیق۔ قدم ادنقاً (النور صفر ۱۳۶۲ھ)

اگر عبادت میں کوئی دیکھے اور عابد سمجھے تو مبتدی کو یہ استحضار چاہیئے کہ رد و قبول کی خبر نہیں

حال۔ عرض یہ ہے کہ جب میں کسی عبادت میں مشغول ہوتا ہوں تو فضلہ تعالیٰ عبادت شروع کرنے سے قبل کسی کو دکھلانے کی نیت نہیں ہوتی اللہ ہی کی خوشنودی کی نیت سے مشغول ہوتا ہوں اور ساتھ ہی اس کا بھی پورا خیال رہتا ہے کہ محض اللہ کی توفیق سے یہ کام کر رہا ہوں ورنہ میں کسی قابل نہیں مگر بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ عبادت میں مشغول ہو جانے کے بعد کوئی شخص آکر دیکھتا ہے۔ یا اثناء عبادت میں کسی کی آواز کان میں پڑتی ہے تو دل میں خوشی ہوتی ہے کہ یہ شخص مجھے عابد سمجھے گا اور اس کے نزدیک میں بزرگ سمجھا جاؤنگا۔ حضرت والا سے درخواست ہے کہ اس مرض کا علاج تجویز فرما دیں

تحقیق- مبتدی کے لئے ضرورت ہے کہ فوراً ہی اس کا استحضار کرے کہ جب رد و قبول ہی کی خبر نہیں تو پھر کسی کے اعتقاد سے کیا ہوتا ہے۔ (النور ربیع الاول ۱۳۶۲ھ)

غیبت اور غصّہ کا علاج

حال- گذارش ہے کہ اس سے پیشتر غیبت کے متعلق علاج دریافت کیا تھا حضرت کے فرمودہ معالجہ پر عمل پیرا ہو کر اس میں بہت کمی محسوس کرتا ہوں خدا کا شکر ہے کہ یہ عادت دیرینہ قریب قریب چھوٹ گئی ہے جب کوئی دوسرا غیبت کرتا ہے تو اس کو بھی نہیں سُنتا۔ حضرت کے ارشاد کے مطابق بہانہ کر کے وہاں سے فوراً اُٹھ جاتا ہوں۔

تحقیق- الحمد للہ وزاد اللہ تعالیٰ فی الادامۃ والاستقامۃ۔

حال- اب یہ مرض اس درجہ میں آگیا ہے اس کے ہمراہ دوسرے مرض کو پیش کر کے دونوں کی نگرانی کر سکتا ہوں لہٰذا اس وقت غصّہ کا علاج دریافت طلب ہے۔ بات بات پر تو غصّہ نہیں آتا البتہ جب کوئی بداخلاقی یا بددیانتی کسی سے ہوتی ہے تو اکثر غصّہ آجاتا ہے۔ باہر رہ کر تو غصّہ کے واقعات نادر ہوتے ہیں مگر دکان پر جا کر بڑھ جاتے ہیں۔ مثلاً بیوی سے کوئی بات مزاج کے خلاف ہوتی تو فوراً رنج ہوگا۔ اور غصّہ بھی آئیگا۔ اکثر تو ایسے مواقع پر صبر کرتا ہوں اور اظہار نہیں ہونے دیتا مگر جب یہ چند واقعات مجتمع ہو جاتے ہیں تو صبر نہیں ہوتا۔ اظہارِ خفگی ہو ہی جاتا ہے البتہ یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ غصّہ میں دیوانگی نہیں ہوتی اور دیرپا نہیں ہوتا۔ ذرا سی دیر میں اُتر جاتا ہے۔ یہ کیفیت ہے اب حضرت سے اس کا علاج دریافت کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ کبھی کبھی جو غصّہ آتا ہے یہ بھی نہ آئے۔

تحقیق- قال اللہ تعالیٰ۔ واذا ما غضبوا ھم یغفرون ولم یقل لم یغضبوا۔ اس میں صاف دلالت ہے کہ غصّہ کا نہ آنا مطلوب نہیں۔ آنے پر حد سے نہ نکلنا خواہ درجۂ عزیمت میں کما فی ھٰذہ الآیۃ یا درجۂ رخصت میں کما فی الآیۃ الاٰتیۃ۔ یا درجہ والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون یہ مطلوب ہے جو بحمد اللہ حاصل ہے پھر کس چیز کا علاج مطلوب ہے۔

حال- نیز مجھ میں احساس کا مادہ بہت ہے معمولی معمولی باتوں پر رنج محسوس کرتا ہوں جس سے جس قدر تعلق زیادہ ہے اُسی قدر اُس کی غلطیوں پر رنج زیادہ ہوتا ہے اگرچہ دیرپا نہیں ہوتا اور اس کے

مقتضا پر عمل بھی نہیں کرتا۔ اکثر ایسے اوقات میں وہاں سے علیحدہ ہو جاتا ہوں۔ تاکہ اثر زائل ہو جائے مگر اس شخص کو دیکھ کر دوبارہ رنج تازہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ضبط کرنے میں کوفت بہت ہوتی ہے مگر اظہار نہیں ہونے دیتا بلکہ حتی الوسع ضبط ہی سے کام لیتا ہوں۔ اب حضرت کوئی ایسی تدبیر ارشاد فرمائیں جس سے اس اثر پذیری میں بھی کمی آجائے۔

تحقیق۔ الداء الداء والدواء الدواء

حال۔ نیز اس ناکارہ کے لئے فلاحِ دارین کی دعا فرمائیں

تحقیق۔ دل سے۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

تکبّر کا علاج

حال۔ اس وقت ایک اور مرض پیش کرتا ہوں۔ تکبّر۔ حضرت کے مواعظ اور مضامین کا مطالعہ کرنے کی وجہ سے اس مرض میں بھی بہت کمی آچکی ہے۔ عقلی طور پر اپنے آپ کو کسی سے بڑا نہیں سمجھتا اور نہ کسی دوسرے کو ذلیل سمجھتا ہوں۔ حتیٰ کہ جن لوگوں کے کبائر کا غلبہ ہے اور فسق و فجور عیاں نظر آتا ہے ان کے متعلق بھی نفس کو یہ کہہ کر سمجھاتا ہوں کہ اگر ایک دو عیب کسی شخص کے معلوم ہو گئے تو تو اس کو کیونکر ذلیل سمجھتا ہے جبکہ تجھ میں ہزاروں عیب موجود ہیں اور آج تک ہزارہا گناہ کر چکا ہے اتنا ہی تو فرق ہے کہ تیرا پردہ ڈھکا ہوا ہے اور اس کا کھل گیا۔ اس نصیحت سے قلب سے تکبّر دُور ہو جاتا ہے۔

تحقیق۔ لیھنئك العلم والعمل۔

حال۔ البتہ ایک جزو بیان کے قابل یہ ہے کہ جب مکان پر ہوتا ہوں اور کوئی کاشتکار یا چمار بھنگی وغیرہ کوئی آتا ہے بشرطیکہ غیر مسلم ہو (مسلمان کو تو ہر ایک کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں) تو اس کو اپنے سے کمتر سمجھتا ہوں اور اگر وہ برابر بیٹھے تو ناگوار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کسی کافر کا احترام دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ بغض فی اللہ میں شاید داخل ہو۔ مگر جب اپنے نفس کی بڑائی ہوتی ہو اور دوسرے کو اپنے نفس کے مقابلہ میں کمتر سمجھا جاتا ہو تو شاید تکبّر کے حدود میں داخل شمار کیا جائے اس لئے عرض ہے کہ اگر یہ مرض ہو تو اس کا علاج تجویز فرماویں۔

تحقیق۔ احتمال مرض یہ بھی مقدمہ ہے شفا کا۔ کما قیل سے

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد   اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

اس کا حاصل یہ ہے کہ مسلم غیر متقی اور کافر کے ساتھ معاملہ یکساں نہیں کیا جاتا۔ سو یہ مساوات دین میں مطلوب بھی نہیں۔ قال تعالیٰ افمن کان مومنا کمن کان فاسقا (اے کافرا کما ھو مصطلح القرآن وایضا یدل علیہ جزاءہ المذکور فیما بعد والذین فسقوا فماوٰھم النار کلما ارادوا ان یخرجوا منھا اعیدوا فیھا وقیل لھم ذوقوا عذاب النار الذی کنتم بہ تکذبون) لا یستوون الآیۃ اور حاصل اس عدم مساواۃ کا یہ ہے کہ حالاً وعملاً بدون ضرورت شدیدہ ومنہ خوف الضرر اس کا اکرام نہ کیا جاوے اور مآلاً واحتمالاً اُس کے بُعد وطرد کا جزم نہ کیا جائے۔ کما قال الرومی ؎

ہیچ کافر را بخواری منگرید   کہ مسلمان بودنش باشد امید

رہا تفاوت عملی یہ مبنی ہے مصالح پر دیا ختلافہا یختلف اور راز اس تفاوت کا یہ ہے کہ کافر کے حسنات سب حبط ہیں لہٰذا فی الحال شرعاً اس کا کوئی اثر معتدبہ نہیں اور مسلم غیر متقی کا حسنہ فی الحال بھی مؤثر ہے اس بناء پر عمل میں تفاوت لازم ہے اور عمل میں شرعاً اس تفاوت کے مؤثر ہونے کی دلیل قطعی مسئلہ جہاد ہے کما ھو ظاہر۔ اُمید ہے کہ اس سے سب اشکالات رفع ہو گئے ہوں گے۔

(النور۔ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

باب چہارم
اعمال کے بیان میں

مامورات و منہیات سب اختیاری ہیں مگر مشائخ کی ضرورت ہے

حال: احقر اس سال دورۂ حدیث میں شریک ہے ایک عرصہ سے خط لکھنے کا خیال کر رہا تھا لیکن ایک عارض مانع بنا رہا وہ یہ کہ احقر کو آپ کے مصنفات و ملفوظات دیکھنے کا بیحد شوق ہے چنانچہ بچپن سے اب تک برابر دیکھتا رہا بحمد اللہ بہت مستفید ہوا۔ ان سے ایک خاص بات معلوم ہوئی وہ یہ کہ مامورات شرعیہ سب کے سب اختیاریہ ہیں۔ چونکہ مامورات اختیاریہ ہیں اس لئے جہاں رُکنے کا امر ہے وُہ بھی اختیاری ہوئے اس لئے سارے امراض کا علاج یہی ہے کہ اپنے اختیار سے رُکے۔ اب اپنے متعلق بھی ہمیشہ یہی تقریر جاری کرتا رہا۔ اب سوال یہ ہے کہ مشائخ طریقت سے اس قاعدہ کے معلوم ہونے کے بعد کیا سوال اور علاج کرانا چاہیئے۔ میرے ہی سمجھ میں نہیں آتا۔ بہت عرصہ سے اس امر پر غور کر رہا ہوں اُمید کہ جناب والا مطلع فرمائیں گے تاکہ احقر اُسی پر عمل کرے۔ آخر اس قاعدہ کلیہ کے علم کے بعد معالج و مشائخ کی ازالہ مرض میں کیا حاجت باقی رہتی ہے۔ امید کہ اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تو مطلع فرمادیں گے۔

تحقیق: مامورات و منہیات سب اختیاری ہیں پس مامورات کا ارتکاب اور منہیات سے اجتناب بھی سب اختیاری ہیں لیکن اس میں کچھ غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ کبھی تو یہ کہ حاصل کو غیر حاصل سمجھ لیا جاتا ہے۔ کبھی اس کا عکس، مثلاً ایک شخص نے نماز میں خشوع کا قصد کیا۔ اور وہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے حاصل ہوگیا۔ مگر ساتھ ہی ساتھ وساوس و خطرات کا ہجوم بھی ہوتا رہا۔ یہ شخص اس کو خشوع کا مضاد سمجھ کر خشوع کو غیر حاصل سمجھا یا ابتدائی عبادت میں وساوس غیر اختیاری تھے مگر اُسی سلسلہ میں وہ وساوس اختیاریہ کی طرف منجر ہوگئے اور یہ ابتداء کے دھوکے میں رہ کر خشوع کو باقی سمجھا حالانکہ وہ زائل ہو چکا

اور کبھی غیر راسخ کو راسخ سمجھ لیا جاتا ہے۔ مثلاً دو چار خفیف حادثوں میں رضا بالقضا کا احساس ہوا یہ سمجھ گیا کہ یہ ملکہ راسخ ہو گیا۔ پھر کوئی بڑا حادثہ واقع ہوا اور اس میں رضا نہیں ہوئی یا درجہ مقصود تک نہیں ہوئی مگر یہ اُسی دھوکہ میں رہا کہ اُس میں رسوخ ہو چکا ہے۔ اب بھی رضا معدوم یا ضعیف نہیں ہے اور حاصل کو غیر حاصل سمجھنے میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ شکستہ دل ہو کر اس کا اہتمام چھوڑ دیتا ہے پھر وہ سچ مچ زائل ہو جاتا ہے اور اس کے عکس میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ اس کا اہتمام ہی نہیں کرتا اور محروم رہتا ہے اور غیر راسخ کو راسخ سمجھنے میں بھی وہی خرابی عدم اہتمام تکمیل کی ہوتی ہے کبھی یہ غلطی ہوتی ہے کہ حاصل راسخ کو زائل سمجھ لیتا ہے مثلاً شہوت حرام کی مقاومت کی اور وہ زمانہ غلبہ آثار ذکر کا تھا۔ اس لئے داعیہ شہوت حرام کا ایسا مضمحل ہو گیا کہ اس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا پھر ان آثار کا جوش و خروش کم ہونے سے طبعی التفات گو درجہ ضعیفہ میں سہی ہونے لگا یہ شخص یہ سمجھ گیا کہ مجاہدہ بیکار گیا اور شہوت حرام کا رذیلہ پھر عود کر آیا پھر اصلاح سے مایوس ہو کر سچ مچ بطالت و خلاعت میں مبتلا ہو گیا۔ یہ چند مثالیں غلطیوں کی اور اُن کے مضار کی۔ اگر کسی شیخ سے تعلق ہو اور اس پر اعتماد ہو تو اس کو اطلاع کرنے سے وہ اپنی بصیرت و تجارب کے سبب حقیقت سمجھ لیتا ہے اور ان اغلاط پر مطلع کرتا ہے اور یہ ان مضرتوں سے محفوظ رہتا ہے اور فرضاً سالک اگر ذکاوت و سلامت فہم کے سبب خود بھی مطلع ہو سکے مگر ناتجربہ کاری کے سبب مطمئن نہیں ہوتا اور مشوش ہونا مقصود میں مخل ہوتا ہے یہ تو شیخ کا اصلی منصبی فرض ہے اور اس سے زیادہ اس کے ذمہ نہیں لیکن تبرعاً وہ ایک اور بھی خدمت کرتا ہے وہ یہ کہ مقصود یا مقدمہ مقصود کے تحصیل میں اور اسی طرح کسی ذمیمہ یا مقدمہ ذمیمہ کے ازالہ میں طالب کو مشقت شدید پیش آتی ہے گو تکرار مباشرت اور تکرار مجانبت سے وہ مشقت اخیر میں مبدل بہ یُسر ہو جاتی ہے لیکن شیخ تبرعاً کبھی ایسی تدابیر بتلا دیتا ہے کہ اوّل امر ہی سے مشقت نہیں رہتی یہ ایک اجمالی تحقیق تقریب فہم کے لئے ہے باقی ضرورت شیخ کا مشاہدہ اس وقت ہوتا ہے جب کام شروع کر کے اپنے احوالِ جزئیہ کی اس کو بالالتزام اطلاع کرتا رہے اور اس کے مشورہ کا اتباع کرتا رہے اور یہ اتباع کامل اس وقت ہو سکتا ہے جب اس پر اعتماد ہو اور اس کے ساتھ تعلق انقیاد ہو اُس وقت حساً معلوم ہو گا کہ بدوں شیخ کے مقصود کا حاصل ہونا عادۃً متعذر ہے الا نادراً والنادر کالمعدوم پھر اس ضرورت میں تفاوت فہم و استعداد کے اعتبار سے تفاوت بھی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ متقدمین کو کم ضرورت تھی

(النور۔ محرم ۱۳۵۱ھ)

ضعف کی وجہ سے نوافل تہجد بعد عشاء پڑھے جا سکتے ہیں

حال۔ ایک صاحب کا خط تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلنے یا باوجود آنکھ کھلنے کے ضعف باقی بعد المرض کے سبب ہمت نہ ہونے کے متعلق مع اطلاع پابندی نوافل بعد العشاء آیا جس میں بیحد اظہار قلق کیا تھا۔

حسب ذیل جواب لکھا گیا:۔

تحقیق۔ میں نے غور کیا اسلم یہی معلوم ہوا کہ صلوٰۃ اللیل کا التزام رہے اور اگر بعد سونے کے خود بلا اہتمام آنکھ کھل گئی تہجد بھی پڑھ لیا ورنہ جب تک قوت نہ آجائے اس کا اہتمام نہ کیا جاوے۔ فضائل کی احادیث میں قیام اللیل وصلوٰۃ اللیل کا عنوان بکثرت وارد ہے جس سے نفس فضیلت کا اس سے حاصل ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس باب میں یہ اور تہجد مشارک ہیں۔ رہ گئی زیادت فضیلت وہ قیام بعد النوم کے ساتھ خاص ہے خواہ نوم حقیقتاً ہو یا حکماً یعنی اول شب سے اخیر تک بیدار رہا اور ایسے وقت نماز پڑھی کہ اس کے قبل عادۃً نوم ہوا کرتی ہے اس زیادت کے لئے قلق کرنا ایسا ہے جیسے رمضان میں کسی کی آنکھ سحور کے لئے نہ کھلے مگر روزہ کی توفیق ہو اور وہ روزہ سے اتنا مسرور نہیں ہوتا جتنا فضیلت سحور کے فوت ہونے سے محزون ہوتا ہے۔ تو کیا یہ حزن طبعی عقلاً بھی مطلوب ہے خصوص جب حدیث میں تصریح ہے کہ اگر اٹھنے کا ارادہ ہو اور آنکھ نہ کھلے کان نومہٗ علیہ صدقۃً اور قویٰ کا مساعدت نہ کرنا بجائے آنکھ نہ کھلنے کے ہے لکون کل منھما عذرا۔ واللہ اعلم۔

(النور۔ رمضان ۱۳۵۱ھ)

تلاوت قرآن کا علم وحال

حال۔ (یکے از مجازین) پہلے قرآن کریم کی تلاوت میں علوم واسرار کا انکشاف زیادہ ہوتا تھا اب حالت یہ ہے کہ تلاوت میں خاص کیفیت ہوتی ہے جس سے بعض دفعہ قلب پر ایسا ثقل محسوس ہوتا ہے کہ تحمل دشوار ہو جاتا ہے اور بے اختیار رونا آتا ہے تو ثقل کم ہو جاتا ہے۔

تحقیق۔ وہ علم تھا یہ حال ہے۔ حال سے تربیت بہ نسبت علم کے زیادہ ہوتی ہے۔

(النور رمضان ۱۳۵۱ھ)

ناقص کو دُعاء وغیرہ میں افضل کی تحری ضروری نہیں

حال۔ اکثر صلحاء کو سنا وہ دعا برفع الایدی کو درود شریف سے شروع کرتے ہیں مگر میری حالت یہ ہے کہ بوقت دعا ایک حدیث کا استحضار ہو جاتا ہے جس میں ارشاد لقد عجلت الخ وارد ہے اس لئے پہلے تحمید پھر صلوٰۃ کے بعد دُعا شروع کرتا ہوں مگر اس کے متعلق کوئی صیغے ماثور معلوم نہیں اس لئے بوجہ عادت طفولیت یوں پڑھا کرتا ہوں۔ الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ کل ملٰئکۃ المقربین وعلیٰ عباد اللہ الصالحین۔ اس میں جو امر قابلِ اصلاح ہو اصلاح فرما دی جاوے۔ ہاں یہ یاد آیا کیا خطبہ تشہد ماثورہ الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ الخ پڑھنا زیادہ افضل نہ ہوگا۔

تحقیق۔ ہم جیسوں کے لئے کہ ناقص ہیں افضل کی تحری غیر ضروری ہے جس میں جمعیت زیادہ ہو اختیار کر لیا جاوے۔ (النور رمضان ۱۳۵۱ھ)

صدورِ اعمال کے وقت ایک قسم کی نورانیت محسوس ہونا نعمتِ عظمیٰ ہے

حال۔ چار روز سے یہ حالت نئی پیدا ہوئی کہ گاہ گاہ بلا قصد رحمتِ حق کا استحضار قلب پر ہوتا ہے اس استحضار رحمتِ حق سے قلب کے اندر بوقت صدورِ اعمال ایک خاص قسم کی نورانیت محسوس ہوتی ہے جو کبھی اس سے قبل محسوس نہ ہوئی تھی مگر اعمال کی ادائیگی کے وقت کسی وقت کسل یا کم ہمتی ہوتی ہے تو جیسے پہلے حضرت حق کی عظمت وہیبت کا استحضار ہو کر عمل میں سہولت پیدا ہو جاتی تھی اب اُس حالت میں بہت ہی کمی پیدا ہو چلی ہے۔ اور اس حالت میں بھی کمی پاتا ہوں کہ نفس اُس عمل کو عطائے حق سمجھ کر ادا کرنے کو غنیمت سمجھتا تھا اب احقر حضرت والا کی دُعا کی برکت سے قوت میں ہمت سے کام لیتا ہے اور اس قوت و ہمّت کو بھی عطائے حق ہی سمجھتا ہے۔ یہ میرا سمجھنا کیسا ہے اور یہ میری کیا حالت ہے۔ اگر یہ میری حالت قابلِ اصلاح ہے تو للہ حضرتِ والا میری دستگیری فرماتے ہوئے جو تدبیر یا علاج ہو مشرف فرمائیں۔

تحقیق۔ حق تعالیٰ کی نعمتوں سے جو کہ مجھ پر ہیں جتنا مسرور ہوتا ہوں اتنا ہی دوستوں پر جو نعمتیں ہیں ان پر بھی۔ الحمد للہ الحمد للہ۔ یہ حالات سب نعمتیں ہیں اور عظیم نعمتیں۔ اللہم زد فزد۔ اخیر میں جس تغیر کا بیان کیا ہے تو جیسے موسم کے تغیرات ایک تندرست آدمی کے لئے بھی لازم ہیں اسی طرح یہ تغیرات بھی۔ یہ ایسے ہی تغیرات ہیں امراض نہیں ہیں موسم کے بدلنے سے یہ خود معتدل ہو جاتے ہیں۔ کسی تدبیر مستقل کی ضرورت نہیں نہ کچھ فکر کرنا چاہیئے۔ البتہ جو تغیر اسباب اختیاری سے ہو وہ قابل اعتنا ہے

(النور محرم و صفر ۱۳۵۲ھ)

اعمال چھوڑ کر اعمال کی توفیق طلب کرنا بے جا ہے

حال۔ جس دن سے رخصتیں ختم ہوئی ہیں اسی دن سے بندہ مدرسہ میں حاضر ہو گیا تھا۔ رخصتوں میں اکثر تہجد کی بھی توفیق ہو جاتی تھی اور حضور کی فرمودہ تعلیم پر قضاء نمازوں کے متعلق کہ "ساتھ ساتھ ہر نماز کے ادا کر لینی چاہیئے" بھی عمل کرتا رہا اور اکثر تلاوت قرآن مجید بھی کر لیتا تھا۔ نماز میں وساوس بہ نسبت پہلے کے کم آتے تھے جس دن سے مدرسہ میں آکر کام تعلیم کا شروع کیا ہے اسی دن سے تمام اعمال مذکورہ چھوٹ گئے۔ حضور سے عرض ہے کہ ایسا طریق ارشاد فرماویں کہ جس سے اعمال کی توفیق ہو اور پریشانی دور ہو جاوے۔

تحقیق۔ سبحان اللہ کیا اچھا سوال ہے۔ اگر کبھی دوا سے ناگواری ہو تو کیا یہ سوال معقول ہے کہ ایسا طریق بتلایا جاوے کہ ناگواری دور ہو۔

(النور۔ صفر ۱۳۵۲ھ)

احکامات شرعیہ سب اختیاری ہیں ہمت چاہیئے

حال۔ حضور کے ملفوظات و مواعظ سے یہ تو میں نے بخوبی سمجھ لیا ہے کہ احکامات شرعیہ جتنے بھی ہیں وہ سب اختیاری ہیں لیکن میں نے تدبیر اس لیئے دریافت کی تھی کہ سہولت ہو جاوے حضرت کے ملفوظات و تربیت السالک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکثر ازراہ شفقت و ہمدردی ایسے طریقے بھی تجویز فرما دیتے ہیں جن سے گناہ کے ترک کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے اس خیال سے حضور کی خدمت بابرکت میں عرض کیا تھا۔ لہٰذا پھر مؤدبانہ

التماس ہے کہ حضور والا از راہ شفقت و ہمدردی اگر کمترین کے لئے بھی کوئی ایسی ترکیب تجویز فرما دیں تو حضور کی بیحد نوازش و عنایت ہوگی۔

تحقیق۔ میں ایسی نوازش کو تمہارے لیے مضر سمجھتا ہوں۔ ایک طبیب ایک کے لئے ایک دوا تجویز کرتا ہے دوسرے کے لئے مضر سمجھتا ہے۔ اب مجھ کو خط مت لکھنا تم سرکش ہو۔

(النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

ھدیہ دینے میں محبّت کا خیال آنا عین دین ہے

حال۔ جب میں اپنے کسی مخلص دوست یا محسن یا اُستاد کو کوئی ہدیہ دیتا ہوں تو محض محبت سے اور صرف تطییبِ قلب کے لئے دیتا ہوں ثواب وغیرہ بھی حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا مگر جب غور کرتا ہوں تو اپنی نیت میں اس قسم کی کچھ آمیزش ضرور پاتا ہوں کہ جب یہ ہدیہ وصول ہوگا تو ان کے دل میں یہ خیال ہوگا کہ مجھے ان سے محبت ہے اور پھر وہ میری طرف متوجہ بھی زیادہ ہوں گے اس خیال سے دل کسی قدر مسرور بھی ہوتا ہے۔ حضرت ارشاد فرمادیں کہ یہ خود غرضی اور خلافِ خلوص تو نہیں۔

تحقیق۔ نہیں، کیونکہ حدیث "تھادوا تحابوا" میں زیادہ حب کا غایت مطلوبہ شرعیہ ہونا خود مصرح ہے پس غایت مطلوبہ شرعیہ کا قصد کرنا خلافِ خلوص نہیں ہوسکتا۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ حُب فی اللہ دین ہے تو اس کا قصد کرنا دین کا قصد ہے دُنیا کا قصد نہیں ہے اور ریا و عدم خلوص کی حقیقت طاعت سے دُنیا کا قصد کرنا ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگر ہدیہ بطور طاعت نہ ہو بلکہ کسی دنیوی غرض کی تدبیر ہو تو وہ مثل دُوسری دنیوی تدابیر کے ہے کبھی مباح جیسے ہبہ بالعوض۔ کبھی غیر مباح جیسے رشوت فقط

(النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ)

اپنے اعمال کو کالعدم پانا بھی نعمت ہے

حال۔ حضرت بندہ کے اندر ایک بات یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے حال پر افسوس و ندامت ہوتی ہے اور اپنے اعمال پر کچھ اعتقاد نہیں ہوتا حتیٰ کہ اپنے افعال و اعمال کو کالعدم پاتا ہوں۔ اس بنا پر

دل سے کبھی باری تعالیٰ کا شکریہ نہیں کرتا اور کسی چیز کو قابل شکریہ نہیں پاتا۔ البتہ کبھی بہ تکلف زبان سے کہتا ہوں یا دل میں تصور کرتا ہوں الحمدللہ باری تعالیٰ نے اپنے ذکر و طاعت کی توفیق دی یا حضرتِ والا کی خدمت میں آنے کی توفیق دی۔ حضرت بندہ کا اس تکلف سے شکریہ ادا ہوگا یا نہیں۔

تحقیق۔ ہوگا۔ اور اس کا بھی شکریہ کرنا چاہیئے کہ اپنے اعمال کو کالعدم پایا جاتا ہے۔ یہ شکر بے تکلف ادا ہوگا۔ (النور صفر ۱۳۵۶ھ)

دلی محبّت کی پہچان

حال۔ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم کے فضل پر کامل بھروسہ ہے اور باری تعالیٰ کی محبت کی جو کیفیت قلب میں ہے اس کو تحریر کرنے سے قاصر ہوں الفاظ میں دلی جذبات اپنی ناقابلیت کی وجہ سے تحریر نہیں کرسکتا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محبت نہیں ہے لیکن غور کرنے سے اس خیال کی تردید ہوجاتی ہے البتہ جوش و خروش مطلق نہیں ہے۔

تحقیق۔ اس میں کیا رکھا ہے۔

حال۔ ایک بے لون سی حالت ہے۔

تحقیق۔ روحانی محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ (النور۔ صفر ۱۳۵۶ھ)

گذشتہ گناہ یاد آنے سے عمل میں قوّت ہو تو اچھا ہے۔

پہلا خط

حال۔ بندہ کو بعض وقت پہلے کئے ہوئے گناہ کی یاد آتی ہے اور طبیعت بہت پریشان ہوجاتی ہے اور دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اتنے بڑے بڑے گناہ مجھ سے صادر ہوئے جو کسی سے شاید نہیں ہوئے خدا نے معاف کیا یا نہیں۔ خدانخواستہ اگر معاف نہ ہوا تو ضرور مواخذہ ہوگا۔ ایسے ایسے خیال سے دل میں اندھیرا سا ہوجاتا ہے۔ صفائی معلوم نہیں ہوتی۔ یہ خیال اختیاراً دل میں ہوتا ہے واقعی جو گناہ پہلے مجھ سے ہوئے تھے دل گھبرانے کے قابل ہے اب حضرت سے درخواست یہ ہے۔ کہ ایسا خیال دل میں پیدا ہونا اچھا ہے یا بُرا۔ اطلاع فرما کر بندہ کو مشکور و ممنون فرماویں۔

تحقیق۔ اس خیال کے اثر کو دیکھو کہ عمل میں اس سے قوت ہوتی ہے یا ضعف۔

دُوسرا خط

حال - اس خیال سے عمل میں قوت ہوتی ہے۔

تحقیق - تو اچھا ہے۔ (النور - ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

اتباع شریعت کی نیت سے ہونا چاہیئے نہ کہ وارد کی نیت سے

حال - ایک رئیس نوجوان مدرسہ میں آئے احقر پڑھا رہا تھا شعبہ اُردو جسے بورڈ سے فی ۵ روپیہ ماہانہ امداد ملتی ہے بند تھا۔ یہ صاحب بورڈ کے ممبر ہیں موٹر سے اُتر کر مع بوٹ وچند ملازمین درس گاہ میں تشریف لائے احقر پڑھا رہا تھا کھڑا نہ ہُوا وہ سب صاحب کھڑے کھڑے احقر سے مدرسہ کے متعلق سوالات کرتے رہے حالانکہ وہ سوالات مہتمم صاحب سے کرنا چاہیئے تھے۔ احقر نے بیٹھے ہی بیٹھے ان کے لحاظ سے جوابات دیدیئے۔ ان کے سوالات حاکمانہ لہجہ میں تھے۔ چلے جانے کے بعد ہمراہیوں نیز ملازمین مدرسہ اور مہتمم صاحب سے بواسطہ شکایت کی کہ فلاں مولوی صاحب بدخلق ہیں۔ مجھے سلام نہیں کیا نہ کھڑے ہوئے نہ اُٹھ کر میرے ساتھ آئے۔ مہمان نواز نہیں ہیں - احقر کا کھڑا نہ ہونا بیحد ناگوار رہا ہُوا۔ حضور احقر نے خیال کیا کہ کھڑا ہو جاوے مگر قلب میں یہی وارد ہُوا کہ نہ کھڑا ہونا چاہیئے۔ تین مرتبہ خیال ہُوا تینوں دفعہ یہی دل میں آیا۔ البتہ مظہر امارت پر نظر کرتے ہوئے یہ کیا کہ مدرس کے بیٹھنے کی جو گدی ہے اس پر سے کھسک گیا۔ بتکلف قلب کے خلاف کرنے کو گوارا نہ کیا۔ رہا کسی کو نافع وضار سمجھ کر خاطر تواضع کرنا، تعظیم وغیرہ کرنا کسی سے امید رکھنا سو حضور واللہ باللہ خدا عظیم کے سوا کسی کو نافع وضار سمجھنا وامید رکھنا شرک معلوم ہوتا ہے اگر دوسرا بھی ایسی بات کرے تو طبیعت مکدر ہوتی اور غصہ آتا ہے احقر نے جو برتاؤ ان کے ساتھ کیا بلاسوچ وفکر بلا تکلف جو دل میں آیا کیا۔ تو طریقت وشریعت دونوں کے مخالف نہ پایا بلکہ یہی برتاؤ ان کے ساتھ ہونا مناسب معلوم ہُوا حتی کہ اس برتاؤ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص قسم کا تعلق معلوم ہُوا۔ تعلق محبوب میں اضافہ ہُوا۔ بفضلہ تعالیٰ غلام سب سے تواضعاً ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ مہتمم صاحب نے احقر سے کچھ نہیں فرمایا بلکہ کہہ رکھا ہے کہ ان معاملات میں تم کو اختیار ہے جو مناسب معلوم ہو وہ کیا کرو۔

تحقیق۔ وارد اگر شریعت کے موافق ہو اتباع شریعت کی نیت سے عمل کیا جاوے نہ کہ اتباع وارد کی نیت سے۔ ناقصین کے لئے یہ سخت خطرہ کی چیز ہے۔ (النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ)

خدمت خلق سے اگر وہ شرمندہ نہ ہوں تو بہتر ہے۔

حال۔ بعض اوقات جی چاہتا ہے کہ طلباء کی جوتیاں جھاڑ کر سیدھی کر دیا کروں ان کے کپڑے دھو دیا کروں۔ مگر پھر خیال ہوتا ہے کہ ایسے افعال سے تو اور شہرت ہو جاتی ہے۔ نیز اس خدمت میں کچھ نفس کا حصہ ابھی سے معلوم ہو رہا ہے لہذا ایسا نہیں کرنا چاہئیے جب طلباء یا صلحاء یا عام اہل اسلام کی خدمت کو جی چاہے تو کیا کرنا چاہیئے۔

تحقیق۔ اگر وہ شرمندہ نہ ہوں تو افضل ہے اور شہرت کا قصد مذموم ہے نہ کہ احتمال۔
(النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ)

مرید کا خادم کو ساتھ رکھنا جائز ہے

حال۔ نیز آج کل مسائل السلوک دیکھ رہا ہوں اس میں بھی ایک شبہ ہو گیا ہے اس لئے عرض ہے کہ جواب سے سرفراز فرما کر بندہ کو ممنون فرما دیں۔

سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ سے اس پر بھی استدلال کیا گیا ہے کہ مرید کے لیئے خادم کا ساتھ رکھنا بھی درست ہے۔ شبہ اس میں یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کامل و مکمل تھے اور نفس مطمئنہ ہو چکا تھا۔ اگر ایسا شخص مزید طلب کے وقت کوئی خادم رکھ لے تو کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا لیکن جو شخص ابھی ناقص ہے اور اس کا سلوک بھی طے نہیں ہوا اور مکائد نفس سے نجات نہیں ملی اس کو کامل پر قیاس کر کے خادم رکھنے کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے۔ جبکہ اغلب اس سے یہ ہے کہ نفس اس کو عجب اور کبر وغیرہ امراض میں نہ گرفتار کر دے البتہ اگر شیخ کسی خاص مرید کی نسبت اس کی اجازت دے دے مصالح کی بناء پر تو ممکن ہے کہ وہ اس سے مستثنیٰ ہو جاوے مگر علی الاطلاق اس کی اجازت نہ بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہے اور نہ حضرت موسیٰ

علیہ السلام کے قصہ سے استدلال درست معلوم ہوتا ہے اور اس قصہ کی اصل نظیر بعینہٖ یہ ہے جو آجکل مشائخ میں پائی جاتی ہے کہ باوجود مزید طلب کے خدام رکھتے ہیں چونکہ سیر الی اللہ ختم ہو چکی ہے اس لئے مظنہ غلبہ نفس کا نہیں رہا اور مریدین میں یہ بات نہیں ہے۔

تحقیق۔ لفظی اطلاق قصدی اطلاق کو مستلزم نہیں بعض قیود قواعد مشہورہ سے معلوم ہوتی ہیں ہر مقام پر ان کی تصریح ضروری نہیں۔ مثلاً کوئی مفتی کہے کہ روٹی کھانا حلال ہے تو اس کے ساتھ تمام شرائط کہ غصب سے نہ ہو سرقہ سے نہ ہو، نجس نہ ہو وغیرہ وغیرہ بتلانا ضروری نہیں یعنی یہ ہوتے ہیں کہ فی نفسہٖ حلال ہے گو کسی عارض سے حرام ہو جاوے۔ پھر جہاں ضرورت ہو گی منع نہ کریں گے مفاسد کو روکیں گے اسی طرح یہاں یہ حکم مقصود ہے کہ یہ خادم کا رکھنا فی نفسہٖ درست ہے خصوص سفر میں اکثر ایسی حاجت واقع ہوتی ہے اس سے مبتدی کو بھی منع نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے کوئی امیر جس کو خود کام کرنے کی عادت یا تحمل نہیں شیخ کے پاس جاتے ہوئے نوکر ہمراہ لے لے تو اس میں کیا محذور ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصل اس میں اجازت ہے اور منع عارض کے سبب مگر عبارت میں ہر جگہ اس تفصیل کی ضرورت نہیں۔

(النور۔ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ)

تقلیل طعام فی نفسہٖ مقصود نہیں

حال۔ تبلیغ دین میں جس مقام پر تقلیل طعام کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں وہاں اس کی ایک صورت یہ بھی لکھی ہوئی ہے خوب اشتہا جس وقت ہو اس وقت کھانا کھا کر اشتہا کو فنا نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس کو باقی رکھ کر ہاتھ روکنا چاہیئے۔ بنائے علیہ احقر جب کھانا کھاتا ہے تو جس وقت ابھی ایک روٹی یا پون روٹی کی اشتہا باقی رہتی ہے تو فوراً اسی وقت ہاتھ روک دیتا ہے تو گویا یہ قلت طعام کا مجاہدہ ہوا۔ اب معروض یہ ہے کہ آیا یہ قلتِ طعام کا صحیح طریقہ ہے یا غلط۔ اس سے از راہِ فضل وکرم مطلع فرما دیں۔ اگر غلط ہو تو طریقہ صحیح مفصل مرحمت فرما دیں۔

تحقیق۔ بالکل صحیح ہے لیکن تقلیل طعام فی نفسہٖ مقصود نہیں۔ مقصود کسر قوت بہیمیہ ہے اور اس کسر سے بھی مقصود کف النفس عن المعاصی ہے۔ پس اگر یہ کف عن المعاصی بدون تقلیل طعام میسر ہو جائے تو تقلیل طعام ضروری نہیں بلکہ اس زمانہ میں اکثر اس سے ضعف ہو جاتا ہے جس سے

دوسری مضرتیں جسمانی ونفسانی پیدا ہوجاتی ہیں۔ اس لئے بلاضرورت مناسب نہیں

حال - اور گذارش دوم یہ ہے کہ اگر اس قسم کے مسائل جن کا تعلق اصلاح نفس سے ہو کسی تصوف کی کتاب میں جو کہ مستند و معتبر ہوں پائے جائیں بغیر اس کے کہ آنحضور سے اولاً استفسار کیا جائے عمل کرنا درست ہے یا نہ اور یہ علاج ایسا ہی سمجھا جائے جیسا کہ حکیم حاذق کا علاج سمجھا جاتا ہے۔

تحقیق - اگر فہم میں یا حدود و شروط میں غلطی نہ ہو درست ہے لیکن ان غلطیوں کا احتمال عادۃً غالب ہے اس لئے بدون مشورہ کسی شیخ مبصر کے خود عمل مناسب نہیں۔ البتہ یہ مناسب ہے کہ اس علاج کو نقل کر کے مشورہ کرلے۔

حال - اور تیسری گذارش یہ ہے کہ مجاہدہ شرعی و مجاہدہ عُرفی میں فرق کیا ہے یا دونوں مترادف ہیں۔ بصورت متباین ہونے کے معمول بہ کس کو بنانا اولیٰ ہے ازراہ احسان جواب سے محظوظ و مرہون منت فرمائیں۔

تحقیق - یہ سوال فن سیکھنے والے کو زیبا ہے اور جو شخص اپنا علاج کراتا ہو اس کو یہ پوچھنا نازیبا ہے البتہ اس مجاہدہ کو اور اس کی بنا کو بیان کر کے مشورہ لے لیا جائے۔ (النور۔ محرم ۱۳۵۲ھ)

امور دنیویہ کے فنا کا استحضار ان کی تمنّا کا علاج ہے۔

حال - مجھ میں ایک مرض بہت پرانا ہے جس کو کئی بار ارادہ کیا کہ اپنے عریضہ میں لکھوں مگر ابھی تک اس کی نوبت نہ آئی وہ مرض یہ ہے کہ میری طبیعت ہمیشہ یہ چاہتی ہے کہ جو چیز اور جو بات ہو وہ اعلیٰ درجہ کی ہو جس کو نہ کوئی کم ہی کہہ سکے اور نہ جس میں کوئی عیب نکال سکے کہ کم از کم اس زمانہ کا سب سے زیادہ بہادر میں ہی ہوتا۔ بیعت کا خیال ہوا تو ہر وقت یہ دُھن تھی کہ ایسا پیر ملے جس کا کوئی ثانی نہ ہو اور جس میں کوئی عیب نکال ہی نہ سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایسا ہی شیخ عطا فرمایا اور بفضلہ تعالیٰ میری طبیعت کو ایک اطمینان حاصل ہے۔ شاعری کا خیال آتا ہے تو یہی چاہتا ہے کہ کم از کم اتنا ہوتا کہ ہندوستان میں اوّل گنا جاتا۔ غرض یہ خبط لڑکپن سے ہے کھیل میں یہی کیفیت رہتی تھی۔ جب کسی لڑکے کو اپنے سے اچھا کھیلتے پاتا تو رشک ہوتا جس طرف طبیعت کا میلان ہوتا ہے ہوتا ہی چلا جاتا ہے۔ حالانکہ

بفضلہ تعالیٰ اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ نہ اتنا علم ہی ہے کہ شاعر بن سکوں اور اتنا کیا علم تو بالکل ہی نہیں ہے دل اتنا کمزور کہ اندھیرے میں ڈر لگتا ہے بہادری تو ایک طرف۔ غرض میں اپنے خیالات پر بہت ملامت کرتا ہوں۔ شرمندہ ہوتا ہوں توبہ کرتا ہوں۔ مگر پھر بھی یہ خیالات ہر وقت دماغ میں گھومتے رہتے ہیں اور طبیعت اس سے لطف لیتی ہے کہ اس جنگ میں شریک ہوا ہوتا میں ہی سب سے زیادہ بہادری دکھاتا سب کا سردار میں ہی ہوتا یوں فوج کو لڑاتا یا بجائے قانونگو ہونے کے کلکٹر ہوتا تو یہ انتظام کرتا اس طرح لوگوں سے برتاؤ کرتا۔ حالانکہ اصلیت یہ ہے کہ اپنے میں قانونگوئی کی بھی لیاقت نہیں پاتا۔ اب اس کا علاج جو حضور تجویز فرمادیں اس پر عمل کروں۔

تحقیق۔ جس دنیوی چیز کی تمنا ہو اس کے فنا کا استحضار، تاکہ اس کا ہیچ اور بے نتیجہ ہونا مستحضر ہو اور اگر وہ دین میں مضر ہے تو اس کے نتیجۂ بد کا بھی استحضار۔ اس مراقبہ کے بار بار استعمال کرنے سے یہ ہوس مضمحل ہو جائے گی اور اگر وہ امر دینی ہے تو اس کی تمنا محمود ہے اس کے علاج کی ضرورت نہیں۔ البتہ شرط یہ ہے کہ جس کو وہ نعمت عطا ہوئی ہے اُس سے زائل ہونے کی تمنا نہ ہو۔ ورنہ وہ حسد اور حرام ہے۔ اگر خدا ناکردہ ایسا ہوتا ہو تو اس کے متعلق مستقل سوال کیا جاوے۔ باقی اعتدال کی دعا بھی کرتا ہوں۔ (النور۔ رجب المرجب ۱۳۵۳ھ)

مریض کو مرض کا استحضار، علاج کی طلب عمل کی فکر اور رحمت کی امید رکھنا فرض ہے

حال۔ یہ اپنی حالت خراب واساءت اخلاق کی ادنیٰ تفصیل ہے جو پیش ہے۔ حق تعالیٰ بہ برکت دُعا و اصلاح حضرت والا مجھے مسلمان بنا کر زمرۂ صالحین میں محشور فرمائے۔ ورنہ اس صفت کمالیہ خداوندی کی شرکت ومنازعت جانے کس نتیجہ پر پہنچائے گی العیاذ باللہ۔

تحقیق۔ جب تک مرض کا استحضار اور علاج کی طلب اور عمل کی فکر ہے رحمت کی امید رکھنا فرض ہے۔

حال۔ تبلیغ دین حسب ارشاد دیکھتا ہوں حقیقت میں اس کو دیکھ کر اپنے اسلام کا وہم بھی نہ ہونا چاہیئے۔

تحقیق - مگر اس میں تیز مسہل تجویز کیا گیا ہے جو اس زمانہ کے اقویاء کے لئے مناسب ہے۔ اس کے مطالعہ کو امراض کے اجمالی علم کے لئے سمجھا جاوے۔ فیصلہ نہ سمجھا جاوے۔

حال - مگر یہاں کیفیت یہ ہے کہ اس حدیث کے تخیل سے کہ آج زمانہ امتثال عشر مامور بہ میں نجات کا ہے، جو اگرچہ کیفاً تھوڑا بہت تاسف جو اپنی حالت پر ہوتا ہے وہ بھی باقی نہیں رہتا۔

تحقیق - اس عدم تاسف طبعی پر تاسف عقلی ہونا اس کا نعم البدل ہو جاتا ہے۔

حال - یہ اپنے مرض و تغافل کا اظہار ہے اب جو حضرت والا کا ارشاد ہو۔

تحقیق - ارشاد کی تو مجھ میں کیا قابلیت ہوتی بس سبق کا تکرار سا کر دیتا ہوں۔ سو ہر مضمون پر کچھ لکھ دیا ہے

حال - درخواست فلاح دارین کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ حد ادب۔ ذیقعدہ ۵۶ھ

تحقیق - دعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

(ثمانیہ) **حال** - والا نامہ اصلاح آفریں ہوا۔ الحمد للہ کہ مضمون حضرت والا سے شفا میسر ہوئی۔ اور جو الجھن اپنے امراض کے متعلق لاحق تھی وہ اپنے غیر ضروری اجزاء کے اعتبار سے قطعاً صاف ہو گئی۔

تحقیق - الحمد للہ و ھنیئاً لکم العلم

حال - نیز وجداناً بھی تحریر سامی سے اپنے ایوان کبر کی بنیادیں بہت متزلزل محسوس ہوئیں۔ امید ہے بہ توجہ خاص حضرت والا یہ قلعہ ایک روز اسی طرح منہدم ہو جائیگا اور یہ تخریب تعمیر عبودیت کا مقدمہ ہو گی۔

تحقیق :- انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ بلکہ ماشاء اللہ ہو گیا۔ صرف ہونے کے علم کا انتظار ہے وہ جلدی نہیں ہوا کرتا۔ اور مصلحت بھی یہی ہے کہ بیفکری نہ ہو جاوے۔

حال - حق تعالیٰ آں مخدوم کے فیوض دائماً باقی رکھیں۔

تحقیق - میرے کیا فیوض احباب کا حسن ظن ہے ورنہ ع صلاح کار کجا و من خراب کجا

حال - تصور ذات حق کے بعد خشیت اور اہتمام طاعات کا نہ ہونا جو عرض کیا تھا اس پر حضرت والا کا ارشاد کہ تصور خود مقاصد سے ہے اور خوف و خشیت اس کے مقدمات ہیں، مقصود کے بعد اس کے مقدمات سے مستغنی ہونا چاہیئے۔ قلت فہم کے باعث سمجھ میں نہیں آیا۔ صحیح یہی ہے جو حضرت کا ارشاد ہے مگر فہم ناقص اب تک یہ سمجھا تھا کہ رضا ہی مقصود ہے جو منحصر ہے طاعات اور اس کے اہتمام میں۔ اور تصور مقدمہ ہے خوف خشیت کا جس کے بعد اہتمام طاعات میسر ہوتا ہے اور اسی پر نتیجہ رضا مرتب ہو جاتا ہے۔ بار خاطر والانہ

ہو تو کچھ توضیح فرمادیں اگر ضرورت بھی خیال فرمادیں ورنہ بہتر۔

تحقیق۔ معلوم ہوتا ہے میری پوری عبارت میں غور نہیں کیا گیا۔ میں نے یہ نہیں لکھا کہ تصور خود مقاصد سے ہے میری عبارت یہ ہے کہ خوف وخشیت واہتمام بدرجۂ خاص خود مقدمات انہیں مقاصد کے ہیں جن کو میں نے دولت سے تعبیر کیا ہے اور اوپر گذشتہ عبارت میں جس کو دولت کہا ہے وہ مجموعہ ہے ان چیزوں کا۔ فرائض وواجبات ومؤکدات کا التزام قیام مسجد بشغل درود تصور ذاتِ حق جس کا حاصل مامورات کا (کہ وہ اعمال وطاعت وذکر وفکر کا مجموعہ ہے) التزام ہے اور ان کا مقصود ہونا ظاہر ہے اور خوف و خشیت اور مرضیات کے اہتمام کو جو ان کا مقدمہ کہا گیا اُن کا مطلق درجہ نہیں بلکہ وہ درجہ جو آپ کے ذہن میں ہے یعنی درجہ غلبہ طبعی اسی لئے میں نے اس میں خاص کی قید لگائی ہے اور یہ ثابت ہے کہ خوف و خشیت طبعی یا اہتمام طبعی یعنی داعیہ طبعیہ یہ مامور بہا نہیں ہیں گو محمود ہیں اور اگر حاصل ہو جائیں تو ان سے اعانت ہوتی ہے مامورات میں۔ باقی خوف وخشیت عقلی واہتمام ارادی یہ خود مامور بہ ہیں۔ اور آپ کو حاصل اس کے فقدان کے آپ بھی شاکی نہیں ان کو مقدمہ نہیں کہا گیا باقی ان کا مقصود ہونا مقصودیت رضا کے منافی نہیں۔ رضا مقصود المقصود ہے اور یہ چیزیں اپنے مقدمات کے اعتبار سے مقصود ہیں۔ اگر اب بھی خلجان ہو بے تکلف لکھ دیا جاوے۔

حال۔ حاضری کے متعلق حضرت کا ارشاد کہ آنے کے معنی بتلانے کی ضرورت ہے یہ گذارش ہے کہ مقصود بجز زیارت کچھ نہیں۔ بیعت کے متعلق تو چونکہ یہ طے ہو چکا ہے کہ بغیر مستقل تقاضائے تشدید نیز محبت طبعی مناسب نہیں اس لئے ارادہ ہی نہیں کہ اس درجہ میں یہ دونوں امر ابھی محسوس نہیں کرتا زیارت اور ایک لمحہ مصاحبت اس طمع میں کہ بہتر از صد سالہ طاعت ہے مقصود ہے۔

تحقیق۔ گو بناء صحیح اُس حُسنِ ظن کی کہ شخص مقصود بالصحبۃ کی صلاحیت ہے مفقود ہے مگر اللہ تعالیٰ قاصد صحبت کو بدوں اس بناء ہی کے محض نیت سے مراد عطا فرمادیتے ہیں اس لئے میں بھی گوارا کرلوں گا۔

حال۔ والدہ صاحبہ گو مقیم اپنی بہن ہی کے یہاں ہونگی مگر ان کا مقصود سفر بھی بجز زیارت کچھ نہیں اور بلا اذن کچھ بھی عمل میں نہ آئیگا کہ احقر کو یہ قانون معلوم ہے کہ حضرت بلا اذن واطلاع حاضری پسند نہیں فرماتے جو عین مقتضائے عقل وتہذیب ہے۔

تحقیق - وہ بھی تشریف لائیں میں تو دیہاتی زندگی جیتا ہوں سب کچھ گوارا کر لیتا ہوں مگر بہنوں کے معاملہ میں کچھ دخل نہ دوں گا۔ البتہ آپ سے جو مقتضاء وقت کا ہوگا معاملہ کر لوں گا لیکن اطلاع ہر حال میں ضروری ہے اتنی قبل کہ اطلاع کی رسید جا سکے۔

حال - میری یہ تمنائے حاضری دیرینہ ہے اور آج تک اس میں جہاں اور موانع حاجب رہے وہاں ایک اہم مانع یہ بھی ہے کہ میں ایک سیدھا اور کم فہم سا انسان ہوں اور حسرت سے یہ بات عرض کرتا ہوں کہ اہل اللہ کی مصاحبت و مجالست اور مخاطبت کی راہ و رسم سے بھی ناواقف ہوں۔ ایسی حالت بدویت میں ایسا نہ ہو کہ نقص فہم سے کوئی امر خلاف منشاء اقدس سرزد ہو اور حضرت اپنی عالی خلق و شفقت سے تحمل تو فرمالیں مگر متاذی و منقبض ہوں۔ کیا نتیجہ ہوا اس حاضری کا کہ جائیں حصول برکت کے لئے اور واپس ہوں اس کا عکس لے کر کہ اہل اللہ کی اذیت رسانی خیر و سعادت کا کھلا حرمان ہے۔ اعاذنا اللہ منہا

تحقیق - اس سے بےفکر ہو جانا چاہیئے اگر ان خیالات کی کوئی اصل معتدبہ بھی فرض کر لی جائے۔ تاہم آپ کا صدق و خلوص ان سب پر اس قدر غالب آجاوے گا کہ ان سب خیالات کو ھباءً منثورًا کر دیگا اور اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم کا اضطرارًا قبضہ ہو جاویگا جو انقباض کو دخل ہی نہ دیگا

حال - اس لئے احقر کا یہ خیال ہے کہ اگر کبھی یہ سعادت میسر ہوئی تو حتی الامکان قیام و طعام اور بہر نوع تکلیف مہمانی سے مجتنب رہونگا۔ کہ اکثر متعارف وہاں موجود ہیں اور بے تکلف۔

تحقیق - میں اس کے متعلق اوپر عرض کر چکا ہوں کہ جو مقتضاء وقت کا ہوگا معاملہ کر لوں گا۔ آپ کی مرضی کے اتباع سے یہ موقع مستثنےٰ ہے۔ یہ میری رائے پر ہوگا خواہ اتفاق سے آپ ہی کی مرضی کے موافق ہو جاوے یا نہ ہو میں خود کہہ دونگا آپ کو پوچھنے کی بھی گنجائش نہ ہوگی۔

حال - گو حضرت کے یہاں کی مہمانی ایک سعادت ہے۔ مگر افسوس کہ اپنے اندر نہ اس کی اہلیت نہ اپنے فہم پر اطمینان۔

تحقیق - بس یہی اعتقادات تو مہمانی کا اہل بنا دیتے ہیں۔

حال - یہ سب کچھ حضرت ہی کی رضا و اذن پر موقوف ہوگا۔

تحقیق - بارک اللہ لکم۔ پھر عدم اہلیت کو کیسے مان لوں اس رعایت کو دیکھ کر۔

حال۔ اور اگر حضرت کسی وجہ سے حاضری کو پسند نہ فرمائیں گے تو باوجود تمنا اس پر بھی ادباً اصرار نہ ہوگا۔

تحقیق۔ جو اس سفر کے شرائط تھے جب ان کے تحقق کا اور جو موانع تھے اُن کے ارتفاع کا مسئلہ طے ہوگیا۔ اب اس شرطیہ کا احتمال ہی نہیں رہا۔ اب جب خیال ہو بجائے اس وقت کے کہنے کے پہلے ہی سے کہے دیتا ہوں۔ کرم نما و فرود آکہ خانہ خانۂ تست۔ اور احتیاطاً یہ بھی کہے دیتا ہوں کہ میرے اس کہنے کی حقیقت اپنی طرف سے آزادی دینے کی اطلاع ہے نہ کہ آپ کے ارادہ میں کسی قسم کا تصرف۔ آپ ہر پہلو میں اور اُس پہلو کی ہر حالت اور ہر وقت میں آزاد ہیں۔ بقیہ یہ مکرر لکھے دیتا ہوں کہ کسی قدر قبل سے اطلاع ہوجاوے اور اس قبل کی وہی مقدار جو اوپر لکھ چکا ہوں۔

حال۔ عریضہ سابق ولاحق میں جو امر خلافِ مزاج والا ہوا یا ہو۔ بصد ادب معافی پیش کرتا ہوں۔ بصد ادب۔ والسلام

تحقیق۔ اس کو بھی اعملوا ماشئتم کے مصداقِ عام میں داخل کرلیا جاوے بلکہ آئندہ کے احتمالات کو بھی۔

حال۔ مخدومی ومطاعی دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ سلسلہ سابق کے ایک پرچہ میں میں نے ایک اپنا نفسانی عیب بغرض اصلاح پیش کیا تھا۔ وہ یہ کہ مجھے اکثر اوقات ملامت خلق کا اندیشہ لگا رہتا ہے مثلاً کوئی نماز یا جماعت قضا ہوگئی یا اور کوئی فعل خلاف وضع ہوگیا اور ایسی حالت میں کوئی ملنے والا پہنچ گیا تو بیحد شرماتا ہوں۔ اور نفس کو ہرگز یہ گوارا نہیں ہوتا کہ یہ شخص میرے اس عیب پر مطلع ہو۔ حتی الوسع اخفاء کی کوشش کرتا ہوں۔ حضور نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ شرمانا اور ناگوار ہونا تو امر غیر اختیاری ہے جس کا انسان مکلف نہیں البتہ اس کی کوشش کرنا کہ دوسرے کو اطلاع نہ ہو یہ فعل اختیاری ہے۔ علاج بالضد ہوتا ہے۔ اخفاء کی ضد اظہار ہے قصداً اظاہر کردینا چاہیئے بشرطیکہ معصیت نہ ہو۔ میں نے بعونہٖ تعالیٰ اُسی وقت سے اس تجویز پر عمل شروع کردیا۔ اب بحمد اللہ صاف صاف ظاہر کردیتا ہوں کہ آج یہ واقعہ پیش آیا ہے اس تدبیر سے نفس کی آن ٹوٹ گئی البتہ کبھی شرم وندامت دامنگیر ہوجاتی ہے سو اس کا میں مکلف نہیں۔ ہاں ایسے امور میں جن کو بالطبع اپنی وضع کے خلاف سمجھتا تھا جیسے بازار سے سودا سلف لانا۔ گھر میں صفائی کرلینا۔ وزنی چیز اٹھانا وغیرہ اس میں تو یہاں تک بے حجاب ہوگیا ہوں کہ اب مجھے اس کا واہمہ بھی نہیں ہوتا کہ یہ کام وضع کے خلاف

ہے یا نہیں۔ اس حالت کے اظہار سے یہ مقصود ہے کہ اگر اس علاج میں رسوخ ہو گیا تو خیر ورنہ اس ہی تدبیر پر عمل کرتا رہوں

تحقیق۔ اگر اسمیں وقت پر اصلاح کا طریقہ یاد بھی آجاتا ہو اور صدور میں کشاکشی بھی نہ ہو یہ علامت ہے رسوخ کی۔ اگر ایسا ہو گیا ہو تو دوسری حالت لکھ دیجئے۔ (النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ)

امورِ اختیاریہ پر وسوسہ اور اس کا تفصیلی جواب اور ازالہ

حال۔ حضرت یہ امورِ اختیاریہ کا جو مسئلہ ہے اس کی نسبت اکثر ایک وسوسہ یہ ہوا کرتا ہے۔ خصوصاً اپنے ہی حالات پر نظر کرنے سے کہ کیا جسمانی امراض خاص کر ضعفِ قلب و دماغ اور مسلسل خلافِ طبع حالات کے پیش آتے رہنے سے یہ اختیار بھی ضعیف و مضمحل نہیں ہو جاتا ہے اور کیا پھر اس حد تک یہ اختیار امورِ غیر اختیاریہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ نیز ارادہ و اختیار میں اور نیت میں کیا فرق سمجھوں۔ مثلاً اگر نماز میں خشوع و خضوع کی ہر وقت نیت رکھتا ہوں اور پھر بھی یہ اُس درجہ تک کا بھی نہ حاصل ہوتا ہو جس کو حضرت امرِ اختیاری میں فرمایا کرتے ہیں تو ایسی نیت معتبر ہو گی

تحقیق۔ خشوع لغۃً مطلق سکون ہے اور شرعاً سکونِ جوارح جس کی حقیقت ظاہر ہے اور سکونِ قلب جس کی حقیقت حرکتِ فکریہ کا انقطاع ہے اور جس طرح سکونِ جوارح کی تکلیف بقدرِ قدرت ہے مثلاً صحیح قوی سوی اس پر قادر ہے کہ نماز میں کوئی حرکت زائدہ علی الصلوٰۃ صادر نہ ہونے دے وہ اسی کا مکلف ہو گا اور مریض صاحبِ وجع غلبہ وجع کے وقت اس پر قادر نہیں جب درد اُٹھے گا وہ بے چین ہو کر پیچ و تاب کھائیگا اس لئے وہ اس درجہ سکون کا مکلف نہ ہو گا البتہ جب درد نہ ہو پھر وہ اس سکون کی تجدید کا مکلف ہو گا۔ اسی طرح سکونِ قلب کی تکلیف بھی بقدرِ قدرت ہو گی مثلاً جو شخص تمام اسبابِ مشوشہ سے محفوظ ہو وہ حرکاتِ فکریہ کے انقطاعِ کلی پر قادر ہے وہ اسی کا مکلف ہو گا اور جو اسبابِ مشوشہ میں مبتلا ہو وہ ایسے جمعِ خاطر پر قادر نہیں اس لئے وہ اس درجہ کا مکلف بھی نہ ہو گا البتہ جتنا وقت تشویش سے سکون کا میسر ہو گا یعنی وہ تشویش متخیلہ پر غالب نہ ہو اس وقت میں اس کا مکلف ہو گا۔ یہ تو کلام کلی ہے۔ اب اس مقام پر ایک دقیق جزئی ہے وہ زیادہ قابلِ اعتنا ہے

اور اُس میں زیادہ بصیرت کی ضرورت ہے۔ اگر صاحبِ معاملہ کو ایسی بصیرت نہ ہو تو کسی مصلح حکیم تجربہ کار سے مشورہ کی حاجت ہے۔ وہ یہ کہ اس قطع حرکت فکریہ کا طریق کیا ہے کیونکہ یہ قطع براہِ راست حاصل نہیں ہوتا۔ کما ھو مشاہد۔ بلکہ طریق اس کا یہ ہے کہ اپنے قلب کو کسی محمود چیز کی طرف قصداً متوجہ کر دیا جاوے جو وضع صلوٰۃ کے خلاف نہ ہو مثلاً ذاتِ حق کی طرف برابر متوجہ رہے اگر خیال نہ جمنے کی وجہ سے اس پر قادر نہ ہو تو یہ تصوّر کرے کہ میں کعبہ حسنا، کی طرف رُخ کئے ہوئے ہوں یا نماز میں جو اذکار و قرأت پڑھ رہا ہے ان کی طرف توجہ رکھے کہ میں یہ الفاظ پڑھ رہا ہوں یا ان کے معانی کی طرف توجہ رکھے چونکہ نفس ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہوتا اس لیئے یہ توجہ مانع ہو جائے گی۔ دوسرے خطرات کے آنے سے یہ ہے وہ طریق اب اس میں ایک غلطی ہوتی ہے وہ یہ کہ ہر شخص کی استعداد جُدا ہے۔ کسی شخص کے لئے ایک تصوّر نافع ہے دوسرے شخص کے لئے دوسرا تصوّر۔ بعض اوقات صاحبِ معاملہ بوجہ عدم بصیرت و عدم تجربہ کے اپنے لئے ایک طریق کو اختیار کرتا ہے اور وہ طریق اس کی طبیعت کے مناسب نہیں ہوتا اس لئے اس سے مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ اور بار بار کی ناکامی سے مایوس ہو کر اس غلط گمان میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ خشوع فعل اختیاری نہیں اس لئے بالکل اس کا اہتمام چھوڑ بیٹھتا ہے اور اس مامور بہ کی برکت سے محروم رہتا ہے اس لئے اپنے مناسب طریق کی تعیین کے لئے سخت اہتمام کی حاجت ہے۔ دوسری غلطی اس سے اشد یہ ہوتی ہے کہ تعیین کے بعد جس طریق کو اختیار کیا گیا ہے اس میں کاوش زیادہ کرنے لگتا ہے اور اس کا منتظر اور متوقع رہتا ہے کہ دوسرا کوئی خیال اصلاً نہ آنے پائے اور اس کے لئے طبیعت پر زور ڈالتا ہے حتیٰ کہ نوبت کلال و ملال کی پیش آتی ہے جس کا نتیجہ وہی یاس کے بعد ترک کر دینا ہے سو اس لئے ضرورت ہے ترک کاوش کی۔ بس سرسری معتدل توجہ کافی ہے۔ اگر اس توجہ کیساتھ دوسرا کوئی خطرہ آجاوے وہ غیر اختیاری ہوگا اور مضر نہ ہوگا۔ جیسے کسی خاص صفحہ میں سے کسی خاص لفظ پر قصداً نظر کی جاوے تو یقینی بات ہے کہ وہ شعاعیں بلا قصد دوسرے کلمات پر بھی پہنچ جاتی ہیں مگر وہ نظر قصدی نہیں ہوتی اور ایک غلطی سب سے بڑھ کر ہوتی ہے کہ دوسرے خیال کے آنے کے ساتھ یہ سوچنے لگتا ہے کہ یہ خیال قصداً آیا ہے یا بلا قصد۔ سو یہ فیصلہ محض بیکار ہے۔ اگر فرضاً یہی تحقیق ہو جاوے کہ قصداً آ گیا تو اب گذشتہ کا تو اعدام ہو نہیں سکتا۔ آئندہ کے لئے تدارک کیا ہی جائے گا۔ سو اگر اس فیصلہ

کے بدوں بھی اس تدارک میں مشغول ہوجاوے تو کیا ضرر ہے اور وہ تدارک بعد تنبہ کے تجدید ہے اُس توجہ مقصود کی اور نیت وارادہ جو کہ مترادف ہیں قبل اختیار ہوتے ہیں جو بدون اختیار کئے ہوئے مامور بہ کے کافی نہیں جیسے نماز کی نیت کرے مگر فعل صلوٰۃ کو اختیار نہ کرے ناکافی ہے لیکن جن اشکالات کا مخلص اس فرق کی تحقیق کو سوچا تھا اب وہ بدوں اس تحقیق کے بحمداللہ حل ہوگئے یعنی فرق ہونے پر بھی اور نیت کے کافی نہ ہونے پر بھی اشکال نہیں رہا کیونکہ اختیار کے درجات میں ایسی گنجائش نکل آئی کہ کسی درجہ میں بھی خلجان اور مشقت کا احتمال نہیں رہا۔ وللہ الحمد

(نوٹ) مضمون کی اہمیت پر نظر کر کے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کو التخفیف فی الاختیار الضعیف سے ملقب کر دیا جاوے۔ (النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ)

توجہ کا اصلاح میں کچھ دخل نہیں

حال۔ احقر کی عملی حالت بہت خراب ہوگئی ہے۔ احقر یکسر خبیث ومردود ہوگیا ہے ایسی حالت میں احقر کی طرف توجہ تام فرماویں۔

تحقیق۔ توجہ کا اصلاح میں کیا دخل۔ کبھی قبض معدہ ہوگیا ہو یا ہوجاوے کیا اس کا علاج بھی میری توجہ تام تجویز کروگے۔

حال۔ میرے خاندان میں قریب قریب سب ہی حضور والا سے بیعت ہیں اور ان سب ہی سے اپنے کو دین کے معاملہ میں کم پاتا ہوں اس لئے طبیعت میں ایک الجھن سی رہتی ہے کہ کونسی ترکیب کروں جو ان سب سے بڑھ جاؤں۔

تحقیق۔ جب سب سے بڑھ جاؤگے اُس وقت اپنے کو اس وقت سے بھی گھٹا ہوا پاؤ گے۔ پانی میں اپنا عکس ایک خاص مقام پر دیکھا جاتا ہے لیکن اپنے مقام سے زیادہ اونچا ہوجائے تو عکس زیادہ نیچا نظر آوے گا۔

حال۔ طبیعت نئی نئی تمنائیں پیدا کرتی ہے کہ اتفاق سے یہ موقع بھی مجھے مل جائے وہ موقع بھی مجھے مل جائے اور میں سب سے بڑھ جاؤں۔

تحقیق:۔ یہ تو سابقوا بالخیرات ہے۔

نفس انسان کے قبضہ میں ہے نہ برعکس

حال۔ عرض یہ ہے کہ نفس کی حالت اس طرح محسوس ہوتی ہے جیسے شیر کی۔ اور انسان اس کے قبضہ میں یوں معلوم ہوتا ہے جیسے بکری شیر کے پنجہ میں۔ اسی واسطے اصلاح تام کا ہونا از قبیل محال محسوس ہوتا ہے الا ماشاء اللہ تعالیٰ حضرت والا کی دعا کی وجہ سے امید تو ہے۔ دعا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے پھندے سے محفوظ فرماوے اور مقصود اصلی تک پہنچاوے۔

تحقیق۔ السلام علیکم۔ بالکل حقیقت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ انسان نفس کے قبضہ میں نہیں بلکہ نفس انسان کے قبضہ میں ہے۔ باقی اس جہل و ضعف کا کچھ علاج نہیں کہ غلط اعتقاد کر کے ہمت ہار دے۔

(النور۔ رجب ۱۳۵۷ھ)

نماز سے مقصود اصلی ذکر ہے

حال۔ حضرت نے گذشتہ والا نامہ میں جو ہدایت فرمائی تھی کہ تمام افعال کے متعلق یہ تصور رکھے کہ سب عنقریب حق تعالیٰ کے اجلاس میں پیش ہوں گے۔ اس میں شبہ نہیں کہ نماز کے علاوہ دیگر افعال میں یہ بہت نافع معلوم ہوتا ہے لیکن حضرت نماز میں اس مراقبہ سے جو کچھ خود نماز میں پڑھتا ہوں اس کے معانی سے بے التفاتی ہوجاتی ہے جو طبیعت پر شاق ہوتا ہے۔ پھر پیشی افعال کا معاملہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی دور ہے البتہ اس سے کہ حق تعالیٰ دیکھ رہے ہیں ایک فوری ہیبت معلوم ہوتی ہے مگر ہر حال میں جو چیز فہم معانی میں مخل ہوتی ہے وہ باعث گرانی ہوجاتی ہے بلکہ خیال ہوتا ہے کہ مقصد نماز ہی سے بعد ہو رہا ہے۔ بہر کیف جیسا ارشاد ہو۔

تحقیق۔ قرآن مجید میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کا اصل مقصود خود ذکر ہے قال تعالیٰ اقم الصلوٰۃ لذکری وقال تعالیٰ ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر ثم علله بقوله ولذکر اللہ اکبر۔ سو حضوری بسیط جس ذریعہ سے بھی حاصل ہوجاوے وہ ذکر کی فرد ہونے کے سبب استحضار مرکب سے مقصودیت میں اقویٰ ہے البتہ نماز سے باہر خود اس مرکب استحضار میں مقصودیت زیادہ ہے جس کا راز یہ ہے کہ قرأت نماز میں تابع نماز ہے۔ سو نماز کی روح زیادہ

قابلِ اعتنا ہے۔ وھو الذکر اور خارج صلوٰۃ میں وہ قرأت خود مقصود ہے لہٰذا اس کا زیادہ اعتبار کیا جائے گا۔ وھو بالا ستحضار المرکب پس اگر مراقبہ رویت حق للعبد سے حضوری زیادہ میسّر ہو تو وہ استحضار معانی سے مقدم ہے ھٰذا ذوقی۔ (النور۔ رجب ۱۳۵۷ھ)

دعا میں واحد کے صیغے میں الحاح زیادہ اور صیغہ جمع میں شرکت کا ثواب ہے، غلبۂ کیفیت کا اعتبار ہے۔

حال۔ ایک اور بات لائق گذارش یہ ہے کہ جب اپنے لئے کوئی خاص دعا مانگتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ دعائیں اکثر جمع متکلم کے صیغہ میں منقول ہیں جن کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں کو شریک رکھے مگر دوسروں کو شریک کر کے وہ خود غرضی والا الحاح نہیں پیدا ہوتا۔ **تحقیق**۔ دعائیں دونوں صیغوں سے منقول ہیں۔ واحد کے صیغہ میں الحاح کی مصلحت زیادہ ہے اور جمع کے صیغہ میں دوسروں کو شریک کر لینے سے اقربیت الاجابۃ کی مصلحت زیادہ ہے۔ جس وقت جس کیفیت کا غلبہ ہو اس کا اتباع کر لیا جاوے اور میرا ذوق یہ ہے کہ اوّل ہر دعا میں منقول کا اتباع کرے کہ اقرب الی الادب ہے پھر اس دُعا کے تکرار میں ذوقی وقتی کا اتباع کرے کہ دونوں مجتمع ہو جاویں۔ (النور۔ رجب ۱۳۵۷ھ)

دعا میں کہنا کہ اپنے اولیاء کے صدقہ، اس میں شُبہ غیر منقول ہونے کا۔ اور اس کا جواب!

حال۔ نیز بعض دعاؤں میں یہ کہہ لیا کرتا ہوں کہ اپنے اولیاء و اتقیا (ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم) کے صدقہ اور اپنے رسول رحمۃ للعٰلمین کی رحمت کے طفیل ایسا کر دیجئے مگر ادھر یہ وسوسہ ہونے لگا ہے کہ یہ طریقہ ماثور و منقول نہیں اپنی طرف سے کیوں بڑھاتا ہوں۔

تحقیق۔ اوّل تو منقول بھی ہے مگر کہیں کہیں تو اصل ہونے کے لئے اتنا کافی ہے اللّٰھم انی

اسئلك بحق السائلین علیك وامثالها روایات میں وارد ہے اور اگر منقول بھی نہ مانا جاوے تو منع بھی منقول نہیں، بلکہ قواعد عامہ سے زیادت کا اذن ایسے مواقع میں منقول ہے۔ جیسے تلبیہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے زیادت منقول ہے اور جیسے فقہاء نے تشہد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کیساتھ سیدنا بڑھانے کو صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب کہا ہے اس میں، اُس میں کیا فرق ہے اس کے علاوہ دعا میں خود الحاح و مسکنت کا مقصود ہونا بلا کسی منازع کے ثابت ہے اور ایسے زیادات سے اس مقصود کی تقویت ظاہر ہے پس یہ دلیل کلی بھی حکم جواز کے لئے کافی ہے البتہ اگر ذوقاً اتباع ان مصالح پر غالب ہو تو اس کے لئے افضل عدم زیادت ہے، وللناس فیما یعشقون مذاهب۔ واللہ اعلم۔ اشرف علی۔ یکم شعبان ۵۶ھ

(النور۔ رجب ۱۳۵۶ھ)

فکر اور مراقبہ دونوں مطلوب ہیں

حال۔ دوسری بات یہ ہے کہ گاہ گاہ جب دماغ پر تعب کا زیادہ اثر ہوتا ہے اس وقت نفس پر یہ بھی گراں گذرتا ہے کہ زبان سے آہستہ آہستہ لفظ اللہ یا لا الٰہ الا اللہ کہا جاوے۔ بس ذکر کا تصور تو رہتا ہے مگر زبان کو حرکت نہیں ہوتی۔ کیا ایسا ذکر بھی مفید اور موجب اجر ہے۔

تحقیق۔ یہ ذکر فرد ہے فکر کی یا مراقبہ کی اور دونوں شرعاً مطلوب ہیں۔ فکر تو جابجا نصوص میں مذکور ہے اور مراقبہ بھی ایک حدیث میں ہے راقب اللہ تجدہ تجاھك۔ گو اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ فکر اور مراقبہ قضایا کے ساتھ خاص ہو مگر اطلاق سے ظاہراً عموم معلوم ہوتا ہے۔

حال۔ شبہ یہ ہے کہ اس میں نفس کو کچھ کرنا تو پڑا ہی نہیں پھر اجر کیسا۔

تحقیق۔ کرنا تو پڑا۔ التفات قصداً اور استحضار۔ یہ بھی تو عمل ہے۔ چنانچہ ایسا ہی التفات بقصد اگر معصیت کی طرف ہو تو مؤاخذہ ہوتا ہے جو دلیل ہے اس کے معتبر ہونے کی والاجرا قرب واوسع شرطا من الوزر

حال۔ اگر اس تصور ذکر کو کلام نفسی کی فرد قرار دی جاوے تو البتہ کچھ گنجائش معلوم ہوتی ہے

تحقیق۔ اپنی اصطلاح میں جو چاہے کہہ لیا جاوے حقیقت معلوم ہوگئی۔
حال۔ بہر حال مجھے اس میں مدت سے تردد ہے۔ امید کہ اس کا ازالہ فرما کر تسلی بخشی جاوے۔
تحقیق۔ جو خیال ذہن میں آیا قواعد سے لکھ دیا۔ (النور۔ شعبان ۱۳۵۷ھ)

مسرّت عقلی علامتِ ایمان ہے

حال۔ حضرت والا ارشادِ نبوی اذا سرتک حسنتک وساءتک سیئتک فانت مؤمن کے متعلق شبہ یہ ہوا کہ مسرت دو قسم پر ہے طبعی، عقلی۔ طبعی تو اکثر مفقود ہوتی ہے عقلی بھی گاہ بگاہ بلکہ بسا اوقات۔ اس لئے کہ مسرّت عقلی اس طرح ہوگی کہ ادائیگی حسنہ ذریعہ ہے ثواب اخروی کا اور وہ قابلِ مسرت ہے یا اس طرح کہ ادائیگی حسنہ علامت ہے تعمیلِ حکم حق تعالیٰ کی، یہ بھی قابلِ مسرّت ہے مگر ہر حسنہ کے ادا کرنے کے بعد قلب محسوس کرتا ہے کہ اس حسنہ کے حقوق و آداب ادا نہیں ہوسکے۔ کبھی اخلاص نہیں۔ کبھی پوری توجہ نہیں۔ کبھی ظاہری آداب مکمّل نہیں۔ جب کئی ایک نقائص عیوب مدرک ہیں تو نقائص غیر مدرک پتہ نہیں کتنے ہوں گے۔ الغرض ایسی صورت میں وہ حسنہ سرے سے حسنہ ہی نہیں بلکہ محض صورتِ حسنہ ہے کہ اس پر مسرّت کا جو منشاء ثواب اخروی یا تعمیل ارشاد تھا وہ بھی متحقق نہ ہوا۔ اوروں کی تو خبر نہیں میری اپنی حالت تو یہی ہے۔ ایسی حالت میں ایمان مطلوب (کامل) کا بھی ٹھکانہ نہیں۔
تحقیق۔ کامل کی قید کہاں سے لگائی۔ کیا حدیث میں ہے یا کوئی اور دلیل ہے۔ جب یہ قید بلا دلیل ہے تو ایمان سے مراد مطلقاً ایمان ہوا اور حسنہ اگر کامل نہیں تو ناقص تو ہے۔ پس ناقص حسنہ پر مسرت ناقص تو ہوگی مگر مطلق ایمان کی وہ بھی علامت ہے اور اس پر بھی جزا کا وعدہ ہے لقولہ تعالیٰ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ اب کیا اشکال رہا۔ خلاصہ یہ ہے جیسی حسنہ ویسی ہی مسرّت اور ویسا ہی ایمان اِن (کان) کاملاً فکامل واِن ناقصا فناقص۔ اور یہ سب کلام باعتبار نظر ظاہر کے ہے ورنہ نظر غائر میں حسنہ ناقصہ پر بھی مسرّت کامل ہوگی اور وہ علامت بھی ایمان کامل کی ہوگی۔ کیونکہ بناء مسرت کی حقیقت میں یہ ہے کہ باوجود میرے نااہل ہونے کے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ نعمت دی کہ حسنہ کی توفیق ہوئی گو وہ ناقص ہی ہے مگر اس کا نقص باعتبار اپنے نقص

کے ہے لیکن من اللہ ہونے کے اعتبار سے تو ناقص نہیں یہ تو عملی نعمت ہے۔ دوسری نعمت اعتقادی ہے کہ میں نے حسنہ کو حسنہ سمجھا تو یہ نعمت مرکب ہوئی دو نعمتوں سے اور حق تعالیٰ کی توفیق پر مسرور ہونا اور اسی طرح اعتقاد کے صحیح ہونے پر دونوں علامت ہیں ایمان کامل کی بلکہ اگر حسنہ کامل بھی ہو تب بھی اس کو ناقص سمجھنا کما ھو مقتضیٰ قولہ تعالیٰ والذین یؤتون ما اٰتوا وقلوبھم وجلۃ انھم الیٰ ربھم راجعون۔ علیٰ ما ورد فی الحدیث من تفسیرہ بقولہ علیہ السلام ولکن ھم الذین یصومون ویتصدقون ویخافون ان لایقبل منھم الحدیث ایمان کامل کی علامت ہے۔ بہرحال مطلق حسنہ کا صدور ناقصۃً کانت اوکاملۃً علامت ہے ایمان کامل کی پس حسنہ کا ناقص ہونا بھی نہ مسرت کے منافی ہے نہ ایمان کامل کے۔ گو عمل کامل کے منافی ہو۔ واللہ اعلم۔ (النور، شعبان ۱۳۵۷ھ)

ناغہ پر نفس کو سزا دینے سے ندامت کم ہوجاتی ہے صرف استغفار کافی ہے

حال یکے از مجازین روزہ میں ایک روز دردِ شکم زیادہ ہوا روزہ افطار کرنے کے بعد زیادہ بے چین ہوا کہ مسجد نہ جاسکا اور بمشکل تمام فرض و وتر وغیرہ عشاء کے پڑھ لئے گئے لیکن تراویح نہیں پڑھی گئی۔ قریب نصف رات کے آنکھ لگی۔ دو گھنٹہ کے بعد اٹھا نہایت سکون تھا۔ بہت اچھی طرح سے تہجد پڑھا وظیفہ پڑھا لیکن نفس نے اس قدر غفلت کی کہ تراویح نہیں پڑھی ورنہ پہلے تراویح پڑھتا پھر تہجد۔ وظیفہ پڑھنا چاہیئے تھا۔ اس غفلت سے طبیعت بہت پریشان ہے۔ استغفار کرتا ہوں لیکن طبیعت کو سکون نہیں۔ حضورِ والا ایسی سخت سزا فرمائی جاوے کہ طبیعت کو قرار ہو اور آئندہ ایسی غفلت نہ ہو۔

تحقیق۔ بعض دفعہ نفس کو سزا دینے سے ندامت کم ہوجاتی ہے اور سزا نہ دینے سے ندامت باقی رہتی ہے اور اصلی مقصود ندامت ہے لہٰذا استغفار کی کثرت کافی ہے۔

(النور، شعبان ۱۳۵۷ھ)

حق تعالیٰ کے دیدار کا نماز میں تصوّر رکھنا عین رضامندی حق تعالیٰ ہے

حال۔ میں جب نماز پڑھتا ہوں تو مجھے اس لذت کا تصوّر ہوجاتا ہے جو کہ جنّت میں حق تعالیٰ کے دیدار کے وقت میسّر ہوگی اور یہ خیال ہوتا ہے کہ میں اس لذت (یعنی لذتِ دیدار) کے حاصل کرنے کی خاطر نماز پڑھ رہا ہوں اور اس تصوّر میں الفاظ یا معانیٔ الفاظ کی طرف توجہ نہیں رہتی براہِ مہربانی تحریر فرمائیں کہ اس طرح نماز میں کوئی نقص تو پیدا نہیں ہوتا۔ اس سوال کا منشا یہ شبہ ہے کہ نماز کے اندر خلوص اور حضورِ قلب ضروری ہے اور میرے خیال میں خلوص سے یہ مراد ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے نماز پڑھی جاوے لیکن مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ میں اس لذت (لذتِ دیدار) کے حاصل کرنے کی خاطر نماز پڑھ رہا ہوں اور حضورِ قلب سے یہ مراد ہے کہ دل کو الفاظ یا معانیٔ الفاظ یا حق تعالیٰ کی ذات کی طرف رکھا جاوے لیکن مجھے اس لذت (لذتِ دیدار) کا تصور یا انتظار رہتا ہے اس لئے مجھے شبہ ہوا کہ شاید اس طرح نماز پڑھنے میں خلوص اور حضورِ قلب میں کوئی نقص پیدا نہ ہوتا ہو۔

تحقیق۔ رضامندیٔ حق اور دیدارِ حق دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کا قصد دوسرے کا بھی قصد ہے۔ لہٰذا وہ تصور خلافِ حضورِ قلب نہیں۔ (النور۔ شعبان ۱۳۵۷ھ)

خداوند تعالیٰ خالق و مالک ہے جنّت و دوزخ کا برابر ہونا مبارک ہے مگر ارفع یہ ہے کہ دعائے جنّت ہو۔ دوزخ سے تعوّذ ہو۔

حال یکے از مجازین کچھ دنوں سے میرے دل میں یہ خیال آیا کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ اگر تجھ کو جہنم میں بھیجدیں تو کیا ہو تو اس کا جواب ذہن میں یہ آتا ہے کہ خدا تعالیٰ خالق و مالک ہیں وہ جنت و دوزخ میں سے جہاں چاہیں اپنے بندہ کو بھیج دیں بندہ کے لئے سوائے سرِ تسلیم خم کرنے کے اور کوئی گنجائش نہیں میں یہ لکھنا بھول گیا کہ مجھ پر ہمیشہ رجاء کا غلبہ رہا ہے۔ خوفِ خداوندی عقلی تو مجھے ہے لیکن خوف

خشیت کا غلبہ نہیں ہوتا۔ کل جمعہ کی نماز میں امام سورہ رحمٰن پڑھ رہے تھے اور مجھ پر یہ کیفیت غالب تھی کہ خدا تعالیٰ تجھ کو جہنم میں بھیجیں تو کیا ہو اور دل میں تھا کہ وہ خالق و مالک ہیں مجھ کو چاہے جنت میں بھیجیں یا جہنم میں ہر حالت میں سرِ تسلیم خم ہے اور یہ بھی ذہن میں آیا کہ کیا مجھ کو حق تعالیٰ کو جہنم میں بھیجنا منظور رہے جو بار بار دل میں یہ خیال آتا ہے معلوم نہیں کیوں آنکھ سے نماز میں آنسو جاری ہو گئے اور اس شعر کا مضمون دل میں تھا ؎

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو جان شدہ مبتلائے تو ہرچہ کنی رضائے تو

پھر یہ خیال آیا کہ جب جنت کے تو قابل نہیں اگر جہنم میں بھیجنا حق تعالیٰ تجویز فرمائیں تو کیا ہے تو بندہ ہے تجویزِ حق کے سامنے سوائے سرِ تسلیم خم کر دینے کے اور گنجائش ہی کیا ہے۔ جہنم میں بھی طبقات ہیں تو تو اعلیٰ طبقاتِ جہنم کے بھی قابل نہیں درکِ اسفل یا اس سے بھی اسفل کوئی درجہ چاہیے۔ خیر نماز جمعہ کے بعد یہ کیفیت فرو ہو گئی۔ تہجد کے وقت جب آنکھ کھلی تو ذہن میں آیا کہ خدا تعالیٰ کو اختیار ہے جہاں چاہیں بھیجیں لیکن جنت میں بھیجنا رضا کے ساتھ ہے اور جہنم میں بھیجنے کے ساتھ رضائے الٰہی نہیں لیکن معاً ذہن میں آیا کہ جس کے لئے حق تعالیٰ جہنم تجویز کریں وہاں بھی رضائے الٰہی کا تعلق ہے بایں معنی کہ خدا تعالیٰ کو ایسے شخص کا جہنم میں جلانا ہی پسند ہے جیسے اہلِ جنت کو آرام پہنچانا ہی پسند ہے لہٰذا جو شے تجویز کردہِ حق اور پسندیدۂ حق ہو اس کے لئے سرِ تسلیم خم ہی ہونا چاہیے بندہ کو تکلیف ہو یا راحت اس مصرع کا مضمون ذہن میں حاضر تھا

ع فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب

بایں معنی کہ جنت اور دوزخ میں سے جہاں بھیجنا پسند ہو بندہ کا سرِ تسلیم خم ہے۔ عقلی طور پر دوزخ سے خوف بھی ہے اور اس کے تحمل کی طاقت بھی نہیں۔ لیکن دل میں یہی خیال آتا ہے معلوم نہیں میری یہ حالت کیسی ہے۔ دستگیری فرمائیں اور اصلاح کریں۔

تحقیق:۔ مبارک مبارک۔ یہ حال رفیع اکابر کا بھی ہوا ہے کما قال السعدیؒ ؎

کسے پیش شوریدہ حالے نوشت کہ دوزخ تمنا کنی یا بہشت

بگفتا مپرس از من ایں ماجرا پسندیدم آنچہ او پسند د مرا

مگر اس حالِ رفیع سے ایک مقام ارفع ہے یعنی سوال جنت و تعوذ من النار۔ الله تعالےٰ

اس کی طرف ترقی بخشے۔ حال میں تو رضائے حق بجہنم فرضی و معلق ہے اور مقام میں عدم رضائے حق بجہنم واقعی و محقق ہے جو نصوص کا منطوق ہے لہذا یہ ارفع ہے

(النور۔ شعبان ۱۳۵۷ھ)

موت سے خوف در اصل حق تعالیٰ سے خوف ہے

حال۔ ایک امر ناگزیر جس سے بالکل مفر نہیں یعنی موت۔ اس کے ہول سے دل لرزتا ہے جب خیال کرتا ہوں۔ کیا کروں۔

تحقیق۔ مومن کا موت سے خوف کرنا درحقیقت حق تعالیٰ سے خوف کرنا ہے کیونکہ مومن کو اگر یہ اطمینان ہو جاتا کہ موت کے بعد نجات ہو جاوے گی تو یقیناً موت سے ذرہ تو حش نہ ہوتا پس یہ خوف احتمالِ عقوبت سے ہے اس لئے محمود و مطلوب ہے۔ البتہ اگر وہبی طور پر اس خوف پر شوق طبعی غالب ہو جاوے خواہ حالتِ حیات میں خواہ قریب موت۔ تو پھر خوف نہیں رہتا مگر یہ حالت نہ مامور بہ ہے نہ اختیاری ہے نہ لازم ہے۔ لہذا اس کا فقدان موجب قلق نہ ہونا چاہیئے۔

(النور۔ رمضان ۱۳۵۷ھ)

تعلیم و اصلاح کا حاصل تدبیر معالجہ ہے اور دو معالجے جمع نہیں ہو سکتے

تمہید۔ ایک فاضل صالح ایک شیخ سے بیعت ہیں مگر کچھ اسباب اتفاقیہ سے اپنی اصلاح کا تعلق خانقاہ امدادیہ سے رکھتے ہیں اُن کو غالباً اس باب میں کچھ خلجان ہُوا ہو گا اس لئے انہوں نے ذیل کا استفسار کیا جو مع جواب منقول ہے۔

استفسار۔ دوسری بات جس کے لئے بارہا حضرت کی خدمت میں عرض کرنے کا ارادہ کیا لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیونکر عرض کروں اور عرض کرنا میرے سے مناسب بھی ہے یا نہیں۔ اب یہ سوچتا ہوں کہ اگر نامناسب ہُوا تو حضرت خود ہی اس کا بھی فیصلہ فرما دیں گے۔ ورنہ مجھ کو تو طمینان کی صورت حضرت ہی کے ارشاد میں نظر آتی ہے جہاں تک نفس عقیدت کا تعلق ہے۔ الحمد للہ کہ حضرت

مرشد محترم مدظلہم العالی اور حضرت والا دونوں کے ساتھ اپنی اپنی جگہ کمی نہیں پاتا بلکہ یوماً فیوماً اضافہ ہی ہے اور عقیدت بھی بحمد اللہ محبت کے ساتھ لیکن تعلیم و اصلاح کے معاملہ میں بالکل فیصلہ نہیں کرسکتا۔ کہ کیا حدود اس طریق کے آداب کی رُو سے قائم رکھوں اور اس کے لیئے جی چاہتا ہے کہ اگر حضرت کی اجازت ہو تو ایک مرتبہ کھل کر عرض کروں لہٰذا جیسا ارشاد ہو۔

جواب۔ میں کچھ اجمالاً عرض کردوں اگر پھر بھی ضرورت رہے کھل کر لکھ دیجیے اور کافی ہو جائے تو کیوں تکلیف کی جائے۔ تعلیم و اصلاح کا حاصل تدبیر و معالجہ ہے اور دو معالجے جمع نہیں ہوسکتے۔ جیسے بہ یک وقت دو طبیبوں کو حالات کی اطلاع اور دونوں کی رایوں کا اتباع بجز تشویش کے اور کیا ہوگا بلکہ واقع میں ایک کا بھی اتباع نہ ہوگا کیونکہ اگر رائے میں اختلاف ہو گیا تو مریض کو خود ترجیح دینا پڑے گی تو وہ اپنا اتباع ہوا جس سے طبیب کی طرف رجوع کرنا ہی بیکار ہوا پس تدبیر تو ایک ہی معالج کی کام میں لائی جاوے گی۔ باقی دوسرے طبیب سے کیا معاملہ ہوگا سو اگر دوسرا طبیب محض مادی طبیب ہو تو بیشک وہ معطل سمجھا جاوے گا لیکن اگر وہ روحانی طبیب اور بابرکت ہو تو اس سے توجہ اور دُعا کی درخواست اور برکاتِ صحبت کا کام لیا جاوے گا اگرچہ صحبت محدود ہی ہو مگر توجہ و دعا تو محدود نہیں۔ البتہ ایک اشکال احیاناً پیش آنا محتمل ہے وہ یہ کہ بدوں رجوع ہی ازخود دوسرے طبیب کی کوئی رائے معالج کے خلاف معلوم ہو یا غیر طریق میں کوئی اختلاف معلوم ہو اس کا حل یہ ہے کہ اس اختلاف کو اجتہادی سمجھا جائیگا تاکہ کسی سے سوءِ ظن نہ ہو اور عمل معالج ہی کی رائے پر کیا جاوے گا۔

اِن ہی فاضل صالح کا دوسرا خط مع جواب

حال۔ جواب والا نے الحمد للہ سب گرہیں کھولدیں اور اب اصولاً کچھ کھل کر عرض کرنے کی ضرورت نہیں رہی

تحقیق۔ ھنیئاً لکم العلم

حال۔ صرف دو باتوں کے متعلق اور اطمینان حاصل کرنا ہے۔ جیسا حضرت نے تحریر فرمایا دو معالجے جمع نہیں ہوسکتے۔ میں معالجہ حضرت والا سے چاہتا ہوں۔

تحقیق۔ مجھ کو کیا عذر ہے اگرچہ اہلیت کا فاقد ہوں مگر کیا عجب کہ خدمت ہی کی برکت سے

اہلیت عطا ہو جاوے

حال۔ جہاں تک اپنی کمزوریوں کا اندازہ کرتا ہوں ان کی رعایت حضرت ہی کے طریق میں پاتا ہوں۔

تحقیق۔ یہ سب حسنِ ظن ہے۔ رزقنا اللہ وایاکم برکاتہٗ

حال۔ اور حضرت مرشد محترم کے طریق کی اتباع کی طاقت نہیں پاتا۔

تحقیق۔ ممکن ہے تدریجاً ہو جاوے جب مرضی ہو رائے بدلنے میں ذرا تلعثم نہ فرمایا جاوے۔

حال۔ اور الحمدللہ جیسا حضرت نے تحریر فرمایا دونوں طریقوں کے فرق و اختلاف کو اجتہادی یقین کرتا ہوں اسی لئے کسی سے عقیدت میں کوئی کمی نہیں پاتا۔

تحقیق۔ اسلم اور احوط و انفع طریقہ یہی ہے البتہ اگر کسی کا شیخ متبع سنت نہ ہو تو اھجرھم ھجراً جمیلاً پر عمل ہو گا یعنی تعلق ترک کر دیں اور دل آزاری نہ کریں۔

حال۔ البتہ اتنا وسوسہ ابھی باقی ہے کہ مرشد کے ہوتے ہوئے ایسی صورت میں غیر مرشد سے معالجہ کی درخواست اس راہ کے آداب کے خلاف تو نہیں۔

تحقیق۔ بلا عذر خلاف ہے اور عذر میں صرف اجازت ہی نہیں بلکہ لزوم ہے کیونکہ اصل مطلوب مقصود ہے طرق مقصود نہیں۔

حال۔ نیز مرشد سے اس کی اجازت یا اس کی اطلاع تو ضروری نہیں۔

تحقیق۔ فی نفسہٖ ضروری نہیں۔

حال۔ ثانیاً اگر مرشد کو خود سے اطلاع دینا یا اجازت حاصل کرنا ضروری نہ ہو لیکن کسی اور طرح اس کو اطلاع ہو جائے تو ناراضگی یا گرانی کا احتمال ہو سکتا ہے جو غالباً اس تعلق کے لئے مضر ہو۔

تحقیق۔ ناخوشی یا گرانی کا تحقق تو خود صاحب طبیعت ہی کو معلوم ہو سکتا ہے لیکن مضرت فی نفسہٖ بالکل نہیں۔ باقی اس عارض سے تأثر طبعی مسترشد کا اور اس کا تحمل یا عدم تحمل یہ بھی صاحب طبیعت کو معلوم ہو سکتا ہے مگر مسئلہ فن کا یہی ہے کہ شیخ کامل ناخوش نہیں ہوتا اور اگر نزاکت طبیعت و نازِ خصوصیت سے طبعاً کچھ اثر بھی ہو تو شیخ کا فرض ہے کہ طالب سے بے تکلف ظاہر کر کے خود تربیت کرے اور اگر ایسا نہ کیا تو طالب کا ذرہ برابر ضرر نہیں۔

حال۔ یہ بھی عرض کر دینا مناسب ہو گا کہ خود میری ہمت اجازت و اطلاع کی نہیں ہوتی لیکن

اگر ضروری ہوا یا حضرت نے مناسب خیال فرمایا تو انشاء اللہ حسب ارشاد عمل ہوگا۔
تحقیق ۔ اوپر مفصلاً عرض کر دیا اور کوئی تکلف نہیں کیا اور کوئی رعایت نہیں کی۔ نہ اپنی نہ آپ کی نہ مرشد صاحب کی۔ اب صرف اس کا موقع ہے استفت قلبک۔ فقط والسلام

(النور۔ رمضان ۱۳۵۶ھ)

شبیہ کا استحضار حالت مطلوبہ نہیں بوجہ سنت میں منقول نہ ہونے کے

حال ۔ کچھ عرصہ سے حضرت والا کی شبیہ کا استحضار جو قریباً ہر وقت رہتا تھا۔ اس میں بہت کمی پاتا ہوں۔ خصوصاً ورد اللہ اللہ کے وقت اور نماز وغیرہ میں قصداً کرنے سے بھی نہیں ہوتا۔ گو بحمد اللہ حضور سلمہ کی محبت ویسی ہی قائم بلکہ مزید ترقی نصیب۔ لہٰذا پریشان ہوں اور تسلی فرمائی جاوے۔
تحقیق ۔ حالت مطلوبہ یہی ہے جو اب پیدا ہوئی بوجہ موافقت سنت کے اور شبیہ کا استحضار حالت مطلوبہ نہ تھی بوجہ سنت میں منقول نہ ہونے کے الحمد للہ اُس سے نجات ہوئی۔

(النور۔ رمضان ۱۳۵۷ھ)

اگر ادائے سنّت پر دھیان رہے تو نیّت ماضیہ رہے گی۔

حال ۔ فعل سنّت اگر عادت میں داخل ہو جاوے اور وقت ادا پر ادائے سنّت کا دھیان (یعنی اس کی نیت) نہ ہو تو ثواب ادائے سنّت کا ہوگا یا نہیں۔
تحقیق ۔ ہوگا۔ وہی نیت ماضیہ ممتد رہے گی جب تک اُس کا مضاد واقع نہ ہو۔

(النور۔ ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ)

خفیف فکر پر وعدۂ اجر ہے۔ گو لُطف نہ رہے

حال ۔ ناکارہ غلام ببرکت توجہات آن حضرت بفضلہ تعالیٰ بعافیت ہے مگر مشاغل و افکار کے

ہجوم میں حیران و پریشان اور متشتّت الحال والبال۔ دن بھر دنیا کے دھندوں میں گرفتار اور رات کو تھک کر خواب غفلت میں کوئی مخلص نظر نہیں آتا کہ ہجوم مشاغل میں تخفیف ہو کہ کچھ کام آخر کے لئے بھی کر سکوں۔ جب تخفیف کا قصد کرتا ہوں اور اس کی کوئی تدبیر کرتا ہوں اور زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اس مرتبہ پختہ عزم کیا تھا کہ طویل رخصت لے کر گھر کا کچھ انتظام کر کے آستانہ عالیہ پر رہوں۔ مگر ہنوز نہ کوئی انتظام ہو سکا اور نہ قریبی زمانہ میں ہوتا نظر آتا ہے۔ مخدومی یہ ناکارہ غلام بہت ہی محتاجِ دعا و توجّہ ہے۔

تحقیق ۔ دعا سے کیا عذر ہے مگر طلب دعا کے علاوہ یہ بھی وظیفہ عبودیت ہی ہے کہ ؎

چونکہ بر میخت بہ بند دبستہ باش ۔ چوں کشاید چابک و برجستہ باش

کیا احادیث میں خفیف خفیف فکر و تشویش پر وعدۂ اجر نہیں ایسی تشویش منقص لُطف تو بیشک ہے مگر منقص اجر تو نہیں۔ اب خود فیصلہ کر لیجئے کہ مقصود اعظم اجر ہے یا لُطف

(النور۔ ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ)

یہ اعتقاد کہ میرے پاس کچھ عمل نہیں۔ یہ بھی عمل ہے۔

حال ۔ تقریباً ساٹھ سال کی میری عمر آگئی لیکن کوئی عمل بجز آپ کے تعلق کے میرے پاس نہیں۔

تحقیق ۔ یہ اعتقاد کہ میرے پاس کوئی عمل نہیں کیا تھوڑا عمل ہے۔

حال ۔ اللہ تعالیٰ سے امید بخشش کی رکھتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ غفور رحیم ہیں ستار العیوب ہیں۔

تحقیق ۔ یہ دوسرا عمل ہے۔

حال :۔ الحمد للہ آنحضرت کے کرم اور فیض و برکت سے میرا قلب روشن ہے۔ بھلائی اور برائی کی امتیاز ہو جاتی ہے۔ علم اور سمجھ تو ہے مگر عمل نہیں۔

تحقیق ۔ علم اور سمجھ کا درجہ بعض وجوہ سے عمل سے بھی زیادہ ہے

حال ۔ خدارا وہ طریقہ بتا دیجئے جو توفیق عمل ہو۔

تحقیق ۔ قصد اور دُعا۔

(النور۔ محرم ۱۳۵۸ھ)

معصیت سے نفرت اور حسنات پر دوام نہ رہنے کے لئے تین علاج۔ ۱ معاصی سے بچنے کا اہتمام ۲ کوتاہی پر ابتہال و استغفار ۳ جرمانہ

حال۔ السلام علیکم از کمترین ...... خدمتِ عالی میں دست بستہ التماس ہے کہ میں کل سے یہاں حاضر خدمت اقدس ہوا ہوں مگر بفضلہ تعالیٰ حضرت کی برکت سے یہ حالت ہے ؎

شکر للہ حالِ من ہر لحظہ نکوتر شدہ است
شیخ شیخاں شیخ اشرف چوں رہبر شدہ است

بفضلہ تعالیٰ ہر لمحہ سکون اور جمعیت قلب کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ طاعت کی طرف رغبت، معصیت سے نفرت، امراضِ باطنی مضمحل ہیں یہاں سے جانے کو دل نہیں چاہتا۔ دعا فرمادیں۔ حق تعالیٰ مجھے بھی اپنے بندوں میں شامل فرمانے اور اعمال صالحہ پر استدامت اور استقامت حاصل ہو

(۱) دیگر عرض یہ ہے کہ بندہ کے اندر بہت سے امراضِ باطنی ہیں لیکن افسوس کہ میں نے کبھی ان کا حضور سے باقاعدہ علاج نہیں کرایا۔ اب اللہ کے بھروسہ پر بسم اللہ کر کے تبرکاً خانقاہ شریف سے شروع کرتا ہوں۔ امراض تو بہت ہیں مگر ان کے ورود کا عجیب طریقہ ہے۔ کچھ دنوں تو یہ کیفیت رہتی ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مرض نہیں۔ شوق الی اللہ کا غلبہ۔ عبادت کی طرف رغبت معصیت سے نفرت ہوتی ہے۔ ذکر اذکار سے دلچسپی۔ مگر جہاں کیفیت رخصت ہوئی تو بس بندہ ہوا و ہوس کا تابع ہوا حالانکہ ایسا نہ ہونا چاہیئے۔ اصل میں عمل کا وقت تو یہی زمانہ ہوتا ہے۔ مجھے بہ تکلف اختیار کو عمل میں لانا چاہیئے مگر آج تک پوری قوت کیساتھ مدافعت نہیں کی۔ مجھے نہایت ندامت سے لکھنا پڑتا ہے کہ حضور کا خادم کہلا کر مجھ میں مندرجہ ذیل امراض بھی ہیں (۱) زیادہ بولنا (۲) کبھی کبھی بدنظری کا ارتکاب۔ لیکن عجیب معاملہ ہے۔ اکثر تو بڑے سے بڑا واقعہ پیش آجانے پر التفات نہیں ہوتا لیکن کبھی معمولی واقعہ پیش آجانے پر التفات ہوجاتا ہے لیکن اکثر تجربہ سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ایسا واقعہ اکثر طور پر اس وقت ہوتا ہے جب کسی قسم کی طبی شرکت بھی ہو۔ مثلاً معدہ کا خراب ہونا۔ قبض یا تبخیر ہونا کبھی کبھی اس کے علاوہ بھی۔ (۳) ایک مرض اختیاری اور ہے۔ یعنی عورت سے صحبت زیادہ کرتا ہوں اس کی وجہ یہ بھی ہے (میرے زعم فاسد کے مطابق) کہ میرے قلب کی ساخت اس قسم کی ہے، کہ

معمولی واقعہ کا اثر قلب پر زیادہ ہوتا ہے اور طبیعت میں نزاکت بلکہ آرام طلبی زیادہ ہے۔ جہاں کوئی خلافِ طبیعت واقعہ پیش آیا تمام جمعیت قلب برباد ہوجاتی ہے (طبیعت میں سخت اضطراب ہوجاتا ہے بلکہ دماغ ماؤف ہوجاتا ہے) تو عورت سے صحبت کرنے سے اس وقت نشاط اور رفعِ غم ہوجاتا ہے مگر تجربہ اور غور سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب نفس کا دھوکہ ہے کیونکہ گو اُس وقت میں سکون ہوجاتا ہے مگر آخر میں یہ مسبب بن جاتا ہے تعطّل اعمال کا۔ اور حالت یہ پہنچ گئی ہے کہ ذکر اذکار پابندی سے نہیں کرتا۔ صبح کی جماعت سے اکثر غیر حاضری ہوجاتی ہے۔ جہاں تک میں نے غور کیا اپنے ناقص فہم کے مطابق علّت سب امراض کی مشترک نظر آئی۔ ایک تو غیر اختیاری یعنی قلب جلد متاثر ہوجاتا ہے۔ دوسرے اختیاری یعنی اختیارات کو پورے طور پر استعمال نہیں کرتا اور پوری شدومد کے ساتھ بہ جبر اور متواتر اس کی مدافعت نہیں کرتا۔ تھوڑی سی مخالفت کرتا ہوں مگر آخر میں مغلوب ہوجاتا ہوں۔ سو اس کا حل تو یہی ہونا چاہیئے کہ ایک چیز پر پوری توجہ دی جائے۔ سو میری عقلِ ناقص تو پوری طرح اس کا فیصلہ نہیں کرسکتی۔ کہ کس مرض کو علاج کے لئے مقدّم کروں۔ اپنے ناقص گمان کے مطابق تو سب سے پہلے گھر سے معاملہ شروع ہوجانا چاہیئے۔ کہ پہلے عورت کی صحبت سے شروع ہو۔ سو حضور سے استدعا ہے کہ جناب والا بھی اس کو اگر مقدم سمجھیں تو پھر اس کا علاج شروع کردے ورنہ جسے حضور مقدّم سمجھیں اس پر عمل شروع کیا جاوے چونکہ مرض اختیاری ہے تو علاج بھی اس کا اختیاری ہوگا۔ تو میرے خیال کے مطابق جو علاج سمجھ میں آیا ہے وہ عرض کرتا ہوں کہ ایک مدت تک کے لئے یکدم صحبت ترک کردوں کم از کم ایک چلّہ اور اس کے بعد ہفتہ میں ایک دن اس کے لئے مقرر کرلیا جاوے وہ بھی اس شرط پر کہ اگر اس روز غلبہ شدید ہو تو اختیار کرلیا جاوے ورنہ اُس روز بھی ترک کیا جاوے نیز گذارش ہے کہ اس علاج کے خلاف جو کبھی قصور ہو یعنی خلاف ہوجاوے تو نفس پر نفلوں کا جرمانہ کروں یا پیسوں کا۔ جہاں تک مجھے اپنی طبیعت کا پتہ ہے چونکہ میری طبیعت آرام طلب ہے اس لئے نفلوں کا جرمانہ بہ نسبت پیسہ کے گراں ہے۔ شاید میرے نفس کا یہ بھی دھوکا نہ ہو اس لئے جو حضور والا مناسب سمجھیں اس کو جاری کیا جاوے۔ مجھے معلوم ہے کہ بہ حیثیت معالج کے سہولت کی تدبیریں بتلانا حضور والا کے ذمہ نہیں مگر تبرعاً حضور والا (میری کمزوری طبیعت پر نظر فرماکر) اس سے بھی دریغ نہ فرمائیں گے۔ باقی مناسب تو وہی ہے جو حضور والا سمجھیں۔ آخر میں نہایت

عاجزی کے ساتھ دست بستہ درخواست کرتا ہوں کہ للّٰہ میری حالتِ زار پر رحم فرما کر میرے لیئے دُعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ مجھے معالجات پر استقلال اور ہمّت کے ساتھ اور استقامت کے ساتھ عمل کی توفیق ہو کیونکہ میں حضورِ والا کی سب سے زیادہ توجہ کا مستحق ہُوں کیونکہ حضورِ والا ملاحظہ فرماسکتے ہیں کہ حضور کا خادم ہو کر کس قدر بدکار و بے عمل ہُوں۔ مجھے نہایت ندامت ہے کہ حضور والا میرے ساتھ اس قدر کرم کا معاملہ فرمارہے ہیں حالانکہ میں اس لائق ہوں کہ مار کر مجھے خانقاہ سے باہر نکال دیا جائے۔ حضورِ والا کے کرم کے بھروسہ جو کچھ واہی تباہی دل میں تھا بغرض اصلاح لکھ دیا ہے اُمید ہے کہ حضورِ والا جہاں مجھ سے لکھنے میں زیادتی یا بے ادبی ہوگئی ہوگی معاف فرما کر درگذر فرمادیں گے۔

تحقیق۔ یا تو اصول معلوم نہیں یا باوجود معلوم ہونے کے عمل میں ہمت نہیں یا ذہول ہو جاتا ہے۔ حاصل ان اصول کا صرف تین چیزیں ہیں۔ ایک کل معاصی سے بلا ترتیب بچنے کا اہتمام اور اس کا استحضار۔ گو بچنے میں کلفت ہو اور گو بچنے میں لذت نہ ہو جیسے کیفیت کے غلبہ میں بچنے میں لذّت بھی ہوتی ہے اور وہی لذّت سہولت کا سبب ہو جاتی ہے۔ دوسرے اگر ذہول سے یا کم ہمتی سے اس میں کوتاہی ہو جاوے تو نہایت ابتہال کے ساتھ استغفار اور جس قدر زیادہ وقت میسّر ہو اس میں اشتغال۔ تیسرے اولیاء کی حکایات و تذکرہ کا التزام۔ باقی جرمانہ وغیرہ یہ اپنی طبیعت کی حالت کا تجربہ کر کے جس وقت جو مناسب ہو اس کو اختیار کیا جاوے اس کے لئے کسی ضابطہ کی ضرورت نہیں۔ باقی ان سب سے زیادہ حق تعالےٰ سے دُعائے توفیق و حفاظت۔ اگر التزام سے ان امور سے عمل ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ پھر صلاح و فلاح ہی ہے میں بھی دُعا کرتا ہوں۔

(النور۔ صفر ۱۳۵۸ھ)

امور اختیاریہ کا علاج استعمالِ ہمّت ہے

حال۔ مولانا و مخدومنا سلام و نیاز۔ میں چھ برس سے مختلف قسم کی بیماریوں اور پریشانیوں میں مُبتلا ہوں۔ علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بیماریوں کا سبب کثرتِ معاصی ہے۔ غلط کاری اور گناہ نے میری حالت تباہ کردی۔ خداوند قدوس سے

ہدایت چاہتا ہوں لیکن ہدایت نہیں ملتی۔ چھ برس پہلے میں سلسلہ قادریہ میں مرید بھی ہوا لیکن پیر کی بدکرداری سے بیزار ہو کر بیعت توڑ دی اور اس کے بعد میں خود بھی انہیں گناہوں میں ملوّث ہو گیا اب نماز روزہ کا بھی پابند نہیں ہوں۔ ایمان صحیح ہے لیکن عمل سے دُور ہوں۔ یہ بھی تندرستی نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ آپ خداوند عالم سے میرے لئے دُعائے خیر کیجئے اور خدا ہی کے لئے کیجئے یا میرے لئے کوئی تجویز بتا دیجئے تاکہ مصائب سے چھٹکارا ہو۔ میں گناہ کو گناہ سمجھتا ہوں توبہ و استغفار پڑھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ معاصی سے چھٹکارا ہو لیکن کوئی تدبیر کامیاب نہیں ہوتی۔

تحقیق۔ ایسی کوئی تجویز مجھ کو کیا کسی کو بھی معلوم نہیں کہ افعال اختیاریہ بدون استعمال اختیار کے صادر ہونے لگیں۔ یہ تو تجویز و تدبیر کا جواب ہے۔ باقی شاید تصور کے مؤثر ہونے کا وسوسہ ہو تو اوّل تو مجھ کو اس میں بھی کلام ہے لیکن اگر وہ کلام مسلّم نہ ہو تو یہ تو واجب التسلیم ہے کہ میں اس کمال سے معرّا ہوں۔ (النور صفر ۱۳۵۸ھ)

نماز و ذکر میں ہجوم خیالات غیر اختیاری ہیں

حال (کچھ حالات لکھنے کے بعد) البتہ دو چیزیں ایسی ہیں۔ کہ ان میں ابھی تک معمولی کامیابی بھی معلوم نہیں ہوتی۔ نماز اور ذکر کے وقت خیالات کا بہت ہجوم رہتا ہے اس کے لئے دُعا فرما دیں میں بہت تنگ ہوں

تحقیق۔ قال علیہ السلام۔ من شاق شاق اللہ علیہ وقال العارف الشیرازی فی ترجمتہ

؎ گفت آسان گیر بر خود کارہا کز روئے طبع ۔۔۔ سخت میگیرد جہاں بر مردمان سخت کوش

اپنے ہاتھوں تنگی میں پڑنے کا علاج کس کے پاس ہے کیا اس ہجوم کے ازالہ کا عبد مکلف ہے۔ اور کس دلیل سے۔ قرآن مجید سے زیادہ کس کا فیصلہ ہوگا۔ مقبولین کے کمال اور فضیلت میں یہ ارشاد ہوا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا۔ یہ نہیں فرمایا لا یمسھم طٰئف من الشیطان پھر اِذَا کے ساتھ فرمایا ہے جس سے اس مس کا تیقن وقوع معلوم ہوتا ہے جب متقی اس سے خالی نہیں چہ جائے غیر متقین کا مثالنا۔ البتہ ایسے حالت میں تذکر مامور بہ ہے جس کا مفہوم بہت عام ہے اور اختیار میں ہے اب کیا سوال رہا۔ فقط۔ (النور۔ صفر ۱۳۵۸ھ)

خوف اور احتیاط حد سے متجاوز مذموم ہے

حال - آجکل بندہ بہت پریشان ہے۔ جب سے یہ حدیث شریف بخاری میں نظر سے گذری اِن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قال یصلون لکم فان اصابوا فلکم وان اخطأوا فلکم وعلیھم۔ جب نماز پڑھنے لگتا ہوں اور یہ حدیث یاد آتی ہے وان اخطأوا فلکم وعلیھم عقابھا تو بیحد پریشانی ہوتی ہے۔ میں بھی غلطی کرنے والوں میں سے ہوں اور میرے پیچھے جمعہ وعیدین میں ہزاروں آدمیوں نے نماز پڑھی ان کا عقاب بھی میرے سر پر ہوگا۔ یہ خیال آنے کے وقت گریہ وخوف ہوجاتا ہے کبھی کبھی گریہ کی وجہ سے آواز بھی نکل جاتی ہے اور آنسو ہر وقت جاری رہتا ہے اور خوف کی وجہ سے دو دن سے امامت نہیں کرسکتا اور دو دن سے کھانا بھی خوف کی وجہ سے نہیں کھا رہا ہوں۔ بھوک نہیں لگتی ہے۔ جیسا آپ کا حکم ہو اُس پر فدوی عمل کرے۔

تحقیق - خوف اور احتیاط کی بھی حد ہوتی ہے۔ غلو اس میں بھی مذموم ہے جو سلف صالحین امامت کرتے تھے کیا وہ اپنے کو امامت کا اہل سمجھتے تھے۔ اس کا تو گمان بھی نہیں مگر پھر بھی حکم شرعی سمجھ کر نہیں چھوڑا۔ اور اپنی کوتاہی پر استغفار کرتے رہے بس یہی طریقہ ہم لوگوں کو اختیار کرنا چاہئیے اگر اس کے بعد بھی خوف رہے وہ نعمت ہے اور اگر اس درجہ کا نہ رہے وہ بھی نعمت ہے کیونکہ یہ احوال ہیں اور غیر اختیاری اور ایسی چیزیں سب خیر ہیں۔

ع در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست

(النور۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۸ھ)

قوت بیانیہ کا بند ہوتا جب معصیت نہ ہو تو مضر نہیں۔

حال - مجھ میں آجکل ایک نئی حالت یہ نظر آرہی ہے کہ قوت بیانیہ پہلے سے بہت تنگ ہوگئی ہے بعض اوقات تو آسان آسان امور ذہن میں نہیں آتے ذہن بند معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات عنوانات بیانیہ سے زبان قاصر ہوجاتی ہے۔ معلوم نہیں اس کی وجہ شامت بداعمالی

ہے یا ضعفِ حافظہ یا کچھ اور۔ بہر صورت ایسی حالت میں میرے لئے جو ہدایت مفید ہو ارشاد فرمادی جاوے۔

تحقیق۔ جب کوئی احتمال مضر نہیں تو فکر تعیین عبث۔ باقی دعا و استغفار ہر حال میں نافع ہے۔

(النور ربیع الاول ۱۳۵۸ھ)

تفویض عقلی مطلوب ہے

حال۔ جواب والا نے سعادت بخشی تھی مسئلہ تفویض کے بارہ میں الحمد للہ کہ حضرت کے ارشادات سے یہ بالکل سمجھ میں آگیا کہ مطلوب تفویض عقلی ہے خواہ اس سے طبعی قرار نہ بھی نصیب ہو بلکہ طبعی قرار و تسلی کی صورت میں واقعی اخلاص کی کمی کا شبہ ہو سکتا ہے۔

تحقیق۔ لیکن خواہ مخواہ شبہ بھی نہ کیا جاوے۔ اگر اللہ تعالیٰ طبعی قرار بھی عطا فرماوے تو اس کو مستقل نعمت سمجھ کر اُس پر شکر کیا جاوے اور یہ توفیق شکر علامت اخلاص کی بھی ہوگی اور بفرضِ محال اگر اس میں کمی بھی ہوگی تو اس شکر سے اس کی کمی کی تلافی بھی ہو جاوے گی اس کلیہ کے تحت میں ان الحسنات یذھبن السیئات۔

حال۔ لیکن حضرت عقلی تفویض کیا ذہنی تجویز سازیوں اور ان کے لئے عملی دوا دوش کے ساتھ بھی جمع ہو سکتی ہے؟

تحقیق۔ ہو سکتی ہے ۲ دو شرط سے ایک وہ تجویزیں مشروع ہوں دوسرے اگر وہ تجویزیں ناکام ہوں تو اعتقاداً اُس ناکامی کو خیر سمجھے گو اس کے ساتھ غیر اختیاری ضیق بھی ہو وہ اس کے منافی نہیں حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اس غیر اختیاری ضیق کو ثابت فرمایا ہے ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون (حجر) اور اختیاری ضیق سے نہی فرمائی ہے ولا تک فی ضیق مما یمکرون (نحل) اور اس سے حضور اقدس سے اختیاری ضیق کے وقوع کا توہم نہ کیا جاوے کیونکہ نہی کا تعلق ماضی سے نہیں ہوتا مستقبل سے ہوتا ہے۔

کقول لقمان علیہ السلام لابنہٖ لا تشرک باللہِ۔

حال۔ مجھ کو اپنی نسبت تفویض سے محرومی کا جو یقین ہوتا ہے وہ اسی بنا پر۔ گو پہلے کی بہ نسبت

ذہنی تجویز سازی میں تو کچھ نمایاں کمی نہیں۔

تحقیق۔ اگر بالکل بھی کمی نہ ہو تب بھی مضر نہیں کما ذکرتُ آنفاً

حال۔ لیکن عملی دوڑ دھوپ میں کافی کمی پاتا ہوں مگر اس کا منشاء زیادہ تر کچھ کاہلی اور پست ہمتی معلوم ہوتی ہے

تحقیق۔ اوّل تو یہ احتمال متیقن نہیں لیکن اگر متیقن بھی ہو تب بھی رحمت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس سستی کی بدولت کسی معصیت سے بچالے مثلاً جُبن کی وجہ سے قتلِ ناحق سے بچالے کیا وہ رحمت نہیں۔ ہاں ایک کمال فطری کا نقص ضرور ہے۔ مگر عبد کو تو عبد بننا ہے نہ کہ کامل بننا۔

حال۔ البتہ ادھر بار بار خصوصاً حضرت کے اس والا نامہ کے بعد سے دل میں آرہا ہے کہ دماغی وساوس اور تجویز سازیوں پر اگر قابو نہیں چلتا تو نہ چلے ہاتھ پاؤں تو اپنے اختیار میں ہیں دماغ تجویزیں بناتا ہے مگر میں ان کے لئے ایک قدم بھی کیوں اٹھاؤں۔

تحقیق۔ یہ ترکیب ذہنی مؤید ہے میری تقریر کی۔ وللہ الحمد۔

حال۔ خصوصاً جب ظاہری طور پر بھی آتنا سامان ہے کہ ان شاء اللہ فاقہ نہ مجھ کو ہوگا نہ اہل و عیال کو۔ تین چار دن ہوئے اسی کو بہت دیر تک سوچتا رہا اور دل نے کہا کہ بس اسی وقت سے اس پر عمل شروع کر دوں مگر ساتھ ہی ایک خیال یہ آیا کہ اوّلاً تو میری ہمت اور ظرف سے یہ تہیہ بہت بلند ہے شاید ہی نباہ سکوں۔

تحقیق۔ اس کی کیا تخصیص ہے ہر عمل میں قدرت حقیقی پر نظر کر کے اپنی قدرت کا ناکافی ہونا مشاہد ہے۔ مگر یہی نظر قدرت حقیقی پر ہر عمل کی ہمت دلانے کے لئے بھی کافی ہے۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ قدرت حقیقی کی نسبت تمام مقدورات کے ساتھ یکساں ہے بس ان کی توفیق سے استعانت کر کے ہر عمل مطلوب کی ہمت کرنا چاہیئے اور تیسیر کا اُن ہی سے سوال کرنا چاہیئے اگر نباہ نہ ہوگا ندامت اور استغفار کر لیں گے اگر ایسے احتمالات مانع قرار دیئے جائیں تو کوئی عمل بھی نہیں ہو سکتا۔

حال۔ ثانیاً کیا حضور و صحابہ کا اسوہ ظاہری تدابیر کے اس طرح ترک کی طرف رہنمائی کرتا ہے

تحقیق۔ صحابہ تدابیر میں غلو تو نہ فرماتے تھے ورنہ قناعت کے نصوص پر ان کا کیسے عمل ہوتا اور

ضرورت میں غلو کا حکم نہیں ہو سکتا۔

حال۔ پھر دوسرا خیال یہ آیا کہ تدبیر اور دوا دوش کو صرف دین کے کاموں تک محدود رکھا جاوے باقی دنیوی چیزوں کے لئے بس صرف انتظار زیادہ سے زیادہ کافی ہے کہ دیکھو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا راہ پیدا ہوتی ہے

تحقیق۔ یہی فیصلہ ہے مسئلہ کا میری بھی اُوپر کی تقریر میں یہی مراد ہے۔ صحابہؓ کے تدابیر میں غلو نہ فرمانے اور قناعت اختیار کرنے کی حکایت میں۔

حال۔ مثلاً ایک خیال یہ تھا کہ اگر کچھ دوا دوش و تدابیر سے کام لیا جائے تو وظیفہ کچھ زائد مل جا سکتا ہے مگر اب دل چاہتا ہے کہ بس جو کچھ بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے مل جائے اس پر کیوں نہ قناعت کروں

تحقیق۔ ایک درجہ اجمال فی الطلب کا ہے کہ اعتدال کے ساتھ جس میں نہ ذلت نہ زیادہ تعب۔ مصالح حالیہ یا استقبالیہ پر نظر کر کے سعی کی جاوے یہ نہ مذموم ہے نہ سلف کے خلاف اور ایک مبالغہ ہے جس میں محذورات مذکورہ ہوں یا دوسرے محذورات جیسے انہماک جس سے ضروریات دنیویہ یا دینیہ مختل ہونے لگیں غفلت کا غلبہ ہو جاوے۔ یہ اگر معصیت بھی نہ ہو مگر مفضی الی المعصیت یا سُنت سے بعید ضرور ہے۔

حال۔ یا اسی طرح جو کچھ سرمایہ پس انداز ہو گیا ہے اس کے لئے کچھ نہ کچھ سوچتا اور ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہوں کہ کسی ایسے کام میں لگایا جائے کہ کچھ مجھ کو بھی وظیفہ کے ساتھ وسعت کے ساتھ حاصل ہو جائے اور اہل و عیال کے بھی کام آسکے اب اس کی فکر و تدبیر سے کیوں نہ دست کش ہو کر زیادہ سے زیادہ اس کی راہ دیکھوں کہ ادھر سے کیا ہوتا ہے۔

تحقیق۔ انتظار مسبب الاسباب سے مستقل مطلوب ہے لیکن جب غرض تدبیر کی محمود ہو جیسا آپ نے ذکر کیا۔ اس کے لئے جاننے والوں سے مشورہ کرنا خود بھی کچھ کام کرنا۔ کام لینا قیود مذکورہ بالا کے ساتھ غلو نہیں ہے۔ تجارت کی ترغیب سُنت میں وارد ہے جس کا حاصل تنمو مال کی تدبیر ہے۔ (النور، ربیع الاول ۱۳۵۸ھ)

والدہ کے لئے طولِ حیات کی دُعا کرنا اجلِ مسمّٰی کے خلاف نہیں

حال۔ یہ کہ آجکل والدہ مدظلہا کی صحت اور اس کیساتھ طولِ حیات کی دُعا ہر نماز کے بعد مانگتا ہوں مگر کل پرسوں سے اس خیال کا غلبہ ہو رہا ہے کہ خواہ مخواہ اجلِ مسمّٰی کا قانون تڑوانے پر اتنا اصرار کیوں۔

تحقیق۔ یہ علت تو تمام حوائج کی دعا میں مشترک ہو سکتی ہے۔ ہر حادث کے حدوث اور اس کی بقاء کے لئے نصِ قطعی سے اجلِ مسمّٰی ہے تو کیا کوئی دُعا بھی نہ کی جائے یا اسی طرح اکل و شرب تمام تدابیر قوامِ بدن و نفس میں اجلِ مسمّٰی کی مزاحمت کا شبہ ہو سکتا ہے وامر ینقل عن احد العمل بمقتضاہ غرض سب دعائیں متساوی الاقدام ہیں جن کی حقیقت یہ ہے کہ ہم کو قدر کا علم نہیں اس لئے اپنے زعم میں جو مصلحت ہو اس کے مانگنے کی اجازت ہے۔ اگر قدر اس کے خلاف ہو گی اس پر راضی رہنے کا حکم ہے۔ رہا اصرار تو اس کا تو حکم ہے اِنَّ اللہَ یحب الملحین فی الدعاء اور اس کا راز یہ ہے کہ اس سے اپنا ضعف و عجز و احتیاج و انکسار ظاہر ہوتا ہے۔ جو عبدیت کا مقتضا ہے اور اسی لئے مطلوب ہے۔

حال۔ اسی طرح اور بہت سی چیزوں کے لئے دُعا مانگتا رہتا ہوں۔ خیال ہوتا ہے کہ سب چھوڑ کر بس زیادہ سے زیادہ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً پر قناعت کیا کروں۔

تحقیق۔ قرآن مجید میں جو دُعا وارد ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ اس اجمال پر اکتفا کیا جاوے ورنہ کتاب الدعوات میں جو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے طویل و عریض ادعیہ وارد ہیں کیا بیکار ہیں بلکہ ایک صیغہ دُعا کا یہ بھی ہے اور اس پر اکتفاء کرنا موہم ہے استغناء کو۔

حال۔ ہاں قبولِ دعاء کا خیال ترک کر کے اگر ان کو صرف عبادت جان کر کروں تو اس میں نہ مستعدی کی امید ہوتی ہے نہ اصرار کی۔

تحقیق۔ یہ زاہدوں کا رنگ ہے اور عارفین کا وہ طریق ہے جو اوپر عرض کیا گیا۔ اگر یہ رنگ مطلوب ہوتا تو دعاؤں میں حاجاتِ جزئیہ کا نام کیوں ہوتا۔

حال۔ آج دو ایک باتیں اور عرض کرنا چاہتا تھا لیکن ایک ہی بات نے عریضہ کو اتنا طویل کر دیا

تحقیق۔ پھر سہی۔
حال۔ اللہ تعالیٰ ہم جیسوں کی رہنمائی کے لئے حضرت کی صحت بھی قائم رکھے اور طویل حیات بخشے
تحقیق۔ رہروی کے لئے بھی۔ (النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ)

ماُمور کو تبلیغ کی اجازت ہے

حال۔ جناب والا کے اصول کے ماتحت یہاں کے اساتذہ کرام نے تبلیغ شروع فرمائی ہے۔ کل مجھ سے بعض اساتذہ نے فرمایا کہ تم بھی اب کی جمعہ کے لئے تیاری کر لو تاکہ جمعہ کو کسی مسجد میں بغرض تقریر و تبلیغ دیگر طلبہ کے ہمراہ بھیج دیا جاوے۔ احقر کیلئے اس انجمن میں شرکت مناسب ہے یا نہیں۔ وجہ تردد یہ ہے کہ اس سے لوگ بڑا سمجھنے لگتے ہیں۔ اور زمانہ قیام لکھنؤ میں معلوم ہوا کہ ایسا کام جس سے لوگ بڑا سمجھنے لگیں بغیر مصلح کی اجازت کے شروع نہ کرنا چاہیئے۔ لہٰذا حضرت والا کا جو ارشاد ہوگا اُس پر عمل کروں گا۔

تحقیق۔ جب اساتذہ کے ارشاد سے کوئی کام کیا جاوے یہ خود علامت ہے تابع ہونے کی جس مجمع میں اس کا علم نہ ہو ظاہر کر دیا جاوے۔ لہٰذا کچھ حرج نہیں اللہ تعالیٰ برکت فرماوے حدیث میں ہے لایقص الا امیر او مامور او مختال۔ پس مامور کو حدیث سے اجازت ہے، اور یہ صورت مامور ہونے کی ظاہر ہے۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ)

اضطراب میں یہ دُعا ہونا کہ عافیت عطا ہو یہ محض انعام الٰہی ہے

حال۔ حضرت والا خادم نے درد کی اضطراری حالت میں جب یہ دُعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے ابھی عافیت عطا فرما دیجئے اور جب مجھے اسی وقت عافیت نصیب ہوئی تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا ایسا اثر ہوا کہ میں نے جو لوگ اُس وقت موجود تھے اُن پر ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل فرما دیا اور میرا درد بالکل جاتا رہا اور دیر تک میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہا اور یہ شعر پڑھتا رہا۔ ؎

اے خدا قربان احسانت شوم الخ

اس طرح میں نے جو اپنا حال ظاہر کیا تو یہ میرے لئے معز تو نہیں۔

تحقیق۔ اس کے ساتھ ہی اگر اس کا بھی دل سے استحضار رہے اور زبان پر تکرار رہے کہ میں اس قابل نہیں محض انعام ہے تو پھر معز ہونے کا احتمال نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ بیان کے وقت یہ احتمال نہ ہو کہ سامع مجھ کو مقبول سمجھے گا ورنہ سکوت ضروری ہے۔ اسی طرح اس واقعہ کا بار بار ذکر کرنا پر خطر ہے

(النور۔ ربیع الاوّل ۱۳۶۲ھ)

شبہ تہجد کے قضا ہونے کا ہو تو بعد العشاء پڑھنا احوط ہے

حال۔ اس لئے مختصراً ایک مرتبہ اُلٹے سیدھے معمولات عرض خدمت ہیں۔ حضرت کی ترجیح و تنسیخ ہی جو کچھ بھی ہوگی انشاء اللہ کامل اطمینانِ قلب کا باعث ہوگی۔ تہجد کے بعد آدھ گھنٹہ ذکر کلمۂ طیّبہ بلا جہر و ضرب مگر بحرکت لسان۔ فجر کے بعد تلاوت۔ اس کے بعد دو رکعت اشراق اس کے بعد کوئی دو میل کی مشی۔ اس میں بھی با حرکت زبان کے ساتھ ذکر کلمۂ طیّبہ ہی رہتا ہے۔ چاشت کی بھی دو رکعت ادا کر لیتا ہوں مسجد میں وقت ہوتا ہے تو بالعموم پہلے پڑھ لیتا ہوں اور عصر سے قبل چار رکعت بالعموم۔ عصر ہی کے وقت حزب البحر کا بھی معمول ہے۔ والد مرحوم نے بلا درخواست اجازت عطا فرمائی تھی اور تاکید فرما دی تھی۔ مغرب کے بعد چار رکعت نفل۔ وتر بجائے عشاء کے تہجد کے ساتھ زیادہ تر پڑھتا ہوں۔ علالت وغیرہ کسی عارضی سبب سے اگر تہجد کے وقت اٹھنے میں شبہ ہوتا ہے تو عشاء کے ساتھ ہی وتر پڑھ لیتا ہوں۔ اور کبھی کبھی چار رکعت تہجد کی بھی اُسی وقت۔ باقی چار اگر تہجد کے وقت نہ اُٹھا تو اشراق کے ساتھ پوری کر لیتا ہوں کہ آٹھ رکعت کی تعداد بہر حال ہو جائے۔

تحقیق۔ شبہ کی حالت میں سب رکعات تہجد عشاء ہی کے ساتھ پڑھ لینا احوط ہے اگر ہمت ہوئی تو دو یا چار رکعت آخر شب میں ورنہ ختم۔

حال۔ تہجد کے بعد کلمہ طیبہ کا ذکر شروع کرنے سے قبل ایک ایک تسبیح "یا حی یا قیوم برحمتک استغیث،، اور "اللہ حاضری و ناظری ومعی" کی پڑھتا ہوں۔ اور پھر فجر سے پہلے ہی پہلے بالعموم ایک ایک تسبیح استغفر اللہ الذی لا الٰہ الّا ھو لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کلِّ

شیءٍ قدیر۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ اور" اللّٰھم صل علی محمّد والہٖ واصحابہٖ بعدد کُلِ شیءٍ معلوم لک" اور لاحول ولا قوۃ اِلّا باللہ کی۔ چند دن سے ہر نماز کے بعد پانچوں وقت سبحان اللہ۔ الحمد للہ اور اللہ اکبر حسب ترتیب ۳۳، ۳۳ اور ۳۴ بار پڑھ لیتا ہوں۔ اور سو مرتبہ استغفر اللہ۔ لیکن مغرب کے بعد استغفار کی صورت رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین ہوتی ہے عشاء کے بعد علالت کے سلسلہ میں رب انی مسنی الضرّ وانت ارحم الراحمین اور لا الٰہ الّا انت سبحانک انی کنت من الظّٰلمین کی بھی ایک ایک تسبیح کی عادت ہو گئی ہے۔ اب نماز کے پانچوں اوقات میں سَو سَو مرتبہ اللھم صل علی محمد وعلٰی اٰلِ محمّد وبارِک وسلم بھی۔ اب جو اور اوقات پڑھنے لکھنے وغیرہ کے یا اُٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے لوگوں سے ملنے جلنے یا بالکل فراغت کے ہوں اُن میں کس ذکر کی عادت ڈالنا میرے لئے انسب ہوگا۔ ابتک تو کسی وقت بلا حرکت لسان کلمہ طیبہ کسی وقت صرف اللہ اللہ بھی تسبیح کبھی بلا تسبیح لیکن ہمہ وقت ان میں ابھی کسی کی بھی عادت نہیں۔

تحقیق۔ اب بھی وہی جواب ہے کہ جو الصق بالقلب ہو۔ اگر اب بھی تردد ہو تو اپنے حالات پر نظر کر کے مجھ کو زیادہ اوفق اللھم اغفر لی فقط یا مع اللھم ارحمنی معلوم ہوتا ہے۔

حال۔ دوسرے کاموں کے ساتھ بلا حرکت زبان زیادہ سہل معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق۔ لاباس ان لم یعتر غفلۃ۔

سری نماز میں امام کے پیچھے قلب کا ذکر کی طرف مائل ہونا محمود حالت ہے

حال۔ عرض یہ ہے کہ بعض مرتبہ سرّی نماز میں امام کے پیچھے جب ہاتھ باندھ کر فارغ ہوتا ہوں تو قلب خود بخود ذکر کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلب سے ذکر لا الٰہ الّا اللہ جاری ہے۔

تحقیق۔ محمود حالت ہے اس میں تغیّر کی ضرورت نہیں۔ البتہ زبان کو حرکت نہ ہو اور اگر بجائے دوسرے اذکار کے سورہ فاتحہ کے الفاظ کا تخیّل ہو تو زیادہ بہتر ہے اور اگر اس میں تکلّف ہو تو پھر اس حالت موجودہ کا بھی مضائقہ نہیں۔

حال۔ بعض مرتبہ ذکر کی طرف تو قلب نہیں مائل ہوتا مگر حضرت والا کی صورت مبارکہ آنکھوں میں پھرتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا میری طرف متوجہ ہیں ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیئے

تحقیق۔ ایک کا جواب ہو چکا دوسرے کا ابھی آتا ہے۔

حال۔ یہ حالت میرے حق میں مضر ہو تو اس کے دفعیہ کی صورت تجویز فرمادیں۔

تحقیق۔ موجب ضرر نہیں محتمل ضرر ہے لہٰذا حالتِ اولیٰ کی طرف توجہ کرلی جاوے گو میلان نہ ہو۔

(النور۔ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

ترک سلام کی غلطی پر تنبیہ

(نوٹ)، ایک خط آیا جس میں القاب وآداب کے بعد سلام تک نہ تھا۔ اور دُعا کی درخواست تھی اس کا جواب حسب ذیل گیا۔

تحقیق۔ دعا کرتا ہوں مگر سلام لکھنے کی بھی توفیق نہ ہوئی کیا آفت آگئی۔

دوسرا خط معذرت کا حسب ذیل آیا۔ اس میں بھی ایک کوتاہی پر تنبیہ کی گئی۔

حال۔ حضرتِ والا کی خدمتِ بابرکت میں عریضہ پیش کرنے سے پہلے اس کا مسودہ کر کے نقل کرتا پھر بغور مکرر خط کو پڑھتا کہ کوئی نقطہ یا حرف لکھنے سے تو نہیں رہ گیا۔ یہ ناکارہ کی عادتِ مستمرہ ہے چنانچہ اس عادت کے موافق عریضہ کو بغور پڑھ کے بند کیا مگر شامتِ اعمال سے اتنی بڑی فاحش غلطی کی کہ سلام لکھنا بھول گیا اور ایسا اندھا بنا کہ خط لکھنے کے بعد جب بہ نظر تصیح مطالعہ کیا اس وقت بھی تنبہ نہ ہوا۔ حضرت والا گنہگار سے بہت بڑی جہالت اور حماقت ہوئی اس سے بہت پریشانی ہے کہ ایسی نالائقی کیوں کی۔ اپنے گناہوں سے بار بار توبہ کرتا ہوں۔ عجز وانکسار سے دُعا کرتا ہوں کہ یا ارحم الراحمین محض اپنی رحمت سے میرے کل گناہوں کو معاف فرما۔ بدترین خلائق پر رحم فرما۔ حضرت والا کا مقدس قلب مبارک اس روسیاہ پر خوش اور منبسط کر دے۔

تحقیق۔ افسوس ایک یہ غلطی کی کہ میرے قلب کی فکر پڑ گئی۔ ترکِ سنت سے جو خود مرکز سنت حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک پر اثر ہوا ہوگا اس کا نام بھی نہیں۔ (النور۔ شعبان ۱۳۵۶ھ)

جس واقعہ میں احتمال یا شبہ ہو استغفار سے تدارک کرنا چاہیئے

حال۔ جب کسی واقعہ کو بیان کرنا چاہتا ہوں تو عادتاً یا طبعاً خواہ مخواہ اُس واقعہ کو مؤثر بنانے کے لئے اپنی جانب سے کچھ کم و بیش کر دیتا ہوں کیا یہ اضافہ جھوٹ اور تلبیس کی حد کو نہیں پہنچتا ہے۔

تحقیق۔ اس تحقیق میں نہ پڑیئے بلکہ جہاں اس کا احتمال اور شبہ بھی ہو استغفار سے تدارک کیجئے

(النور۔ شعبان ۱۳۵۶ھ)

نماز قضا کا جرمانہ مناسب

حال۔ خادم کے ایک بزرگ دوست کا خط آیا تھا کہ سرکاری کام کے انہماک میں فرض نماز قضا ہو گئی دو روز تک خادم جواب سوچتا رہا لیکن کوئی جواب خیال میں نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا کی اور قلم ہاتھ میں لیا لکھا گیا کہ جرم قابل درگذر نہیں ہے دو آنہ جرمانہ اس طرح کہ ایک پیسہ روز خیال جرمانہ کر کے کنوئیں یا دریا میں ڈال دیا کرو۔ وہاں سے جواب آیا کہ تعمیل کی گئی۔ اب بفضلہٖ کسی مستحب کا بھی ناغہ نہیں ہوتا۔ اب حضورِ والا یہ خیال آیا کہ یہ اسراف بیجا کا خادم مرتکب تو نہیں ہوا۔ اب جیسا حضور ارشاد فرما دیں۔

تحقیق۔ علاج تجویز کردہ تو مناسب تھا مگر طریق علاج خلاف شرع تھا۔ جن بزرگوں سے ایسے واقعات منقول ہیں وہ محتاج تاویل ہیں۔ اور تاویلات میں اتباع نہیں ہوتا۔ مساکین کو دینا چاہیئے تھا۔ رہا اس پر جو نفع مرتب ہوا یہ دلیل مشروعیت کی نہیں۔

(النور۔ رمضان ۱۳۵۶ھ)

امام جہری قرأت نہ کرے تو مقتدی خیالی الفاظ کی طرف توجہ رکھے

حال۔ حضور نماز میں جب منفرد ہوتا ہوں یا جماعت کے اُن ارکان میں جن میں مقتدی کو پڑھنا ہوتا ہے اس پڑھنے کے کلمات کی طرف توجہ رکھتا ہوں تاکہ حضور قلب رہے۔ اسی طرح جہری قرأت والی نماز کے قیام میں امام

کی قرأت کی طرف توجہ رکھنے سے حضورِ قلب ہوتا ہے۔ اب دریافت طلب حضور سے یہ ہے کہ جن رکعتوں میں امام جہر سے قرأت نہیں کرتے ان رکعتوں کے قیام میں حضورِ قلب کے لئے کونسا طریق اختیار کروں۔

تحقیق۔ خیالی الفاظ کی طرف توجہ رکھی جاوے حدیث اقرأبہا فی نفسک یا فارسی کا ایک محمل اس کی اصل بھی ہوسکتی ہے۔ (النور۔ رمضان ۱۳۵۶ھ)

رسوخ مقصود نہیں عمل مقصود ہے

حال۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بیماری و پریشانی میں دل ذکر کی طرف مائل نہیں ہوتا پریشانی و تکلیف ہی کی طرف متوجہ رہتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر میں رسوخ نہیں۔

تحقیق۔ نہ سہی۔ بے رسوخ ہی کرو۔ کیا رسوخ مامور بہ ہے یا عمل۔

حال۔ ایک دن دوران مرض میں درد گردہ نہایت سخت ہوا جس سے پاؤں گھٹنے تک اور ہاتھ و بازو ٹھنڈے ہونے شروع ہوگئے جس پر ظن غالب ہوا کہ عنقریب مرجاؤں گا۔ تو بہت گھبرایا اور موت سے بایں خیال کہ دیکھیئے مرنے کے بعد کیا معاملہ ہو بہت خوف غالب ہوا جس سے معلوم ہوا کہ رجاء اور حق تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان بہت کم ہے۔

تحقیق۔ کیا اچھے گمان میں خوف زائل ہوجاتا ہے۔ (النور۔ شوال ۱۳۵۶ھ)

حاضری کی غایت ذوق و شوق وغیرہ نہیں

حال (حاضری کی اجازت چاہنے پر حاضری کی غایت پوچھی گئی تو یہ غایت ظاہر کی گئی کہ) اہل دل کی خدمت میں حاضری ذوق و شوق و تسکین قلب و ترقی مراتب کا باعث ہوتی ہے اگر آداب ملحوظ رہیں۔

تحقیق۔ لازمی طور پر یا غیر لازمی طور پر۔ اول کی کیا دلیل۔ ثانی میں کیا فائدہ۔

حال۔ چاہتا ہوں کہ خدمت میں ایک دو ہفتے رہوں۔

تحقیق۔ اوپر کا مرحلہ طے ہونا مقدم ہے۔

حال۔ اگر جناب والا کو پریشانی نہ ہوگی تو کسی وقت تنہائی میں بھی خدمت میں حاضر ہوا کروں گا۔

تحقیق۔ بالکل نہیں ہوسکتا۔

حال۔ مقصد یہ ہے کہ جناب کی برکت سے موانع دحجب مرتفع ہوں حصولِ رضائے الٰہی ہو۔ تہذیب و تادیب نفس ہو۔

تحقیق۔ وہی اوپر والا سوال۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ)

سلوک کی کتابیں مبتدیوں کے لئے نہیں

حال۔ کتاب تعلیم الدین میں ارقام ہے کہ طریق شغل اسم ذات اور پارچہ کاغذ میں شکل قلب صنوبری سرخی سے کھینچ کر درمیان میں لفظ اللہ طلائی یا نقرئی کتبہ کر کے تصور کیا جاوے اس لئے عرض ہے حضور واپسی ڈاک میں شکل مذکور کا نقشہ سیاہی سے کھچوا کے بطور نمونہ روانہ فرمائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح کا جو تعلیم الدین میں تحریر ہے یہاں تیار کرا لونگا۔ بعد حسب تحریر حضور عمل میں لاؤنگا۔

تحقیق۔ سلوک کی کتابیں مبتدیوں کے لئے نہیں ہیں مشائخ کے لئے ہیں کہ وہ تعلیم طالبین میں اس سے مدد لیں۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ)

معمولات پر قائم رہنا بڑی نعمت ہے۔ گو تغیر محسوس نہ ہو،

حال۔ مرشدی و مولائی ادام اللہ ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عرض ہے کہ خادم اپنے معمولات پر قائم ہے لیکن اپنی حالت میں کوئی تغیر نہیں محسوس کرتا ہے۔

تحقیق۔ تو ضرر کیا ہے اگر کوئی بچہ کہے کہ میں اپنا نشو ونما محسوس نہیں کرتا اس کو کیا جواب ملے گا بس وہی جواب ہے

حال۔ حالت سے مراد یہ ہے کہ ذکر و فکر سے وقار، تواضع مسکنت خاموشی اور حزن اتنا نمایاں پیدا ہونا چاہیئے جس سے سالک کو معلوم ہوسکے کہ ذکر کے یہ آثار ہیں۔

تحقیق۔ اس دعویٰ کی کوئی دلیل ہے۔ کیا یہ آثار مقصود ہیں اور کیا مقصود کا ظاہر ہونا بھی ضرور

ہے اور حل اس مقام کا یہ ہے کہ جو چیز محسوس ہو سکتی ہے وہ احوال و کیفیات ہیں اور وہ مقصود نہیں جیسا اپنے محسوس میں محقق ہوا ہے اور جو چیز مقصود ہے یعنی قرب و رضا وہ محسوس نہیں اب کیا سوال رہا۔

حال۔ یوں تو خدا کے فضل و کرم سے کچھ نہ کچھ یہ آثار قلب میں موجود ہیں لیکن ان حالات میں دوام و استمرار نہیں۔ **تحقیق**۔ یہ سب دعاوی بلا دلیل ہیں۔ صحابہؓ کے کامل ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں دوام ایسے آثار کا وہاں بھی نہ تھا۔

حال۔ تنہائی رہے تو یہ حالت بفضلہ موجود رہتی ہے لیکن جس وقت اختلاط ہوا سب کا ذہول ہو جاتا ہے اور ہنسنے بولنے کی معمولی حالت ہو جاتی ہے۔

تحقیق۔ یہ سب اوہام ناشی ہیں ناواقفی سے کما سبق آنفاً

حال۔ اور جب اپنی حالت پر غور کرتا ہوں تو اپنے کو بالکل کورا پاتا ہوں۔

تحقیق۔ کورا تو نہیں پاتے کیا یہ تھوڑی نعمت ہے۔

حال۔ سالہا سال سے کوشش تکمیل اعمال۔ اختیار تقویٰ میں مصروف ہوں لیکن کامیابی مقصود۔ نامرادی پر قلق کرتا ہوں۔ توبہ اور توبہ شکنی پر قلق۔ فکر تخلیہ قلب و حصول یکسوئی اور اس میں ناکامیابی ان ادھیڑبن میں زمانہ گزرتا چلا جاتا ہے۔ لیکن کوئی حالت ایسی پیدا نہیں ہوتی ہے جس سے صاف اندازہ ہو کہ یہ حالت حاصل ہو گئی۔

تحقیق۔ یہ تمام اوہام ہیں کما مر بلکہ ایک گونہ اپنے کو ایک عالی درجہ کا مستحق سمجھنا ہے۔ جیسے کوئی بہت ادنیٰ درجہ کا شخص کہے کہ اتنے روز ہو گئے شاہی خدمت کرتے ہوئے مگر اب تک بادشاہ نے اپنا داماد نہیں بنایا۔ کیا یہ گستاخی نہیں خوب کہا گیا ہے ؎

آرزو میخواہ لیک اندازہ خواہ　　برنتابد کوہ را یک برگِ کاہ

حال۔ ان کیفیات کے علاوہ ایک خاص قسم کا قلق یہ پیدا ہو گیا ہے کہ جسمانی تکلیف کی حالت میں مثلاً بخار۔ دردِ سر وغیرہ یا ہجوم تردد و افکار کی حالت میں ذکر لسانی ...... اور ذکر قلبی دونوں مفقود ہو جاتے ہیں اور توجہ الی اللہ کے بجائے توجہ الی المرض اور توجہ الی المقصود ہو جاتی ہے۔

تحقیق۔ اختیاراً یا اضطراراً۔

حال۔ عقل تو یہ کہتی ہے کہ دکھ درد کی حالت میں توجہ الی اللہ زیادہ ہونا چاہیئے لیکن برعکس اس کے

تکلیف کی حالت میں توجہ الی اللہ بالکل مفقود ہو جاتی ہے اور ہر وقت صحت اور اسباب صحت پر نظر رہتی ہے۔ اس حالت کا کئی بار مشاہدہ کرنے کے بعد میں نے حضور والا کی خدمت میں یہ حالت پیش کی ہے اور اپنے پندار میں اس حالت کو بیحد ناقص اور قابل اصلاح سمجھ کر حضور والا سے اس کا علاج دریافت کرتا ہوں۔

تحقیق۔ عقل کا یہ فتویٰ خود اختراع ہے عقل کا اور حقائق سے اور طبیعت کے احکام سے اس کی ناواقفی ہے جاہل کے فتویٰ پر عمل خود گمراہی ہے۔

حال۔ یہ معلوم ہے کہ بیماری میں رخصت پر عمل کرنے کی اجازت ہے لیکن قلق اس بات پر ہوتا ہے کہ لسانِ ذاکر اور قلب بیدار تکلیف کی حالت میں کیوں اپنا کام چھوڑ دیتے ہیں اور ذکر و شغل کے آثار کیوں زائل ہو جاتے ہیں۔ حضور والا اس معاملہ میں میری تشفی فرما دیں تو بڑی مصیبت سے نجات ہو جائے گی۔

تحقیق۔ اوپر محقق جواب ہو چکا ہے۔

حال۔ ان حالات پر غور کرتا ہوں تو خوف ہوتا ہے کہ مرض الموت کی حالت میں اگر یہی حالت رہی تو بجائے شوق لقاء اللہ کے تمنائی دنیا کی حالت میں روح نہ پرواز ہو۔

تحقیق۔ قربِ موت کو دنیوی زندگی کی حالت پر قیاس کرنا بھی ناواقفی ہے۔

حال۔ خداوندِ عالم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اعمال پر مواظبت ہے۔ دنیا کی حرص قلب میں نہیں ہے طبیعت میں قناعت ہے آئندہ کی فکر نہیں ہے کہ کیا ہوگا۔ فکر ہے تو حسنِ خاتمہ اور حسنِ عمل کی۔

تحقیق۔ کیا ان ہی نعمتوں کا شکر یوں ادا کیا گیا ہے کہ اپنے محسن کے تصرفات کو ناگوار اور ناپسند کیا گیا ہے۔ اور اپنی تجویز کو تجویز محبوب پر ترجیح دی گئی ہے خدا بُرا کرے جہل کا

گر طرب را باز دانی از بلا ۔۔۔ پس زبوں وسوسہ باشی ولا

نوٹ:۔ اگر میرے سابق خطوط کا اکثر مطالعہ کیا جائے یا مواعظ کا تو اُمید ہے کہ ان سب اوہام کا قلع قمع ہو جائے اور سب کا جواب ملے مگر کاہل مریض شکایت کو آسان سمجھتا ہے اور دوا کو مشکل۔ مگر اس ناشکری کا انجام بہت خطرناک ہے۔ اس خط کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ مواعظ کا مطالعہ نہیں کیا جاتا۔ تدبر سے نہیں کیا جاتا۔ بس ہر وقت تخیلات کو امام بنا لیا ہے۔ بہت جلد اس کوتاہی کا

تدارک کرنا چاہیئے ورنہ کفران سے خذلان کا اندیشہ ہے۔

حال۔ اخیر میں حضرتِ والا سے دُعا کا خواستگار ہوں۔

تحقیق۔ دعا کرتا ہوں۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ)

صرف مجملاً دعائے عافیتِ دارین کرنا خلافِ سنت ہے

حال۔ حضورِ والا کچھ عرصہ سے یہ خیال غالب ہے کہ مختلف قسم کے بہت سے مقاصد کے لیئے خود دُعا کرنا یا دوسرے سے اپنے حق میں دعا کرانا نافع نہیں ہے جتنا نافع مجملاً خود اپنے لیئے صرف عافیتِ دارین کی دعا کرنا یا دوسرے سے دُعا کرانا ہے جبکہ ہر بات سے اصل مقصود عافیت ہی ہے اور بلا عافیت ہر حال میں مقصود فوت ہوتا ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ یہ خیال یا مذاق طبیعت غلط اور بُرا تو نہیں ہے۔

تحقیق۔ یہ مذاق خلافِ سُنّت ہے کیونکہ احادیث میں کثرت سے ایسی جزئیات کا سوال وارد ہوا ہے۔ چنانچہ ہرم اور مغرم اور فقر اور ذلت اور صمم و بکم وجنون وجذام اور سیئی الاسقام اور حزن اور شماتت الاعداء اور فاقہ اور ہدم اور تردی ولدغ الحیتہ وجار سوء وجوع وبرص و سیل وبجیر صئول وہم وغم وسبع وحرق وغرق وضرر سے استعاذہ آیا ہے اور تمتع بالسمع والبصر وصحت ووسعت رزق وغنا ونصر علی الاعداء ونظائر ہا کا سوال آیا ہے۔ نیز ملح وشسع نعل کے سوال کا امر وارد ہے۔ اگر اس مذاق کو صحیح مانا جاوے۔ تو لازم آتا ہے کہ نصوص میں غیر افضل کی تعلیم دی گئی ہے وہذا کما تری۔ البتہ بعض حکمتیں جوامع ادعیہ میں بھی ہیں جن کی تفتیش کی حاجت نہیں۔ ماثور کا اتباع کافی ہے بطور احتمال کے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جزئیات میں اگر کوئی ضروری سوال متروک ہو جاوے کلیات سے اس کا تدارک ہو جاوے اور راز جزئیات کے سوال میں یہ ہے کہ دُعا سے صرف مسئول کا حصول ہی مقصود نہیں جس میں اس مذاق کی گنجائش ہو سکے بلکہ اس کے ساتھ ایک دوسرا مقصود بھی ہے اور وہ اظہار ہے اپنے ضعف وعجز وافتقار وانکسار کا اور یہی وجہ ہے دُعا کے فضائلِ عظیمہ کی ورنہ محض اس کا ذریعہ عطائے مسئول ہونا خصوص جب وہ

مسئول حصولِ دنیا ہو اگرچہ مباح ہو ایسے فضیلتِ عظیمہ کا سبب نہیں ہوسکتا اور یہ دوسرا مقصود جزئیات کے سوال میں اوضح واقویٰ ہے۔ چنانچہ بہ نسبت اس اجمال کے کہ میرا پیٹ بھردو اس تفصیل سے سوال کرنا کہ مجھ کو چار روٹی دے دو اور ایک پیالہ سالن کا دے دو اور ایک آبخورہ پانی کا دیدو۔ عرفاً سائل کی زیادہ ذلّت وخسّت ودناءت پر دال ہے اور جس قدر سائل اپنی ذلّت زیادہ ظاہر کرتا ہے اُسی قدر وہ ذلّت جالبِ ترحم ہوتی ہے اور بعض حکمتوں سے جوامع ادعیہ کی محبوبیت اس تحقیق کے منافی نہیں۔ ولکل متعال مقام۔ واللہ اعلم۔ (النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ)

ھدیہ کا ردّ وقبول نیّت پر موقوف ہے

حال۔ فجر اور عشاء کی نماز میں گریہ بہت طاری ہوتا ہے۔ احقر جس کو بہت ضبط کرتا ہے صرف آنسو جاری ہوتا ہے۔ ایک دفعہ گریہ دیکھ کر ایک آدمی نے ایک روپیہ ہدیہ دیا جس کو احقر نے ردّ کیا۔ اب ڈر لگتا ہے کہیں دل شکنی کا گناہ نہ ہُوا ہو ان کو احقر پہچانتا نہیں ہے احقر گنہگار ہوا یا نہیں اگر گنہگار ہُوا تو کیا کرے تلاش کر کے معافی چاہے یا فقط ان کے لئے دُعا کرے جواب سے سرفراز فرمادیں۔

تحقیق۔ نیت واپسی میں کیا تھی اس کو دیکھا جاوے اسی پر حکم ہوگا۔

دوسرا خط

حال۔ حضرت نے فرمایا نیت واپسی میں کیا تھی تو عرض ہے کہ احقر کی نیت ھدیہ کے واپس کرنے میں حضرت والا کے قاعدہ کی تابعداری تھی کہ بغیر تعارف حضور ھدیہ نہیں قبول فرماتے۔ اس لئے احقر نے واپس کردیا کہ اس سے تعارف نہ تھا۔

تحقیق۔ مگر میرے یہاں تو مستثنیات بھی ہیں جن کا خلاصہ تیقن اخلاص ہے اس کے تیقن کے وقت عدم تعارف مانع نہیں ہوتا۔ اور اس تیقن کا ادراک وجدان غیر مشوب بالغرض سے ہوتا ہے البتہ عدم تیقن یعنی تردد کے وقت عدم تعارف مانع ہوتا ہے۔ اب اس کا فیصلہ خود آپ کا کام ہے۔

حال۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اب جو حکم ہو بسروچشم عمل کرے اور آئندہ کے لئے احقر کیا معمول رکھے۔

تحقیق۔ اوپر مفصل لکھ دیا۔

حال۔ اور باقی معمولات ذکر، شغل، تہجد و اشراق و صلوٰۃ اوّابین۔ دوازدہ تسبیح چوبیس ہزار۔ اسم ذات چھ ہزار نفی و اثبات ایک منزل تلاوت کلام اللہ، اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور کی دعا سے جاری ہے اور زیادہ کرنے کو جی چاہتا ہے اگر اجازت ہو زیادہ کر دے۔

تحقیق۔ التزام تو معمول سابق ہی کا رکھا جاوے زائد کا التزام نہ ہو کسی دن نشاط ہوا بلا التزام کر لیا نشاط نہ ہوا نہ کیا۔

حال۔ مگر نوافل نفس پر شاق ہے۔ ذکر میں دل لگتا ہے اور لذت معلوم ہوتی ہے جیسا حکم ہو عمل کرے

تحقیق۔ شاق ہونے پر بھی کسی خاص تعداد سے اختیار کیا جاوے۔ ہر عمل کی برکت جدا ہے اور لذت مقاصد میں سے نہیں۔ (النور۔ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ)

ضعف بیماری کا عذر رحمت ہے

حال۔ حضرت والا احقر یوں تو ۱۲ر شوال سے نزلہ زکام میں مبتلا تھا لیکن تقریباً ۱۵ر شوال سے بخار۔ کھانسی، درد پسلی۔ درد معدہ میں مبتلا ہو گیا۔ غذا مدت تک بند رہی ضعف و غفلت میں ترقی اس درجہ ہوئی کہ علاوہ معمولات کے چند نمازیں بھی فوت ہوئیں۔ حضرت اقدس کی دعا سے اب اصلی امراض سے تو افاقہ ہو گیا ہے لیکن ضعف اور کھانسی باقی ہے۔ ضعف اس درجہ ہے کہ سوا نماز کے نہ مدرسہ میں تعلیم کا کام ہو سکتا ہے نہ کوئی معمول ادا ہو سکتا ہے۔ کل سے امتحاناً تلاوتِ قرآن شروع کی۔ تین رکوع سے زیادہ طبیعت پر گراں محسوس ہوئی۔ مناجات مقبول کی نصف منزل پڑھی۔ کل سے بحمد اللہ حضرت اقدس کی دعا سے مسجد میں جانے کی توفیق عطا ہوئی اور چند روز سے آخر شب میں چند رکعات نفل بلا قیام ہو جاتے ہیں اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا بیکار پڑا رہتا ہے۔ کچھ شغل تھوڑی دیر ہوتا بھی ہے تو طبیعت گھبراتی ہے۔ خاموش پڑا رہنے میں طبیعت میں سکون رہتا ہے۔ حضرت والا کی خدمت میں اپنے حالات کا اظہار کر دیا ہے۔ حضرت والا دعا فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ احقر کی حالت کو درست کر دیوے۔ یہ بھی عرض ہے کہ بیماری میں جو کوتاہی اعمال میں ہوتی رہی احقر کے خیال میں احقر کے گناہوں کا ثمرہ ہے۔ احقر شرمندہ ہے استغفار کرتا رہتا ہے۔ حضرت والا بھی

دعائے مغفرت فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ احقر کے گناہ معاف فرمائے۔ بعد صحت جو ترک اعمال ہو رہا ہے یا تو ضعف طبعی کا اثر ہے یا کچھ مدت معمولات ترک ہونے سے قلب میں مرض قساوت پیدا ہوگیا ہو اس کا یہ اثر ہے واللہ اعلم۔ حضرت والا احقر کی ہر حالت کے لئے دعا فرمادیں اور جو قابلِ اصلاح ہو۔ اس کے واسطے جو ارشاد مناسب ہو فرمادیں۔ اس پر عمل کیا جاوے۔

تحقیق۔ تعجب ہے رحمت کو زحمت اور نعمت کو نقمت سمجھا گیا۔ عذر میں ناغہ پر تو بنصِ حدیث اجر موعود ہے۔ (النور۔ ذی الجہ ۱۳۵۷ھ)

جو چیز فرضِ عین نہ ہو اس کے درپے نہ ہونا چاہیئے

حال۔ بطور مثال عرض کرتا ہوں کہ تہجد کی نماز کو سُنتِ مؤکدہ سمجھتا ہوں اور بعد نماز عشاء معدودے چند رکعات دائمی طور پر ادا کر رہا ہوں لیکن باوجود اس علم کے کہ ثلث لیل اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ یہ نماز ادا فرمائی ہے۔ اس سنت پر عمل نہیں ہوتا۔ ہزار بار کوشش کی لیکن دوامی طور پر توفیق نہیں ہوتی علیٰ ہذا اور معمولات میں پابندی نہایت شاق اور دشوار ہے۔ چند روز میں اوقاتِ مقررہ سے بوجہ کاہلی یا بوجہ کارِ دُنیا ٹل جاتا ہے۔ شدہ شدہ موقوفی پر نوبت آجاتی ہے

تحقیق۔ کیا کوئی ضروری جزو دین کا فوت ہوتا ہے اور قصد سے۔

حال۔ اس پر خود کو قلق بھی ہوتا ہے اور ملامت بھی کرتا ہوں۔

تحقیق۔ کیا یہ کسی شمار میں نہیں۔

حال۔ مگر نتیجہ کچھ نہیں نکلتا۔

تحقیق۔ وہی سوال ہے کہ کونسا جزو دین کا فوت ہوتا ہے اور قصد سے۔

حال۔ ملامت اور قلق کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

تحقیق۔ اس میں بھی وہی سوال ہے۔

حال۔ یہ بے برکتی کیوں ہے؟

تحقیق۔ وہی سوال

حال۔ اس کی اصلاح فرما دیجئے۔
تحقیق۔ ہر جزو کا جواب جو دیا گیا ہے اصلاح ہی ہے۔
حال۔ اس سے قبل ایک عریضہ ارسال خدمت کیا تھا اس میں اپنا حال عرض کیا تھا کہ میں اکثر مریض رہتا ہوں بعض مرتبہ ذکر و نماز ترک ہو جاتی ہے۔ آپ نے ارقام فرمایا کہ عذر سے یا بغیر عذر سو حضرت عذر سے ترک ہو جاتی ہے۔
تحقیق۔ پھر کیا فکر
حال۔ دوسرے میں نے تحریر کیا تھا کہ وساوس پریشان کرتے ہیں۔ آپ نے ارقام فرمایا اختیاری یا غیر اختیاری۔ حضرت غیر اختیاری۔
تحقیق۔ پھر کیا فکر!
حال۔ ان کی وجہ سے تصور اسم ذات صحیح نہیں رہتا۔ قلب میں الجھن سی ہو جاتی ہے۔
تحقیق۔ کیا یہ کوئی دینی ضرر ہے! (النور۔ محرم ۱۳۵۸ھ)

جانے آنے میں کوئی وعظ پڑھ کر سنانا مناسب ہے زبانی کہنے سے

حال۔ احقر کا معمول ہے کہ جب کوئی عورت گھر میں آجاتی ہے یا کہیں مجھے جانا پڑتا ہے تو بجائے اس کے کہ فضول لغویات میں وقت ضائع ہو، میں کوئی مسائل وغیرہ چھیڑ دیا کرتی ہوں۔ اس امر میں جو حضور انور کا ارشاد عالی ہو ہدایت فرمادیں انشاء اللہ تعالیٰ بسر و چشم تعمیل کروں گا۔
تحقیق۔ زبانی مناسب نہیں البتہ کسی رسالہ یا کسی وعظ کی عبارت پڑھ کر اس کے مطلب کی تقریر کر دینے کا مضائقہ نہیں (النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ)

تصنیفی شغل دین کا نعمت ہے

حال۔ ایک عجیب بات ہے کہ میں نے گذشتہ طویل رخصت کے سلسلہ میں عرصہ کے بعد کچھ تصنیفی شغل از سر نو شروع کر دیا تھا۔ مگر اس بارے میں میں کچھ کشمکش میں تھا کہ حضرت نے

گذشتہ عریضہ کے قبل کے عریضہ کے جواب میں اشارہ فرمایا کہ کچھ تصنیف و تالیف کا ایسا مشغلہ رکھوں جس سے دماغ پر زیادہ بار نہ ہو۔ حضرت کے اس اشارہ نے ہمّت تو یقیناً اور زیادہ کردی لیکن اپنی علمیّت کا حال یہ ہے کہ کہنے کو تو علومِ دینیہ میں فراغت حاصل کی لیکن دلچسپی زیادہ تر کیا تمام تر کہنا چاہیئے کہ جدید فلسفہ سے رہی اور اسی کی نوکری ملی۔ کرڑوا کریلا نیم چڑھا جو کچھ لکھا اسی فلسفہ کے سلسلہ میں اور اب جو کچھ لکھ سکتا ہوں اسی کے متعلق۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ فلسفہ سراپا گمراہی کا دفتر ہے البتہ اپنی بساط بھر اس کی تعلیم و تصنیف دونوں میں اس کی سعی رہی۔ کہ گمراہی کی باتوں کا وزن گھٹاؤں اور کام کی کوئی بات ہو تو اس سے دین کی تائید کا کام لوں۔ اب ایسے تالیف تصنیف کے شغل کی نسبت جو حضرت کی رائے ہو

تحقیق۔ عین مقصود ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ مضرت کو آلۂ منفعت فرمایا۔ جس سے گذشتہ ظلمت و کدورت کا کفارہ اور آئندہ کے لئے طاعات و حسنات کا ذخیرہ ہوگیا اُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ کا ایک منظر اور عارفِ رومیؒ کے اس ارشاد کا کہ

ؔ گرچہ جوئے خوں بود نیلش کُنی ۔۔۔ کیمیا داری کہ تبدیلش کُنی
ایں چنیں اکسیر ہا زاسرارِ تست ۔۔۔ ایں چنیں مینا گریہا کارِ تست

ایک منظر ہے۔ ضرور اس کا سلسلہ کم و بیش جاری رکھیئے۔ (النور جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ)

نماز میں تصوّر کہ حق تعالیٰ میرے سامنے ہیں کام کرنا چاہیئے،

حال۔ میں نماز میں یہ تصور کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ میرے سامنے ہیں اور حضور والا کی برکت سے بہت آسانی سے یہ تصوّر قائم ہو جاتا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اکثر اوقات میں یہ تصوّر خود بخود قائم ہو جاتا ہے کہ حق تعالیٰ میرے سامنے ہیں اگر میں اس وقت لیٹا ہوتا ہوں تو پاؤں سمیٹ لیتا ہوں اگر بیٹھا ہوتا ہوں تو ادب سے بیٹھ جاتا ہوں اگر کوئی شعر پڑھتا ہوں تو خاموش ہو جاتا ہوں۔ بعض وقت مطب کے وقت یہ کیفیت ہوتی ہے اس وقت ادب کو جی چاہتا ہے اور ادب کی حالت میں آزادی سے کام کرنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کے تصوّر کو ہٹانے کو کسی طرح جی نہیں

چاہتا اور ادب کی وجہ سے کام ہو نہیں سکتا۔ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے۔
تحقیق:۔ کام کرنا چاہیئے اس تصور کے ساتھ کہ مجھ کو حکم ہوا ہے کہ کام جاری رکھو۔ اس وقت دونوں امر کا اجتماع مشاہد ہو جائے گا اور کوئی الجھن نہ ہوگی۔ (النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ)

صبر کی دُعا بلاء کی دُعا ہے

حال۔ حضرت عالی دُعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمایئے۔

تحقیق۔ راحت و عافیت کی دُعا کرتا ہوں اور کرنا چاہیئے پھر خواہ وہ بصورت صبر ہی عطا ہو اور خود صبر کی دُعا بلاء کی دُعا ہے۔ چنانچہ یہ مضمون ایک حدیث میں بھی آیا ہے رواہ الترمذی من حدیث معاذ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لمن سمعہٗ یقول اللّٰھم اِنّی اسئلک الصبر فقال سئلت اللّٰہ البلاء فسئلہُ العافیۃ کذا فی تخریج العراقی لاحادیث الاحیاء۔ اور نصوص میں جو دُعائے صبر آئی ہے اس کا ایک محل تو یہ ہے کہ وہاں یا صبر علی البلاء مراد نہیں ہے صبر علی الطاعۃ یا عن المعاصی ہے اور یا اگر صبر علی البلاء ہے تو مستقلاً و مقصوداً نہیں ہے بلکہ یا تو عافیت کی دُعا کے ساتھ اس کو جمع کیا گیا ہے پھر جو صورت اس کے لئے علم الٰہی میں مصلحت ہوگی اس کا وقوع ہو جائیگا اور یا وہ مقدمہ ہے کسی مقصود کا خود اصل مقصود نہیں جیسے عسکر طالوت کی دُعا۔ ربنا افرغ علینا صبرًا وّثبّت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین یا سحرہ فرعون کی دُعا" ربنا افرغ علینا صبرًا وتوفّنا مسلمین "، کہ ایک جگہ ثبات فی الجہاد و غلبہ علی الکفار اور ایک جگہ ثبات علی الایمان و رضا و تفویض مقصود بالدعا ہے اس کی تائید حدیث لاتتمنّوا لقاء العدوّ فاذا لقیتموھم فاصبروا سے ہوتی ہے کہ جہاد جو کہ اعظم الطاعات ہے مگر اس کا وقوع احیاناً مستلزم ہے تضرر عن العدو کو اس لئے مقصوداً اس کی تمنا سے نہی ہوگئی کہ اس میں من وجہ تمنّا ہے تضرر کی اور وقوع کے وقت صبر کا امر فرمایا گیا۔ اسی طرح صبر کی طلب بلاءٗ کی طلب ہے۔ لیکن وقوعِ بلا کے وقت صبر کا امر ہے۔ البتہ جو بلا وقوع کے بعد عادۃً مرتفع نہ ہوتی ہو جیسے کسی محبوب کی موت۔ وہاں خود صبر مشابہ مقصود مستقل کے ہو سکتا ہے گو اصلی مقصود وہاں بھی رضا بالقضا ہے مگر یہ سب متقارب ہیں اس لئے ایک کی مقصودیت کو دوسرے

کی مقصودیت کہہ سکتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہاں عافیت بمعنی رفع بلا مقصود نہیں اس لئے صبر کو اس مقصود کا مقدمہ نہیں کہہ سکتے۔ (النور۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۸ھ)

قرآن کے یاد ہونے کی دُعا مانگنا اور سر پر روشنی ہونا حالتِ محمودہ ہے

حال۔ یکے از مستورات۔ اس ماہِ قمری کی تیرہ تاریخ کو یہ واقعہ پیش آیا کہ جب میں نمازِ عشاء کی ادائیگی کے لیے جائے نماز پر کھڑی ہوئی تو دل سے خلوص کے ساتھ یہ الفاظ نکلے کہ آج تو اللہ میاں سے صرف قرآنِ کریم یاد ہونے کی دُعا مانگنی ہے کیونکہ قرآن کریم کے پڑھنے کی طرف میرا زیادہ خیال رہتا ہے نمازِ عشاء ختم کر کے نہایت عاجزی اور خلوص کے ساتھ دُعا مانگنے کے لئے سجدہ میں گر پڑی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور یہ دُعا مانگ رہی تھی کہ یا اللہ آپ کے فضل واحسان سے جو نعمتیں کہ اس وقت پہنچ رہی ہیں میں ان کا شکریہ اگر ساری عمر ادا کروں تو نہیں کر سکتی لیکن اپنی نعمتِ خاص قرآن کریم بھی مجھے عطا فرما۔ دوسری دفعہ بوسیلہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دُعا مانگی۔ تیسری دفعہ حضرت (مکتوب الیہ) کے وسیلہ سے یہ دُعا مانگی۔ ان تینوں حالتوں میں دُعا کرتے وقت بندی کے سر پر نور چھا گیا جس کی روشنی صرف سر پر ہی تھی۔ میں بالکل بیداری کی حالت میں تھی۔ روشنی ہونے پر غور سے مشاہدہ کیا۔ دل پر بوجھ اور خوف طاری ہو گیا اور ڈر کے مارے دوسرے کمرہ میں جانے کا ارادہ کیا تو خیال ہوا کہ وہاں بھی یہ حالت ہو جائے گی استغفار پڑھنا شروع کر دیا اور پڑھتے ہی اُٹھ کر دوسرے کمرے میں بچوں کے پاس چلی گئی۔ حضرت ایسا واقعہ کبھی نہیں ہوا۔ نیز نہ ہی اس کو مطلوب و مقصود سمجھتی ہوں۔ صرف حالات حضور کی خدمتِ عالیہ میں عرض کرتی ہوں

تحقیق۔ ایسے حالات محمود ہیں اور نیک علامات ہیں ان پر شکر کرنا چاہیئے مگر چونکہ مقصود نہیں لہٰذا ان کی حقیقت معلوم کرنے کی ضرورت نہیں (النور۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۸ھ)

بعض وقت اختیاری اور غیر اختیاری کا پتہ نہیں چلتا تو ہر ایک کا حق ادا کیا جائے

حال:۔ خیر اور باتوں میں مضائقہ نہ تھا لیکن نماز، تلاوت اور ذکر میں

یہ حالت بڑی شرمناک معلوم ہوتی ہے۔ حدیث نفس کا مرض بھی بدستور بلکہ روز افزوں ہے وہ بھی نماز وغیرہ کسی حالت میں پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اس حد تک کا فیصلہ میرے لیئے مشکل ہو گیا کہ ان باتوں کو کہاں تک میں اپنے لیئے اختیاری سمجھوں اور کہاں تک غیر اختیاری۔ بعض وقت خیال ہوتا ہے کہ بالکل اختیار سے باہر ہیں اور بعض وقت معلوم ہوتا ہے کہ نہیں عزم سے دُور ہو سکتی ہے مگر یہ عزم ناکامی پر ختم ہوتا ہے

تحقیق ۔ اتنی کاوش کا عبد مکلف بھی نہیں بمعتدل فکر سے جو چیز اختیاری معلوم ہو مقاومت کرے جب عاجز یا کالعاجز ہو جاوے تو دونوں احتمالوں کا حق ادا کرے۔ غیر اختیاری ہونے کے احتمال پر تو صبر کرے کہ مجاہدہ ہے اور اختیاری ہونے کے احتمال پر استغفار اور دعائے ہمت و قوت کرے اور اس کی نظیر فقہیات میں ماء مشکوک سے وضو کے ساتھ تیمم جمع کرنا ہے اس میں سب احکام کی رعایت ہو جائے گی اور کاوش کے غلو سے (کہ ایک درجہ میں منہی عنہ بھی ہے کما قال علیہ السلام من شاق شاق اللہ وکان الحافظ ترجمۂ بقولہ ؎

گفت آسان گیر برخود کارہا کز روئے طبع ۔۔۔ سخت میگرد دجہان بر مردمان سخت کوش

اور موجب تشویش بھی کما ھو مشاہد) محفوظ رہے گا۔ (النور۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۸ھ)

عجز و عبدیت نصیب ہونا حق تعالیٰ کا بڑا انعام ہے

حال ۔ البتہ عجز و عبدیت کا ایک سبق مسلسل ملتا رہتا ہے اور جو کچھ امید رہ گئی ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کیا عجب ہے کہ دیگر معاملات کی طرح اس باب میں بھی اس کی رحمت کا ظہور حضرت کی دُعا ہی کے واسطہ سے ہو اس لیئے اپنی سپر ڈال کر بس حضرت کی دُعا اور اس کی رحمت کا امیدوار ہوں۔

تحقیق ۔ یہ ثمرہ کتنا بڑا انعام ہے اور اس کا سمجھ میں آجانا انعام علی انعام ہے اَنَا عِندَ ظَنِّ عَبدِی بِی کے مقتضاء پر انشاء اللہ تعالیٰ اس پر رحمت ہی کا ترتب متوقع ہے۔

(النور۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۸ھ)

عمداً مصلح کو اطلاع نہ دینا یہ زلّاتِ طریق سے ہے۔

حال: ۔ میں نے عمداً درمیان میں کوئی خط نہیں لکھا تا کہ میں دیکھ سکوں کہ میں اپنے وعدہ پر کہاں تک رہتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ بیماری کے سوا میں عموماً تہجد کی نماز اور بعد از مغرب چار نفل رکعات کا پابند رہا ہوں۔

تحقیق۔ اس مصلحت سے اطلاعِ حالات میں تاخیر منجملہ زلّاتِ طریق کے ہے بعض اوقات خود اطلاع کو بھی وفاءِ عہد میں دخل ہوتا ہے۔ کیا طبیب کو تکمیلِ صحت کی انتظار میں حالات کی اطلاع نہ دینا خلافِ اصولِ علاج نہیں جبکہ طبیب نے ایسا مشورہ نہ دیا ہو۔ پھر معیار امتحان نوافل کے التزام ودوام کو قرار دینا یہ زلت سے بڑھ کر عدم علم طریق کی دلیل ہے اس کا تدارک تو شرائطِ واجبہ سے ہے

حال۔ میں تھانہ بھون کے قریب سے گذرا مگر اس خیال سے نہیں اترا کہ جب تک آپ صراحتاً اجازت نہ دیں جانا مناسب نہیں۔

تحقیق۔ خیر یہ تو احتیاط کی ایک فرد ہو سکتی ہے۔

حال ۔ اب تعلیم وارشاد کے بارہ میں مزید ہدایات تحریر فرمایئے منتظر ہوں۔

تحقیق۔ ضروری مشورہ عرض کر دیا ہے۔

(النور رجب ۱۳۵۸ھ)

جماعت کی پابندی۔ فرائض کا اہتمام معاصی سے اجتناب ہونا اس کو سلطنت میں بھی مضر نہیں

حال یکے از مجازین حضرت مدت سے خیال تھا کہ جلد فارغ ہو کر اللہ کے ذکر اور آخرت کی فکر میں مشغول ہو جاؤں مگر ہنوز کاروبار میں گھرا ہوا ہوں البتہ خدا کا فضل ہے کہ جماعت کی پابندی فرائض کا اہتمام۔ معاصی سے اجتناب کا خیال رہتا ہے۔

تحقیق۔ تو اس حالت میں کاروبار تو کیا سلطنت بھی مضر ومخل مقصود نہیں کیا حضراتِ خلفائے راشدین نے سلطنت نہیں کی۔

(النور رجب ۱۳۵۸ھ)

حضور قلب کا نہ ہونا لوازم عادیہ طریق سے ہے

حال- ایک عرصے سے دماغ پر بعض خیالات وافکار کے تسلط سے حضورِ قلب کی سعی میں ناکامی بہت رہتی ہے اور سفروں اور جمعیت خاطر کے ساتھ ایک جگہ نہ رہنے سے معمولات میں شوق میں خلل اور علاج غیظ میں فرق پڑ گیا۔ پھر اب کوشش کر رہا ہوں مگر وہ برکت معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے دعائے خاص کا طالب ہوں خصوصاً قوت ہمت کے لئے۔

تحقیق- ایسے تغیرات اکثر اسباب سے اور احیاناً بلا اسباب بھی لوازم عادیہ طریق سے ہیں۔ مگر اس کی پروا نہ کی جائے۔ ملتزمات اختیاریہ کو جاری رکھا جائے۔ بتدریج سب حالات دل خواہ ہو جاتے ہیں جس کی مدت کی تعیین اختلافِ استعداد کے سبب نہیں ہو سکتی۔ دعا بھی کرتا ہوں (النور رجب ۱۳۵۸ھ)

عمل کے وقت قصد ضروری ہے

حال: حضور کی تعلیم کے مطابق عمل کرتا ہوں لیکن بعض اوقات استحضار نہیں رہتا۔

تحقیق- اپنی طرف سے اس کا قصد ضروری ہے پھر خواہ رہے یا نہ رہے۔

(النور صفر ۱۳۵۹ھ)

مرض روحانی کا علاج ایسا ہو کہ پھر عود نہ کرے، ایسا سوال جہل ہے

حال- حضرت بندہ نے پہلے خط میں یہ عرض کیا تھا کہ نماز کے اندر ریاء کا خیال آتا ہے۔ الخ۔ اس کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا۔ ریا اختیاری ہے یا غیر اختیاری اور یہ خیال اختیاری یا غیر اختیاری حضرت کیا عرض کروں حضرت کا جواب پڑھتے ہی بفضلہ تعالیٰ یہ بات معلوم ہوئی کہ ریا اختیاری ہے اور خیال اوّلاً بلا اختیار آتا ہے بعد کو تصوّر کرنا اختیاری ہے مگر بفضلہ تعالیٰ حضرت کی تحریر کی برکت اتنی ہوئی کہ اُسی دن سے بندہ کو اس مہلک مرض سے نجات ملی اور اس کے بعد وہ خیال شاید ہی آیا ہو اللہ تعالیٰ حضرت کو خوش رکھے آمین ثم آمین۔ اب عرض یہ ہے کہ بندہ تقریباً سات سال سے

حضرت کی خدمت میں خطوط لکھتا ہے اور بفضلہ تعالیٰ بندہ کو اتنا فایدہ ہوا جس کو بندہ ظاہر نہیں کرسکتا اور ایسی آسان آسان تدبیریں حضرت نے بتلائیں جن کا شکریہ قیامت تک ادا نہیں ہوسکتا مگر چند دن سے یہ ایک امر بندہ پر دشوار گذرا اور بندہ کی ساری کوشش ختم ہوئی مگر کسی طرح نجات نہیں ملتی وہ یہ کہ جس مرض کا علاج حضرت سے کرایا اور وہ مرض جاتا رہا اور اس سے مطمئن ہوگیا مگر دو چار ماہ تک اس کا کوئی اثر نہیں پایا۔ ناگاہ وہ مرض نمودار ہوکر بندہ کو گرفتار کرلیتا ہے اور بندہ مغلوب ہوکے گناہ میں گرفتار ہوجاتا ہے اور جب گناہ صادر ہوجاتا ہے تو اس وقت اتنا خوف طاری ہوتا ہے گویا کہ مایوسی اور محرومی یقینی نظر آتی ہے اور گریہ وزاری میں لگ جاتا ہے اور کئی دن تک نہ کھانا اچھا لگتا ہے نہ چلنا۔ مگر اپنا عمل نہیں چھوڑتا ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ اس کے لئے کیا کروں۔ اور کئی دن سے دل میں یہ بات آتی ہے کہ بندہ خود ہمیشہ حق جل جلالہٗ سے دُعا و استغفار کرتا رہتا ہے مگر اس نالائق کی دُعا کا کیا ٹھکانہ لہٰذا حضرت ہی سے دُعا کی درخواست کر۔ شاید حضرت کی برکت سے خدائے عزوجل اس نالائق پر اپنا فضل کرے اور اصلاح کامل کی توفیق عنایت کرے۔ امید ہے کہ بندہ کی اصلاح کے لئے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین۔

تحقیق۔ اگر کسی کو بخار آوے اور طبیب کا نسخہ استعمال کرنے سے جاتا رہے تو کیا یہ بھی علاج کے لوازم میں سے ہے کہ پھر بخار عود نہ کرے یا اگر عود کرے پھر نسخہ استعمال کرلے یا طبیب سے بجائے استعمال نسخہ کے یہ سوال کرے کہ میں اب کیا کروں جس سے کبھی عمر بھر بھی مرض عود نہ کرے۔ کیا ایسا سوال جہل نہ ہوگا۔ خاص کر جب وہ عود اپنی غفلت اور بدپرہیزی سے ہو۔ تو اس وقت اپنے نفس سے سوال مناسب ہے یا طبیب سے۔ یا طبیب سے دعا کرا کر یہ اعتقاد جائز ہے کہ اس دُعا کے بعد باوجود میری بے احتیاطی کے مرض عود نہ کریگا کیا یہ اعتقاد بھی جہل نہ ہوگا۔ (النور صفر ۱۳۵۹ھ)

تحصیل روزی کے لئے مطب اختیار کرنا اگر دین کیلئے مضر نہ ہو تو جائز ہے

حال۔ اس سے پہلے جو عریضہ میں نے ارسال کیا تھا وہ بیشک مجمل تھا اس کوتاہی پر مجھے سخت ندامت ہے۔ اور حضور والا

سے معافی کا خواستگار ہوں۔ اُمید ہے کہ حضور والا برائے شفقت بزرگانہ معاف فرمائیں گے۔ اب حضورِ والا کے ارشادِ گرامی کے موافق چند مثالوں سے اپنے مقصد کی توضیح کرتا ہوں (۱) زید تحصیلِ رزق کے لئے مطب اختیار کرتا ہے اور صرف اپنے مقرر کردہ اوقات کی پابندی کرتا ہے اور صرف اس قدر تدبیر اپنے ذِمہ واجب سمجھتا ہے اس کے بعد جو کچھ آمدنی ہوتی ہے اس کو قسمت پر محمول کرتا ہے

تحقیق۔ اگر یہ صورت غالب اوقات میں زید اور اس کے اہل وعیال کی ضروریات کے لئے کافی ہو جاتی ہو تو ادائے واجب کے لئے کافی ہے اور افضل بھی ہے

حال:۔ (۲) عمرو تحصیل رزق کے لئے مطب اختیار کرتا ہے اور علاوہ مقرّرشدہ اوقات کی پابندی کے وہ اشتہار بھی دیتا ہے کہ میں فلاں مقام پر مطب کرتا ہوں اور ان امراض کا خاص طور پر علاج کرتا ہوں۔ وہ اس قدر تدبیر کرنا اپنے ذمہ واجب سمجھتا ہے اس کے بعد جو کچھ آمدنی ہوتی ہے اس کو قسمت پر محمول کرتا ہے۔

تحقیق۔ اگر پہلی صورت ضروریات کے لئے کافی نہ ہو تو پھر اس صورت کو ضروری کہیں گے ورنہ غیر ضروری گو جائیز ہو۔

حال ۳۔ بکر تحصیل رزق کے لئے مطب اختیار کرتا ہے۔ علاوہ مقرر کردہ اوقات کی پابندی کے اشتہار بھی دیتا ہے اور لوگوں سے اپنے مطب کے لئے اپیل بھی شائع کرتا ہے۔ اخراجات نہ نکل سکنے پر وہ مختلف شہروں میں مطب تبدیل کرتا ہے اور پھر بھی یہ خیال کرتا ہے کہ اب بھی تدبیر پوری نہیں ہوئی۔ شاید کسی اور شہر میں مطب کرنا اس کو راست آجائے اور آمدنی میں اضافہ ہو جائے۔

تحقیق۔ ظاہراً یہ غلو ہے گو اگر دین کو مضر نہ ہو جائیز ہے لیکن ضرر کا اندیشہ ضرور ہے۔ البتہ اگر بدوں اس کے ضروریات مہیا نہ ہو سکیں تو معذور ہے۔

حال۔ اب میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مطب کی صُورت میں تحصیلِ رزق کے لئے کس قدر تدبیر اختیار کرنے کے بعد مجھے مطمئن ہو جانا چاہیئے۔

تحقیق۔ تفصیل اوپر لکھ دی گئی۔ (النور۔ ربیع الاوّل ۱۳۵۹ھ)

منصوص دعاؤں کا اثر ظاہر نہ ہونا اس میں عبدیت وتفویض کا امتحان ہے۔

حال - منصوص دعائیں اور اوراد پڑھ رہا ہوں مگر ان کا کچھ اثر ظاہر نہیں ہوتا

تحقیق - اس انتشار کا منشا یہ ہے کہ ادعیہ کے اثر کو ادویہ کے اثر پر قیاس کیا جاتا ہے اور یہی غلطی ہے۔ سنۃ اللہ دونوں جدا جدا ہیں۔ دوا کی تاثیر کے شرائط وموانع کم ہیں دُعا کے زیادہ ہیں جس میں بہت حکمتیں ہیں۔ ایک بیّن حکمت یہ ہے کہ دُعا عبادت ہے جس کی رُوح عبدیت ہے۔ اگر یہ فوراً قبول و مؤثر ہو جاتی تو اس میں عبدیت وتفویض کا امتحان نہ ہوتا۔ واللہ اعلم۔ اور اگر وہ اثر آخرت میں موعود ہے تو پھر یہ سوال ہی متوجہ نہیں ہوتا۔ (النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ)

بعض اساتذہ یا ان کی اولاد وغیرہ کا پریشان ہونا۔ اس کا علاج

حال (ایکے از اہلِ علم واہلِ اجازت) احقر بہت زیادہ پریشان ہے بے نماز کو یا ڈاڑھی منڈانے والے کو یا عام لوگ کسی کی نسبت مشہور کریں کہ یہ شخص بدمعاش۔ لونڈے باز یا رنڈی باز اور شرابی ہے یا سود خوار ہے تو ان فساق لوگوں پر بہت سخت غصہ آتا ہے اور طبیعت بیحد پریشان ہوتی ہے مگر اُسی وقت یہ خیال قصداً لاتا ہوں کہ شاید اس شخص میں کوئی ایسی خوبی بھی ہو جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اور میرے اندر کوئی عیب ہو جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو جس کی وجہ سے میں مردود ہوں اور وہ لوگ اس خوبی کی وجہ سے مقبول ہوں۔ باوجود اس خیال کے بوجہ غصہ ان لوگوں سے سلام وکلام نہیں کرتا ہوں۔ ان لوگوں میں بعضے ایسے لوگ ہیں کہ میرے استاد ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ میرے استادوں کی اولاد ہیں ان لوگوں کا میں ادب لحاظ کچھ نہیں کرتا جس سے ان لوگوں کے جو حقوق مجھ پر ہیں وہ ضائع ہوتے ہیں۔ حضرت للہ تحریر فرمایئے کہ ایسی حالت میں میں کیا طریقہ اختیار کروں۔

تحقیق - فقہ واصول پڑھنے والا ایسے امور میں متحیر ومشوش ہو تعجب ہے۔ بہت سے معاملات ذو وجہین ہوتے ہیں۔ فقہاء دونوں وجہ کا حق ادا کرتے ہیں۔ اوّل کے حصہ میں جو دونوں وجہوں

کے حق ادا کرنے کے متعلق لکھا ہے ٹھیک ہے لیکن اخیر میں تذبذب کیوں ہوا۔ یہاں بھی دونوں جہوں کا حق ادا کرنا ممکن ہے کہ دل میں نکیر ہو مگر ظاہری برتاؤ میں ان کا ادب کیا جائے۔ حدیثوں میں اس کے نظائر مذکور ہیں۔ البتہ اگر اعراض سے ان کی اصلاح کی امید ہو تو اس کی بھی اجازت ہے۔

(النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ)

معاشرت و معاملات کے خلاف ہونے سے رنج ہونے کا علاج

حال:۔ دوسری حالت یہ ہے کہ آداب معاشرت و معاملات میں بندہ کی احتیاط رکھنے کی کوشش ہے دوسروں سے بھی راحت رسانی و صفائی معاملات کی توقع رہتی ہے اور جب کسی کے معاملہ لین دین میں خرید و فروخت میں صفائی نہیں پاتا۔ تو طبیعت میں بہت رنج رہتا ہے اور یہی بات گھر میں پاتا ہوں تو کہتا ہوں کہ گھر کا کام انتظام اور صفائی سے کیوں نہیں کیا جاتا۔ یا کوئی بات ادھوری اور فضول کیوں کہی جاتی ہے تو گھر میں اصلاح نہیں ہوتی۔ بلکہ اہلیہ اس طرح سمجھانے کو بدخلقی سمجھ کر رنج کرتی ہے اور پھر بندہ کو دونا رنج ہوتا ہے اور حالت افسردہ رہتی ہے کس طریقہ سے احتیاط کرنی چاہیئے۔

تحقیق۔ کیا اس طریقے میں کوئی شبہ خلافِ شرع ہونے کا ہے اگر ہے تو اس کو ظاہر کریں اور اگر نہیں ہے تو پھر دوسرا طریقہ کیوں تلاش کیا جاتا ہے۔ اگر فضیلت یا راحت کے لئے دوسرے طریقہ کی تلاش ہے تو جتنے طریقوں پر عمل کر سکتے ہو سوچ کر لکھو تاکہ مجھ کو تعین میں آسانی ہو اور بدوں اس کے اگر میں نے بتلایا ممکن ہے کہ اس پر عمل مشکل ہو اور وہ واجب بھی نہ ہوگا جس کے لئے مشکل ہونا مانع نہیں کیونکہ واجب میں مشکل ہونا عذر نہیں۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ)

(کتاب) "تبلیغ دین" اقویا کے لئے ہے

حال:۔ تعلیم الدین کا باب سلوک دیکھ رہا ہوں اس سے جو امراض اور عیوب اپنے اندر سمجھ میں آئے ہیں ان کو علیحدہ کاغذ پر لکھتا جاتا ہوں اس کے بعد "تبلیغ دین" دیکھنے کا قصد ہے اُس سے سمجھ میں جو آویگا لکھتا جاؤنگا۔ پھر ایک ایک کر کے حضور کی خدمت میں پیش کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ

تحقیق۔ مناسب۔ مگر یہ امر پیش نظر ہے کہ تبلیغ دین میں اتقیاء کے مذاق پر کلام کیا گیا ہے جس کا تحمل اس وقت کے ضعفاء کو نہیں اور علاج اس مذاق میں منحصر نہیں لہٰذا اس کو مقصود بالذات نہ سمجھا جاوے۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ)

نماز میں سہو کا علاج احضار ہے نہ حضور

حال۔ حضرتِ والا جو نمازیں اکیلے پڑھتا ہوں اس میں سہو بہت ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ نماز کی طرف دھیان نہیں رہتا خیال اِدھر اُدھر رہتا ہے اس میں شبہ ہو جاتا ہے کہ دو رکعتیں ہوئیں یا تین۔ تین ہوئیں یا چار۔ اس کی کوشش تو نہیں کرتا کہ خیالات ادھر اُدھر نہ جائیں لیکن بعض اوقات دل کو بہت رنج ہوتا ہے کہ میں یہ کیسی نماز پڑھتا ہوں اور تمنا کرتا ہوں کہ یکسوئی و دلجمعی کے ساتھ نماز پڑھنے کی توفیق نصیب ہو جاوے۔

تحقیق۔ گو حضور اختیاری نہیں لیکن احضار اختیاری ہے جس قدر وسع میں ہو خواہ اس پر حضور مرتب ہو یا نہ ہو اس میں دو غلطیاں ہوتی ہیں۔ ایک احضار کا قصد نہ کرنا دوسرے حضور کا قصد کرنا۔ (النور۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۹ھ)

نماز تہجد کیلئے اگر آنکھ نہ کھلتی ہو تو بعد عشاء کے پڑھ لے۔

حال۔ خادم کی یہ حالت ہے کہ سوائے نمازِ پنجگانہ کے اور کچھ کام نہیں ہوتا ہے۔ نمازِ تہجد کو بھی آنکھ نہیں کھلتی اور اگر کھلتی ہے تو وہ سستی ہے، کہ اٹھا نہیں جاتا۔ مجھے اپنی حالت پر افسوس ہوتا ہے۔

تحقیق۔ افسوس تو علامت ہے محبت کی جو مطلوب ہے۔ مگر افسوس کے بھی حدود ہیں جو چیز اختیاری ہو وہاں افسوس کے ساتھ اختیار سے بھی کام لینا چاہیئے مثلاً تہجد اگر اخیر شب میں نہیں ہوتا تو بعد عشاء پڑھ لیا جاوے اور جو چیز اختیاری نہ ہو وہاں صبر و استغفار و دُعا کرنا چاہیئے۔

حال۔ بعض وقت نامعلوم کس کس قسم کے وسواس پیدا ہوتے ہیں۔

تحقیق۔ تو اس سے دینی ضرر کیا ہے۔

حال۔ حضرت والا کی دُعا اگر ہو سکی تو یہ مشکل آسان ہو جائے گی۔

تحقیق۔ انکار کب ہے لیکن ہر امر میں صرف دُعا پر اکتفا کرنا ضعف علمی وعملی ہے۔ اوپر کی تفصیل کی ضرورت ہے۔ (النور۔ رمضان ۱۳۵۹ھ)

انفعالات مقصود نہیں افعال مقصود ہیں

حال:۔ اپنے ابتر حالات کیا عرض کروں۔ آج سے دو سال قبل جو کیفیت حلاوت وخشیت اور معیتِ حق تھی افسوس کہ وہ بتدریج کم ہو کر ختم ہو گئی۔

تحقیق۔ تو ضرر ہی کیا ہوا یہ انفعالات ہیں جو مقصود نہیں۔ افعال کا درجہ مقصود ہے جو کہ اختیاری ہے گو اس میں لذت نہ ہو وفی مثلہ قیل ؎

دربزم عیش یک دو قدح نوش کن برو یعنی طمع مدار وصال دوام را

(النور شوال ۱۳۵۹ھ)

"رسالہ الصحیفۃ الفاضلہ فی اصلاح العاجلۃ والاٰجلۃ"

بعد حمد وصلوٰۃ احقر اشرف علی عرض کرتا ہے کہ یہ ایک خط ہے جو حضرت مرشدی قدس سرہٗ نے جناب نواب محمود علی خان صاحب مرحوم کو اس وقت تحریر فرمایا تھا جب ان کا ارادہ مکہ معظمہ ہجرت کرنے کا تھا اور اپنی ریاست کا انتظام کرنے کے لئے ہندوستان تشریف لائے تھے چونکہ یہ والانامہ دین ودنیا دونوں کے مہمات مصالح کا جامع ہے اس کی اشاعت کو ہر طبقہ کے لئے مفید سمجھا گیا۔ ناظرین اس کے ہر ہر جزو کو علوم عجیبہ کا خزانہ پائیں گے۔ وھو ھذا۔

نقل والانامہ حضرت مرشدی حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ،

از مکہ معظمہ حارۃ الباب مورخہ ۲۵ جمادی الاوّل ۱۳۱۱ھ

از فقیر امداد اللہ عفی عنہٗ۔ بخدمت سراپا جود وسخا حامی شریعت وطریقت جناب نواب محمود علی خان صاحب متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جب سے آپ تشریف

رہ گئے ہیں دل کو بہت تعلق ہے۔ امید کہ بفضلہ تعالیٰ آپ مع الخیر والعافیۃ اپنے وطن پہنچ کر اپنے فرزندان و عزیز و اقارب کے دیدار سے مسرور و شاداں ہوئے ہوں گے۔ آپ بہت جلد اپنے مزاج مبارک کی خیریت و حالات سفر و دیگر حالات سے سرفراز فرمادیں۔ چونکہ فقیر کو آپ سے محبت للہ ہے اور (الدین النصیحۃ) بڑی خیر خواہی دین کی ہے اس لئے خیر خواہانہ تحریر ہے۔ آپ اپنی ریاست کا انتظام اور حقداران کی ادائے حقوق کا بندوبست اس طرح سے کرکے یہاں تشریف لادیں کہ آپ کو کچھ بھی تشویش نہ رہے کیونکہ جب تک قلب تعلقات و تشویشات دنیاوی میں مشغول رہے گا عبادت و طاعت کی لذت و حلاوت ہرگز نہ ملے گی بلکہ جب تک دل ماسوی اللہ سے پاک و صاف نہ ہوگا تب تک نہ سچی توحید حاصل ہوگی اور نہ جمالِ مبارک حق کا آئینۂ دل میں مشاہدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو ایک ہی قلب مخصوص اپنے واسطے عطا کیا کوئی دوسرا دل نہیں کہ اس میں دوسرے تعلقات مشاغل کو جگہ ہو۔ حرمین شریفین میں رہ کر دل کو امور و مشاغلِ ہند میں مشغول رکھنا اس سے بہتر یہ ہے کہ ہند میں رہ کر دل کو حرمین شریفین کی طرف متوجہ رکھنا۔ کیونکہ حقیقت ہی قلب سے ہے اگر قلب ہند میں رہا اور صرف ظاہری جسم حرمین شریفین میں رہا تو یہ ہجرت حقیقی نہ ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر عملِ قلب ہے (انَّ اللّٰہَ یَنظر الی قلوبکم ولا ینظر الی صورکم) اصل ہجرت تو یہ ہے کہ اللہ (تعالیٰ) کے واسطے اللہ کے سوا سب کو چھوڑ کر صرف اللہ کا ہو رہے۔ اگر یہ نہ ہوسکے تو اس قدر تو ضروری ہے کہ آپ کو اور اپنی اولاد و اموال و ریاست سب کاموں کو اللہ تعالیٰ کی وکالت میں سپرد کرکے خود تدبیر و بندوبست سے فارغ ہوجائیے۔ جب اللہ قادر و رحیم و کریم و علیم کو اپنا وکیل و کارساز بنادیا تو بندۂ عاجز ناکس کا محتاج نہ رہے گا۔ جب تک اللہ اور رسول کی محبت سب چیزوں پر غالب نہ ہوگی اور امورِ دین اور امورِ دنیوی پر یعنی باقی فانی پر غالب ہو جائینگے تب تک بندہ کا ایمان پورا نہ ہوسکیگا۔ مسلمان کو کامل مسلمان ہونے کی کوشش و فکر تو سب پر مقدم و فرض ہے بس اپنے متعلق کوئی جھگڑا و تعلق دنیاوی نہ رکھیں جب سب اللہ تعالیٰ شانہ کے سپرد کردیئے اور دنیا پر عقبیٰ کو مقدم کردیا تو سب کام درست و ٹھیک ہوگئے۔ دنیا فانی بگڑے تو کیا بنے تو کیا (جب اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا تو ہرگز نہ بگڑے گی) جب عقبیٰ و دین کی درستی ہوگئی تو ہفت اقلیم کی سلطنت بھی اس کے نزدیک بے حقیقت ہے۔ حضرت مولانا روم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

۵ عشق بر مردہ نباشد پائیدار
عشق را بر حیؒ بر قیومؒ دار

اللہ تعالیٰ کے سوا سب فانی ہے اور عشق باقی باقی ہے ۔ یا اللہ فانی کی محبت یعنی اولاد و اموال کی محبت اللہ حیؒ و قیومؒ کی محبت سے ہم سب کو نہ روکے ۔ بس مکہؒ و مدینہ میں رہنے کا لطف جبھی ہے کہ دل سب سے فارغ و خالی ہو ۔ بہت علوم پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں ۔ جب تک عمل نہ ہو ۔ نقل ہے کہ امام ابو یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم ادہم قدس سرہ سے کہا تھا کہ درویش کے واسطے علوم کا سیکھنا ضروری ہے تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے ایک حدیث سُنی ہے کہ (حب الدنیا رأس کل الخطیئات) جب اس حدیث پر عمل کر لوں تو اور علوم سیکھوں ۔ ہدایت کے واسطے ایک آیت ایک حدیث کافی ہے ۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ ہم کو اور آپ کو توفیق عمل عطا فرما دیں ۔ اور اپنی رضامندی پر چلادیں اور ماریں ۔ حقیقت میں حضرت اس حدیث پر عمل ہو جاوے تو انسان مقبول خدا ہو جاوے ۔ صفاتِ ذمائم جو مہلکات ہیں مثل طمع و حرص و حسد و کینہ و عداوت و غضب ، و کبر و بُخل وغیرہ سب حُبِ دنیا سے پیدا ہوتے ہیں ۔ ایسا ہی صفات حمیدہ مثل صبر و توکل و رضا و قناعت و تواضع و سخاوت و علم وغیرہ سب ترکِ حُبِ دُنیا سے حاصل ہوتے ہیں ۔ اولاد کے برابر عزیز اور والدین کے برابر شفیق و مہربان کوئی نہیں مگر اس حُب دنیا کی وجہ سے ان میں آپس میں مخالفت و عداوت ہو جاتی ہے اور جب حُبِ دنیا نہ رہے ۔ سارے جہان کے غیر عزیز دوست ہو جاتے ہیں (اللّٰھمّ اجعلنا منھم) ایک بات ضروری یہ بھی ہے کہ داد و دہش کا جھگڑا بھی اپنے ساتھ نہ ہو تو بہتر ہے بلکہ کل صدقات و خیرات بھی متعلق ریاست کر دیا جاوے ۔ بندہ کو اپنے آپ کو اپنے جسم و روح اللہ تعالیٰ کو دینا ہی حقیقی سخاوت و جوادی ہے ۔ جب اللہ تعالیٰ کو اپنے آپ کو دیدیا تو اب کوئی جود و سخا باقی نہ رہی اب اس کو لاکھ و کروڑ روزانہ خیرات کرنے کی حاجت باقی نہ رہی اہل اللہ کے برابر کوئی جواد و سخی نہیں ہو سکتا ۔ فقیر کی تو یہ بھی صلاح نہ ہوتی کہ آپ اپنے مصارف کے واسطے کچھ ریاست سے مقرر کر لیں ۔ لیکن چونکہ ساری عمر اسباب پر رہی ہے اس لئے اس بارہ میں فقیر کچھ نہیں کہتا ہے ۔ آپ اپنے نفس سے زیادہ واقف ہیں کیونکہ درویشی میں یہ بڑا شرک (اصطلاحی) ہے کہ رہیں تو باب اللہ باب رسول پر اور روزی مانگیں ہندوستان سے ۔ کسی امیر

کے دروازے پر کسی دوسرے سے مانگ کر کھانا امیر کی غیرت و غصّہ کا سبب ہے یہ کوئی بڑے درجات و مراتب کی بات نہیں کمالِ ایمان اور ادب کی بات ہے بس اپنے ضروری خرچ کے سوا زیادہ مقرر نہ کریں کہ لوگ آپ کے تضیع اوقات اور تشویش کے باعث نہ ہوں۔

بڑی خرابی امراء و رئیسوں کو اس وجہ سے ہوتی ہے کہ انہوں نے مشورہ لینے کی سنّت کو اپنی کم فہمی سے ترک کر دیا ہے۔ مسلمان لوگوں کی تعلیم کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلّم کو (شاورھم فی الامر) بتاکید فرمایا ہے۔ نصرانیوں نے اس آیت پر اس درجہ عمل کیا کہ ہزاروں قسم کی مجلسیں مقرر کیں ہر اخبار اور ہر رعیت کو رائے دینے کا مجاز کیا۔ اس کا نتیجہ جو کچھ ہے آپ کو بھی معلوم ہے۔ مسلمانوں کو یہ خبط ہے کہ جب ہم دوسرے سے رائے لیں گے تو ہم کو لوگ کم عقل سمجھیں گے یا ہماری حکومت میں شریک ہو جاویں گے۔ یا تکبّر سے کسی کو مشورہ کے قابل نہیں سمجھتے۔ غرضیکہ اس قسم کے بیسیوں خبط ہیں۔ بس اپنے خیر خواہوں سے مشورہ کر کے سب کاموں کا انتظام و انصرام بخوبی کر کے تشریف لاویں اگر پانچ چار مہینہ توقف بھی کرنا پڑ جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ادھورا کام چھوڑ کر آنے میں پھر وہی تشویش و تردّد رہے گا۔ زمانہ میں عقل کے ساتھ دیانتدار کمیاب ہیں۔ اگر ایسے لوگ مل جاویں تو حق تعالیٰ کا بہت شکر کرنا چاہیئے اور ایسے آدمی کی قدر کرنی چاہیئے کیونکہ (لا یشکر اللہ من لا یشکر الناس) خود اللہ تعالیٰ شاکر و مشکور ہے۔ ہر شخص کی استعداد کے مطابق برتاؤ فرماتا ہے نیکوں کو ہر نیکی کے بدلے دس سے کم نہیں اور زیادہ کا انتہا نہیں عنایت کرتا ہے اور برائی کا برابر صرف ایک برائی۔ خود فرماتا ہے افمن کان مؤمناً کمن کان فاسقاً۔ اس مسئلہ پر بھی فرنگیوں نے ایسا عمل کیا ہے جیسا چاہیئے۔ ان کا ملازم یا ان کی رعیت کچھ اچھا کام کرتا ہے تو اس کا کیا کچھ شکر کرتے ہیں۔ اگر ملازم ہو تو اس کی کارگذاری کی کتاب میں توصیف اور تعریف لکھتے ہیں۔ اور اس کی خدمت کے لائق برابر ترقی کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض وقت دس ۱۰ روپے والے کی ترقی ہزار دو ہزار تک ہو جاتی ہے۔ ویسے بھی بذریعہ خطاب وغیرہ ملازم و رعایا کی عزّت کر کے اس کی دیانت و ہمت بڑھاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دیانتدار و غیر دیانتدار کے ساتھ یکساں سلوک ہوگا تو دیانتدار کی ہمّت اس کی خیر خواہی کی طرف سُست ہو جاوے گی، پھر سب کام خراب ہو جاویں گے۔ مسلمان رئیسوں کی زیادہ خرابی اس سے ہوئی کہ انہوں نے اہل و نااہل

کی تمیز نہ کی ۔ بہت رئیسوں نے جان بھی لیا کہ فلاں عاقل و دیانتدار ہے مگر تکبر یا بدعقلی کی وجہ سے اس کی قدر نہیں کرتے ۔ بعضوں کو یہ خبط ہے کہ اگر ہم اس کی تعریف و ترقی کریں گے تو یہ خراب ہو جاویں گے (نعوذ باللہ منہا) اپنی عقل کو اسرار شریعت سے بھی بڑھ کر سمجھنے لگے ۔ فقیر نے بارہا دیکھا ہے کہ دیانتدار کو خائن خود رئیس کر دیتے ہیں کیونکہ ملازم نے اپنے اوقات کو اپنے آقا کے ہاتھ اپنی رفع حوائج کے بدلے بیچ ڈالا ۔ جب آقا کو اپنے ملازم کی ضروریات و حوائج کا خیال نہ ہوگا مثلاً اس کی حیثیت کے موافق اس کی رفع حاجات پچاس روپیہ میں ہوں اور وہ پچیس روپیہ دے تو ملازم اور حاجتوں کو کہاں سے پوری کرے ۔ آخر وہ خیانت کی طرف مجبور ہوگا ۔ بس اس میں اللہ و رسول کے قانون کے مطابق کارروائی ہونے سے سب امور ٹھیک ہوتے ہیں ۔ فقط (النور ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ)

(تمّت الصحیفۃ الفاضلہ)

ہر عمل میں خلوص نہیں ، فکرِ معاش راجح ہے

حال ۔ میری دین اور دنیا کا انحصار تو محض حضرت اقدس ہی کے وسیلہ سے ہے ۔ ورنہ

جواب فکرِ معاش فکرِ معاد کے منافی نہیں

میری حالت تو اتنی ابتر ہے کہ میرا کہیں ٹھکانا نہ ہو ۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے ساتھ صحیح تعلق قائم فرما دیں اور ہمیشہ قائم رکھیں ۔ للہ حضرت اقدس خود اس ناکارہ اور دیرینہ برائے نام خادم کو اپنی طرف کھینچیں ۔ اور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت کا سچا اور مخلص خادم بنائے رکھے ۔ اور دین و دنیا دونوں میں اس کی برکات نصیب فرمائے ۔ آمین ثم آمین ۔ میں اپنے اندر صدق و خلوص بالکل مفقود پاتا ہوں اور نفس و شیطان ہر وقت درپئے مردودیت و مطرودیت رہتے ہیں ۔

بے عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

اپنی اس ڈانواں ڈول حالت کا رونا بالکل شروع تعلق ہی سے روتا چلا آتا ہوں اور حضرت اقدس نے شروع ہی میں احقر کی التجائے توجہ پر یہ شعر ارقام فرمایا تھا ۔ بغایت شفقت بزرگانہ

بندۂ پیر خراباتم کہ لطفش دائم است
زانکہ لطف شیخ وزاہد گاہ ہست گاہ نیست

پنشن کے بعد خلوئے ذہن میں اپنے رذائل اور بھی کھُل گئے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کمینہ خصلت اور رذیلہ ایسا نہیں ہے جو میرے اندر بدرجہ غایت موجود نہ ہو اکثر مایوسی کا عالم طاری رہتا ہے، اور کسی امر میں خلوص نہیں پاتا۔ بالکل کاذب ریاکار بداعمال بدحال بلکہ ایمان تک کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ چاروں طرف سے مایوس ہوکر بس اللہ تعالیٰ اور حضرت اقدس ہی کی جانب توجہ ہوتی ہے۔ للہ میری دستگیری فرماتے رہیئے ورنہ مجھ کو ہر وقت مردودیت و مطرودیت کا سخت اندیشہ ہے بلکہ بعض اوقات تو غالب گمان وقوع کا ہوجاتا ہے۔ معاذاللہ منہ ~ مرادر دیست اندر دل الخ اگر حضرت سے نہ روؤں تو اور کس سے جاکر عرضِ حال کروں۔ اللہ تعالیٰ ہی میری مدد فرمائے اور مجھ کو ہر گمراہی سے محفوظ و مامون رکھے۔ کسی سے ملنے جلنے کے قابل اپنے آپ کو نہیں پاتا جو حُسنِ ظن حضرت اقدس کی بدولت رکھتے ہیں اُن سے نہایت درجہ شرمندہ ہوتا ہُوں۔ اور جی چاہتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو سب سے الگ کرلوں۔ گو اتنا لکھا لیکن اصلی حالت پھر بھی نہ ظاہر کرسکا بس دُعا و توجہ حضور ہی کارگر ہو تو ہو۔

تحقیق۔ بروئے حدیث توبہ الندم توبتہ یہ استحضار و ندامت قلبی توبہ ہے جو ہر نقص کا تدارک ہے اگر کپڑا میلا ہوجاوے دھوڈالنا اس کا تدارک ہے اگر پھر میلا ہوجاوے پھر دھوڈالے یہی سلسلہ جاری رہے تو بھی رحمت ہے۔ والسّلام

حال۔ پہلے عریضہ میں اپنی زبوں حالی کو عرض کیا تھا جس کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا تھا کہ (کیا خدمتِ تعلیم فکر عاقبت سے خارج ہے) اس کے متعلق ایک خلجان پریشان کُن باقی ہے۔ عرض کرکے شفا چاہتا ہوں۔ خدمت تعلیم بظاہر آلہ فکر معاش بنا ہوا ہے بلکہ اپنے ضعف پر نظر کرتے ہوئے فکرِ معاش اصل و اقدم نظر آرہا ہے اس لئے دست بستہ عرض ہے کہ غریق گرداب کو ساحلِ نجات پر پہنچایا جاوے۔

تحقیق۔ کیا فکرِ معاش اور فکرِ معاد جمع نہیں ہوسکتے۔

ان ہی صاحب کا دُوسرا خط

حال۔ پہلے عریضہ میں فکرِ معاد کے متعلق اپنا شبہ عرض کیا تھا جس کے جواب میں ارشادِ عالی ہوا تھا (کیا فکرِ معاش اور فکرِ معاد جمع نہیں ہو سکتے) اس کے متعلق عرض ہے کہ بیشک دونوں جمع ہو سکتے ہیں مگر باوجود تامل کے مجھے ایسی صورت جمع سمجھ میں نہیں آئی جس سے قلب کو اطمینان حاصل ہو جائے لہٰذا مؤدبانہ عرض ہے کہ صورتِ جمع ارشاد فرما کر مطمئن فرمایا جاوے۔

تحقیق۔ حدیث کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ۔ اس میں نص ہے کہ فکرِ معاش بھی فردِ اعظم ہے فکرِ معاد کی جس کا اعظم ہونا لفظ فریضہ سے ظاہر ہے اور کون نہیں جانتا کہ مقسم لوازم قسم سے ہے لزوم سے بڑھ کر جمع کی کونسی صورت ہو گی۔

ان ہی صاحب کا تیسرا خط

حال۔ فکرِ معاش اور فکرِ معاد کے جمع کی جو صورت حضرت والا نے ارشاد فرمائی پوری طرح سمجھ میں آ گئی اس میں ایک خلجان باقی ہے وہ یہ کہ دین ذریعہ دُنیا نظر آ رہا ہے اور ہونا چاہیئے برعکس۔ لہٰذا ایسی ترکیب ارشاد فرمائی جاوے جس سے دُنیا پر دین کو غلبہ ہو جاوے۔

تحقیق۔ دنیا جو نظر آ رہی ہے صورتاً دنیا ہے معناً دین ہی ہے بوجہ نیت کے۔ ورنہ دنیائے خالص کو فریضہ نہ فرمایا جاتا جو کہ قسم ہے دین اور اطاعت کی۔ اس میں بیّن دلیل مشروعیت ہے صلوٰۃ حاجت کی جس کی وضع اور غایت ہی حاجتِ دنیویہ ہے وہاں بھی یہی توجیہ ہے۔

(النور۔ محرم ۱۳۶۰ھ)

استیذان حضرت سعدؓ پر آنحضرتؐ کا تین دفعہ سلام کہنا اس میں حکمت

حال۔ ایک حدیث میں ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغرضِ استیذان حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پر تین مرتبہ السلام علیکم کہا اور وہ ہر دفعہ آہستہ جواب دیتے رہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

واپس ہوئے تو انہوں نے بالفاظ ذیل عذر کیا۔

ولقد رددت علیک ولم اسمعک احببت ان استکثر من سلامک و من البرکۃ۔اھ۔ اس پر شبہ یہ ہے کہ ان کے آہستہ جواب دینے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انتظار کرنے کی اور واپس ہونے کی تکلیف ہوئی انہوں نے اس کو کیسے گوارا کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تنبیہ کیوں نہ فرمائی اس میں حکمت کیا ہے۔

تحقیق۔ ایذار عادۃً جب ہوتی ہے کہ مخاطب کا موجود اور سامع اور غیر معذور ہونا معلوم ہو۔یہاں نہ یہ معلوم تھا کہ موجود ہیں نہ یہ معلوم تھا کہ سُن رہے ہیں۔پھر بعد میں جب موجودگی اور سماع کا علم ہوا تو ساتھ ہی عذر کا بھی علم ہو گیا تو کوئی موقع ایذار کا پیش نہیں آیا ورنہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے حُسنِ اخلاق سے کچھ نہ فرماتے تو حق تعالیٰ تو تنبیہ فرماتے کما نبّہ تعالیٰ علی اخف من ھذا فی قولہ لاتدخلوا بیوت النبی الی قولہ تعالیٰ ان ذالکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم الخ

(النور۔محرم ۱۳۶۰ھ)

حدیث لاخیر من لایألف ولایؤلف پر شُبہ اور اُس کا جواب!

حال۔ ایک خاص عرض ہے کہ احقر اپنے کو اس کا مصداق پاتا ہے لاخیر من لایألف ولایؤلف۔اھ۔ یہ مرض پر پاتا ہوں اور بہت روز سے ہے کہ میری طبیعت کسی سے مانوس نہیں اور غالب شبہ ہے اور لوگ بھی احقر سے مانوس نہیں۔بہر حال حضرت مجھے تو اپنا فکر ہے۔

تحقیق۔ اُلفت کے اصل معنی اجتماع کے ہیں جو مقابل ہے تفرق کا۔آیت قرآنی واعتصموا بحبل اللہ میں لا تفرقوا کی علت میں الفت بین قلوبکم فرمانا اس مقابلہ کا مؤید ہے تصنیف کو تالیف اسی لئے کہتے ہیں اُس کے لئے انس ہونا لازم نہیں کبھی مع الانس بھی ہوتا ہے چنانچہ بعض اوقات تالیف بمعنی ایناس بھی مستعمل ہوتا ہے۔پھر اجتماع کبھی محمود ہوتا ہے جب دنیائے مباح یا دین کے لئے نافع ہو کبھی مذموم۔اور کلیاتِ شرع کا مذموم کے مراد لینے سے مانع ہونا ظاہر ہے پس اجتماع محمود کا مراد ہونا متعین ہو گیا۔اب حدیث کا حاصل یہ ٹھہرا کہ مومن اجتماع محمود سے نفور نہیں ہوتا۔

ورنہ صحبتِ ضارہ سے تحذیر خود وارد ہے اور اکابر طریق نے توحش عن الخلق کو انس باللہ کے لوازم سے فرمایا ہے اِس حالت میں افادہ و استفادہ ضروریہ سے جو آبی نہ ہو وہ اس حدیث کی وعید کا مصداق نہیں ہو سکتا۔

حال۔ امید کہ حضرت سلمہٗ اس بدکردار کی اصلاح فرمائیں درخواست عرض ہے۔

تحقیق۔ الحمدللہ۔ اس کی توفیق عطا ہوگئی آپ اس استصلاح و اصلاح کو الفت مطلوبہ کی مثال سمجھ لیجئے۔ (النور۔ محرم ۱۳۶۰ھ)

کسی تدبیر کا عقل میں نہ آنا یہ بے تدبیری ہی تدبیر ہے

حال۔ میں تو حضرت بس مجموعی طور سے اپنے کو ایسے حال میں پا رہا ہوں کہ دین و دنیا دونوں کے اعتبار سے ڈوب رہا ہوں۔ اور خود ہاتھ پاؤں مار کر نکل جانے کی بھی کوئی تدبیر عقل میں نہیں آرہی ہے دماغ بالکل معطل ہے۔

تحقیق۔ بعد تفویض محض کے یہ بھی ایک نعمت اور ایک علم عظیم کا مقدمہ ہے۔ کیونکہ اس سے مشاہدہ ہو جاتا ہے کہ جب تدبیر مؤثر نہ ہو تو بے تدبیری ہی تدبیر ہے۔

حال۔ تھوڑا تھوڑا یا ایک ساتھ جیسی اجازت و مصلحت ہو عرض حال کروں یا اور جو صورت حضرت میرے حق میں مفید خیال فرمائیں۔

تحقیق۔ اپنی سہولت دیکھ لیجئے میں ہر حال میں آمادہ ہوں اور رفیق طریق۔ کما قال الشیخ الشیرازیؒ

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست
تا نہ پنداری کہ تنہا میروی!

والسّلام خیر الختام (النور صفر ۱۳۶۰ھ)

نفع کے لئے رغبت طبعی شرط نہیں ہے۔ رغبت عقلی کافی ہے

حال۔ حضرت للہ مجھ کو مرید کر لیجئے اور تربیت کے لئے دوسرے کے سپرد نہ کیا جاوے کیونکہ مجھ کو دوسروں سے ہرگز رغبت د

اطمینان نہیں ہے مجھ کو اعتقاد و اطمینان و رغبت وانس خاص حضور ہی سے ہے اگر حضرت کو تعلیم سے تکلیف ہو تو یہ ہو سکتا ہے یا نہیں کہ حضور مجھ کو بطور اصول کے مجملاً تعلیم دیدیں۔ اگر ہو سکتا ہے تو میرے لئے بسا غنیمت ہے

تحقیق۔ رغبت و اطمینان طبعی شرط نفع نہیں عقلی کافی ہے اور وہ بواسطہ موثق بہ کے حاصل ہو سکتا ہے اور بطور اصول کے مجمل اور کلی تعلیم اگر کافی ہوتی تو کتب فن سے ایسی تعلیم حاصل کرنا ممکن تھا مگر اہل طریق نے کبھی کافی نہیں سمجھا شیخ حی کو ضروری سمجھا جیسے کتب طب اور طبیب کا بعینہٖ یہی حال اور حکم ہے۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ)

والدہ کی وصیّت کہ فقیری اختیار کرنا اس سے کسب حلال کا چھوڑنا جائز نہیں

حال۔ والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا ہے۔

تحقیق۔ قلق ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو بھی صبر و اجر عطا فرمادے۔

حال۔ دعائے مغفرت فرمادیں

تحقیق۔ اللھم اغفرلھا وارحمھا۔

حال۔ بوقت انتقال وصیّت فرمائی کہ دنیوی کاروبار چھوڑ کر فقیری اختیار کر لینا۔ آخرت جو مقصود ہے اسی کو کوشش سے حاصل کرو دنیا کو چھوڑ دو۔ اب میں حیرانی میں ہوں کہ کیا کاروبار مطب کا چھوڑ دوں

تحقیق۔ کسب حلال کو حدیث میں فرض فرمایا ہے جو احکام دین میں سب سے اہم و اعظم قسم ہے ورنہ کیا اکل و شرب کو بھی دنیا سمجھ کر ترک کیا جاوے گا اور کیا یہ ترک معصیت نہ ہوگا۔

حال۔ اس پر حضور والا کی اطلاع کے بغیر تو عمل نہیں کرنا چاہتا ان کی جدائی سے پریشانی ہے۔ حضرت والا کی طرف سے اس وصیت پر عمل کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔

تحقیق۔ جب عمل ہو رہا ہے تو اس کا ابقاء یہی تکمیل ہے وصیّت کی۔

نوٹ :۔ ان صاحب نے جو لفافہ جواب کے لئے بھیجا تھا اس پر ان کے نام کے پہلے یہ الفاظ تھے۔ "بخدمت اقدس" ان الفاظ پر لکیر کھینچکر لفافہ ہی پر حسب ذیل تنبیہ لکھ دی گئی۔

تنبیہ :۔ غالباً لفافہ کسی سے لکھا لیا ہے ورنہ اپنے قلم سے یہ عبارت نہ لکھتے۔ جس فقیری کی وصیّت

مرحوم نے کی ہے یہ سراسر اس کے خلاف ہے۔ (النور ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ)

جیسے کامیابی نعمت ہے اسی طرح ناکامی بھی نعمت ہے

حال۔ مکرمت نامہ نے سعادت بخشی۔
تحقیق۔ جیسا آپ کے محبت نامہ نے خاص فرحت بخشی۔ کئی روز سے آپ زیادہ یاد آرہے تھے۔

ع اے وقتِ تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی

حال۔ خاکسار آجکل دو ہفتوں سے اپنے وطن میں ہے جو . . . . . . میں ایک دیہات ہے اور جو پہلے بزرگوں کے زمانہ میں علماء اور مشائخ سے معمور تھا۔ یوں تو خاکسار گرمیوں کے موسم میں مع اہل وعیال وطن آیا کرتا تھا مگر اس سال مزید تقریب یہ ہے کہ خاکسار کی بڑی لڑکی کا نکاح یہاں عزیزوں میں چچازاد بھائی سے درپیش ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کون جان سکتا ہے کہ اس سے پہلے جب چھ ماہ قبل تاریخ مقرر ہوئی تھی تو لڑکے کے باپ نے وفات پائی اور اب جب مقرر ہوئی تو لڑکے کے چچا نے وفات پائی۔ یہ دونوں میرے چچازاد بھائی تھے۔ اور اب ساری ذمہ داری اس ناتوان کے سر ہے۔ یہ ذاتی حالات اس لئے عرض خدمت ہوئے کہ حضرت کے کلمات میرے لئے تسکین کا باعث ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔
تحقیق۔ بزرگوں سے کان میں پڑا ہے کہ جیسے مرادات میں کامیابی نعمت ہے اسی طرح ناکامی بھی نعمت ہے۔ جیسے غذا کا عطا ہونا نعمت ہے اسی طرح مریض کے لئے (وکُلُّنا مَرِیْضٌ) (اور ہم سب مریض ہی ہیں ۱۲) دوا کا عطا ہونا نعمت ہے اگر اُس نعمت میں لذت ہے اس نعمت میں صحت ہے جو خود شرطِ لذت بھی ہے۔

(النور محرم ۱۳۶۲ھ)

عشاء کے بعد نفل پڑھے جاتے ہیں، یہ تہجد نہیں البتہ قائم مقام تہجد کے ہیں

حال۔ فی الحال میرے اوراد متعینہ یہ ہیں
تحقیق۔ آگے تفصیل ہے جس کی نقل کی حاجت نہیں، صرف ایک جزو کے متعلق یعنی بارہ بجے کے قریب تہجد ایک ضروری تحقیق تھی جو عنقریب مذکور ہوتی ہے۔
حال۔ اگر اس میں کمی بیشی مناسب ہو تو فرمادی جاوے۔

تحقیق - بالکل کافی وافی ہے صرف ایک امر قابل تنبیہ ہے کہ تہجد کا جو وقت لکھا ہے وقت تو ٹھیک ہے لیکن اگر یہ قبل سونے کے ہے تو اکثر علماء و مشائخ کی تحقیق میں وہ تہجد نہیں یعنی جس تہجد کے فضائل وارد ہیں یہ اس کی فرد نہیں بلکہ صلوٰۃ اللیل ہے لیکن قائم مقام تہجد کے ہے فراغ ذمہ میں بھی اور برکات میں بھی۔ جیسے کوئی شخص مسجد میں آکر ظہر کی سنتیں شروع کردے تو وہ تحیۃ المسجد تو نہیں مگر تحیۃ المسجد کی سنت بھی اُس سے ادا ہو جاوے گی۔ کما صرحوا بہ

حال - نیز ایک ذکر دوامی جو ہر وقت ہو سکے اور ایک کسی مخصوص وقت کے لئے اگر میرے لئے مناسب خیال فرماویں تو تجویز فرمادیں یا جس طرح آپ بہتر خیال فرماویں۔ نیز اب تک میرا معمول یہ رہا ہے کہ چلتے پھرتے اکثر قرآنِ کریم کی تلاوت کرتا رہتا ہوں۔ یہی یا اس کی جگہ کوئی اور جو مناسب ہو ہر وقت کیلئے تجویز فرمادیں۔

تحقیق - وہ تو سب سے افضل و احب ہے اگر کبھی اس میں تعب و تکلف معلوم ہو تو لا الٰہ الا اللہ کی کثرت اس میں گاہ گاہ محمد رسول اللہ ملا لیا جاوے اور مخصوص وقت کے لئے قصد السبیل سے اخذ کر لیا جاوے

حال - نیز ایک بات اور دریافت طلب ہے وہ یہ کہ رات کو مطالعہ دیکھنے کی وجہ سے اخیر رات میں اُٹھنا میرے لیے مشکل ہوتا ہے اس لئے میں مطالعہ سے فارغ ہو کر بارہ بجے شب کے قریب کبھی پہلے کبھی بعد میں تہجد کی نیت سے نفلیں پڑھ لیتا ہوں یہ مناسب ہے یا نہیں۔ اگر مناسب نہ ہو تو ارشاد فرما دیجئے۔ میں اخیر میں ہی اُٹھنے کی کوشش کرونگا۔

تحقیق - اس مشقت کی ضرورت نہیں اس کے متعلق اوپر لکھ چکا ہوں۔ (النور ربیع الاول ۱۳۶۲ھ)

بعض کا چاہنا کہ نیک لوگوں میں میرا شمار ہو مذموم نہیں!

حال - حضرت والا یہ ناچیز انگریزی ماسٹر ہے بفضلہ تعالیٰ یہ ناچیز اس بات کا منتظر نہیں رہتا کہ لوگ مجھ سے عزت کا سلوک کریں اپنی حالت کفار سے بھی بدتر محسوس ہوتی ہے لیکن کچھ عرصے سے اپنی حالت کو دیکھتا ہوں کہ اگر کوئی مجھے حاجی صاحب یا حضرت کہہ کر پکارتا ہے تو دل خوش ہوتا ہے اگر کوئی ماسٹر کہہ کر پکارتا ہے تو وہ خوشی نہیں ہوتی بعض دفعہ تو عقل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ لفظ ماسٹر سے وحشت ہونا بُرا نہیں مگر غالب گمان یہ ہوتا ہے کہ نفس چاہتا ہے کہ نیک اور دیندار لوگوں میں میرا شمار ہو۔ حضرت اقدس اگر یہ حالت مذموم ہو تو علاج ارشاد فرمائیں

حضور کے ارشاد پر دل و جان سے عمل کرونگا۔

تحقیق۔ جیسے سب چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے خاصیتیں رکھی ہیں۔ اسی طرح الفاظ میں بھی۔ اور ان کے وہ آثار طبعی ہیں۔ ان کا احساس ایسا ہی ہے جیسے شیریں اور تلخ چیزوں کا۔ تو اگر کسی کو بجنۃ انار شیریں معلوم ہوتا ہو اگرچہ وہ حرام ہی کا ہو اور کریلا تلخ معلوم ہوتا ہو اگرچہ وہ حلال ہی کا ہو تو جیسے یہ احساس مذموم نہیں اسی طرح خاص القاب الفاظ کے آثار کا احساس بھی۔ البتہ خلافِ واقعہ کو اپنے قصد سے پسند کرنا اور واقعہ کو اپنے قصد سے ناپسند کرنا یہ بیشک مذموم ہے سو اس سے بچنا اختیاری امر ہے اور اس کا اسہل اور اسلم طریق یہ ہے کہ جب کوئی مدحیہ الفاظ استعمال کرے فوراً ہی ان کی نفی اور ان سے نہی سے کام لے اور دل میں اللہ تعالیٰ سے ایسے اقوال کے شر سے پناہ مانگے۔ (النور۔ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ)

اگر نیّت درست ہے تو کلام طویل کرنے میں کوئی حرج نہیں!

حال۔ جب کبھی کوئی دینی مضمون یا مسائل کا تذکرہ کسی خاص ملنے والے سے کرتا ہوں تو اگر کوئی پاس ہی دوسرا شخص موجود ہو تو اس کو بھی مخاطب کر لیتا ہوں اور دل چاہتا ہے کہ بہت سے لوگ سُن لیں اور دل کو اس کلام میں مزہ آتا ہے اور کلام طویل ہو جاتا ہے گو بحمد اللہ کوئی معصیت کی بات اس میں نہیں ہوتی۔ اور شروع کلام میں کوئی ریاء وغیرہ کی نیت نہیں ہوتی مگر دوسروں کو سنانے کے خیال سے کلام طویل ہو جانے سے مرض حُبِّ جاہ یا ریاء کا گمان غالب معلوم ہوتا ہے

تحقیق۔ جب ایسا گمان ہو از سرِ نو نیّت درست کر لی جاوے کہ فعل اختیاری ہے۔

النور۔ ربیع الاوّل ۱۳۶۲ھ

دنیاوی وجاہت والوں سے قصداً متوجّہ نہ ہونا نیّت پر موقوف ہے

حال۔ ایک خاص امر میں تردّد ہے وہ یہ کہ بعض ایسے لوگوں سے (جو کہ دنیاوی اعتبار سے ذی وجاہت ہیں اور ان سے کسی طرح کا سابقہ تعلّق بھی نہیں) کہیں ملاقات ہو جاتی ہے تو میں ان کی طرف قصداً متوجہ نہیں ہوتا ہوں۔ ہاں اگر وہ پیش قدمی

کرتے ہیں تو ملاقات کر لیتا ہوں۔ نیز راستہ میں چلتے ہوئے کسی سے آمنا سامنا ہو جاتا ہے تو ابتدار بالسلام کر لیتا ہوں مگر ملاقات و تعلق میں پیش قدمی نہیں کرتا۔ مہربانی فرما کر تحریر فرما دیں کہ یہ نفس کی شرارت تو نہیں ہے اور اس رویہ میں تبدیلی کر لوں یا قائم رہوں۔

تحقیق۔ نیت کیا ہوتی ہے اگر یہ نیت ہے کہ پیش قدمی کرنے میں یہ لوگ ذلیل اور صاحب غرض سمجھیں گے تو عین مصلحت اور اگر یہ نیت ہے کہ ہم ان سے بوجہ علم اور دین کے افضل ہیں تو کبر ہے مگر اس کا علاج ان سے پیش قدمی کرنے سے نہ کیا جاوے کہ ایک مانع یعنی تذلل موجود ہے بلکہ جن لوگوں کو عام طور سے حقیر سمجھا جاتا ہے ان سے پیش قدمی کرنے سے علاج کیا جاوے اور اگر اس پر مدح ہونے لگے تب بھی اس معمول کو نہ چھوڑا جاوے بلکہ مداحین کی ناواقفی کا اعتقاد رکھا جاوے۔ (النور ربیع الاول ۱۳۶۲ھ)

عشاء بعد نماز تہجد پڑھ لیا کیجئے

حال۔ معمولات یومیہ جاری ہیں کوئی خاص امر پیش نہیں آیا البتہ تہجد کی پابندی نہیں ہوتی۔ اس زمانے میں قطعی متروک اس کا برابر افسوس رہتا ہے۔ اپنی طرف سے ہمت کرتا ہوں مگر کامیاب نہیں ہوتا۔ اس کے لئے خصوصیت سے دعا فرمائیں۔ یہ میں جانتا ہوں کہ یہ ضرور میری معصیت کا ثمرہ ہوگا اگرچہ مجھے معلوم نہ ہو۔

تحقیق۔ عشاء کے بعد تہجد پڑھ لیا کیجئے۔ ضعفاء کے لئے یہ بھی قائم مقام اسی کے ہے جیسے مریض کے لئے قعود بدل ہے قیام کا۔ اس میں کوئی پریشانی کی بات نہیں۔ (النور رجب ۱۳۵۶ھ)

نوافل میں گرانی کا علاج

حال۔ نوافل پڑھنے میں طبیعت پر بہت گرانی معلوم ہوتی ہے اسی واسطے نوافل کی مقدار بہت قلیل ہے اور وہ بھی قہراً جبراً۔ چونکہ نماز دربار الٰہی میں حاضری ہے اور اس سے اس قدر تنگی کہیں مطرودیت و مردودیت کا باعث نہ ہو اس لئے للہ اس عقبہ سے نجات کی صورت ارشاد فرمائیے۔

تحقیق۔ طبعی پر کیا ملامت مگر اس کی مقاومت کر کے نوافل پڑھنا اجر عظیم ہے اور اسی کی برکت سے وہ طبعی تنگی بھی کم ہو جاتی ہے۔ (النور جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ)

باب پنجم

احوال کے بیان میں

قبض کے اسباب معاصی وغیر معاصی میں فرق

حال۔ جس قبض کے اسباب معاصی ہوں اور جس کے اسباب غیر معاصی ہوں دونوں میں امتیازی آثار کیا ہیں۔

تحقیق۔ معاصی سے جو قبض ہوتا ہے اس میں حزن طبعی اور خوف طرد نہیں ہوتا۔ جمود محض ہوتا ہے یہی قساوت ہے اور جو غیر معاصی سے ہوتا ہے اُس میں یہ حزن اور خوف ہوتا ہے بجائے جمود کے بے چینی ہوتی ہے (النور۔ رمضان ۱۳۵۱ھ)

سکراتِ موت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حکمت

حال۔ ایک روز شبہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکرات موت کی زیادہ تکلیف کیوں ہوئی اور آپ کو بخار کی شدت دوگونہ کیوں ہوا کرتی تھی۔ حضرت والا کے مواعظ سے ایک دو وجہ معلوم ہو کر تسلی ہوئی۔ پھر خود بخود دل میں یہ بات آگئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم افضل الرسل وخاتم الانبیاء ہیں اس لئے آپ کے مقامات بھی خاتم المقامات ہیں۔ شدت بخار اور شدتِ سکراتِ موت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام صبر کی اکملیت اور ترقی حق تعالیٰ کو منظور ہوگی اس بات کے سمجھ میں آنے سے دل میں سرور سا محسوس ہو رہا ہے معلوم نہیں کہ یہ مفہوم کیسا ہے۔

تحقیق۔ شدتِ وعک کی حکمت تضاعف اجر یہ تو خود حدیث میں منصوص ہے اس پر شدتِ سکرات کو قیاس کیا جاسکتا ہے آپ کی لکھی ہوئی توجیہ اور یہ حکمت منصوصہ یا مقیسہ علی المنصوص متقارب ہیں اور اس مقیسہ میں ایک اور احتمال بھی ہے مگر وہ حکمت نہیں علت ہے اور وہ علت شدت وعک کی بھی ہوسکتی ہے اور حکمت وعلت میں کچھ منافی نہیں۔ دونوں متعدد مجتمع ہوسکتی ہیں۔ کیونکہ علت وجود میں متقدم ہوتی ہے اور حکمت متاخر پس اپنے اپنے زمانہ میں دونوں موجود ہوسکتی ہیں وہ علت قوت مزاج

شدت تعلق بالاُمّتہ سے قوت مزاج میں حرارت تیز ہوگی اور شدت تعلق بالاُمتہ سے روح کے تعلق کا انفکاک شدید ہوگا۔ (النور۔ رمضان ۱۳۵۱ھ)

بدوں مناسبت کے دل کی بندش برابر رہتی ہے

حال۔ حضرت مولنا.... کئی ایام سے یہاں تشریف فرما ہیں اکثر اوقات ان کی خدمت میں بیٹھنا ہوتا ہے وہ تواضع مزاجی سے میری رعایت بھی فرماتے ہیں مجھ کو اُن سے بھی انس ہے اور دل میں قدر ہے مگر میری قلبی حالت بندش کی صحبت اور غیر صحبت میں برابر رہتی ہے۔

تحقیق۔ بدوں مناسبت کے ایسے آثار کا ظہور نہیں ہوتا۔ (النور رمضان ۱۳۵۱ھ)

غلبہ عظمت وحیاء کا حالتِ رفیعہ ہے

حال۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی عظمت کبریائی اُس کا حاضر ناظر ہونا عین الیقین سا ہوتا جاتا ہے ادنیٰ سے ادنیٰ حرکت پر اگر صادر ہو بھی جائے مارے شرم کے پسینہ پسینہ ہوجاتا ہوں۔

تحقیق۔ مُبارک ہو۔ اَللّٰھم زد فزد۔

حال۔ پیر پھیلا کر سونا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ بیت الخلاء میں ستر کھولنا تو اور بھی زاید باعثِ شرم معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق۔ یہ حیا کا غلبہ ہے حالتِ رفیعہ ہے پھر غلبہ کے بعد اعتدال ہوجاتا ہے جو اس سے بھی ارفع ہے۔ (النور۔ رمضان ۱۳۵۱ھ)

رسالہ خیر الاختیار

فی

خبر الاختیار

مضمون کیفیّت مقصود نہیں

یعنی ملفوظِ شریف حضرت مرشدی و مولائی سیدی و سندی حجۃ اللہ فی الارض حکیم الامّتہ مجدّد الملّۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدفیوضہم العالی

بسمِ اللہ الرحمٰنِ الرّحیمؕ۔ نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسُولِہِ الکریم ۰ لاحَولَ ولا قوّۃَ اِلّا باللہِ العلیّ العظیم

۴ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ (یکم جنوری ۱۹۳۳ء) یوم یک شنبہ

مجلس بعد نماز

فرمایا۔ ایک صاحب نے خط میں یہ شکایت لکھی ہے کہ جو جمعیّت قلب حضرت والا کی خدمتِ بابرکت سے لے کر آیا تھا وہ یہاں آکر رفتہ رفتہ رخصت ہوگئی۔ فرمایا۔ میں نے جواب میں لکھا ہے کہ اگر یہ کیفیت رخصت ہوگئی تو ضرر کیا ہوا۔ کیونکہ کیفیت مقصود ہی نہیں۔ حاضرین مجلس میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ضرر تو ہوا ہے۔ فرمایا کیا ضرر ہوا۔ عرض کیا گیا ایک چیز نصیب ہوئی تھی وہ جاتی رہی۔ فرمایا۔ اس کی کیا دلیل کہ وہ چیز اس کے لئے نافع ہی تھی ممکن ہے کہ وہ مضر ہوتی۔ حق تعالیٰ ہی مفید اور مضر کو خوب جانتے ہیں اور اس کو بھی کہ بندہ کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے۔ لوگ تو کیفیات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور لذت کے طالب ہیں۔ ہے تو فحش بات مگر میں تو اس لذت کی طلب پر یہ کہا کرتا ہوں کہ اگر مزے ہی کی خواہش ہے تو میاں مزہ تو مذی میں ہے بیوی کو بغل میں لے کر بیٹھ جاؤ خوب مو چاٹو۔ مذی

لہ روعی فی التسمیۃ اسم الجامع ہوالمولوی خیر محمد جالندھری (حضرت مولنا خیر محمد صاحب المتوفی شعبان ۱۳۹۰ھ مہتمم خیر المدارس ملتان)

نکلے گی بہت مزہ آئے گا اگر یہ کہا جائے کہ مزہ سے اعمال میں سہولت پیدا ہوجاتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ سہولت ہی کی کیوں طلب ہے۔ کیا انسان دنیا میں سہولتوں کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں لقد خلقنا الانسان فی کبد۔ ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا۔ اور یہ طالب ہے سہولت کا۔ الغرض اس غم میں ہی نہ پڑنا چاہیئے اپنے کام میں لگے رہنا چاہیئے کیونکہ اس غم میں پڑنا کہ وہ حالت نہیں رہی یہ حالت نہیں۔ فلاں کیفیت جاتی رہی، قلب کا برباد کرنا ہے۔ آخر یہ توجہ مخلوق کی طرف نہیں تو اور کس کی طرف ہے۔ اس میں بھی عنوان تو اچھا اختیار کیا گیا ہے مگر ہے نفس کا کید۔ کہ لذت و سہولت کا طالب ہے اور شیطان بھی اس طرف مشغول رکھ کر توجہ بحق سے غافل رکھنا چاہتا ہے۔

دوسرے جمعیت قلب کا ذمہ دار شیخ کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ وہ تو غیر اختیاری ہے اور غیر اختیاری چیز کی کون ذمہ داری لے۔ اچھا یہاں تو شیخ کو ذمہ دار سمجھ لیا اگر ناسور ہوجائے اور کسی طرح اچھا ہونے کی اُمید نہ ہو ہر وقت رستا رہے تب بھی جمعیت برباد ہوگی۔ اور قلب ہر وقت مشوّش رہے گا۔ اس کا کیا علاج کروگے۔ وہ تو نہ پیر کے بس کی نہ مرید کے بس کی۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہم مکلّف کس بات کے ہیں اور مامور کس چیز کے ہیں۔ بڑی چیز تو حقیقت سے باخبر ہونا ہے۔ اس کے بعد بہت سے فضول اور عبث امور سے نجات ہوجاتی ہے۔ حق تعالیٰ تو غایت شفقت کی وجہ سے فرماتے ہیں لا یکلّف اللہ نفساً الّا وُسعہا یعنی اللہ تعالیٰ نہیں تکلیف دیتے مگر اس کی طاقت کی قدر ایک خادم نے عرض کیا کہ حضرت ان آثار کے مناشی تو مطلوب ہیں۔ فرمایا۔ مناشی تو مطلوب نہیں نواشی مطلوب ہیں۔ منشا تو سب کا قوت شہویہ ہے جو فعل مباح کے ساتھ بھی متعلق ہوجاتی ہے۔ کسی فقیہ یا کسی محقّق صوفی کے کلام میں دکھاؤ کہ یہ چیزیں مطلوب ہیں البتہ اس سے جو آثار ناشی ہوتے ہیں جیسے سہولت فی العبادۃ وہ کسی درجہ میں مطلوب ہوسکتے ہیں مگر بالذات نہیں۔ ایک باریک بات کہتا ہوں اُس کی طرف کم التفات ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر جمعیت قلب ہی کی طلب ہے تو اس کی فکر میں ہر وقت رہنا کہ جمعیت میسّر ہو خود جمعیت کے بالکل منافی ہے۔ جب یہ فکر رہی تو جمعیّت کہاں رہی۔ اور نہ اس صورت سے قیامت تک جمعیت میسّر ہوسکتی ہے جمعیت جبھی ہوسکتی ہے کہ قلب کو اس کی تحصیل سے خالی سوچ اور فکر ہی میں نہ پڑے ورنہ ہر وقت یہ فکر کہ جمعیّت میسّر ہو خود ایسی چیز ہے کہ اگر کچھ جمعیّت نصیب بھی ہوئی ہو تو یہی فکر کر کر کے یہ اپنے ہاتھ سے خود اس کو برباد کر رہا ہے۔ ایسا کرنا بالکل اس شعر کا مصداق ہے ؎

یکے بر سرِ شاخ و بُن مے بُرید خداوند بُستان نگاہ کرد و دید

جس شاخ پر بیٹھا ہے اسی کو اپنے ہاتھ سے کاٹ رہا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ اپنے ہاتھوں قلب کو مشوش کر رہے ہیں۔ اور مشوش رہنے کی وجہ یہی ہے کہ غیر اختیاری چیزوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ جمعیّت نہ ہونے کے سبب نماز میں بھی لوگوں کو وساوس آتے ہیں اور اکثر اُن کی شکایت کیا کرتے ہیں اور دفع کی تدبیر پُوچھا کرتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اس طرف خیال ہی مت کرو۔ التفات ہی مت کرو بلکہ ایسے موقع پر مفید صورت یہی ہے کہ اپنے کام میں لگے رہیں اِن وساوس کی طرف التفات ہی نہ کریں نہ جلباً نہ سلباً کیونکہ یہ التفات ایسا ہے جیسے بجلی کے تار کو ہاتھ لگانا کہ چاہے دفع کے واسطے ہو چاہے اپنی طرف کھینچنے کے واسطے ہو۔ ہر صورت میں وہ پکڑ لیتا ہے اور میں کہتا ہوں وساوس کی فکر ہی کیوں ہے قلب تو مثل ایک سڑک کے ہے اگر سڑک پر بھنگی۔ چمار چل رہے ہیں اور آپ بھی اس پر سے گذر رہے ہیں تو آپ کا حرج ہی کیا ہے۔ اگر سڑک کے خالی ہونے کے انتظار میں آپ کھڑے رہیں تو کبھی بھی منزلِ مقصود تک نہ پہنچ سکیں گے۔ البتہ نظامِ دکن کے لئے تو سڑک خالی بھی ہو سکتی ہے مگر ہر شخص تو نظام نہیں۔ افسوس اب تو ہر شخص نظام بننا چاہتا ہے کہ جیسے ان کے لئے سڑک روک دی جاتی ہے ایسے ہی ہمارے لئے بھی سب گزرنے والوں سے سڑک خالی کر دی جائے۔ ارے بھائی پہلے نظام کے درجہ کے تو ہو جاؤ پھر ہی یہ تمنا کرنا۔ جو نظام کے درجہ کے ہو جاتے ہیں ان کے لئے سڑک بھی صاف کر دی جاتی ہے۔ لوگ وساوس کو حضورِ قلب میں مخل سمجھتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ خود حضورِ قلب ہی مقصود نہیں صرف احضارِ قلب مقصود ہے۔ حضور ہو یا نہ ہو جب ہم اس کے شرعاً مکلّف ہی نہیں پھر شرع پر زیادت چہ معنی ؎

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا ولیکن میفزائے بر مصطفٰے

معلوم بھی ہے جیسے عقاید و اعمال کی زیادت علی الحدود بدعت ہے ایسے ہی احوال کی زیادت بھی بدعت ہے یہ ظاہری وہ باطنی غیر اختیاری امور کا مطلوب نہ ہونا اور اختیاری کا مطلوب ہونا تو نصِ قطعی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض للرجال نَصِیْبٌ مِّمَّا اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن۔ واسئلوا اللہ من فضلہ ان اللہ کان بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْماً۔ ترجمہ:۔ اور تم ایسے امر کی تمنا مت کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے مردوں کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے اور عورتوں کے لئے اُن

کے اعمال کا حصہ ثابت ہے۔ اور اللہ تعالےٰ سے اس کے فضل کی درخواست کیا کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔ تفسیروں میں اس کی شانِ نزول یہی لکھی ہے۔ کہ مجاہدین کے اجرِ جہاد کو جنابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے سُن کر حضرت اُم سلمہ نے عرض کیا کہ کاش ہم بھی مرد ہوتیں تو جہاد کرتیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ما فضل اللہ بہٖ چونکہ بمقابلہ اکتساب واقع ہوا ہے اس لئے اس سے مراد امورِ غیر اختیاریہ ہیں۔ آیت کا حاصل یہ ہوا کہ فضائل دو قسم کے ہیں موہوبہ یعنی غیر اختیاریہ مکتسبہ یعنی اختیاریہ۔ حق تعالیٰ نے ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہٖ میں غیر اختیاری کی تمنّا سے نہی فرمادی ہے اور للرجال نصیب مما اکتسبوا الخ میں اختیاری کے اکتساب کی ترغیب دی ہے پھر واسئلوا اللہ من فضلہٖ میں اس کی اجازت دی ہے کہ اگر فضائل غیر اختیاریہ کو دل ہی چاہے تو بجائے درپئے ہونے اور ہوس کرنے کے اس کی دُعا کرلیا کرو اس لئے ارشاد فرماتے ہیں واسئلوا اللہ من فضلہٖ یعنی ثمرات و فضائل کے لئے دُعا کرنے کا اذن فرمایا ہے بشرطیکہ اور کوئی امر مانع دعا نہ ہو۔ مثلاً کسی امر کا غیر عادی ہونا جیسے عورت کا مرد بن جانا پھر دُعا کرکے بھی حصول کا منتظر نہ رہنا چاہیئے۔ اس سے بھی پریشانی ہوتی ہے۔ بلکہ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ انّ اللہ کانَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیماً۔ پس اس میں تعلیم ہے کہ حق تعالیٰ ہی کو مصلحت اور حکمت معلوم ہے۔ وہ ہر ایک کی استعداد کے موافق فضائل و ثمرات خود عطا فرماتے ہیں۔ کبھی دُعا سے کبھی بدوں دُعا کے تم ایسی غیر اختیاری چیزوں کی ہوس مت کرو۔ اور نہ ان کی افراط کے ساتھ تمنّا کرو۔ اور آجکل اکثر لوگوں نے ایسی ہی چیزوں کی تمنّا کو اختیار کر رکھا ہے جن کے حصول کے درپے ہونے سے منع کیا ہے۔ یہی سبب ہے زیادہ تر لوگوں کی ناکامی کا اور پریشانی کا۔ ایک مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت بلا قصد اگر پچھلے گناہ یاد آجائیں تو اُس وقت کیا کرنا چاہیئے۔ فرمایا کہ توبہ خالص و کامل کر چکنے کے بعد دو امر کی ضرورت ہے ایک تو یہ کہ خود اُن گناہوں کا قصداً استحضار نہ کرے جو ماضی میں گذر چکے ہیں اور جن سے توبہ کرچکا ہے اور دوسرے آئندہ کے نہ ہونے کی فکر میں نہ پڑے۔ ماضی کا غم اور مستقبل کی فکر یہ دونوں حجاب ہیں اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎ ماضی و مستقبلت پردۂ خدا است

خلاصہ یہ کہ قصداً گناہوں کا استحضار نہ کرنا چاہیئے۔ اس سے بندے اور خدا کے درمیان حجاب ہوجاتا ہے البتہ جو گناہ بلا قصد یاد آجاوے اس پر مکرّر استغفار کرکے پھر اپنے کام میں لگ جائے زیادہ کاوش نہ کرے البتہ اگر کسی کو استحضار سے ہی کیفیت حجاب کی نہ ہوتی ہو اس کے لئے مضر نہیں۔ مگر پھر بھی

ایسا مبالغہ اور غلو نہ کرے جیسے مولانا رائے پوری کے پہلے پیر شاہ عبدالرحیم صاحب ایک قصہ فرماتے تھے کہ رمی جمار کے موقع پر میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک لمبا سا جوتا لئے شیطان کو مار رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ تو نے فلاں دن مجھ سے زنا کرایا تھا فلاں دن چوری کرائی تھی۔ فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کرائے تھے۔ شاہ صاحب نے ٹوکا کہ یہ کیا واہیات حرکت ہے تو بہت خفا ہوا اور کہا کہ جو اس کا ساتھی ہو وہ بھی آجاوے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ بھائی میرا کیا بگڑتا ہے بلکہ میری طرف سے بھی دو جوتے لگادے مجھے بھی بہت پریشان کیا ہے۔ بعض جاہل تُرک تو وہاں بجائے کنکریوں کے بندوق سے گولیاں مارا کرتے تھے۔ یہ سمجھتے ہوں گے کہ کنکریوں سے شیطان پر کیا اثر ہوگا۔ اس خبیث پر تو گولیاں برسانی چاہئیں ایسی فضولیات اور خرافات میں پڑنا حقیقت میں اپنے وقت کو برباد کرنا ہے۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے تو بلا ضرورت شیطان پر لعنت کرنے کو بھی پسند نہیں فرمایا۔ پھر ان ہی مولوی صاحب نے حدیث کی اس دُعا کا مطلب دریافت کیا۔ اللھم اجعل وساوس قلبی خشیتکَ وَذِکرکَ واجعل ھمتی وھوای فیما تحب وترضی۔ فرمایا اس کے تین معنے ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ بجائے وساوس کے خشیت و ذکر قلب میں پیدا ہو جائے اور جعل ایسا ہوگا جیسا اس حدیث میں ہے۔ من جعل الھموم ھمًّا واحداً۔ یعنی پہلی چیز زائل ہو جاوے اور دوسری پیدا ہو جاوے۔ دوسرے یہ کہ وساوس ذریعہ خشیت و ذکر کا بن جائیں۔ جیسا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ وساوس کو مرآۃ جمال خداوندی بنالے اس طرح سے کہ جب وساوس بند نہ ہوں مراقبہ کرے کہ اللہ اکبر قلب کو بھی کیسا بنایا ہے کہ اس کے خیالات کی انتہا ہی نہیں پس اس صنعت کے مراقبہ میں لگ جاوے۔ تیسرے یہ کہ حق تعالیٰ کو یہ بھی قدرت ہے کہ خود وساوس ہی کو خشیت و ذکر کردیں جیسا کہ مولانا فرماتے ہیں ؎

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی — گرچہ جوئے خوں بود نیلش کنی

ایں چنیں میناگریہا کارِ تست — ایں چنیں اکسیرہا زاسرارِ تست

اسی دورانِ گفتگو میں کسی موقع پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عارف تو اپنے کو رائی کے برابر سمجھتا ہے۔ فرمایا جی ہاں جو رائی (میسر) ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو رائی کے برابر سمجھتا ہے۔ پھر ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض مرتبہ کسی حسین کا خیال بلا قصد آتا ہے اس کا کیا علاج ہے۔ فرمایا کہ بہ اختیار خود نہ لائیے اور اگر وہ خود آتا ہے تو آنے دیجئے۔ ذرہ برابر بھی ضرر نہیں۔ مگر قصد سے اس

کا ابقا ر نہ کرے بلکہ اس کشمکش ہی میں تو اجر بڑھتا ہے اور اگر دفع ہی کرنا چاہے تو ایک مراقبہ مفید ہوگا کہ کسی ایسے بنیئے کا جو اندھا چوندھا بدشکل ہو جس کی ناک پچکی ہوئی۔ ہونٹ بڑے بڑے۔ توند بڑی سی نکلی ہوئی اور ناک سے رینٹ اور منہ سے رال بہہ رہی ہو تصور کرے انشاء اللہ تعالیٰ وہ خیال جاتا رہے گا۔ اور اگر نہ بھی گیا تو کمی تو ضرور ہی ہو جائے گی کیونکہ یہ عقلی مسئلہ ہے کہ النفس لا تتوجہ الی شیئین فی ان واحد نفس کو ایک وقت میں دو چیزوں کی طرف پوری توجہ نہیں ہو سکتی۔ لیجئے ہم نے کافر سے بھی دین کا کام لے لیا۔ بس تو جب وسوسہ آئے ہمت سے اپنے قلب کو بہ تکلف دوسری طرف متوجہ کر دے اور بالکل نکل جانا تو مطلوب بھی نہیں اگر آدمی بچنا چاہے اور ہمت اور قوت سے کام لے تو خدا مدد کرتا ہے رفتہ رفتہ بالکل بھی نکل جاتا ہے اور اگر نہ بھی نکلے تو کلفت برداشت کرے۔ اگر خدانخواستہ کوئی مرض عمر بھر کو لگ جائے تو وہاں کیا کرو گے۔ عمر بھر تکلیف کو طوعاً و کرہاً برداشت ہی کرنا پڑے گا یہاں بھی یہی کرو اور اگر اس پر راضی نہیں تو کوئی دوسرا خدا تلاش کرو۔ حضرت سرمد نے خوب فیصلہ فرمایا ہے کہتے ہیں ؎

سرمد گلہ اختصار مے باید کرد — یک کار ازیں دو کار مے باید کرد

یا تن برضائے دوست مے باید داد — یا قطع نظر زیار مے باید کرد

میں کسی کو سعی و کوشش سے اور اپنی اصلاح کی فکر سے منع نہیں کرتا ہاں غلو سے منع کرتا ہوں۔ نہ تو خلو ہو نہ غلو ہو بلکہ علو ہو اور اگر کسی کو ہوس ہوتی ہو کہ عارفین کو عبادات میں کیا کچھ لطف اور مزے آتے ہوں گے۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔ نماز میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ تو خوب سمجھ لیجئے کہ جہاں ان کے لئے لذت اور مزہ ہے وہاں ایک شے اور بھی تو ہوتی ہے جو سارے مزوں کو ملیامیٹ کر دیتی ہے وہ ہیبت اور خشیت ہے کہ جس سے سارا مزہ گرد رہ جاتا ہے۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں یہ حالت ہوتی تھی لہ ازیز کازیز المرجل یعنی نماز میں جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے آپ کے سینہ مبارک کی بوجہ غلبہ خوف و خشیت کے ایسی حالت ہوتی تھی کہ جیسے کوئی ہانڈی چولھے پر چڑھی ہوئی ہو اور اس میں اُبال آ رہا ہو اور کھد بد کھد بد آواز ہو رہی ہو۔ نیز حضور صلے اللہ علیہ وسلم قہقہہ نہیں فرمایا کرتے تھے اور دائم الفکر رہا کرتے تھے تو جناب آپ کو کیا خبر کہ جن کو آپ سمجھتے ہیں کہ بڑے مزے میں ہوں گے ان پر کیا کیا گذرتی رہتی ہے۔ اسی کو ایک عارف فرماتے ہیں ؎

لے ترا خارے بہ پا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود تو ہیبت وخشیت ہی کا القا کرنا ہے اور مزہ اس واسطے دے دیتے ہیں کہ ہیبت وخشیت کا تحمل ہو سکے۔ اسی کو فرماتے ہیں ؎

گر تو ہستی طالب حق مرد راہ　　درد خواہ و درد خواہ و درد خواہ

اُردو کا بھی ایک شعر اسی کو ظاہر کرتا ہے ؎

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو　　ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّ و بیاں

اس پر مجھے اپنے بچپن کی ایک حکایت یاد آئی۔ ایک مرتبہ مجھ کو خارش کا عارضہ ہو گیا تھا۔ والد صاحب اس زمانے میں میرٹھ میں ملازم تھے۔ اوّل یہاں وطن میں بہت علاج کیا کوئی نفع نہ ہوا۔ خون میں اس قدر حدّت پیدا ہو گئی تھی کہ بعض اطبا نے احتراق کا اندیشہ بتلا دیا تھا چنانچہ میں علاج کے لئے والد صاحب کے پاس میرٹھ چلا گیا۔ والد صاحب پر بوجہ شفقت کے بیحد اثر ہوا۔ ایک جراح کو دکھلایا اُس نے ایک نہایت تلخ دوائی دی جو دہی میں کھائی جاتی تھی۔ والد صاحب یہ کرتے کہ کچھ دہی پہلے ہاتھ پر رکھتے پھر اس پر دوا رکھتے اور پھر اس پر دہی رکھ کر مجھ کو کھلا دیتے۔ اس کے کھانے سے تمام حلق کڑوا ہو جاتا اور بہت دیر تک اس کی تلخی کا اثر رہتا۔ اب ظاہر ہے کہ مقصود دہی کھلانا نہ تھا بلکہ اس تلخ دوا کا کھلانا تھا۔ اور دہی کے ساتھ اس لئے کھلاتے تھے کہ تلخی کی ناگواری کسی قدر کم ہو جائے اور وہ دوائی کھائی جا سکے ورنہ اس میں اس قدر تلخی تھی کہ بلا دہی کے میں کھا ہی نہیں سکتا۔ لیکن باوجود اس کے بھی اس دوا ہی کی تلخی غالب رہتی تھی۔ اسی طرح یہاں سمجھ لیجئے کہ لذت مقصود نہیں مقصود خوف وخشیت ہی ہے لیکن لذت اس لئے دے دی جاتی ہے کہ خشیت کی سہار ہو سکے۔ پھر بھی غلبہ خشیت ہی کا رہتا ہے اور کیوں نہ ہو بندہ پیدا ہی اس واسطے ہوا ہے کہ وہ اس کشمکش میں رہے ورنہ عالم ارواح ہی سے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس امتحان ہی کے لئے تو یہاں بھیجے گئے ہیں اور یہی تو حکمت روح کو جسد کے ساتھ متعلق کرنے میں ہے۔ جب تک جسد کے ساتھ روح کا تعلق رہے یہی کشاکش رہے گی اس سے چھٹکارا کی تمنا ہی کرنا فضول ہے۔ انسان اس کشمکش ہی کے لئے تو پیدا کیا گیا ہے ورنہ عبادت کے لئے فرشتے کیا کچھ کم تھے۔ شاہ نیاز اسی کو کہتے ہیں ؎

کیا ہی چین خوابِ عدم میں تھا نہ تھا زلفِ یار کا کچھ خیال
سو جگا کے شورِ ظہور نے مجھے کس بلا میں پھنسا دیا

مجذوب کا قول ہے ؎

کہاں تھا کون تھا اور اب کہاں ہوں کیا ہوں میں
اس آب و گل کے جو دلدل میں آ پھنسا ہوں میں

؎ تھے کہاں گردشِ تقدیر کہاں لائی ہے
بادہ پیمائی تھی یا بادیہ پیمائی ہے

یہ بندہ ہے مگر خدا بن کر رہنا چاہتا ہے کہ جو میرا جی چاہے وہ ہو۔ بس حقیقت یہ ہے کہ لذت مقصود ہی نہیں مقصود نصب و صب ہے۔ اسی واسطے حضراتِ انبیاء علیہم السلام بھی اس سے خالی نہ رہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار میں شدت ہوئی تاکہ ثواب مضاعف ہو۔ اگر یہ کوئی چیز مقصود نہ تھی تو انبیاء علیہم السلام بالخصوص ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کیوں بری نہ رہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

زاں بلا ہا کانبیاء برداشتند   سر بہ چرخِ ہفتمیں افراشتند

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل۔ دیکھیے اشد بلاءً فرمایا اکثر راحۃً نہیں فرمایا اور وساوس کی طرف سے تو ہم کو بالکل مطمئن فرما دیا گیا ہے۔ حضراتِ صحابہ سے بڑھ کر تو ہم نہیں ہو سکتے۔ ان حضرات کو بھی ایسے ایسے وسوسے آتے تھے کہ جن کے بارہ میں انہوں نے اس عنوان سے حضور میں عرض کیا کہ اُن کو ظاہر کرنے سے جل کر کوئلہ ہو جانا سہل ہے تو دیکھیے اُن حضرات کو بھی کیسے کیسے خوفناک وسوسے آتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا ذاک صریح الایمان۔ ظاہر ہے کفر کے وسوسہ سے بڑا وسوسہ تو کوئی نہیں ہو سکتا اس کا بھی یہی حکم ہے اور جب اس قسم کے وساوس کا قلب پر ہجوم ہو تو وہی نسخہ استعمال کرے کہ اپنے خیالات کو کسی دوسری طرف متوجہ کر دے خواہ کسی دنیا ہی کی چیز کی طرف مثلاً گاجر کا حلوا۔ شلجم کا اچار اور اس کے اوزان اور ترتیب میں قلب کو مشغول کر دے۔ اس طرح قلب کو متوجہ کرنے میں چند روز تو تعب ہو گا۔ مگر پھر انشاء اللہ تعالیٰ بڑی سہولت سے وساوس کی مدافعت پر قدرت ہو جائے گی۔ آخر میں بطور تحدیث بالنعمۃ کے فرمایا کہ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھ کو تو ہر الجھن میں سیدھا راستہ نظر آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر

ہے کہ طریق کے سمجھنے میں اب کوئی پیچیدگی نہیں رہتی۔

(احقر خیر محمد جالندھری جامع ملفوظ عرض رسا ہے کہ بہت دن سے میرا قلب غواشی میں مستور اور طرح طرح کی تشویشات میں مغمور تھا۔ حق تعالیٰ کا کروڑ شکر ہے کہ ملفوظ مذکور کی بدولت قلب تمام غواشی سے صاف اور تمام تشویشات سے خالی ہوگیا اور ایک گونہ جمعیت حاصل ہوگئی حق تعالیٰ سیدی حضرت مولانا مدظلہم العالی کے فیوض وبرکات کو علی الدوام جاری رکھے اور اس ناکارہ اور جملہ احباب کو استفاضہ کی توفیق دیوے اور اتباعِ سنت اور اپنی رضا نصیب فرماوے۔ آمین)

قبض وبسط کی حالت

حال - ایک صاحب نے ایک طویل خط میں اپنی متضاد حالتیں اولاً سخت پریشانی ناقابل تحمل جس میں خواب و خور سب اڑگیا۔ اس کے بعد مبشرات رویا سے فرح وسرور لکھی تھیں۔ اس کا جواب حسب ذیل دیا گیا۔

تحقیق - وہ پہلی حالت قبض کی تھی دوسری حالت بسط کی اور قبض جتنا شدید ہوتا ہے۔ اتنا ہی بسط قوی ہوتا ہے۔ اسی لئے آئمہ طریق نے فرمایا ہے کہ قبض سے پریشان نہ ہونا چاہیئے وہ سب مقدمات ہوتے ہیں بسط کے۔ مبارک ہو۔ یہ حالات کس کو نصیب ہوتے ہیں۔ مگر ایسی حالت میں غذائے لطیف اور مفرحات ومقویات کا استعمال رکھنا ضروری ہے۔ گو دل نہ چاہے۔ (النور صفر ۱۳۵۲ھ)

قلب کا منقبض ہونا برا نہیں

حال - مجھ میں کوئی حال نہیں جس کو عرض کروں اور کوئی حال نہیں پاتا ہوں۔ سینہ اور قلب بالکل تنگ بلکہ بند ہیں۔ قلب میں قوت انفعالیہ کا نام ونشاں نہیں معلوم ہوتا۔ کئی ایام سے قلب میں انشراح وانبساط نہیں بلکہ انقباض ہی انقباض ہے۔ صحبت مجلس سے بھی چنداں حالت بدلی نہیں۔ مجھ کو سخت خطرہ ہوا تھا کہ کہیں قائلین قلوبنا غلف الخ یا ارشاد لا یجاوز حناجرھم (الحدیث) کا مصداق بن گیا ہوں۔

تحقیق - جو لوگ اس کے مصداق ہوتے ہیں ان کو اس کے مصداق ہونے کا احتمال تک بلکہ التفات تک بھی نہیں ہوتا۔ یہی دلیل ہے اس کا مصداق نہ ہونے کی۔

حال - مجھ کو اس ورطۂ ظلمات سے نکال کر نور کی طرف پہنچایا جاوے۔
تحقیق - ظلمات ہیں ہی نہیں ان ظلمات کی خاصیت ہے اذا اخرج یدہٗ لم یکد یریٰھا اور یہاں رویت کی دولت نصیب ہے۔ بس ظلمات منتفی ہیں۔ (النور صفر ۱۳۵۲ھ)

دل میں گداز نہ ہونا اس کا علاج دُعا ہے

حال - میرے دل میں کوئی گداز محسوس نہیں ہوتا۔ نہ کوئی لذت و شوق کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ گو یہ مقاصد نہیں لیکن ان کے حصول کو جی چاہتا ہے کیونکہ ان کے بغیر مجھ جیسے مغلوب النفس انسان سے دوام مشکل معلوم ہوتا ہے۔
تحقیق - دُعا کیا کیجئے پھر خواہ کسی صورت سے قبول ہو۔ (النور صفر ۱۳۵۲ھ)

فنا اصطلاحی کی ترقی بقا سے ہوتی ہے

حال - احقر پر موت کا خیال ایسا غالب ہو رہا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ میں اس عالم کا آدمی ہی نہیں ہوں۔ ہر چیز سے دل برداشتہ ہوگیا ہے۔ ہر چیز سے خاص عبرت کا سبق مل رہا ہے اور یہ حالت یوماً فیوماً ترقی پذیر ہے۔
تحقیق - مبارک۔ یہ فنائے اصطلاحی سے بھی بڑھ کر مقام ہے۔ پھر مبارک ہو وجہ الکلیت کی یہ ہے کہ فنائے اصطلاحی ایک حال ہے جس میں شان طبیعت کی غالب ہے اسی لئے اُس سے آگے ترقی بقاء سے کرائی جاتی ہے اور وہ بقاء کیساتھ جمع نہیں ہوتا۔ اور یہ فناء خود ایک مقام ہے اور اس میں عقلیت کی شان ہے اور اس کے ساتھ بقاء مجتمع ہوتی ہے اور جس کیفیت میں عقلیت کا غلبہ ہوگا وُہ اس سے افضل ہوگی جس میں طبیعت کا غلبہ ہوگا کیونکہ طبیعت کے غلبہ میں خطرہ رہتا ہے۔ اختلال نظام اعمال کا بخلاف غلبہ عقلیت کے اور شان عقلیت کے غلبہ کی کیفیت مشابہ ہوتی ہے حضرات انبیاء علیہم السلام کی کیفیات کے اس لئے لو تعلمون ما اعلم کے ساتھ دوسروں کے لئے ضحک قلیل و بکاء کثیر وعدم تلذذ بالنساء لازم فرمایا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے باوجود اس علم کے اُصلی وارقد واتزوج واصوم وافطر کا حکم کیا گیا۔ اس سے زیادہ شرح ذوق پر محوّل کرتا ہوں۔ من لم یذق لم یدر۔ (النور جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ)

دنیاوی امور میں مغموم ہونا طبعی ہے

حال۔ بعض وقت دنیاوی امور کی وجہ سے متفکر اور مغموم ہوجاتا ہوں۔ طبیعت میں سخت بے چینی اور گھبراہٹ ہونے لگتی ہے۔ دینی امور میں بہت سی کوتاہیاں اور غلطیاں صادر ہوتی ہیں مگر ان غلطیوں پر اس قدر غم اور پریشانی نہیں ہوتی تو خیال ہوتا ہے کہ کہیں تو بد دین تو نہیں ہوگیا ہے۔ اس حالت کو دیکھ کر سخت افسوس ہوتا ہے۔

تحقیق۔ طبعی تفاوت ہے یہ بد دینی نہیں ہے اگر عقلی تفاوت بھی یہی ہوتا تو غم کی بات تھی۔

(النور جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ)

مسئلہ مہمہ

ایک مہم مسئلہ کی اہم تفصیل میں ایک ملفوظ ضبط کردہ مولوی جلیل احمد صاحب

امور طبعیہ دو قسم پر ہیں فطری اور غیر فطری

فرمایا۔ کل ایک بات دفعتہً سمجھ میں آئی مجھ کو بڑی خوشی ہوئی اور میں نے حق تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا۔ وہ یہ کہ یہ جو تصوف کا ایک اہم مسئلہ ہے کہ امور طبعیہ نہ محمود ہوتے ہیں نہ مذموم یہ بالکل ہی صحیح ہے مگر اس کے اندر ایک تفصیل ہے جو کل سمجھ میں آئی وہ یہ کہ امورِ طبعیہ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جو کسی عمل سے ناشی نہ ہوں بلکہ فطری ہوں وہ تو نہ محمود ہیں نہ مذموم۔ اور ایک قسم امورِ طبعیہ کی یہ ہے کہ جو فطری نہ ہوں بلکہ کسی عمل سے پیدا ہوئے ہوں تو ان کے اندر یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ کسی عملِ محمود سے پیدا ہوئے ہوں تب تو محمود ہوں گے اور اگر کسی عملِ مذموم سے پیدا ہوں تو مذموم ہوں گے۔ یہ مضمون ناتمام تھا الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مکمل فرمادیا اور یہ ایک حدیث میں غور کرنے کی برکت سے سمجھ میں آیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ اذا سرتک حسنتک وساءتک سیئتک فانت مومن۔ یعنی اگر نیک کام کرکے تجھ کو مسرت ہو اور گناہ کرکے تیرا جی برا ہو تو مومن ہے۔ تو اب یہاں مسرت جو ہے وہ ایک طبعی ہے مگر چونکہ یہ ایک عملِ صالح سے پیدا ہوئی تھی اس لئے اس کو علامت ایمان کی فرمایا گیا اور جو چیز محمود نہ ہو وہ ایمان کی علامت نہیں بن سکتی تو معلوم ہوا کہ یہ محمود ہے اور گو یہ امر فی نفسہٖ طبعی نہیں ہے مگر حال لازم ہوجانے سے مثل امر طبعی

کے ہوجاتا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے اس مسرت کو امر طبعی بنا دیا۔ اسی طرح اگر کسی کو قبض ہو تو اگر کسی گناہ کے سبب ہوا ہو تب تو وہ مذموم ہے اور اس کے علاج کی ضرورت ہے اور اگر اس کا سبب کوئی گناہ نہ ہو تو اس کی کچھ فکر نہ کرے کیونکہ وہ مذموم نہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر کوئی بات فکر سے اور سوچ سے سمجھ میں آئے تو اُس میں غلطی کا احتمال زیادہ ہوتا ہے اور اگر بلا سوچے خود بخود کوئی بات سمجھ میں آجائے تو اُس میں بھی غلطی کا احتمال ہوتا تو ہے مگر کم۔ میں تو یہی کہونگا کہ یہ عطا ہے۔ ۲ رجب ۱۳۵۲ھ

(النور شعبان رمضان شوال ۱۳۵۲ھ)

رنج طبعی مقصود نہیں رنج عقلی مقصود ہے

حال۔ حضور والا میری پہلے یہ حالت تھی کہ کبھی میری صبح کی نماز قضا ہوجاتی تھی تو مجھ کو بہت رونا آتا تھا اور اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ کبھی صبح کی نماز قضا ہوجاتی ہے تو کچھ رنج نہیں ہوتا۔ حضور والا مجھ کو دل پر سیاہی معلوم ہوتی ہے میری اصلاح ہوجائے تعلیم کی خواستگاری ہے۔

تحقیق۔ رنج طبعی مقصود نہیں رنج عقلی مقصود ہے وہ حاصل ہے چنانچہ رنج نہ ہونے پر افسوس ہونا یہ رنج عقلی ہے اس کا مطلب اپنے شوہر سے سمجھ لو۔ (النور شعبان رمضان شوال ۱۳۵۲ھ)

ایمان کے معانی پر ایک شبہ کا ازالہ

حال[ع]۔ حضرت ایمان کے معنی ماننے کے سمجھ میں آتے ہیں یعنی جو شے خود اپنے علم و مشاہدہ میں براہِ راست نہیں آتی اس میں دوسرے کے علم کی تصدیق یا اس کے بیان پر اعتبار کرکے مان لینا۔ اللہ۔ ملائکہ۔ کتاب۔ رسالت۔ قیامت سب اسی قبیل کی غیبی باتیں ہیں جن کو رسول کے بیان کی بنا پر مانا جاسکتا ہے۔ بلکہ امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ خود رسول کو بھی جبرئیل یا (کوہ) طور کی طرح کی کسی آواز وغیرہ کا اعتبار کرکے ایمان ہی لانا پڑتا ہے۔ بظاہر ایسے ایمانی علم سے صدق و کذب کا عقلی احتمال تو مرتفع ہوتا نہیں۔ اب اگر کسی مومن کے دل میں

ع بعض مضامین بوجہ مفید ہونے کے اس سلسلہ میں ایسے حضرات کے بھی نقل ہوجاتے ہیں جو احقر کے زیر تربیت نہیں ہیں یہ بھی اُسی قبیل سے ہے۔ ۱۲ منہ

اس قسم کا احتمال بطور وسوسہ کبھی کبھی خطور کرے تو کیا یہ اس کے ایمان کے منافی ہوگا یا مذبذبین والا نفاق ہوگا یا محض ضعفِ ایمان۔

تحقیق۔ نہ ایمان کے منافی ہے نہ یہ تذبذب ہے نہ نفاق نہ ضعفِ ایمان جبکہ احتمال کذب کو جزماً باطل سمجھا جاوے بلکہ بروئے حدیث صریح الایمان ہے اور قواعد طریق سے من وجہ اس اعتقاد سے اجر میں زیادہ ہے جو ایسے خطرات سے خالی ہے کیونکہ اس میں مجاہدہ نہیں۔ گو دوسری وجہ سے وہ افضل ہے کہ اقرب الی المقصود ہے کیونکہ مجاہدہ سے خود مقصود مشاہدہ ہے اور زیادت اجر اور زیادت فضیلت میں کسی جانب سے لزوم نہیں کما فی جمع الفوائد عن ابی داؤد والترمذی قولہ علیہ السلام للعامل فیھن (فی ایام الفتن) مثل اجر خمسین رجلاً یعملون مثل عملکم قیل یا رسول اللہ اجر خمسین منا او منھم قال اجر خمسین منکم الحدیث قلت فالصحابۃ افضل والعامل فی الفتنۃ اکثر اجراً۔ بہرحال جس کو جو عطا ہو جاوے اس کے لئے وہی اصلح ہے اس کو نعمت سمجھ کر اس پر شکر کیا جاوے۔

حال۔ خدا جانے فلسفہ کے تعلم و تعلیم کا اثر ہے یا کیا بات ہے کہ اس طرح کا احتمال قلب پر کبھی کبھی ضرور خطرہ کرتا ہے۔ گو الحمد للہ کہ فوراً استغفار کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے تاہم خیال ہوتا ہے کہ خدا جانے ایمان بھی ٹھیک ہے یا نہیں اور خاتمہ کیونکر ہوتا ہے۔

تحقیق۔ انشاء اللہ خاتمہ فاتحہ سے بھی اچھا ہوگا۔

حال۔ اس کے علاوہ ذاتی علم یا مشاہدہ کے جو عملی آثار ہوتے ہیں وہ اس ایمانی علم میں عشر عشیر بھی نہیں محسوس ہوتے۔ مثلاً دنیا کی آگ سے انسان جس طرح بھاگتا ہے اور بچتا ہے اشد حرّاً والی آگ سے بچاؤ کا اہتمام اس کے مقابلہ میں ہم کو اپنے اندر تو بس برائے نام ہی معلوم ہوتا ہے۔ کیا غیب و شہادت کے علم میں کم از کم مراتب یقین کا جو فرق رہتا ہے اور اس کی بنا پر جو عمل میں کوتاہیاں ہوتی ہیں کیا عنداللہ بھی کچھ قابلِ عذر ہوں گی۔

تحقیق۔ یہ غیب و شہادت کا تفاوت بھی وجہ فرق کی ہے مگر قوی وجہ مؤمن کے لئے یہ ہے کہ یہاں بچنے کا طریق صرف ایک ہی ہے یعنی فرار۔ اور وہاں دو طریق ہیں ایک ترک معاصی دوسرے توبہ عن المعاصی۔ اگر مؤمن کو یہ یقین دلا دیا جاتا کہ توبہ ہرگز مقبول نہ ہوگی تو فرار عن المعاصی یقینی تھا

مثل فرار عن نار الدنیا۔ باقی اس میں عذر فرق کا اثر معافی تو نہیں مگر خفت ہے اسی احتمال توبہ و قبول توبہ پر۔ فقط۔ (النور جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ)

دوام اعمال میں ہوتا ہے نہ احوال میں

حال۔ معمولات بحمد اللہ تعالیٰ بخوبی ادا ہو رہے ہیں۔

تحقیق۔ الحمد للہ۔

حال۔ مگر وہ جو اکثر خیال رہتا تھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ دیکھ رہے ہیں اس میں کمی پاتا ہوں۔ جب خیال آجاتا ہے۔ ندامت ہوتی ہے۔

تحقیق۔ ایسی کمی بیشی لازم عادی ہے یکساں حال رہ ہی نہیں سکتا۔ دوام تو اعمال میں ہوتا نہ کہ احوال پر۔ یہ تغیر مضر نہیں بلکہ اس میں مصالح ہیں جن کا مشاہدہ اہل طریق کو خود ہو جاتا ہے۔ مثلاً غیبت کے بعد حضور میں زیادہ لذت ہونا اور مثلاً غیبت میں انکسار و ندامت کا آنا اور مثلاً اپنے عجز کا مشاہدہ ہونا و مثل ذالک۔ (النور ربیع الاول ۱۳۵۳ھ)

فنا سے تضاعف اجر ہوتا ہے

حال (دیکھئے از مجازین) ایک ماہ سے کچھ زائد مدت گذری ہے کہ لفافہ خرید کر ارادہ کیا ہوا ہے کہ آج لکھونگا کل لکھونگا جب لکھنے بیٹھتا ہوں تو کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا لکھوں۔ کچھ حال ہو تو لکھوں۔ یہاں تو صفر ہی صفر ہے۔

تحقیق۔ صفر ہی تو وہ چیز ہے کہ ایک کو دس اور دس کو سو اور سو کو ہزار بنا دیتی ہے۔ صفر تعبیر ہے عدم و فنا کی۔ اسی سے تضاعف ہوتا ہے اور کیا چاہیئے۔ (النور شوال ۱۳۵۳ھ)

غیر اختیاری امر مضر نہیں

حال۔ اکثر تشہد پڑھتے وقت آپ کی صورت خیال میں آجاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی شکل سامنے کھڑی کر دی گئی ہے اُس وقت مجھے شبہ ہوتا ہے کہ شرک میں نہ مبتلا ہو جاؤں اس وجہ سے میری تشویش بڑھ گئی۔

تحقیق۔ یہ حالت حدوثاً و بقاءً اختیاری ہے یا غیر اختیاری اور شرک اختیاری یا غیر اختیاری

(النور ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ)

یادِ الٰہی میں تعلقات دنیاوی حائل ہوتے ہیں اس شکایت کا ازالہ

حال۔ میں اس کو اعتقاداً سمجھتا ہوں کہ جو کچھ میری دینی یا دنیوی حالت ہے وہ سب حضرت ہی کی برکت کی وجہ سے ہے ورنہ مجھ جیسے بے حس شخص سے کچھ بھی نہ ہو سکتا۔ بالکل حضرت ہی کے سہارے چل رہا ہوں اور آئندہ جو کچھ ہوگا وہ بھی حضرت ہی کی بدولت ہوگا۔ اب دنیاوی تعلقات سے دل بالکل سرد ہو گیا ہے اب بالکل دل یہ چاہتا ہے کہ بس ایک کونہ ہو اور میں ہوں اور سوائے یادِ الٰہی اور کوئی شغل نہ ہو مگر تعلقاتِ دنیاوی پیچھا نہیں چھوڑتے جو بافراغت ایک کا ہو کر رہ سکوں۔ یہ دنیاوی زندگی ایک قید کی زندگی سی معلوم ہوتی ہے۔ لشتم پشتم جیسے ہو سکتا ہے چل رہا ہوں صرف اس امید پر

ع۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست

ورنہ اپنی حالت کسی قابل نہیں سراپا خطا و عصیاں ہوں۔ دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ میری ظاہری اور باطنی حالت درست فرمائے اور حضرت سے تعلق تازیست قائم رکھے کہ اس میں سب صلاح و فلاح ہے۔

تحقیق۔ دل سے دعا ہے اور حالات کے انقلاب کے متعلق یہ اکابر کی تحقیق ہے ؎

در بزم عیش یک دو قدح نوش کن و رو ۔ یعنی طمع مدار وصال دوام را

(النور ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ)

غیر اختیاری پر ملامت نہیں

حال۔ کوئی یکایک گر پڑتا ہے یا کوئی اور فوری تکلیف ہو جاتی ہے مثلاً بھڑ نے کاٹ لیا تو بے ساختہ ہنسی آجاتی ہے اور ہر چند روکا جائے ہنسی نہیں رکتی۔ ہاں اگر گرنے والا ضعیف یا بچہ ہے تو بہت افسوس ہوتا ہے یہاں تک کہ کچھ پہر دن اس کا خیال رہتا ہے لیکن اگر گرنے والا جوان ہے اور کمزور نہیں ہے تو بے ساختہ ہنسی آجاتی ہے۔

تحقیق - تو آنے والے کی خطا ہے آپ کی کیا خطا ہے یہ تو شاعرانہ لطیفہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ غیر اختیاری پر ملامت نہیں۔ (النور ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

رونے کا علاج

حال - حضورِ والا نے فقیر محمد طالب علم کے متعلق جو کہ نماز اور دعا اور مجلس میں بہت روتا تھا، فرمایا تھا کہ میں کچھ سوالات خود قائم کر کے اس سے جواب لے کر پھر اس کی اصلاح کے متعلق لکھوں گا۔ اب حضورِ والا سے بصد ادب عرض ہے کہ آپ سوالات ارشاد فرمادیں تو فقیر محمد سے جواب لے کر آپ کی خدمت میں واپس کیا جاوے۔ اب بھی کچھ روتا ہے لیکن پہلے کی نسبت سے بہت سکون معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق - سوالات (۱) یہ حالت کب سے ہے؟ (۲) دماغ اور قلب طبّی تشخیص سے کیسا ہے؟ (۳) رونا کسی خاص خیال سے پیدا ہوتا ہے؟ (۴) کیا سکون کسی خیال سے ہوتا ہے؟ (۵) اب کیوں کمی ہوئی؟

اس کے بعد ذیل کا خط مع خط فقیر محمد طالب علم آیا)

حال - حضور نے جو سوالات فرمائے ہیں فقیر محمد نے ان کا جواب عرض کیا وہ ارسال خدمت ہے۔

خط فقیر محمد

حضرت والا کے سوال اول کا کہ (یعنی یہ حالت کب سے ہے) جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے ساڑھے چار سال کا عرصہ گذر چکا ہے کہ حضرت سے ملاقات ہوئی۔ اُس ملاقات کے وقت سے رونا شروع ہوا، مگر صرف آنسو جاری ہوتے تھے اور چیخ و پکار نہ تھی۔ دو سال کے عرصہ سے یہ چیخ پکار شروع ہے۔ یہ چیخ کبھی زیادہ ہے اور کبھی کم اس میں تبدل و تغیّر ہوتا رہتا ہے اور حضرت کی حضوری میں اس رمضان شریف میں زیادہ ہوگیا۔ سوال نمبر ۲ (دماغ اور قلب طبّی تشخیص سے کیسا ہے) کا جواب یہ ہے کہ میں نے حکیم سے احتیاطاً دوائی لے لی ہے مگر مرض کوئی نہیں۔ حکیم نے بھی مجھے کوئی مرض نہیں بتایا۔ سوال نمبر ۳ (رونا کسی خاص خیال سے پیدا ہوتا ہے؟) اس سوال کے جواب میں دو مقدمے ہیں ایک یہ کہ ملفوظات حضرت دامت برکاتہم فرمایا کرتے تھے اس کا یقین ایسا ہوتا تھا جیسا کسی بات کو دیکھنے سے یقین ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ حضرت دامت برکاتہم کی حضوری

میں اللہ تعالیٰ کا حاضر ناظر ہونا عقیدہ سے نکل کر حال کے درجہ میں معلوم ہوتا تھا اس کے بعد پھر حضرت دامت برکاتہم عذاب کا ذکر فرماتے تھے تو میرے خیال میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا خوف ہوتا تھا۔ اس وجہ سے رونا آتا تھا اور جب کبھی اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات کا ذکر فرماتے تھے تو اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات خیال میں آتے تھے اس خیال سے رونا آتا تھا اور جب کبھی کسی بزرگ کے کمالات اور ادب اپنے شیخ کے ساتھ ملفوظ فرماتے تھے تو میں اپنے آپ کو اس کے مقابلہ میں لاشئے سمجھنے سے اور مجھ میں اس کمال اور ادب کے نہ ہونے سے رونا آتا تھا اور اس کے واسطے آپ استاذی اور حضرت سے دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی یہ کمال و ادب عطا فرمادیویں۔ یہ سب کچھ حضرت کی بات پر کامل یقین ہونے کی وجہ سے تھا۔ اگر اور کوئی (شخص) اللہ تعالیٰ کے احسانات و خوف یا کسی بزرگ کے کمالات فرماتے ہیں لیکن اتنا مجھے معلوم ہوا کہ ان کا حضرت دامت برکاتہم سے تعلق ہے اور نیک ذاکر آدمی ہے تو ان کی تقریر سے بھی مجھے رونا آتا ہے۔ سوال ۴ (کیا سکون کسی خیال سے ہوتا ہے؟) جواب: سکون ایک خیال سے حاصل ہوتا ہے کہ جب میں خیال کرتا ہوں کہ میرے رونے سے حضرت کو یا کسی دیگر شخص کو تکلیف ہوگی تو اس خیال سے رونا بند ہو جاتا ہے اور بعد میں خجالت و شرمندگی ہوتی ہے یا کسی دوسرے مضمون میں اپنے خیال کو لگاتا ہوں تب رونا منقطع ہوتا ہے۔ سوال ۵ (اب کیوں کم ہوا؟) جواب اس سوال کا یہ ہے کہ رونا دو وجہ سے کم ہوا۔ ایک یہ کہ جب حضرت سے رخصت ہونے لگا تو حضرت سے احقر نے معافی اور دعا کی درخواست کی۔ اس وقت حضرت نے فرمایا کہ میں نے معاف کر دیا اور دعا بھی کرتا ہوں۔ اس وقت مجھے رونا آیا۔ بعد اس کے حضرت نے فرمایا کہ رونے والے کو معاف نہیں کیا جاتا ہے تم ہنسو تو معاف کروں گا۔ اس وقت مجھے ہنسی آگئی۔ حضرت نے فرمایا ہاں اب معاف ہے۔ اس بات سے مجھے معلوم ہوا کہ رونا حضرت کی رائے کے خلاف ہے اس واسطے اب جتنی میری طاقت ہو میں بقدر طاقت رونے کو روکتا ہوں۔ دوسری بات یہ کہ جس وقت ہم آنے والے تھے اس مجلس میں حضرت نے میرے متعلق آپ کو فرمایا کہ بہت مشغول کیوں ہے مجھے وقت نہیں ملتا کہ میں اس کے ساتھ بات چیت کر دں یہ میری رائے ہے کہ باہر کچھ نہ ہو یعنی چیخ و پکار بلکہ سب اندر اندر رہو۔ اس سے بھی مجھے معلوم ہوا کہ حضرت کو رونا پسند نہیں اس واسطے اپنے آپ کو رونے سے روکتا ہوں۔ ورنہ مجھے رونا بہت آتا ہے۔ جب حضرت کی نماز مجھے یاد آتی ہے اور ان کی مجلس یاد آتی ہے اور ان کی چال و رفتار یاد آتی ہے اور ملفوظات یاد آتے

رہیں پھر تو بہت رونا آتا ہے کبھی چیخ نکلتی ہے اور کبھی بہت مشکل سے بند کرتا ہوں۔

تحقیق۔ بکار حالت رفیعہ ممدوحہ ہے خواہ خوف سے ہو یا شوق سے لیکن صیاح حالت ممدوحہ نہیں گو عذر میں مذمومہ ومنکرہ بھی نہیں لیکن قابلِ اصلاح ہے اور اصلاح کی حقیقت ہے ازالہ سبب۔ میرے نزدیک اس کا سبب دماغ وقلب کا ضعف یا حرارت بھی ہے کہ وارد کا تحمل نہیں۔ اطبار کو سبب مذکور کی تشخیص کی طرف مکرر اہتمام کے ساتھ متوجہ کیا جاوے اور تعدیل مزاج کی تدبیر طبی کی جاوے اور خارجی تدبیر بھی منظم کی جاوے وہ یہ کہ رجا کے مضامین حدیث سے یا کلام قوم سے بار بار سنائے جاویں اور ایسے مواقع پر ان کے استحضار کا بھی مشورہ دیا جاوے اور ایک ماہ کے بعد پھر اطلاع دی جاوے۔

(النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ)

دُعا میں رضا بالقضا کے شبہ کا ازالہ

حال۔ نماز کے بعد دُعا مانگتے وقت فوراً ہی یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ایسا مقدر نہیں کیا ہے اور میں مانگ رہا ہوں تو رضا بالقضا کہاں رہا۔ ایسا مانگنے میں گستاخی نہ سمجھی جائے۔ بہر حال میری تسکین فرما دیجیے۔

تحقیق۔ اس میں تنافی کیا ہوئی عین مانگنے کے وقت یہ عزم رکھا جاوے کہ اگر مطلوب نہ ملا تو نہ ملنے پر ہی راضی رہوں گا۔ دُعا اور رضا دونوں جمع ہو گئیں۔ (النور۔ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ)

ضعف طبعی قلب کے آثار طبعی ہیں اور غیر اختیاری پر مواخذہ نہیں۔

حال۔ حضور والا شدید روحانی اذیت و کلفت سے مغلوب ہو کر اپنی حالت عرض کرتا ہوں۔ اوائل عمر میں مگر بلوغ کے بعد غالباً کچھ نمازیں اور روزے مجھ سے فوت ہوئے ہیں نہ تو تعداد بالکل یاد ہے اور نہ بوجہ ضعف قلبی ان کی قضا کی مطلق ہمت وقوت ہے۔ حج بھی غالباً مجھ پر واجب ہو چکا ہے مگر جب استطاعت تھی تو التفات نہ تھا اور اب احساس ہے تو استطاعت نہیں ہے (آگے اس عدم استطاعت کی وجوہات لکھی تھیں۔) اور گھر میں اور بچہ کو چھوڑ کر تنہا حج کرنے پر بوجہ ضعف قلب قادر نہیں۔ موت کا ہر وقت کھٹکا ہے۔ اور یہ حدیث سن کر

اور زیادہ خوف ہے کہ جس پر حج واجب ہو اور وہ مر جائے تو اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہیں خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ سخت ضعفِ قلب کا مریض ہوں۔ حکیم صاحب دہلوی کی ادویہ کا استعمال کر رہا ہوں گو دنیا و حیاتِ دنیا سے دل سخت بیزار اور متنفر ہے اور زندگی وبالِ جان معلوم ہوتی ہے یہاں کے آلام و افکار کی وجہ سے ہے مگر پھر بھی طبعی طور پر کچھ ایسا گہرا تعلق اس حیاتِ دنیا سے ہے اور بیوی بچہ سے کہ اگر کفار سے جہاد و قتال واجب ہو جائے تو مجھے یقین نہیں ہے کہ میں شرکت کر سکوں گا۔

تحقیق - یہ سب آثار ضعفِ طبعی کے ہیں جو غیر اختیاری ہے۔ غیر اختیاری میں مواخذہ نہیں۔ پس نہ ضعف پر ملامت ہے نہ اس کے آثار غیر اختیاریہ پر البتہ ان آثار میں جو اعمال اختیاریہ ہیں وہ محل ملامت ہیں۔ مگر بشرطِ قدرت اور عدم قدرت کے وقت احکام بدل جائیں گے۔ احکام کی تفصیل ہر جزئی کی جدا ہے۔ نماز قضا شدہ کا اور حکم ہے حج کا اور حکم ہے جہاد کا اور حکم ہے۔ جدا جدا پوچھنے سے بتلایا جا سکتا ہے۔ (النور۔ شعبان ۱۳۵۴ھ)

حالاتِ مبارکہ

حال - اکثر اوقات یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ جل وعلا شانہٗ کے (جو بالکل بے کیف ہیں) سامنے ہوں اور اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں۔ پچھلے گناہوں سے استغفار اور آئندہ کے لیے ترک کا قصد مصمم ہے۔ اور ڈر بہت معلوم ہوتا ہے کہ دیکھیے کیا ہوگا اور اس وقت دل بہت گھبراتا ہے اور طبیعت بہت بے چین ہو جاتی ہے۔

تحقیق - یہ سب مبارک حالات ہیں۔

حال - لیکن یہ تمام امور خلوت اور فراغت میں رہتے ہیں اور جب کسی دوسرے کام میں مشغول ہوتا ہوں تو ان کا بالکل خیال نہیں رہتا۔

تحقیق - یہ تفاوت طبعی اور لازم ہے اور رحمت ہے کیونکہ

ع گر نیست غیبتے ندہد لذتے حضور

حال - بعد میں پھر خیال ہوتا ہے اور ندامت ہوتی ہے اور یہ سمجھتا ہوں کہ وہ پہلی بات یونہی تھی (یعنی غیر معتد بہ تھی) یہ خیالات تو ہر وقت رہنے چاہئیں۔ اب اس کی تدبیر کیا ہے کہ یہ خیالات پختہ ہو جائیں۔

تحقیق - یہ تفاوت پختگی کے خلاف نہیں کسی حافظ کو اگر قرآن پختہ یاد ہو تو کیا یہ بھی لازم ہے کہ ہر وقت

تمام الفاظ کا استحضار رہے۔

حال - نماز کا بھی یہی حال ہے کہ بعض ارکان میں توجہ رہتی ہے اور بعض میں غفلت۔

تحقیق۔ اس کا سبب خود قصد سے ذہول ہے۔ ورنہ قصد کے بعد ذہول محال ہے اور اس ذہول عن القصد کا سبب دوسرے مشاغل کا بلا قصد سامنے آجانا۔ البتہ سامنے آجانے کے بعد ان کا بقاء یہ قصداً ہوتا ہے بایں معنی کہ اس کے خلاف کا قصد نہیں کیا جاتا۔ اور اس قصد کی بعض اوقات خبر (بمعنی التفات) بھی نہیں ہوتی جس کا سبب عادت ہے۔

علاج - تنبہ کے وقت تجدید توجہ فی المستقبل و استغفار عن الماضی۔ اسی کی تکرار سے رسوخ تدریجاً ہوجاتا ہے جس کی کوئی مدت معین نہیں۔ اہتمام توجہ و استعداد کے اختلاف سے اس میں تفاوت ہوجاتا ہے۔

(النور شوال ۵۴ھ۱۳)

آثارِ فنا

حال - آجکل کچھ دنوں سے اپنے تمام عیوب ہر وقت مستحضر رہنے لگتے ہیں۔ اپنے تمام ظاہری اطوار و عادات و اعمال میں اور باطنی اعمال میں ہزاروں طرح کی برائیاں نظر آتی ہیں۔ سوچتا ہوں تو جی گھبراجاتا ہے کہ آخر کس طرح ان کی اصلاح ہوگی مجھ پر تو بڑی بے حسی طاری ہے۔ امور اختیاریہ میں حتی الامکان اہتمام رکھتا ہوں مگر کچھ بنائے نہیں بنتا۔ بڑا خوف معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میری تو یہ حالت ہے اور لوگ مجھ سے حسن ظن رکھتے ہیں۔ اکثر اوقات اپنی تعریف بھی لوگوں کی زبانی سنتا ہوں جس سے بڑی وحشت ہوتی ہے کہ یا اللہ میرا انجام کیا ہوگا یہ بڑا دھوکا ہے اور خالص ریاکاری ہے لوگ میری طرف سے کس قدر دھوکے میں ہیں۔ حضرت والا مجھے اپنی اس حالت پر طرح طرح کے وساوس پیدا ہوتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس وشیطان کی آمیزش سے میں بالکل تباہ ہوجاؤں۔ میں لوگوں سے حتی الامکان بہت ہی کم ملتا ہوں۔ اور نہ کسی سے ملنے کو جی ہی چاہتا ہے۔ مجھے کسی بات میں کوئی دلچسپی ہی معلوم نہیں ہوتی۔ زندگی بالکل بے کیف سی معلوم ہوتی ہے جب کسی تردد خاطر وغیرہ سے معمولات ترک ہوجاتے ہیں تو بہت دل گھبراتا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ میں خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہوجاؤں حالانکہ عقلاً یہ سب امور قابل توجہ معلوم نہیں ہوتے مگر چونکہ آجکل طبیعت پر ان کے اثرات کا غلبہ ہے اس لئے حضور والا سے عرض حال کرکے مؤدبانہ التماس ہے کہ میری تسکین قلب و اصلاح حال کے لئے دعا فرمادیں۔

تحقیق۔ دعا بھی کرتا ہوں اور بشارت بھی دیتا ہوں کہ یہ سب آثار فنا کے ہیں۔

(النور صفر ۱۳۵۶ھ)

عدم مناسبت کا علم دلیل مناسبت ہے

حال۔ میرے آقا میرے ملجا وماوا میرا یہ حوصلہ نہیں کہ اس کی درخواست کروں اور حوصلہ اس واسطے نہیں کہ ذرہ کو آفتاب سے نسبت ہی کیا۔ لیکن کسی طرح دل کی تسلی نہیں ہوتی اس لئے بکمال ادب یہ درخواست پیش کرتا ہوں کہ حضور والا دل سے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ تھوڑی سی سچی محبت اور عقیدت اور صحیح نسبت حضور والا سے عطا فرمائیں۔ کہ اس ہی پر سب دارومدار ہے

تحقیق۔ دل سے دُعا کرتا ہوں۔

حال حضور والا کے علوم ومعارف کی فراوانی اور اپنی کم لیاقتی کو دیکھتا ہوں تو اکثر مایوسی کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے اس کا رنج اب اکثر رہتا ہے کہ حضور سے مناسبت پیدا نہیں ہوئی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔

تحقیق۔ یہ بھی مناسبت ہے کہ عدم مناسبت کا علم ہوجاوے آخر عبد کو حق تعالیٰ سے نسبت ہوتی ہے یا نہیں۔ حالانکہ واجب اور ممکن میں کیا مناسبت مگر وہاں یہی مناسبت ہے کہ ان کی عظمت (اور اپنی ذلت کا علم ہوجاوے۔ اسی عدم مناسبت لغویہ کے علم کو مناسبت اصطلاحیہ کہا جاتا ہے۔ باقی اس سے آگے "چہ نسبت خاک را با عالَم پاک"۔ بفتح اللام چہ جائے با عالِم پاک بکسر اللام۔

حال۔ جو کچھ دل میں ہے اس کے اظہار کی پوری قدرت بھی نہیں۔

تحقیق۔ یہ بھی اسی عدم مناسبت مسمّٰی بہ مناسبت کی فرع ہے۔ (النور صفر ۱۳۵۶ھ)

دل دھڑکنا رحمت ہے مگر تعدیل کی ضرورت ہے

حال۔ حضرت جب مجھ کو موت یاد آتی ہے تو میرا دل دھڑکنے لگتا ہے کہ نہ معلوم موت کے بعد کیا حشر ہوگا۔

تحقیق۔ یہ دھڑک رحمت ونعمت ہے مگر تعدیل کی ضرورت ہے وہ تعدیل یہ ہے کہ ایسے وقت عفو ومغفرت کی خوب دُعا کیا کریں۔ (النور۔ رجب ۱۳۶۷ھ)

صدمہ میں کبھی ایسے الفاظ ذہن میں آتے ہیں جو خلافِ ادب ہیں،

نوٹ:۔ ایک مجاز نے ایک واقعہ سخت صدمہ کا اور اپنے صبر و تفویض کا لکھ کر ذیل کا مضمون لکھا جس کے بعد جواب منقول ہے۔

حال۔ کبھی کبھی یہ مضمون بھی زبان پر آجاتا ہے

؎ اے رفیقانِ راہ ہا را بست یار — آہوئے لنگیم و او شیر شکار
جز کہ تسلیم و رضا کو چارۂ — در کفِ شیرِ نر خوانخوارۂ

تحقیق۔ ایسے اشعار جن میں ایسے الفاظ ہوں ہم جیسوں کے لئے خلافِ ادب ہیں۔ بڑوں کی اور بات ہے سخت احتیاط واجب ہے۔ (النور۔ رجب ۱۳۵۶ھ)

رسالہ عبور البراری فی سرور الذراری

(رسالہ عبور البراری) اولادِ مشرکین کے متعلق تفصیل

حال۔ ایک روز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حالت بیخودی (غیر منام) میں نصیب ہوئی اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حقیر سے یہ ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں ذراری مشرکین کے جہنمی ہونے میں شک ہے۔ ارشاد ایسے طریقہ پر تھا کہ جس سے ان کا جہنمی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ یہ ایک مسئلہ شرعی ہے اس سے قبل میرا غلبۂ ظن اُن کے ناجی ہونے کا تھا۔ اور ناجی ہونے کی روایات کو راجح سمجھتا تھا مگر اس ارشاد کے بعد سے اپنا خیال بھی برعکس ہو گیا ہے۔ اور اُس وقت اس مسئلہ کا بالکل وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اچانک بیٹھے بیٹھے بیخودی طاری ہو کر (یعنی بدون النوم الخالص) زیارت اور ارشاد کی برکات نصیب ہوئیں۔

تحقیق۔ بڑی خوش قسمتی ہے مبارک ہو اور اس سے زیادہ خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ آثار رؤیت کو آثار روایت پر منطبق رکھا جاوے کہ احکام مرویہ میں تجلیاتِ مرئیہ سے مقصودیت زیادہ ہے۔ پس اس بنا پر عرض ہے کہ دلائل سے یہ احکام ثابت ہیں ۱؎ خواب یا بیخودی حجت شرعیہ نہیں ۲؎ پس اس سے نہ غیر ثابت ثابت ہو سکتا ہے نہ راجح مرجوح نہ مرجوح راجح سب احکام اپنی حالت پر رہیں گے

البتہ اتنا اثر لینا شرع کے موافق ہے کہ جانب احوط کو پہلے سے زیادہ لے لیا جاوے۔ ۳۔ مسئلہ مبحوث عنہا یعنی اطفال مشرکین میں علماء کے تین مذہب منقول ہیں۔ تعذیب و نجات و توقف اور ہر مذہب پر دلائل شرعیہ قائم ہیں تو خواب سے نہ کوئی مذہب منتفی ہو سکتا ہے نہ کوئی دلیل ثبوتاً یا دلالۃً باطل ہو سکتی ہے۔ پھر ان تینوں قول میں اکثر محققین نے نجات کو ترجیح دی ہے بخصوص بخاری کی حدیث کے بعد کہ آپ نے بچوں کو ابراہیم علیہ السلام کے پاس مجتمع دیکھا اس وقت آپ سے پوچھا گیا واولاد المشرکین آپ نے فرمایا واولاد المشرکین تو خواب سے اس ترجیح کا بطلان بھی نہ ہوگا۔ ۴۔ یہ بھی احتمال ہے کہ رائی کو اچھی طرح یاد نہ رہا ہو ۵۔ بعض علماء کی رائے پر یہ بھی احتمال ہے کہ مرئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوں (۶) اور ان سب امور سے تنزل کرنے کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ جہنمی ہونا مستلزم تعذیب کو نہیں خود حدیث میں مصرح ہے کہ ایک جماعت اہل جنت کی ہوگی جو جہنمی کہلائیں گے۔ رواہ البخاری۔ اسی طرح ممکن ہے کہ یہ بچے جہنم میں کسی مصلحت کے سبب رکھے جائیں اور معذب نہ ہوں اور خواب سے غایت ما فی الباب اتنا ہی ثابت ہوتا ہے۔

(۷) نیز تامل کیا جائے کہ اگر کوئی شخص اس کے معارض خواب میں حضور کا ارشاد سن لے اس وقت بجز اس کے کیا فیصلہ ہوگا کہ خواب حجت نہیں۔

(**تتمہ**) بعد تحریر جواب بالا بعض احباب نے بعض غیر مشہور روایتیں اس باب کے متعلق کنز العمال و جامع صغیر میں دکھلائیں۔ چونکہ ان سے بھی بعض ضروری فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اس لئے تتمیم نفع کے لئے ان کو بھی مع ان فوائد کے نقل کرتا ہوں۔

الروایۃ الاولی:۔ عائشۃ لو شئت لاسمعتك تضاغیهم من النار یعنی اطفال المشرکین (الدیلمی عن عائشہ) **الروایۃ الثانیۃ**:۔ ان اللہ تبارك وتعالی اذا قضی بین اهل الجنۃ واهل النار ثم میزهم عجوا فقال اللّٰهُمَّ ربنا لم یاتنا رسولك ولم تعلم شیئاً فارسل الیهم ملکا واللہ اعلم بما کانوا عاملین فقال انی رسول ربکم الیکم فانطلقوا فابتغوا حتی اتوا النار قال لهم ان اللہ یامرکم ان تقتحموا فیها فاقتحمت طائفۃ منهم ثم اخرجوا من حیث لا یشعر اصحابهم فجعلوا فی السابقین المقربین ثم جاءهم الرسول فقال ان اللہ یامرکم ان تقتحموا فی النار فاقتحمت طائفۃ اخری ثم اخرجوا من حیث لا یشعر اصحابهم فجعلوا فی اصحاب الیمین ثم جاءهم الرسول فقال ان اللہ یامرکم

ان تقتحموا فی النار فقالوا ربنا لا طاقة لنا بعذابك فامر بهم فجمعت نواصیهم و اقدامهم ثم القوا فی النار (الحکیم عن عبد الله بن شداد) ان رجلا سأل النبی صلی الله علیه وسلم عن ذراری المشرکین الذین هلکوا اصغارا قال فذکرہٗ

الروایة الثالثة:۔ سألت ربی ان یتجاوز عن اطفال المشرکین فتجاوزهم وادخلهم الجنة (ابونعیم عن انس)

الروایة الرابعه۔ لم یکن لهم سیئات فیعاقبوا بها فیکونوا من اهل النار ولم یکن لهم حسنات فیجازوا بها فیکونوا من ملوك اهل الجنة هم خدم اهل الجنة یعنی اطفال المشرکین (طب عن الحسن بن علی)

الروایة الخامسة:۔ انی سألت ربی اولاد المشرکین فاعطانیهم خدما لاهل الجنة لانهم لم یدرکوا ما ادرك اٰبائهم من الشرك ولانهم فی المیثاق الاول (الحکیم عن انس وابوالحسن بن ملة فی امالیه عن انس) هٰذا کله فی کنز العمال کتاب القیامة من قسم الاقوال ذکر اهل الجنة وفیه ذکر اولاد المشرکین فی موضعین وحسن فی الجامع الصغیر۔ الروایة الخامسة بالرمز وفی العزیزی باللفظ

الروایة السادسة۔ اولاد المشرکین خدم اهل الجنة (طس عن سمرة وعن انس) اوردہٗ فی الجامع الصغیر وصححه بالرمز والعزیزی باللفظ

الفائدۃ الاولی:۔ اصل جواب کے سادس ۶ میں لکھا ہے کہ جہنمی ہونا مستلزم تعذیب کو نہیں اھ روایت اولیٰ بظاہر دال ہے تعذیب پر کیونکہ تضاغی کسی الم ہی کے سبب ہوسکتی ہے۔ جواب یہ ہے کہ تضاغی کے دوسرے اسباب بھی ہوسکتے ہیں۔ مثلاً اپنے آباء کی حالت دیکھ کر جیسے دنیا میں مشاہد ہیں کہ اگر کسی بچے کے باپ بھائی کو کوئی مارے بچے رونے لگتے ہیں مثلاً باوجود عدم تالم کے احتمال تالم فی المستقبل سے جیسے دنیا میں بھی باوجود عدم وقوع خوف کے احتمال خوف سے بچے رونے لگتے ہیں۔ یا مثلاً خود جہنم کے منظر کو ناپسند کرکے اُس سے خارج ہونے کے لئے الحاح کے لئے جیسے اس کے نظائر دنیا میں بھی دیکھے جاتے ہیں۔ غایت مافی الباب اس کا قائل ہونا پڑے گا کہ بچوں میں بچپن کے بعض جذبات وہاں بھی رہیں گے سو اس التزام میں چنداں بُعد نہیں، چنانچہ چھوٹے بچے جو اپنے والدین کے بخشوانے کے لئے اڑ جائیں گے کہ ہم بدون

ان کے جنت میں نہ جائیں گے وہاں حدیث میں ارشادِ خداوندی ان لفظوں سے منقول ہے۔ ایہا السقط المراغم ربہ، ادخل ابویک الجنۃ۔ مراغم کا لفظ ان جذبات کے بقاء کو تبلا رہا ہے۔

سوال۔ جب عذاب اس کا مدلول نہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس خبر دینے سے کیا ہے

جواب۔ صرف دخول نار کی خبر دینا ہو سکتا ہے۔ کہ اس میں بھی ظاہراً بُعد تھا۔ اس بُعد کے رفع کرنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا ہو۔ یہ تو دلالت حدیث میں کلام ہے باقی ثبوت میں یہ کلام ہو سکتا ہے کہ حدیث ضعیف ہے۔ چنانچہ کنز العمال کے خطبہ میں دیلمی کی روایات کا ضعف مصرح ہے اس لئے جب اقوی سے تعارض ہوگا اقوی کو ترجیح ہوگی۔

الفائدۃ الثانیۃ:۔ روایت ثانیہ بھی بظاہر دال ہے ذراری مشرکین کے ایک حصہ کے تعذیب پر جنہوں نے اقتحام نار سے عذر و انکار کیا۔ اس کا ایک جواب تو وہی ہو سکتا ہے کہ القا فی النار مستلزم تعذیب کو نہیں۔ رہا یہ کہ پھر اس میں حکمت کیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ صورت عصیان پر صورت عذاب کو مرتب فرمانا مقصود ہو جیسا اس کے عکس میں فرعون کی صورت نجات کو مرتب فرمایا اور فاء ترتیب کے ساتھ ارشاد فرمایا فالیوم ننجیک ببدنک اس حکمت کو تو اشارۃً فرمایا اور دوسری حکمت کو صراحتہً لتکون لمن خلفک اٰیۃً۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر دلالت علی التعذیب مسلم بھی ہو تو یہ ثمرہ تھا اُن کے عصیان کا کہ رسول رب کی نافرمانی کی اور اقتحام نار سے انکار کیا۔ سو عذاب ثمرہ اعمال کا ہوا محض ذریۃ مشرکین ہونا سبب نہیں ہوا ورنہ ان ہی ذراری کے جو اور دو حصے تھے ان کو سابقین اور اصحاب یمین میں کیوں داخل کیا جاتا سو چونکہ انہوں نے فرمانبرداری کی اس لیئے ان کو یہ درجات عطا ہوئے۔

سوال۔ جس حکم کی مخالفت موجب تعذیب ہو سکتی ہے نصوص سے اُس میں یہ شرط ثابت ہے کہ وہ مالایطاق نہ ہو اور نار میں گر جانا ظاہر ہے کہ مالایطاق ہے چنانچہ انہوں نے یہی عذر بھی کیا۔ کہ ربنا لا طاقۃ لنا بعذابک۔ پھر اس پر عذاب کیسے مرتب ہوا۔

جواب:۔ چونکہ محض اقتحام نار مستلزم عذاب کو نہیں۔ انہوں نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ وہاں عذاب ہی ہوگا اس لئے ان کو اطاعت کرنا چاہیئے تھا۔

سوال۔ احتمال تو عذاب کا تھا اور احتمال بھی غالب اور ناشی عن دلیل۔

جواب ممکن ہے کہ ان پر منکشف کر دیا گیا ہو کہ عذاب نہ ہوگا محض ابتلاءً و امتحاناً امر ہے جیسے اس کی نظیر مسلم و ترمذی کی حدیث میں وارد ہے۔ فالحدیث الاول عن انس ؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یخرج من النار اربعۃ فیعرضون علی اللہ ثم یؤمر بھم الی النار فیلتفت احدھم فیقول ای رب لقد کنت ارجوا اذا اخرجتنی منھا ان لا تعیدنی فیھا۔ قال فینجیہ اللہ منھا۔ والثانی عن ابی ھریرۃ ؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان رجلین ممن دخل النار اشتد صیاحھما فقال الرب تعالیٰ اخرجوھما فقال لھما لای شیء اشتد صیاحکما۔ قال فعلنا ذلک لترحمنا قال فان رحمتی لکما ان تنطلقا فتلقیا انفسکما حیث کنتما من النار فیلقی احدھما نفسہ فیجعلھا اللہ علیہ بردًا وسلاما ویقوم الاٰخر فلا یلقی نفسہ فیقول لہ الرب تعالیٰ ما منعک ان تلقی نفسک کما القیٰ صاحبک فیقول رب انی لارجوان لا تعیدنی فیھا بعد ما اخرجتنی منھا فیقول لہ الرب تعالیٰ لک رجاءک فیدخلان جمیعاً الجنۃ برحمۃ اللہ (کذا فی المشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحوض والشفاعۃ)

پھر یہ انکار محض ایسا تھا جیسے بعض لوگوں کو یہ یقین دلادیا جاتا ہے کہ روزہ رکھنے سے کچھ تکلیف نہ ہوگی یا سفرِ حج میں جہاز اور دریا سے کوئی تکلیف نہ ہوگی پھر بھی کم ہمتی سے اس کا تحمل نہیں کرتے تو کیا یہ لوگ معذور رہوں گے۔

سوال ۔ آخرت تو عالمِ جزاء ہے نہ کہ عالمِ ابتلاء وہاں ان کے ساتھ یہ معاملہ کیسے کیا گیا۔

جواب یہ تقسیم باعتبار احوال غالبہ کے ہے ورنہ دنیا جو عالم ابتلاء ہے اس میں بھی بعض جزائیں مرتب ہوتی ہیں اسی طرح آخرت میں بعض واقعات ابتلاء کے ہو سکتے ہیں۔

سوال ۔ بعد وقوع عصیان کے تو یہ حکم مستبعد نہیں لیکن قبل وقوع ان کے لئے نار کا جو حکم کیا گیا وہ تو بہت مستبعد ہے۔

جواب ۔ وہ حکم بھی ابتلاءً تھا جزاءً نہ تھا مگر اس کا ابتلاء ہونا ظاہر نہیں کیا گیا تھا۔ اس حکم کے بعد بھی یہی مقصود تھا کہ جو مانے گا اس کو نجات ہوگی جو نہ مانے گا اس کو عقاب ہوگا۔ مگر ان لوگوں کی سمجھ میں اس کا ابتلاء ہونا نہ آیا وہ جزا سمجھے اسی لئے یہ عذر کیا کہ ہم کو تو کچھ خبر ہی نہیں۔ پس اس جزاء سے

معاف کیجئے۔ پہلے سے چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم وارادہ میں تھا کہ اس کے بعد ان کو اس طرح حکم دیا جائے گا اور ان میں بعضے فرمانبرداری کریں گے بعضے نافرمانی کریں گے اس لئے اس حکم ابتلائی کے بعد حکم تکلیفی فرما دیا پس ترتب جزاء و سزا کا عمل ہی پر ہوا۔ اور اس روایت میں جو ارشاد ہے اَللّٰہُ اعلم بما کانوا عاملین۔ اس میں اشارہ اسی طرف ہو گیا کہ اس حکم سابق کے وقت اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ یہ عذر کرینگے پھر ان پر اس طرح اتمام حجت ہوگا اور پھر اس تفصیل سے اُن کے ساتھ معاملہ کیا جاویگا اس تفسیر کی اس روایت میں دلیل بھی موجود ہے اور دوسری مشہور حدیثوں میں جو یہ جملہ وارد ہے وہاں بھی یہی تفسیر محتمل ہے پس اس کی دلالت توقف پر جو مشہور ہے اور توقف کی یوں تقریر کی جاتی ہے۔ کہ بڑے ہو کر جیسے عمل کرتے ویسی جزاء ملے گی۔ اس کی کوئی دلیل نہیں پھر اس میں یہ استبعاد بھی ہے کہ اُس سے جزاء بلا عمل کا قائل ہونا لازم آتا ہے جو ظاہراً دوسرے نصوصِ صحیحہ صریحہ کے مصادم ہے اور اگر اس روایت ثانیہ کی تفصیل ثابت نہ ہو (جیسا کہ حکیم کی روایت کو خطبہ کنز العمال میں ضعیف کہا گیا۔ اور یہ ضعیف بھی ایک جواب ہے اس روایت کی دلالت علی التعذیب کا جیسا کہ اول جواب باعتبارِ دلالت کے تھا) اور اس لئے اللہ اعلم بما کانوا عاملین کی یہ تفسیر مسلّم نہ ہوگی تو پھر توقف پر محمول کر کے اس کی اقرب التفاسیر یہ ہے کہ مدار جزاء کا عمل پر ہے اور بلوغ کے بعد جو یہ عمل کرتے وہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کیا کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے موافق ان کو جزاء دیتا مگر وہ واقع نہیں ہوا اس لئے اس اصل کے موافق تو نہ یہ مستحق ثواب کے ہیں ..... نہ عذاب کے۔ باقی دوسرے دلائل سے عذاب کا انتفا ثابت ہے تو اب اس میں توقف رہا کہ آیا ان کو ثواب ہوگا یا بہائم کی طرح نہ ثواب ہوگا نہ عذاب ہوگا مثلاً مٹی کر دیئے جائیں گے۔ چنانچہ نووی نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے۔ حیث قال وحقیقۃ لفظہ اللہ اعلم بما کانوا یعملون لو بلغوا ولم یبلغوا اذالتکلیف لایکون الا بالبلوغ اھ

اور یہ توقف اس وقت فرمایا ہو کہ آپ کو اس کا علم نہ عطا کیا گیا ہو پھر بعد علم توقف نہ رہا ہو اور نجات کی جانب کو متعین فرما دیا جیسا روایات آئندہ کا مقتضیٰ ہے جیسا فائدہ ثالثہ کے تحت میں مذکور ہے۔

(ضمیمہ مضمون بالا) اس مقام کی تحریر کے کئی روز بعد ابو داؤد کی ایک حدیث سے مضمون بالا یعنی جملہ اللہ اعلم بما کانوا عاملین کی عدم دلالت علی التوقف کی تائید صریح مفہوم ہوئی اس لئے اس کو یہاں ملحق کرتا ہوں۔ وہ حدیث یہ ہے :۔

عن عائشۃ قلت یا رسول اللہ ذراری المؤمنین فقال من اٰبائہم فقلت یا رسول اللہ بلا عمل فقال اللہ اعلم بما کانوا عاملین قلت یا رسول اللہ فذراری المشرکین قال من اٰبائہم فقلت بلا عمل فقال واللہ اعلم بما کانوا عاملین (جمع الفوائد)
تائید ظاہر ہے کیونکہ اگر اس جملہ سے توقف مقصود ہوتا تو دونوں جگہ ہم من اٰبائہم کے جزم کیساتھ اس کا اجتماع کیسے ہوتا۔ بس معلوم ہوا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ واقعی مدار جزاء کا تو عمل ہی پر ہے اور بلوغ کے بعد یہ جو عمل کرتے وہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کیا کرتے اور اللہ تعالیٰ اس کی موافق ان کو جزاء دیتا۔ مگر وہ واقع نہیں ہوا اس لئے اس عمل کے موافق تو یہ نہ مستحق ثواب کے ہیں نہ عذاب کے۔ اور اس لئے ان کیساتھ کوئی معاملہ جزائیہ نہ ہوگا بلکہ الحاقاً ہوگا اس لئے دونوں جگہ من اٰبائہم فرمایا۔ لیکن دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ ملحق باہل الثواب کو تو ثواب ہوتا ہے اور ملحق باہل العذاب کو عذاب نہیں ہوتا گو نار میں ہوں اور نار میں رہنا مستلزم تعذیب نہیں اور جس وقت یہ ارشاد ہوا تھا اس وقت تک یہی حالت تھی۔ اس کے بعد ان ملحقین باہل العذاب کا جنت میں داخل ہونا معلوم کرا دیا گیا۔ اس وقت یہ ارشاد فرمایا۔ عن ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل عمن فی الجنۃ فقال النبی فی الجنۃ والشہید فی الجنۃ والمولود فی الجنۃ والموؤدۃ فی الجنۃ للبزار عن سمرۃؓ سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن اولاد المشرکین قال ہم خدم اہل الجنۃ للبزار والکبیر والاوسط ۔ جمع الفوائد۔ (وھذا التقریر متحد اولہ باول التقریر السابق فی العبارۃ ایضاً وآخرہ بآخرہ معنیً فانقطع احتمال التوقف)

(الفائدۃ الثالثۃ) روایت ثالثہ ورابعہ وخامسہ وسادسہ سے جن میں روایت خامسہ کی تحسین اور روایت سادسہ کی تصحیح بھی کی گئی ہے باہم سب روایات میں نہایت سہولت سے تطبیق ہو جاتی ہے۔ روایات توقف میں تو کوئی حکم ہی نہیں تھا ناطق اور ساکت میں تعارض ہی نہیں جو حاجت تطبیق ہو، بلکہ ناطق قاضی ہے ساکت پر اور روایات دخول نار سے اس طرح تطبیق ہو جاوے گی کہ دونوں واقعوں کا زمانہ مختلف ہے۔ اوّل دخول نار کا حکم ہوا ہو یا اس کا وقوع ہو گیا ہو بالتفصیل الذی سبق۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دخول جنت ہو جاوے۔ جیسا مؤمنین حضور کی شفاعت سے بعض قبل دخول نار بعض بعد دخول نار داخل جنت ہوں گے۔ پھر ان کا درجہ جنت میں بتلا دیا گیا کہ اہل الجنۃ کے

خادم ہوں گے اور اس کی وجہ بھی فرما دی کہ اعمال نہ ہونے کے سبب ان کو ملکیت کا درجہ عطا نہیں ہوا، تابع ہو کر جنت میں مقیم ہوں گے اور دوزخ سے نجات کی وجہ بھی فرما دی کہ وہ اعمال شرکیہ سے بھی منزہ تھے اور میثاق اول پر قائم تھے اور اس تعلیل پر اگر سوال ہو کہ یہ علت تو ذراری مسلمین میں بھی پائی جاتی ہے کہ نہ اُن کے پاس اعمال صالحہ ہیں اور نہ معاصی ہیں تو چاہیئے کہ وہ بھی اہل جنت کے خدم ہوں۔ جواب یہ ہے کہ اس کا تو مقتضا یہی تھا مگر ایک دوسرے مقتضی سے کہ وہ انتساب الی المومنین ہے ان کے ساتھ درجات میں بھی ملحق ہوں گے اور اگر روایت ثانیہ ثابت ہو تو یوں کہیں گے کہ ان ذراری کی مختلف جماعات کے ساتھ مختلف معاملہ ہوگا۔ نجات سب میں معاملہ مشترکہ ہوگا اور غالب یہی ہے اور اگر ان کی ایک جماعت کی تعذیب بھی مان لی جاوے جیسا فائدہ ثانیہ کے شروع میں احتمال تعذیب کو علی سبیل التنزل مان کر جواب دیا گیا ہے تو اخیر روایات کی بنا پر یوں کہہ سکتے ہیں کہ پھر ان کو بھی نجات ہو کر اہل جنت کا خادم بنا دیا جاویگا کیونکہ روایت ثانیہ میں کوئی لفظ تابید پر دال نہیں نیز اس جماعت کا محض عصیان و عذر منقول ہے جو موجب دخول نار ہو سکتا ہے۔ جحود یا انکار استکبار منقول نہیں جو موجب خلود ہو تو قواعد کلیہ کا بھی یہی مقتضٰے ہے کہ اگر شفاعت بھی نہ ہو تب بھی ان کو نجات ہو جاوے گی۔

سوال۔ روایت خامسہ حکیم کی ہے جن کی تضعیف کنز العمال کے خطبہ میں کی گئی ہے اس سے تمسک کیسے ہو سکتا ہے۔

جواب۔ یہ حکم اس جگہ ہے جہاں اس کا خلاف ثابت نہ ہو۔ یہاں تحسین دلیل سے ثابت ہے پس ضعف کا حکم نہ کیا جاویگا خصوص جبکہ روایت سادسہ سے بھی جس کی تصحیح کی گئی ہے متاید ہو بلکہ اگر کسی روایت کی تصحیح و تحسین بھی نہ ہوتی ہو خود تعدد روایات سے قوت آجاتی ہے۔ خصوص جب تلقی علماء بالقبول بھی ہو تو وہ خود تقویت کا مستقل قرینہ ہے اور یہاں ایسا ہی ہے چنانچہ نووی وعزیزی اور دوسرے علمائے ان کی نجات کو جمہور علماء کا قول کہا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

تحدث بالنعمۃ وفرح بالرحمۃ کل تمام دن روایت ثانیہ سے اشکالات واعضالات کا اس قدر ہجوم ہوا اور اس ہجوم سے قلب اس قدر مجمع ہموم وغموم ہوا کہ اس کے سامنے سخت سے سخت بڑی عقبات اور بحری ورطات کی کچھ حقیقت نہ تھی۔ پریشانی سے باطنی ہلاکت قریب تھی آخر دعا وابتہال میں مشغول ہوا۔ آخر شب میں خدا تعالیٰ کی مدد ظاہر ہوئی اور قلب پر علوم کا ورود ہوا جس سے

انشراح نصیب ہوا آج صبح کو یہ سطریں ضبط کیں والحمد للہ علیٰ ما اعطانی ما لم اکن اہلا لہ اور چونکہ مضمون میں صورۃً و معنیً ایک گونہ امتیاز ہوگیا اس لیے اس کا ایک لقب بھی جس میں اشکالات کے میدانوں کے قطع کرنے کی طرف بھی اشارہ ہے تجویز کرتا ہوں عبود البراری فی سرور الذراری و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین سلخ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۱ھ

(اکتوبر ۱۹۳۲ء)

(تمت رسالہ عبور البراری)

خطرات کے غلبہ کے وقت جو آواز بائیں جانب سے آئے اس کی طرف توجہ کرنا مضائقہ نہیں

حال۔ یہ امر قابلِ استفسار ہے کہ بائیں جانب سے جو آواز پانی گرنے اور ہلکی گھنٹی جیسی آتی ہے اور وہ آواز دنیوی چیز کی آواز سے علیحدہ ہے اس کی طرف توجہ رکھی جاوے یا نہیں۔ اُس سے یکجہتی حاصل ہوتی ہے

تحقیق۔ جس وقت خطرات کا غلبہ ہو اس وقت توجہ کا مضائقہ نہیں۔ جب خطرات دفع ہو جاویں پھر توجہ نہیں چاہیئے اور وہ آواز اکثر ناسُوتی یعنی دنیوی ہوائے محتبس کے تموج سے ہوتی ہے اور ملکوتی شاذ و نادر ہوتی ہے۔ (النور محرم ۱۳۵۲ھ)

کسی سے تکدّرِ طبعی مرض نہیں ہے

حال (یکے از مجازین) ایک صاحب میرے ہمسایہ ہیں ان میں فلاں فلاں عیوب تو ہیں لیکن اور ہر طرح نیک ہیں۔ مفلس عیالدار ہیں مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں اور خدمت بھی کرتے ہیں۔ میں ان کی مالی خدمت حتی المقدور کرتا ہوں اور آئندہ بھی خدمت کرنے کا تہ دل سے قصد ہے مگر حضرت مجھے ان سے محبت نہیں۔ جب بھی پاس بیٹھتے ہیں گرانی ہوتی ہے۔ ظاہراً میں بھی اظہارِ محبت کرتا ہوں۔ وہ تو باتیں محبت سے کرتے ہیں مگر ان کی گفتگو سے میرا انشراح قلب جاتا رہتا ہے یہ تکبر یا اور کوئی مرض تو نہیں

تحقیق۔ کوئی مرض نہیں۔ (النور رمضان ۱۳۵۳ھ)

معذوری میں ملامت نہیں

حال- سابقہ عریضہ پر حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا تھا کہ ذکر میں دل کی غفلت باختیار رہے یا بلا اختیار۔ عرض یہ ہے کہ اگر کوشش کروں تو دل ذکر میں حاضر ہوجاتا ہے اور آئندہ انشاءاللہ تعالیٰ قلب کو حتی الوسع ذکر کی طرف متوجہ رکھنے کی کوشش کرونگا مگر کچھ عرصہ کے بعد اس سے دماغ پر بوجھ سا پڑتا ہے اور خیالات کے روکنے اور ذکر کی طرف متوجہ رکھنے سے جلدی تھک جاتا ہے۔

تحقیق- تو معذور ہو۔ معذوری میں ملامت نہیں۔ (النور۔ شوال ۱۳۵۳ھ)

امر غیر اختیاری پر شبہ کا جواب

حال- ایک اجازت یافتہ نے خط میں اپنا واقعہ کہ کسی جگہ جانا ہوا اور احتمال تھا کہ وہ لوگ امامت یا وعظ کی درخواست کریں گے مگر ایسا نہیں ہوا جو ناگوار ہوا اور اس سے شبہ ہوا کہ یہ اشرافِ نفس وحبِ جاہ وکبر کا مجموعہ ہے اس پر استغفار کیا مگر اس کا اثر پورے طور سے زائل نہیں ہوا جو دلیل ہے حُبِ جاہ کی۔ یہاں سے جواب دیا گیا کہ یہ غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے مذموم نہیں۔ اس پر ذیل کا خط آیا۔

حال۔ ایک شبہ عرض کرکے تشفی چاہتا ہوں وہ یہ کہ حسنات غیر اختیاریہ فی ذاتہا گو مطلوب نہیں علیٰ ھذا سیئات غیر اختیاریہ فی نفسہا مذموم نہیں۔ مگر ان امور غیر اختیاریہ کے مناشی بوسائط قریبہ یا بعیدہ ضرور اختیاری ہوتے ہوں گے جن پر امور غیر اختیاریہ کا ترتب قریب یا بعید ہوا ہے وہ مناشی مطلوب یا مذموم ہوں گے تو بناءً علیہ ہر غیر اختیاری کا مرجع کوئی نہ کوئی امر اختیاری ہوا جو قابلِ طلب یا قابلِ دفع ہوا اور اس کی تشخیص وتعیین اولاً وعلاج ثانیاً رائے شیخ پر موقوف ہے لہٰذا امر غیر اختیاری کی شیخ کو اطلاع دے کر علاج طلب کرنا ضروری ہوا۔ وھذا خلاف المتقرر عند المحققین۔

تحقیق۔ بالکل غلط۔ مثلاً جس انقباض کی شکایت لکھی تھی اور اس کا اثر زائل نہیں ہوا تھا اس کا مرجع کونسا امر اختیاری ہے۔ غیر اختیاری تو وہی ہے جو نہ بلاواسطہ اختیاری ہو نہ بواسطہ۔ اختیاری کی دو قسمیں ہیں ایک اختیاری بلاواسطہ وھذا قلیل اور دوسری اختیاری بواسطہ وھذا کثیر۔ ایسا

گمان ہوتا ہے کہ سوال کرتے وقت کوئی فرد اختیاری کی (جو بلا واسطہ غیر اختیاری ہے اور بواسطہ اختیاری) ذہن میں آگئی ہے اور اس کے بالذات غیر اختیاری ہونے پر نظر کر کے اس کو غیر اختیاری قرار دیدیا گیا۔ پھر اس کے منشاء کے اختیاری ہونے پر نظر کر کے اشکال وارد کر دیا گیا سو خود یہی غلطی ہے اور بہت موٹی غلطی ہے جس کا نہ سمجھنا تعجب ہے

حال۔ ایک ضروری امر قابلِ دریافت یہ ہے کہ اپنی انفرادی نمازوں میں تو خیال کو یکسو کرنے کے لئے الفاظ کی طرف توجہ رکھتا ہوں جماعت کی حالت میں خصوص سری نمازوں میں حرکت فکریہ کے قطع کرنے کے لئے کیا تدبیر اختیار کرنی چاہیئے۔

تحقیق۔ سورۂ فاتحہ کے خیالی الفاظ کا استحضار جس کو کلام نفسی کہا جاتا ہے اور میرے نزدیک حضرت ابوہریرہؓ کا ارشاد ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں **اقرأبھا فی نفسك یافارسی** اس کا ماخذ ہو سکتا ہے گو بعض علماء نے اپنے مذہب کی موافقت کے لئے قرأتِ سریہ پر محمول کیا ہے۔ (النور رجب ۵۷ ۱۳ھ)

عذاب کے بیان سے رکاوٹ اور رحمت کے بیان سے رغبت یہ اختلاف استعداد و طبائع کا ہے

حال۔ میری ہمیشہ سے یہ کیفیت رہی ہے اور دل میں میرے یہ یقین پختہ سا ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم و کرم زیادہ فرماتے ہیں۔ اور قہاری تو کبھی کبھی ہو جاتی ہوگی اب اس کا اثر یہاں تک میرے دل پر ہو چلا ہے کہ جب کوئی بزرگ مجھ سے اللہ تعالیٰ کی قہاری بیان کرتے ہیں کہ عذاب قبر اس طرح ہوگا قیامت میں یوں گرفت ہوگی ذراسی لغزش میں پکڑ لیا جاوے گا۔ تو مجھے ان بزرگ سے ملتے ہوئے ایک قسم کی رکاوٹ سی ہونے لگتی ہے بالکل اسی طرح سے جس طرح کہ سخت مزاج استاد سے شاگرد کی۔ نماز وغیرہ اور ہر عبادت میں میرا دل اچاٹ سا ہونے لگتا ہے۔ خدانخواستہ چھوڑنے کو تو دل نہیں چاہتا ہے مگر یہ دل میں آتا رہتا ہے کہ یہ عبادت سب بیکار اس کا نتیجہ کچھ نہیں اور دل میں آتا ہے کہ ایسا کیا کام کروں کہ جو عذاب سے بچوں اور جو کوئی بزرگ مجھ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور

کرم وفضل کا حال بیان کرتے ہیں تو ان بزرگوں سے مجھے محبت ہوجاتی ہے اور نماز اور ہر عبادت میں دل لگنے لگتا ہے اور زیادہ شوق ہوجاتا ہے عبادت کرنے کو اور دل میں موت کا بھی شوق ہوجاتا ہے کہ میرے رب رحیم بخشیں گے۔ کریم ہیں میری خطاؤں کو معاف فرمائیں گے۔ حضور یہ حال ہے میرا، میں عجب کشمکش میں ہوں۔

تحقیق۔ اس میں کشمکش کی کیا بات ہے۔ یہ اختلاف استعداد وطبائع کا ہے جو غیر اختیاری ہے اور مذموم نہیں۔ جس کو عطا ہوجاوے اس کے لئے وہی مصلحت ہے اس کے ازالہ کی تمنا یا کوشش خلافِ ادب ہے۔ البتہ عقائدِ اسلامیہ وہ سب پر مشترک طور پر واجب ہیں۔ اور صحتِ عقائد کے بعد اختلاف طبائع کا مُضر نہیں۔ (النور رمضان ۱۳۵۷ھ)

بیوی کا ہمراہ آنا نفع باطن کیلئے منافی نہیں

حال۔ ایک صاحب کا خط آیا وہ اصلاح کے سلسلہ میں یہاں آنا چاہتے ہیں انہوں نے دریافت کیا کہ میری بی بی بھی جو کہ پہلے سے بیعت ہیں آنا چاہتی ہیں۔ مگر ان کے آنے سے میری یکسوئی جاتی رہے گی نیز وہ بچوں کے ساتھ بیجا سختی کرتی ہیں جس سے مجھ کو اذیّت ہوگی اس کے متعلق مشورہ لیا تھا اس کے متعلق حسب ذیل جواب دیا گیا۔

تحقیق۔ اُن میں ہزار کھوٹ سہی مگر جب وہ بلا ترغیب خود طلب کریں ان کی اعانت خود طاعت و نافع باطن ہے گو ان کو ساتھ لانے سے ایک درجہ میں تشویش بھی ہو مگر تشویش نفع باطن کے منافی نہیں البتہ وہ نفع عاجلاً محسوس نہیں ہوتا مگر بصیرت کے بعد خود محسوس ہوگا کہ نفس میں کونسا ملکہ محمودہ پیدا ہوگیا۔ (النور۔ رمضان ۱۳۵۷ھ)

اللہ تعالیٰ کے حاکم اور حکیم ہونے سے دل کی تسلی عدمِ تسلی کے منافی نہیں

حال۔ احقر اس خط میں اپنا ایک حال لکھتا ہے بفضلہ تعالیٰ کسی ناگوار واقعہ کے موقع پر دل میں کوئی پریشانی آنے نہیں دیتا ہوں بلکہ دل میں تسلی حاصل کرلیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حاکم اور

حکیم ہیں حاکم ہونے کی حیثیت سے تو انہیں پورا اختیار حاصل ہے کہ اپنی مخلوق میں جس وقت چاہیں اور جس قسم کا چاہیں تصرف فرمائیں اور حکیم ہونے کی بنا پر یہ اطمینان ہے کہ ان کا جو بھی تصرف ہوگا وہ سراسر حکمت ہی ہوگا۔ پھر پریشانی کی کوئی وجہ نہیں۔ مگر شبہ یہ ہوتا ہے کہ ناگوار واقعہ تو میری بے وقوفی اور نادانی کے سبب سے ہوتا ہے یا مخالف دشمن کے سبب سے ہوتا ہے تو پھر اس میں پوری تسلی کس طرح ہے بلکہ اور ندامت اٹھانی چاہیئے اور غور و فکر کرنا چاہیئے جس سے آئندہ ایسا نہ ہو۔

تحقیق۔ حاکم اور حکیم ہونے پر تسلی اس عارض کی وجہ سے عدم تسلی کے منافی نہیں۔ اس احتمال پر استغفار بھی کرنا چاہیئے اور پھر بھی وہ واقعہ باقی رہے تو پھر اسی مراقبہ سے کام لیا جائے

حال۔ یا دشمن کی عداوت دور کرنے کی تدبیر کرنی چاہیئے جس سے وہ پھر دشمنی نہ کرسکے۔

تحقیق۔ اس میں بھی وہی کلام ہے۔ سو اخیر تسلی اگر ہوگی اسی مراقبہ سے ہوگی۔

حال۔ اور اس سے بلاشبہ دل میں پریشانی لاحق ہوتی ہے باوجود اس عقیدہ کے کہ خالق الافعال اللہ تعالیٰ ہیں اور بندے صرف کاسب ہیں۔ خلجان اور پریشانی بالکلیہ دفع نہیں ہوتی اس لیئے حضرت سے استفساراً عرض ہے کہ اس میں پوری تسلی کی صورت کیا ہے۔

تحقیق۔ تسلی کا کوئی ذمہ دار نہیں ہر حال میں جو امر ہے وہ فرض عبودیت ہے۔ اب ایک مختصر عنوان سے دوسرا اجمالی جواب لکھتا ہوں وہ یہ کہ پریشانی کے اسباب مختلف ہیں ایک سبب عدم استحضار حکومت و حکمت کا ہے مراقبہ مذکورہ سے یہ پریشانی رفع ہوجاتی ہے تو دوسرے اسباب سے پریشانی ہونا اس کے منافی نہیں۔ ان اسباب کا دوسرا علاج ہوگا۔

(النور ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ)

قبض بیحد نافع ہے

حال:۔ احقر کا حال تباہ یہ ہے کہ وساوس کی وہ کثرت ہے کہ بہت خوف معلوم ہوتا ہے

تحقیق۔ یہ حالت قبض و ہیبت کی ہے اور بیحد نافع ہے اور کوئی سالک اس سے خالی نہیں ہوتا الا نادراً کوئی ابتداء میں کوئی انتہا میں اور یہ خود بخود متبدل ہوجاتا ہے بجز دعا و

تفویض کے اس کی کوئی تدبیر نہیں۔ (النور ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ)

طبیعت میں تعطل پیدا ہو گیا کسی چیز کو جی نہیں چاہتا یہ قبض کی حالت ہے

حال۔ میں نے اپنے عریضہ میں عرض کیا تھا حالات ردیہ تنزل میں حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ تنزل کی تفصیل تحریر ہوتی۔ حضرت اس خط لکھتے وقت مجھے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا زبان و قلم سے کچھ بیان نہ ہو سکتا تھا اس کے چند روز بعد ایسی صورت ہو گئی کہ میں عرض کرتا ہوں طبیعت میں تعطل کی کیفیت پھر پیدا ہو گئی کسی کام کو جی نہیں چاہتا۔ یہ خط بھی بہ مشکل لکھ رہا ہوں ہر وقت دل چاہتا ہے کہ کچھ نہ کروں۔ اعمال میں دل نہیں لگتا۔ جو عمل کرتا ہوں دل کو اس کے اثرات سے خالی پاتا ہوں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوپر اوپر ہو رہا ہے۔ اب ہی تک معمولات میں فرق نہیں آیا۔ دل لگے نہ لگے کئے جاتا ہوں۔ نفسانی خواہشات بھی گاہے گاہے غلبہ کرنا چاہتی ہیں۔ حق تعالیٰ کی طرف ایک قسم کا دھیان پیدا ہو گیا تھا اب وہ بھی نہیں۔ تبلیغ دین[1] دیوان حافظ[2]۔ تربیت دیکھتا ہوں مگر کچھ اثر نہیں۔ دل ہے کہ اڑا جاتا ہے دعا فرمائیں کہ یہ بدذوقی دور ہو سب اعمال ریا معلوم ہوتے ہیں۔

تحقیق۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک طریق کی حقیقت کے استحضار سے ذہول ہو رہا ہے اس کی حقیقت ہے اہتمام اعمال اختیاریہ و عدم مبالاۃ احوال غیر اختیاریہ۔ اب نقص و تنزل کی شرح کیجئے۔ اس کا حاصل اب دوسرے عنوان سے لکھتا ہوں۔ یہ حالت قبض کہلاتی ہے جو طریق کے لوازم عادیہ سے ہے۔ اور اس میں مصالح و حکم ہوتے ہیں۔ جن کا مشاہدہ کسی وقت میں خود ہو جاتا ہے اس کے متعلق حکماء کا ارشاد ہے ؎

چونکہ قبضے آیدت اے راہرو — آں صلاح تست آئس دل مشو
چونکہ قبض آمد تو دروے بسط بیں — تازہ باش و چیں میفگن بر جبیں

(النور۔ رجب ۱۳۵۸ھ)

اصلاحِ حال انکشاف پر موقوف نہیں

حال (دیکھئے از مجازین) حضرت والا کیا عرض کروں کہ میں کس پریشانی میں ہوں - حیا بھی آتی ہے - حضرت سلمہٗ کو بھی کیوں پریشان کروں - نہ میری یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہ مجھے ہوا کیا - افسوس تو یہ ہے کہ پہلے اپنا حال گرم و سرد، رطب و یابس دل کھول کر عرض کر دیتا تھا اب اس سے بھی مجبور ہوں - اب تو بس یہی دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے رحم و کرم سے حضرت سلمہٗ پر میری اس پریشانی کو انکشاف فرما دیں ورنہ میں بالکل اس کو نہیں سمجھا نہ یہ حال قابلِ تحریر - اگر یہی حال رہا تو آئندہ بھی مجھے اُمید نہیں کہ حضرت سلمہٗ کو کچھ اطلاع کر سکوں۔

تحقیق - انکشاف کی ضرورت ہی نہیں نہ آپ پر نہ مجھ پر کیونکہ جو مقصود ہے انکشاف سے یعنی اصلاحِ حال، وہ اس انکشاف پر موقوف نہیں - اس بستگی زبان کی حالت میں بھی مصلح کے قلب پر وجداناً حالتِ واقعہ کا ایسا اثر پڑتا ہے کہ اس حالت میں دعا و اجمالی مشورہ اصلاحِ حال کے لئے کافی ہو جاتا ہے - چنانچہ دعا کے بعد اجمالی مشورہ بھی پیش کرتا ہوں

؎ تا نگوید او بگو خاموش باش

بس اعمال کو مقصود سمجھا جاوے قیل و قال کو مقصود نہ سمجھا جاوے و نعم ما قیل

؎ گرچہ تفسیرِ زبان روشن گر است
لیک عشقِ بے زبان روشن تر است

(النور رجب ۱۳۵۸ھ)

جب کسی آدمی کی قابلیت کا اثر نہ ہو تو بے وقعت نہ سمجھا جائے اور اپنے کام میں لگے رہیں

حال - عرضِ خدمتِ عالی میں یہ ہے کہ ایسے صاحبان جن کو حضور والا کی غلامی کا شرف حاصل ہے اگر اُن میں سے کسی ایک صاحب سے بھی ملاقات ہو جاتی ہے تو بڑی مسرت ہوتی ہے اور ساتھ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں سراپا عیب ہوں اور مارے شرمندگی کے ان کے سامنے

نظر نہیں اٹھتی اور یہ تمنا پیدا ہوتی ہے کہ کاش اللہ تعالیٰ مجھے بھی ایسا ہی بنا دیں۔ لیکن اس کے علاوہ اگر اور کسی سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے یا کسی کی کوئی تعریف سنتا ہوں کہ ایسے نیک ہیں یا اتنے بڑے عالم واعظ یا مصنف ہیں تو میری نظر میں کوئی وقعت نہیں ہوتی بلکہ ایسی تعریف سے ناگواری ہوتی ہے۔ سننا بھی نہیں چاہتا اور ذرا بھی ان کی قابلیت کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور نہ کبھی ایسے لوگوں کے پاس جانے کی مجھے خواہش ہوتی ہے نہ کبھی جاتا ہوں اور اگر اتفاق سے کبھی ملنا ہو جاتا ہے تو مجھے ذرا حجاب اور بار نہیں ہوتا طبیعت بالکل ہلکی اور بے اثر رہتی ہے اس کی وجہ اب تک یہ سمجھتا رہا کہ قلب کو چونکہ حضور والا کی ایسی مقدس ہستی سے تعلق ہے جو بفضلہ تعالیٰ ہر طرح سے کامل اور جامع ہے۔ اس وجہ سے دوسروں میں اس کا عشر عشیر بھی نہ پاکر طبیعت متاثر نہیں ہوتی لیکن اب کچھ روز سے یہ خیال ہے کہ کہیں یہ میرے ہی قلب کا مرض نہ ہو جس کو میں نہیں سمجھ سکتا ہوں۔ اس لئے حضور والا سے اطلاعاً عرض ہے اور یہ درخواست ہے کہ اگر یہ مرض ہے تو علاج تجویز فرما دیا جاوے تاکہ اس پر عمل کروں۔

تحقیق - روحانی علاج تو ہر حال میں احتیاط ہی کی بات ہے مرض کی تحقیق کی کیا ضرورت ہے۔ اس سے اگر مرض موجود کا تعلق نہ ہو تو مرض محتمل فی المستقبل کا انسداد ہو جاتا ہے وہ علاج یہ ہے کہ اثر کو نہ دیکھا جاوے کہ ہوا یا نہیں۔ دوسرے کے کمالات کا اگر اعتقاد نہ ہو مضائقہ نہیں مگر اس کو بے وقعت بھی نہ سمجھا جاوے اپنے کام میں لگے رہیں اور یوں سمجھیں کہ ممکن ہے کہ یہ شخص ہم سے اور ہمارے شیخ سے عنداللہ بدرجہا افضل ہوں گے۔ مگر جب ہمارا دل نہیں جھکتا تو ہم کو اس سے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا بس اس میں سب احتمالات کا علاج ہو گیا۔

(النور۔ شعبان ۱۳۵۶ھ)

غرباء کے ساتھ رہنا اچھا ہے

حال (یکے از مجازین) دل کا یہ تقاضا بڑی شدت سے رہتا ہے۔ کہ ایسی حالت سے رہوں جیسے مزدوری پیشہ لوگوں کی حالت ہوتی ہے یعنی بوسیدہ حالت اور ویسے غرباء، مزدوروں کے ساتھ رہنا ان سے محبت رکھنا ان کے ساتھ ہمدردی کرنا الحمدللہ طبعی عادت ہے۔

تحقیق۔ ایسی وضع خلاف عادت خود اسباب شہرت سے ہے۔ اور شہرت مضر ہے۔ جو برتاؤ غرباء کے ساتھ لکھا ہے کافی ہے۔ (النور رمضان ۱۳۵۶ھ)

تغیرات معاصی نہیں یہ عارضی احوال ہیں

حال۔ (ایکے از مجازین) حضرت والا احقر کی حالت تو بہت ہی خراب ہو گئی احقر کو جب سے بیماری سے افاقہ ہوا ہے تب ہی سے معمولات میں گڑبڑ چلی جاتی ہے کبھی تو نماز تہجد کو آنکھ کھل جاتی ہے اور کبھی نہیں کھلتی۔ الارم گھڑی بھی سرہانے رکھ لیتا ہوں مگر پھر بھی آنکھ نہیں کھلتی۔ نماز فجر کے وقت تو ضرور کھل جاتی ہے جس روز نہیں کھلتی اُس روز تمام دن طبیعت پریشان زیادہ رہتی ہے اسی وجہ سے بعد عشاء کچھ نفل تہجد کی نیت سے پڑھ لیتا ہوں۔ اور معمولات بھی بہ جبر ادا تو کر لیتا ہوں مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلبی حالت بالکل ہی خراب ہو گئی قلب بالکل خالی اور کورا کورا معلوم ہوتا ہے۔ پہلی سی حالت ہی نہیں رہی میں تو بالکل ہی خراب ہو گیا مجھے تو اپنے سے زیادہ کوئی خراب دیکھتا ہی نہیں۔

تحقیق۔ ایسے تغیرات وحالات سب کو پیش آتے ہیں یہ معاصی نہیں اس لئے مضر نہیں اور یہ تفاوت اصلی چیزوں میں نہیں عارضی احوال میں ہے جیسے موسمی تغیرات وفیہ قال الرومی ؒ

روزہا گر رفت گو رو باک نیست
تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

اور یہ گڑبڑ نہیں بلکہ باعتبار نتائج کے جن کا مشاہدہ بھی ہو جاتا ہے بڑگڑ ہے یعنی کسی اچھی حالت میں بڑ یعنی داخل ہو اور گڑ یعنی اس میں راسخ ہو۔ بہت جلد منافع اس پریشانی کے نظر آجاویں گے جن میں ایک منفعت کا تو اس خط میں اقرار ہے۔ یعنی "قولکم" "میں تو بالکل ہی خراب ہو گیا مجھے تو اپنے سے زیادہ کوئی خراب دیکھتا ہی نہیں"۔

(النور۔ شوال ۱۳۵۶ھ)

بوقت موت عذاب کا ڈر اس میں شان عظمت باری تعالیٰ کی طرف توجہ دلانا ہے

حال۔ عرض یہ ہے کہ وعظ سنت ابراہیم (رسالہ المبلغ نمبر ۳ ج ۷ بابت ماہ جمادی الاول ۵۵ھ صفحہ ۱۴ سطر ۱۳ تا ۱۷) میں یہ مضمون دیکھ کر کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ قسم ہے اللہ کی اگر تم ان امور کو دیکھو جن کو میں دیکھتا ہوں اور تم کو ان باتوں کی خبر ہو جاوے جن کی مجھ کو خبر ہے تو عمر بھر روتے پھرو۔ اور ہنسنا بھول جاؤ۔ میں اسرافیل کو دیکھ رہا ہوں جو صور کو منہ میں لئے کھڑے ہیں حکم کے منتظر ہیں کہ اب حکم ہو اور اس میں پھونک ماروں کہ سارا عالم درہم برہم ہو جائے ایسی حالت میں مجھ کو کیسے چین آئے۔ اور میں کیسے بے فکر ہو بیٹھوں"۔ سخت ہیبت قلب پر طاری ہے۔ موت ہر وقت سامنے ہے۔ اس مضمون کو دیکھنے سے قبل یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے۔ اگر ذرا ہم اس کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کریں تو پھر ہمارے لئے موت اور برزخ و آخرت میں چین ہی چین ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ مایفعل اللہ بعذابکم الخ اور اس مضمون کے دیکھنے کے بعد قریب مہینہ بھر سے یہ خیال دامنگیر ہے کہ جب حضور قسم کھا کر صحابہ کو ڈرائیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کے ناقابلِ برداشت اور زبردست عذاب الیم سے بوقت موت اور برزخ و آخرت میں باوجود شرط شکر و ایمان پورا کرنے کے بھی کلفت والم سے بچ جانے کا یقین نہیں بلکہ قوی خطرہ ہے۔ اللھم احفظنا من کل بلاء الدنیا و عذاب الآخرۃ

تحقیق۔ یہ معنی ہی سمجھنا غلط اور محض غلط ہیں اس میں عذاب کا ذکر ہی نہیں اور ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کا بعید بلکہ البعد بھی احتمال نہیں۔ اس حدیث کے امثال سے تو حق تعالیٰ کی شان عظمت کی طرف توجہ دلانا ہے۔ جو کہ مطلوب ہے اور وہ اس توجہ کے ساتھ کہ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین ای العاملین المخلصین جمع ہو سکتا ہے۔ اب کیا اشکال رہا۔ تقریر کی جاوے۔

حال۔ حضور والا اگر وجہ اندیشہ قوی اور غالب ہے تب تو اس ہیبت کا نہ رہنا بیکار ہے اور اگر وجہ اطمینان قوی اور غالب ہو تو بلا وجہ ابھی سے اس عذاب ہیبت میں کیوں مبتلا رہوں

تحقیق۔ ان میں تعارض کب ہے جو قوت وضعف سے ترجیح کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

حال - حضورِ والا خوف کروں یا اطمینان

تحقیق - دونوں

حال - حضور والا میرے مقاصد دارین بہت ہیں مگر میں نے یہ طریقہ اختیار کرلیا ہے کہ میں تفصیل کی بجائے اجمالاً صرف مغفرت وعافیت ہی کی دُعا کرتا ہوں۔ یہ سمجھ کر کہ یہی دو چیزیں جمیع مقاصد و اغراضِ دارین کی جان ہیں۔ مغفرت تو عقلاً اور عافیت طبعاً طلب کیا کرتا ہوں حضور والا یہ غلط مضر اور ناکافی تو نہیں ہے مطلع فرمایا جائے

تحقیق، ہرگز نہیں

حال - اور میری مغفرت کاملہ مستمرہ کے لئے دُعا فرمائی جائے۔

تحقیق - دل سے دُعا ہے۔ (النور ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ)

موت کا تصوّر غالب ہونا اس کی تعدیل مراقبہ رحمت سے ہے

حال کچھ دنوں سے موت کا اکثر اوقات تصور وخیال رہتا ہے اور سکرات وقبر کے تصور سے بعض اوقات نہایت گھبراہٹ ہوتی ہے۔ ایک دن سونے کے وقت یہ تصور اتنا قوی ہوگیا کہ کسی طرح نیند نہیں آتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بدن سے جان نکل رہی ہے لالٹین بجھا کر سونے کی کوشش کی تو معلوم ہوتا تھا کہ قبر میں پڑا ہوں اس لئے پھر لالٹین جلائی۔ نزع کی تکلیف اور قبر کی تنہائی سے میں بہت زیادہ گھبراتا ہوں۔ اس باب میں حضور والا کا ارشاد کا محتاج ہوں جو ارشاد ہو اس کے مطابق کروں۔

تحقیق - منشاء اس کا خشیت حق ہے اس لئے مبارک حالت ہے البتہ اس کی تعدیل کے لئے مراقبہ رحمت وتقویت رجاء ضروری ہے اس کے بعد بھی اگر پریشانی ہو وہ طبی وطبعی مرض ہے جس کے لئے طبیب سے رجوع کیا جائے۔

(النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ)

ایک حال نہیں رہتا کبھی صبر و تحمل کبھی بالعکس اس کا فکر عبث ہے

حال۔ ایک صاحب آٹھ نو سال تقریباً احقر کو ستاتا رہا۔ گاہ گاہ کوئی افترا لگا دیتا تھا مگر الحمدللہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی حفاظت میں رکھا۔ اتفاق سے یہ شخص ایک سنگین جرم میں ماخوذ ہو گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ شخص بلاقصور تھا جس کا مجھ پر بہت اثر ہوا۔ اسی وجہ سے احقر نے سعی کی اور الحمدللہ وہ بار آور ہو گئی۔ یہ شخص الحمدللہ بری ہو گیا ہے اور ایک اور شخص باوجود وعدہ کے ایک معاملہ میں وعدہ وفائی تو کیا کرتے اور مخالفت پر اُتر آئے۔ اس کی مخالفت سے نقصان کا ڈر ہو گیا۔ مگر حق تعالیٰ شانہٗ نے اس میں بھی پوری دستگیری فرمائی۔ کچھ روز بعد یہ صاحب ایک اچانک مصیبت میں گرفتار ہو گئے انہوں نے احقر سے اس معاملہ میں سفارش کی خواہش کی میں نے عرض کیا بھائی یہی غنیمت جانو کہ میں آپ کی مخالفت نہ کروں۔ انشاء اللہ ایسا کبھی نہ کرونگا۔ اتفاق سے یہ شخص اس الزام سے نہ بچ سکا۔ جس کا احقر کو اب بہت افسوس ہے عرض یہ ہے کہ ان دونوں حالات میں احقر کا ایک سا حال نہ رہا۔ ایک جگہ تحمل و صبر۔ دوسری جگہ بالعکس۔

تحقیق۔ دونوں جگہ میں تفاوتِ اثر کا سبب کبھی اسباب کا ضعف و قوت ہوتا ہے کبھی اوقاتِ مختلفہ میں خود متاثر کی طبیعت کے احوال کا اختلاف ہوتا ہے جس کا احصار عادۃً متعذر ہے لیکن اگر اسباب و احوال کا کچھ بھی اختلاف نہ ہو تب بھی عزیمت و رخصت دونوں شقوں میں گنجائش ہے اس لئے اس کی فکر عبث ہے

حال۔ دوسرے اس معاملہ میں عنداللہ مواخذہ احقر پر تو نہیں۔ اگر ہے تو اب کیا تدارک کروں بظاہر سوائے دُعا اب کوئی چارہ نہیں حضرت سلمہٗ کا جو ارشاد و حکم ہو گا اس پر عمل کروں گا۔

تحقیق۔ مواخذہ کا شبہ کاہے سے ہوا البتہ دوسرے شبہ کا احتمال ہے اگر وہ ہو تو اس کا تدارک ضروری ہے اور وہ شبہ ہے اپنی بزرگی کا کہ ہماری مخالفت سبب ہوئی وبال کا۔ اس کا تدارک اپنے ذنوب و عیوب کا استحضار اور یہ کہ انبیاء علیہم السلام سے زیادہ کوئی مقبول نہیں بعض اوقات ان کے مخالف کو بھی دُنیا میں عقوبت نہیں ہوئی۔ اگر پھر بھی اس تسبب کا غلبہ

ذہن میں ہے تو یہ تسبب کچھ بزرگی ہی میں منحصر نہیں مظلومیت سے بھی تسبب ہو سکتا ہے

حال۔ پھر دوسرا خط آیا۔ حضرت سلمہ نے جو ارشاد فرمایا ہے "مواخذہ کا شبہ کلا ہے سے ہوا" اس پر عرض ہے کہ اگر احقر صبر و تحمل کر لیتا تو کچھ ہمدردی اس معاملہ میں کر لیتا جو کہ میرے اختیار میں بھی جو بناءِ شبہ ہے ورنہ ہوتا تو وہی اور ہو گا بھی وہی جو میرے مالک شانہٗ تعالیٰ کو منظور ہے

تحقیق۔ جب رخصت پر عمل کرنا بھی جائز ہے پھر شبہ بے معنی ہے۔

(النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ)

آرام کی چیزوں میں بے رغبت نہ ہونا چاہیئے

حال۔ حضرت میں تو اکثر دُعا کرتا ہوں کہ اے اللہ ہمارے اعمال۔ حال۔ قال کی حفاظت فرما۔ بظاہر کھانا پینا اور آرام کی چیزوں سے رغبت نہیں یوں خیال آتا ہے کہ بس احباب پھٹے پرانے کپڑوں میں کفنا کر پرانی قبر میں اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیں۔ اگر وہ اپنے فضل سے دیں تو بجائے اپنی مرغوبات کے بس ان ہی کے لئے خرچ ہو۔

تحقیق۔ سب حالات و خیالات محمود و مطلوب ہیں البتہ رغبت کی نفی اس میں بعض اوقات غلطی ہو جاتی ہے صورۃً یا حقیقتاً جب نعمت موجود ہوتی ہے بالقوہ یا بالفعل رغبت محسوس نہیں ہوتی۔ فقدان کے بعد اس کا احساس ہوتا ہے لہٰذا رغبت کی نفی کے دعوے سے بچنا چاہیئے اور اگر ایسا احساس بھی ہو اس کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ یہ دُعا کرنا چاہیئے کہ اے اللہ جتنی رغبت ہے وہ دین میں معین ہو مانع نہ ہو۔ کما روی عن عمرؓ

بیٹے متوفی پر غم کے تصوّر میں کوئی حرج نہیں اگر تصدیق نہ ہو

حال۔ اب یہ بات پیش آگئی ہے کہ میرا لڑکا جو کہ ایک ہی تھا میری عدم موجودگی میں انتقال کر گیا تھا اول دہلہ میں تو بالکل طبیعت کو صبر آگیا تھا رنج مغلوب تھا اب جوں جوں زمانہ گذرتا جاتا ہے اس کی یاد تازہ ہوتی جاتی ہے دل بیقرار ہو جاتا ہے اور خاص کر تہجد میں جب زیادہ پریشانی ہوتی ہے تو بہ استغفار کرتا ہوں اور لاحول

پڑھتا ہوں اور بعض مرتبہ جناب والا کا تصوّر کر کے یہ سوال عرض کرتا ہوں اور جناب والا کی طرف سے یہ جواب خیال کرتا ہوں کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن ؕ کے معنی پر غور کرنا چاہیئے۔ اس تصوّر سے مجھے تشفا ہوتی ہے مگر وقتیہ۔ اب یہ عرض ہے کہ ایسا خیال کرنے میں کچھ شرعی قباحت تو نہیں۔ جو تجویز میرے لئے ہو ویسا ہی عمل میں لاؤں۔

تحقیق۔ تصور میں کچھ حرج نہیں۔ تصدیق و اعتقاد میں حرج ہے۔ سو اہلِ علم و فہم سے اس کا احتمال ہی نہیں۔ (النور ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ)

امرِ غیر اختیاری مذموم نہیں

حال۔ معروض یہ ہے کہ میں اس وقت عصر کی جماعت . . . . میں شامل ہوا فوراً غسل کر کے اور کپڑے بدل کر تو زمینِ مسجد پر فرش چٹائی نہیں بچھا ہوا تھا اور زمین کچھ نم اور سیاہی مائل تھی۔ معاً اس خیال سے کہ سجدہ میں جانے سے میرے سفید پاجامہ پر دھبہ گھٹنے کے مقام پر پڑ جائیگا جو دوسرے لوگوں کو اور خود مجھ کو بُرا معلوم ہوگا۔ امام پر غصہ دل میں پیدا ہوا کہ باوجود میرے ایک مرتبہ پہلے تنبیہ کر چکنے کے محض مشقت سے جو ان کے کام میں شامل ہے بچنے اور تساہل کی بناء پر چٹائی کے فرش کے بغیر جماعت کر لی۔ نماز ہی میں پھر بعد فراغت تنبیہ کرنے کا قصد ہو گیا۔ یہ ناگواری ایسے مواقع پر اوائلِ عمر ہی سے مجھ کو ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا نماز ہی میں خیال ہوا کہ بغیر حضرت والا سے اجازت حاصل کیئے ہوئے امام کو تنبیہ نہیں کرنا چاہیئے، مبادا یہ عادت ہی واجب الترک ہو لہٰذا ارشاد فرمایا جاوے کہ (۱) یہ عادت یعنی نفس کو نماز میں کپڑے خراب ہو جانے کے اندیشہ سے ناگواری ہونا (جو پہلے بہت زائد تھی اور اب نسبتاً کم ہے) مذموم اور اس کے خلاف مجاہدہ ضروری ہے یا نہیں۔

تحقیق۔ امرِ غیر اختیاری مذموم نہیں ہوتا رہا دوسرا جزو کہ اس کی مخالفت جبکہ اختیاری ہو ضروری ہے یا نہیں یہ عنقریب مذکور ہوتی ہے۔

حال ۲۔ فرش بچھانے کے لئے ملازم کو تنبیہ صرف اپنے کپڑوں کی حفاظت کی نیت سے جائز اور میرے لئے بلحاظ نفس غیر مضر ہے یا نہیں۔

تحقیق - ہم جلیسوں کے لئے اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر اپنے ہی کپڑوں کے لئے ہو تو مخالفت کو ترجیح ہے اور اگر اپنی تخصیص نہیں بلکہ اگر ویسے موقع پر دوسرے کو کھڑا دیکھے تو اس کے کپڑوں کی حفاظت کے خیال سے بھی امام پر غصہ آوے تو مخالفت ضروری نہیں۔

(النور۔ شوال ۱۳۵۹ھ)

قبض کا علاج

حال - عجب حال ہے حضرت کہ اب اپنا کوئی حال بھی کسی سے کہنے کو جی نہیں چاہتا۔ انتہا یہ کہ بیماری کا حال طبیب تک سے کہنے کو جی نہیں چاہتا اس سے بڑھ کر یہ کہ حضرت کی خدمت میں ہر خانگی حال عرض کرنے کا تقاضا رہتا تھا اور بیماری میں اگر کچھ اور عرض کرنے کے قابل نہ ہوتا تھا تو ایک کارڈ حصولِ دعا ہی کیلئے ضرور ڈلوا دیتا تھا مگر اس مرتبہ ساری بیماری یوں ہی گذر گئی۔ طبیعت کا ایک اور انقلاب بہت عجیب اور بالکل خلافِ توقع نظر آرہا ہے پہلے جس معاملہ میں اس کا اطمینان ہوجاتا تھا کہ دینا و اخلاقاً میں حق بجانب ہوں تو پھر کسی کی ناراضی یا ناموافقت کی پرواہ نہیں ہوتی تھی اب یہ حال ہوتا جاتا ہے کہ جا بیجا کسی طرح بھی کسی کی ناراضی گوارا کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ حتیٰ کہ بعض صورتوں میں خلق کی رضا میں خالق کی ناراضی کا احتمال خرید لیتا ہوں۔ مثلاً یہ جان کر کہ جامعہ میں بھائی کے لئے مکان بن جانا اُن کی اولاد کے لئے دینی ضرر کا باعث ہو سکتا ہے۔ پھر بھی محض اپنے اس خیال کے اظہار اور اپنی رائے کے اختلاف کو ظاہر کرکے زیادہ تر اُن کی خاطر داری کے لئے روپیہ بھیج دیا۔ بعض صورتوں میں محض نفس کی راحت و تکلیف کا سوال ہوتا ہے۔ مثلاً محلہ کے بعض گھروں میں باہر پاخانہ نہیں اُن کے مہمان وغیرہ بلا اجازت میرے یہاں کے پاخانہ میں آجاتے تھے جس سے مجھ کو بارہا تکلیف ہوتی تھی۔ یہ ایک پرانی عادت ہے کہ پاخانہ صاف نہ ہو تو جانے میں بڑی ناگواری ہوتی ہے چنانچہ تین چار دن سے اپنے پاخانہ میں قفل ڈلوا دیا ہے مگر اب دل ہی دل میں اس کی تکلیف ہے کہ دوسروں کو تکلیف دی آئندہ سے ان دونوں قسم کی صورتوں میں کیا طرزِ عمل اختیار کروں۔

تحقیق - اتباع وارد بشرطیکہ بیّن معصیت نہ ہو یہ تو ایک جزو کا جواب ہے اخیر جزو کا جواب ہے

اب مجموعی مضامین کا جواب معروض ہے۔ میں نے خط ایک ایک حرف پڑھا یہ سب جزئیات ایک ہی کلی کے افراد ہیں یعنی قبض کے۔ ان جزئیات میں بعضے واقعات اس قبض کے آثار بلا واسطہ ہیں اور زیادہ ایسے ہی ہیں۔ اور بعض بواسطہ یعنی قبض سے شکستگی ہوئی اور شکستگی سے تالّم اور تالّم سے وہ واقعات جن میں دوسروں کی رعایت کے متعلق آپ کو غلط شبہ ہوگیا۔ تقدیم رضائے خلق کا اور ان کی ادنیٰ اتنگی گراں معلوم ہوئی۔ سو یہ حالت طبعاً ضرر رمکروہ ہے لیکن اپنے ثمرات کے اعتبار سے محبوب ہے۔ عسٰی ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم۔ اس سب کا علاج مفصّل پہلے ایک خط میں عرض کرچکا ہوں اور مجمل وکلی علاج صرف تفویض ہے اور اس کے ساتھ اگر دُعا کی بھی ہمت نہ ہو تو اس کا اہتمام بھی چھوڑیئے اور اس پر عمل کیجیے ؎

احب مناجاۃ الحبیب باوجہٍ ولکن لسان المذنبین کلیل

اب دُعا پر ختم کرتا ہوں۔ والسلام۔ (النور۔ ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ)

جو احوال غیر اختیاری محمود ہوں مگر اعمال اختیاریہ شریعت پر منطبق نہ ہوں وہ احوال غیر محمود ہیں اور برعکس۔

حال - خانقاہ شریفہ کو چھوڑتے ہوئے قلق وصدمہ تھا مجبوراً چلا آیا یہاں پہنچکر واقعات سے معلوم ہوا کہ حضور کی توجہ ودعاء برابر کام کر رہی ہے حضور کی توجہ وبرکت سے اپنے افعال واقوال وحرکات وسکنات کے محاسبہ کی ایسی دُھن لگی کہ بدوں اس کے چین نہیں آتی یہاں آکر چند واقعات پیش آئے جو عرض حال ہیں۔ اوّل ایک روز میں کھانا کھا رہا تھا کہ سامنے ایک کتا آبیٹھا۔ میرے پاس کچھ روٹی بچی اُس کو ڈالدی۔ شب کو حلاوتِ اذکار میں کچھ کمی محسوس ہوئی ہر چند غور وفکر کیا کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔ دوسرا واقعہ مدرسہ کے مدرسین ملنے آئے کھانا کھا رہا تھا کہ وہ آگئے عادۃً تواضع کی وہ بے تکلف کھانے بیٹھ گئے کچھ کھایا بعد مغرب حسب عادت مراقب ہوا جی نہ لگا۔ دعا کی استغفار کیا۔ سمجھ میں آیا کہ تجھے تواضع کرنے کا حق نہ تھا اور نہ کتے کو ڈالنا تھا۔ اس کی تلافی اس طرح کی کہ اگلے وقت اشتہار سے کم کھایا اور بھیجدیا۔ بوقت تفکر وتذکر

معلوم ہوا تلافی نہیں ہوئی۔ بہت استغفار کے بعد حضرت کا ارشاد یاد آیا کہ حقوق العباد صراحۃً معاف کرانے وادا کرنے سے معاف ہوتے ہیں اُس وقت نواب صاحب موجود نہ تھے کئی روز بعد تشریف لائے تو عرض کرتے ہوئے شرم وعار آئی کہ اوچھا پن ہے۔ اس کشمکش میں کئی روز گذر گئے۔ ایک تیسرا واقعہ پیش آیا میری عادت ہے پانی گرم آخر شب کے لئے اپنے پاس لپیٹ کر رکھ لیا کرتا تھا۔ اتفاق سے وہ گر گیا۔ سردی زیادہ تھی ٹھنڈے سے ارادہ کیا اردلی کی آنکھ کھُل گئی۔ پوچھنے پر میں نے ظاہر کیا تو اُس نے بتلایا کہ اندر کمرہ میں حمام گرم ہے وہاں سے گرم پانی لے لو۔ میں لوٹا بھر کر لایا اتفاق سے تین مرتبہ اس میں پانی لایا نماز ادا کی مگر ذوق میں اور کمی محسوس ہوئی۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ پانی نواب صاحب کا خاص ہے۔ عجب نہیں کہ نواب صاحب کو کافی نہ ہوا ہو۔ پھر ایک چوتھا واقعہ پیش آگیا کہ نظام الاوقات ۸ سے ۱۲ تک دے رکھا ہے مجھے ہمیشہ وضو رہتا تھا ۱۱ بجے نماز چاشت ادا کر لیتا تھا۔ ایک مرتبہ وضو کرنے مسجد میں گیا خیال کیا جب وضو یہاں کیا تو نماز بھی کم از کم دو نفل پڑھنا چاہیے۔ اس میں آدھا گھنٹہ صرف ہو گیا اس کا تدارک اس طرح کرنا چاہا کہ بجائے ۱۲ بجے کے ساڑھے بارہ بجے چھٹی کر دوں گا۔ خیال ہوا کہ بچے نے کیا خطا کی کہ اس کو محبوس کروں۔ مجبوراً یہی رائے ہوئی کہ ضرور سب واقعات ظاہر کر کے معاف کراؤں۔ چنانچہ مفصل عرض کیا۔ چھوٹے صاحب نے اور اُن کے مُشیر قاضی صاحب نے فضول سی بات فرمائی کہ اس میں کیا معافی کی ضرورت ہے۔ مگر نواب صاحب نے فرمایا مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی یہ سب معاف اور آیندہ سے کھانا و چائے وغیرہ جو چیز کھانے کی آپ کے پاس جاوے گی وہ آپ کی مِلک ہوگی ہر طرح کے تصرف کا آپ کو اختیار ہوگا۔ اور تعلیم میں بھی کوئی وقت کی پابندی نہیں آزادی ہے۔ بس ہم تو کام دیکھیں گے۔ اس کے بعد حضرت کی دعا و برکت وجوتیوں کے صدقہ سے ایسے ابواب رحمت کھُلے کہ خانقاہ کا مزہ آگیا مگر بعض حالات قابلِ اظہار ہیں اصلاح فرماویں۔ وہ یہ کہ پہلے جہر میں جی لگتا تھا اب خفی میں۔ نیز پہلے زیادہ ذکر کی طرف رغبت ہوتی تھی۔ اب شب کو بھی زیادہ نماز میں ہی جی لگتا ہے اس لئے نوافل کا وقت ختم ہونے کے بعد بارہ تسبیح کرتا ہوں۔ بعض اوقات ایک ایک آیۃ شریف کے تکرار میں دیر لگ جاتی ہے۔ صبح صادق ہو جاتی ہے بس اس کے بعد بارہ تسبیح کرتا ہوں۔ للّٰہ اصلاح فرما کر

مطلع فرمایا جاؤں۔ استدعا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رضا واستقامت نیک عمل فرماویں اور خاتمہ بخیر ہو حضور والا کو باصحت وعافیت ہمیشہ ہمیشہ قائم دائم رکھے۔

تحقیق - مجموعی حالات سب محمود ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے اچھے حالات عطا فرمادے۔ بس صرف یہ قاعدہ ہمیشہ قابلِ استحضار رہے کہ جو احوال غیر اختیاریہ ظاہراً محمود ہوں مگر اعمال اختیاریہ شریعت پر منطبق نہ ہوں وہ احوال غیر محمود ہیں۔ اور جو احوال غیر اختیاریہ ظاہراً غیر محمود ہوں مگر اعمال اختیاریہ شریعت پر منطبق ہوں وہ احوال محمود ہیں۔ احوال کو ہمیشہ اس معیار پر جانچنا ضروری ہے۔ ان سطروں میں تمام احوال مرقومہ خط کا فیصلہ ہے۔ باقی دعا کرتا ہوں اور دعا چاہتا ہوں۔ والسلام۔

باب ششم

ذکر و شغل کے بیان میں

احکامِ آخرت، عامل کی نیّت اور علم پر موقوف ہیں نہ کہ واقع پر،

حال۔ کئی دن سے ایک بات دریافت کرنی چاہتا ہوں۔ آج اس کا عنوان تحریر بخدمت ہے۔ اگر گستاخی ہو تو معاف فرمایا جاوے۔ کیونکہ حضرت والا کے سوائے کس سے عرض کروں۔ وھو ہذا۔ اذکار و عبادات و اشغال کا پورا کرنا بندہ کا کام ہے بایں طور کہ واقعی طہارت بدن یا مکان یا ثوب کا اس کو علم نہیں یا مثلاً دیگر شرائطِ ان کے مکمل طور سے (باعتبار واقع کے) ادا نہیں کرتا اور اپنے زعم میں وہ پاک ہے اور مؤدّیِ شرائط ہے اور اس طریقِ عمل میں بعض اوقات نشاط ہوتا ہے بعض اوقات نہیں جس کو مدارِ قبولیت کہنا بلاوجہ ہے نہ معلوم ایسے حالات کا آخرت میں یا قربِ عنداللہ میں کیا درجہ ہے

تحقیق۔ احکام آخرت کا مدار عامل کی نیت اور علم پر ہے نہ کہ واقع پر۔ پس حالتِ مسؤلہ میں قبول موعود ہے وَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ معلوم نہیں شبہ کیوں ہوا۔

حال۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک شخص حج جیسی مشکل ترین عبادت کرے اور عنداللہ وہ بالکل مطرود ہو اور اس کی ہر حرکت وادا پر اللہ تعالیٰ زیادہ ناراض ہوتے ہیں۔ اسی طرح دوسری عبادات ہیں۔

تحقیق۔ اس امکان کے حکم کی کیا دلیل جبکہ اس کے خلاف دلیل ہونے پر دلیل قائم ہے۔ کما ذکر آنفاً۔ مطرودیت اختیاری کوتاہی پر ہوتی ہے نہ کہ غیر اختیاری پر اور غیر معلوم ہونے کے لئے غیر اختیاری ہونا لازم ہے۔ (النور۔ شعبان ۱۳۵۱ھ)

ذکر یا نماز میں جوش نہ ہونا محبت سے خالی نہیں

حال ۔ حضرت اقدس اس ناچیز کی طبیعت میں ایک سا جوش نہیں رہتا۔ بعض اوقات تو ذکر ہو یا نماز ہو یا کوئی وقت ہو طبیعت میں ایک عجیب جوش اور شوق پاتا ہوں اور بعض اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زبان پر ذکر اللہ ہے اور اندر خاک بھی اثر نہیں۔ بفضلہ تعالیٰ اعمال میں تو فرق نہیں آتا مگر ظاہر ہوتا ہے کہ دل محبت سے خالی ہے۔

تحقیق ۔ کونسی محبت سے (دل خالی ہے) اعتقادی وعقلی سے یا انفعالی اور طبعی سے۔ اگر شق ثانی ہے تو مضر نہیں۔ اگر شق اول ہے تو اس میں خالی ہونے کا افسوس نہیں ہوا کرتا۔ آپ کو افسوس کیوں ہے یہ افسوس خود دلیل ہے کہ آپ اس سے خالی نہیں۔

(النور۔ رمضان ۱۳۵۱ھ)

نماز و دعا کے وقت رونا نہ آنا کچھ حرج نہیں

حال ۔ مطالعہ کتب خاص کر حضرت اقدس کے مواعظ یا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مبارکہ پڑھنے سے کبھی کبھی رونا بھی آتا ہے اور دل پھڑک اٹھتا ہے مگر قرآن مجید و نماز اور دعا کے وقت رونا نہیں آتا۔ ہاں سرد آہیں ضرور کثرت سے اٹھتی ہیں اور بعض دفعہ وہ بھی نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مندرجہ بالا چند حالات میں محبت کی جھلک سی ضرور ہے۔ باقی حالات سے مایوسی بھی ہوتی ہے۔

تحقیق ۔ کیوں کیا کسی مقصود کا راستہ بند ہے

حال ۔ اور یہ تو یقینی بات ہے کہ حالت جیسی چاہیئے ویسی بالکل نہیں ہے۔ حضرت اقدس ارشاد فرمادیں کہ میری حالت کس طرح بہتر ہو۔

تحقیق ۔ وہ دن ماتم کا ہوگا جس دن یہ سمجھو گے کہ جیسی حالت چاہیئے تھی ویسی ہو گئی۔ کیونکہ اس درگاہ میں تو حضرات انبیاء علیہم السلام بھی اپنی حالت کے متعلق یہی فیصلہ کرتے ہیں کہ جیسی حالت چاہیئے تھی ویسی نہیں ہے ما عبدناک حق عبادتک کا حال ہوتا ہے۔ (النور شوال ۱۳۵۱ھ)

شوق میں آواز نہ بڑھے

حال۔ (بعضے اناث) ذکر آہستہ آواز سے کیا کروں یا اتنی آواز سے کر لیا کروں کہ میرے شوہر سن لیں۔

تحقیق۔ اتنے کا مضائقہ نہیں مگر شوق میں آواز نہ بڑھ جائے۔ (النور شوال ۱۳۵۱ھ)

نماز میں اگر کسی ضرورت سے غیر نماز کا خیال لائیگا مضائقہ نہیں

حال۔ حضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ "البتہ نماز میں بلا ضرورت غیر نماز کا خیال نہ لانا چاہیئے"۔ تو عرض یہ ہے کہ اگر کسی ضرورت کی وجہ سے مشروع یا مباح امر کا خیال قصداً لائے اور اس کو قصداً باقی بھی رکھے تو کیا اس میں مواخذہ نہیں۔

تحقیق۔ نہیں۔

حال۔ اگر نہیں تو کیوں۔ آخر اس سے صلوٰۃ میں تو خلل آوے ہی گا اس لئے کہ غیر صلوٰۃ ہے اس سے حضرت والا مطلع فرمادیں۔

تحقیق۔ خلل کا ہر درجہ موجب مواخذہ نہیں۔ یہ خلل بمعنی نقص ثواب ہے۔ جیسے تین بار تسبیح کہنے میں پانچ بار کہنے سے ثواب کم ہے بمعنی فساد یا کراہتہ نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ خیالات منکرہ و معاصی سے تو نماز میں ظلمت پیدا ہوتی ہے اور معروفہ و طاعات سے اگر وہ نماز ہی کے متعلق ہیں نور بڑھتا ہے اور اگر وہ غیر نماز ہے تو نور نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے اور جو نہ منکر ہو نہ معروف ہو بلکہ مباح ہو اگر بضرورت ہو جس کی تفسیر عنقریب قول آئندہ میں آتی ہے تو اس کا بھی یہی اثر ہے اور اگر غیر ضروری ہے تو نور گھٹتا ہے مگر ظلمت پیدا نہیں ہوتی۔

حال۔ اور ایک یہ گذارش ہے کہ ایسی وہ کونسی ضرورت ہے کہ جس کی وجہ سے نماز میں یہ خیال مشروع یا مباح لایا جا سکتا ہے

تحقیق۔ وہ ضرورت وہ ہے کہ اگر اُس وقت اس کو مؤخر کیا جاوے تو کوئی ضرر یا حرج لاحق ہو جاوے گا یا کوئی ضروری منفعت فوت ہو جاوے گی۔

(النور۔ محرم ۱۳۵۲ھ)

سلطان الاذکار وغیرہ یکسوئی کے لئے ہیں

حال۔ جو شغل اور سلطان الاذکار کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں وہ کس طرح کیے جاتے ہیں اور ہمارے مناسب ہیں یا نہیں۔ دل چاہتا ہے کہ جو طریقے معالجہ کے سلوک میں شغل مراقبہ سلطان الاذکار وغیرہ ہیں وہ سب عمل میں لاؤں اور عملاً اُن سے مستفید ہوں۔

تحقیق۔ ہر شغل ہر شخص کے لئے نہیں یہ اشغال یکسوئی کے لئے ہیں۔ اگر کسی کو محض ذکر میں یکسوئی نصیب ہوجائے کافی ہے۔ باقی اس کا طریقہ ضیاء القلوب میں لکھا ہے۔

حال۔ حالات وکیفیات اگرچہ مقصود نہیں مگر دل میں ایک شوق ہے کہ دیکھوں وہ کیا چیزیں ہیں اور وہ کسی خاص مراقبہ یا شغل سے حاصل ہوسکتے ہیں یا موہوب ہیں۔ اگر میرے حال کے مناسب ہو تو کچھ ارشاد فرمایا جاوے۔

تحقیق۔ جب مقصود نہیں تو تماشا ہی دیکھنے سے کیا فائدہ۔ باقی یہ کہ کیا چیز ہیں سو کم و بیش سب کو پیش آتے ہیں اور سب ہی کو ان کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ کمی وبیشی وضعف و قوت کا فرق ہے مثلاً کسی وقت قلب میں رقت ہوتی ہے کسی وقت بیقراری ہوتی ہے۔ کسی وقت ایسی محبت اُٹھتی ہے کہ غیر محبوب سے دل برداشتہ ہوجاتا ہے۔ یہی ہیں وہ کیفیات اور اکثر خلوت واشغال پر مرتب ہوجاتی ہیں مگر لازم نہیں اور بکثرت صرف ذکر و تذکرہ اولیاء سے بھی پیدا ہوجاتی ہیں۔

حال۔ اور حضور مشاہدہ معائنہ۔ فنا بقا یہ ترقی ملکۂ یادداشت اور راسخ نسبت مع اللہ کا نام ہے یا کوئی اور چیزیں ہیں۔

تحقیق۔ اُن ہی کے آثار ہیں۔ یہ سب اصطلاحیں ہیں جن کی تفسیر تعلیم الدین میں موجود ہے استعداد کے اختلاف سے مختلف حالات پیش آتے ہیں جن کے لئے کوئی ضابطہ نہیں۔ حالات کی اطلاع ہونے سے معلم تشخیص کرلیتا ہے لیکن اگر تشخیص بھی نہ کیا جاوے تو جو ان کے منافع ہیں وہ کام کرنے سے حاصل ہوتے رہتے ہیں جیسے دوا سے صحت ہوتی رہتی ہے گو مراتب صحت کے مریض کو معلوم نہ ہوں طبیب ان درجات کو سمجھ کر تدبیر کرتا رہتا ہے

حال۔ کیا ایسا ذکر کرتے کرتے موہوب اللہ کی طرف سے ہوجاتے ہیں یا ان کے حاصل کرنے

کو کسی خاص شغل وغیرہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

تحقیق۔ اوپر ضمناً مذکور ہو چکا ہے کہ اکثر اشغال پر بلا لزوم مرتب ہو جاتے ہیں کبھی اشغال سے بھی نہیں ہوتے کبھی بدون اشغال بھی مرتب ہو جاتے ہیں۔

حال۔ اور ان حالتوں کی تمنا مقصود ہے یا نہ

تحقیق۔ مضر ہے کیونکہ غیر مقصود میں مشغولی ہے۔

حال۔ اور ان کی تمنا کرنا گویا بڑائی کی آرزو ہے مضر تو نہیں۔

تحقیق۔ بناء ضرر کی یہ نہیں گو عشاق کا یہی مذاق ہے مگر وہ مذاق عشقی ہے علمی نہیں۔ بلکہ ضرر کی بناء وہ ہے جو ابھی مذکور ہوئی یعنی غیر مقصود میں مشغولی

اطلاع۔ معلوم ہوتا ہے ابھی طریق کی حقیقت ذہن میں جمی نہیں ورنہ یہ سوالات پیدا نہ ہوتے سبب ان کا ناتمام مطالعہ ہے میری کتابوں کا ورنہ ان میں سب کی تحقیق ہے

(النور۔ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ)

ناشائستہ کلمہ نکلنے کی صورت میں جہر و ضرب کو ترک کر دینا چاہیئے

حال۔ تسبیح دوازدہ کے بعد ذکر ہر قسم مختلف طور پر تبدیل ہوتا رہتا ہے اور کئی حالتیں ذکر میں بدلتی رہتی ہیں۔ آج کل ذکر میں ایک نئی حالت طاری ہوتی ہے یعنی ذکر شروع کرنے سے کچھ دیر کے بعد مُنہ سے یہ کلمہ نکلتا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (ایک امتی کا نام) رسُولُ اللّٰہ۔ یہ کلمہ کئی دفعہ مُنہ سے نکلنے کے بعد مُنہ سے توبہ نکلتی ہے اور پھر تین دفعہ استغفار پڑھا جاتا ہے۔ پھر صحیح کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ نکلتا ہے اور پھر ذکر زور سے ہوتا ہے اور ذکر اسم ذات یک ضربی زبان، دماغ اور کانوں اور منہ سے ہوتا ہے اور طبیعت پر جوش ہوتا ہے اس کے تھوڑی دیر بعد پورا کلمہ نکل کر ذکر ختم ہو جاتا ہے حضور کو دوبارہ اس لئے تکلیف دی گئی ہے کہ اس حالت سے طبیعت میں تشویش ہو رہی ہے اور یہ حالت بندہ کی سمجھ سے باہر ہے بندہ نے اس میں مبالغہ نہیں کیا۔

تحقیق - اوپر کا ناشائستہ کلمہ زور اور جوش کا اثر ہے۔ ضرب و جہر موقوف کردو۔

حال - کئی باتیں ایسی ہیں کہ زبان اس سے قاصر ہے۔

تحقیق - لکھو کیا ہیں۔ (النور شعبان رمضان شوال ۵۲ ۱۳ھ)

کانوں میں آواز کا مسموع ہونا آثار ناسوتی ہے

حال - کانوں میں ایک آواز ہر وقت مسموع ہوتی ہے جیسے جھینگریاں بولتی ہیں۔ اس کی جہت محسوس نہیں ہے۔ مجھے خیال ہے کہ جب کچھ کام نہیں کرتا تھا جب بھی ایسی آواز محسوس ہوتی تھی جسے میں تبخیر سمجھتا تھا لیکن وہ شب میں محسوس ہوتی تھی۔ اب کچھ عرصہ سے جس کی تعیین یاد نہیں دن میں باوجود مشغولی کاروبار بھی مسموع ہے اور ایسی حالت میں بھی کہ جب کوئی مرض یا تبخیر نہ ہو۔ چند روز سے ایک اور آواز اس میں شامل ہے جیسے دور دیگ جوش کھا رہی ہو اور کبھی ایسی جیسے بہت دور نوبت بج رہی ہو یہ آواز دماغ میں اور کبھی داہنی جانب محسوس ہوتی ہے لیکن شب کو۔ دن میں بحالت مصروفیت محسوس نہیں ہوتی۔ کئی روز سے ایک اور آواز محسوس ہونے لگی ہے جیسے بانسری (الغوزہ) بجتا ہے۔ کبھی باریک آواز ہو جاتی ہے کبھی موٹی۔ یہ آواز بائیں کان کی طرف سنائی دیتی ہے۔ اور شب میں اور دن میں غور کرنے سے محسوس ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ اس میں اور آوازوں کی طرح یکسانیت اور روانی نہیں بلکہ تموج اور تلوّن ہے۔ گویا کوئی اسے کم و بیش کر رہا ہے بعض دفعہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گھنٹہ بجا۔ مگر غور کرنے سے خیال ہوتا ہے کہ گھنٹہ بجنے کا یہ وقت نہیں ہے اس کی بھی کوئی سمت محسوس نہیں ہوتی۔ گذارش کا منشاء یہ ہے کہ آیا یہ سب امور طبعی اور ناقابلِ التفات ہیں جیسا کہ میں نے اب تک ان کے ساتھ برتاؤ رکھا یا مقصود یا مقصود کا ذریعہ ہیں اور اگر ایسا ہے تو اس کے متعلق کیا ہدایت ہے۔

تحقیق - بعض اشغال سے یہ کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں، مگر یہ سب آثار ناسوتی ہیں۔ جن میں مصلحت یکسوئی کی عادت ہو جانا ہے ملکوتی نہیں اس لئے اس کی طرف التفات نہ کیا جاوے۔ اس سے یہ کام لیا جاوے کہ یکسوئی کے ساتھ ذکر میں لگ جانا چاہیئے۔ (النور شعبان رمضان شوال ۱۳۵۲ھ)

ذکرِ جہر سے متعلق ایک شبہ کا جواب

(اس مضمون کا پہلا حصہ باب اوّل میں گزر چکا ہے)

حال - احقر نے پہلے خط میں ذکر بالجہر کے متعلق لکھا تھا کہ شریعت کے خلاف تو نہیں اور اکثر حدیثوں سے ذکر خفی کا پتہ چلتا ہے تو حضرت نے تحریر فرمایا کہ الفاظ حدیث کے لکھے جائیں تو بخاری شریف میں ایک روایت ہے اور مسلم شریف میں بھی ہے عن ابی موسیٰ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر (وفی روایۃ فی غزوۃ) فکنا اذا علونا کبرنا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایھا الناس اربعوا علی انفسکم فانکم لاتدعون اصم ولا غائباً ولکن تدعون سمیعاً بصیراً اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر بالسّر ہونا چاہیئے ورنہ حضور کے حکم کے خلاف ہوگا اور ایک روایت میں ہے اخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی عقبۃ فلما علا علیھا رجل نادی فرفع صوتہٗ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بغلتہٖ قال فانکم لاتدعون اصم ولا غائباً۔

تحقیق:۔ اربعوا علی انفسکم خود حدیث کے محمل کو بتلا رہا ہے کہ جہر مفرط تھا جس میں نفس پر تعب ہوتا تھا اور بلا ضرورت تھا نیز فانکم لاتدعون اصم ولا غائبا بھی اسی محمل کی تائید کر رہا ہے کیونکہ اصم وغائب کے اسماع کے لئے جہر مفرط معتاد ہے۔

حال۔ کسی حدیث سے ذکر بالجہر کا صاف طور پر ثبوت معلوم نہیں ہوتا ہاں ایک حدیث بخاری شریف سے کچھ خفی طور پر پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نماز کا اختتام تکبیر سے سمجھتا تھا اس موقعہ پر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ذکر بالسّر تھا ذکر بالجہر نہیں تھا۔ کیونکہ بہت سے لوگ ایک بات کو آہستہ بھی کہتے ہیں جب بھی آواز گونج جاتی ہے جیسے آجکل معلوم ہوتا ہے حالانکہ سب لوگ آہستہ کہتے ہیں۔

تحقیق۔ پورے الفاظ لکھتے تو تمہاری تقریر کا فیصلہ ہو سکتا دوسرے ہم نے اس سے استدلال کب کیا ہے جہر سے نہی ثابت نہ ہونا اس کی مشروعیت کے لئے کافی ہے اس تحریر کے بعد وہ حدیث دیکھی اس کے یہ الفاظ ہیں عن ابن عباس قال ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنت

اعلم اذا انصرفوا بذالک اذا سمعتہ' کیا رفع کے معنی متبادر آپ کے احتمال کے لئے نافی نہیں اور علاوہ دلالت لغوی کے دلالت عقلی بھی متحقق ہے اس لئے کہ سلام امام سے انصراف کا علم نہ ہونا اور تکبیر سے علم ہونا صاف بتلا رہا ہے کہ صوتِ تکبیر صوتِ سلام سے بھی زیادہ بلند تھی اور جہر کیسا ہوتا ہے۔

حال۔ اگر کوئی خلافِ طبع بات ہو تو احقر معافی کا طلبگار ہے۔

تحقیق۔ حدیث و فقہ کی تحقیق اساتذہ سے کرنا چاہیئے اگر شیخ اس کے خلاف کہے اس کو علماء کے فتوٰی سے اطلاع کرے وہ مجبور نہ کریگا خود ایسے مسائل اس سے پوچھنا ایک قسم کا اعتراض ہے جو خلاف طریق ہے۔ معاف تو میں نے کر دیا مگر آئندہ تم بھی تعلیم طرق اصلاح سے مجھ کو معاف کرو اس کے لئے اور کسی کو تجویز کرو پھر دل کھول کر فقہ و حدیث کی تحقیق کرو مکدر نہ ہونگا دونوں چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں اور یہ مشورہ تمام مسائل کے متعلق نہیں، صرف وہاں ہے جہاں تعلیمِ شیخ کے متعلق شبہ کا ایہام ہو جیسا یہاں ہے کہ ذکر جہر کی تعلیم پر شبہ کیا گیا۔

حال۔ اور خیریت مزاج مبارک سے اطلاع دیں۔

تحقیق۔ "فیصلہ" دریافت خیریت سے مقدم ہے

حال۔ اور حضرت دُعا فرما دیں۔

تحقیق۔ دُعا سے عذر نہیں۔ (النور۔ شعبان۔ رمضان شوال ۱۳۵۲ھ)

تعلیم الدین کے ایک مقام پر شبہ اور اس کا جواب

ضمیمہ ثانیہ رسالہ بالا (الاعتدال فی متابعۃ الرجال)

حال۔ تعلیم الدین میں ایک مقام پر ہے کہ شیخ کے خلاف شرع افعال پر بھی نکتہ چینی نہ کرے اور اس کے استشہاد میں مثنوی سے حضرت موسٰی و خضر علیہما السلام کا واقعہ نقل کیا گیا ہے مگر یہ خدشہ سے خالی نہیں اول تو اس لئے کہ حضرت خضر نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ "وما فعلتہ عن امری" یہاں شیخ کے خلافِ شریعت فعل پر شیخ کے پاس کوئی سند نہیں دوم خود رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے بعض وہ افعال جو صحابہؓ کو قابلِ اعتراض معلوم ہوئے اس پر انہوں نے اعتراض کیا اور آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا اور بعض وقت قبول فرما لیا۔ مثلاً بدر میں ابوحذیفہؓ کا یہ اعتراض کہ آپ نے اپنے بھائی اور چچا کے قتل کو منع کر دیا اور ہمارے باپ بھائی کے قتل کا حکم فرما دیا اس لئے ہم تو ضرور آپ کے بھائی اور چچا کو بھی قتل کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے باپ بھائی تو خود باعثِ جنگ ہیں اور میرے بھائی اور چچا جبر واکراہ سے لائے گئے ہیں۔ یا حضرت فاروق نے کلمہ لاالٰہ اللہ کی بشارت کو قبل از وقت بتایا اور آپ نے بھی قبول فرما لیا کہ "دعھم یعملون" غزوۂ حنین میں بعض نوجوان انصار نے مؤلفہ قلوب کو زیادہ حصہ دینے پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ اونٹ بکری اپنے گھر لے جائیں گے اور تم لوگ رسول اللہ کو اپنے گھر لے جاؤ گے۔ حالانکہ رسول اللہ علیہ وسلم کے افعال پر تو یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ آپ کا ہر فعل شریعت ہے مگر اس پر بھی اسلام کے عدل ظاہری و تعلیم اعمال کے آپ کے جو افعال معلوم ہوئے صحابہ نے اعتراض کیا اور آپ نے بلا نکیر جواب مرحمت فرمایا اور کوئی نص بھی اس قسم کے اعتراضات وسوالات کی مانع وارد نہیں ہوئی۔ اگر وارد بھی ہوئی تو یہ وارد ہوئی کہ "وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر" جس میں معلم و متعلم کو یکساں تلقینِ حق کا اختیار دیا گیا ہے میرے یہاں مسجد میں قبل عشاء تعلیم الدین کا درس ہوتا ہے اس میں مجھے خود یہ اشکال پیدا ہوا ہے

تحقیق۔ تعلیم الدین کی پوری عبارت میں خود جواب ہے اور استدلال نقلی تبرع ہے جس میں وجہ جامع یہ ہے کہ اس قصہ میں ترکِ سوال کی شرط ٹھہر گئی تھی اور شیخ وطالب میں بھی دلالۃً یہی شرط ہوتی ہے کما یستضح من مثال المریض والطبیب ورنہ مسئلہ عقلی ہے۔ شیخ وطالب کا تعلق معالج و مریض کا سا ہے اس کے نسخہ پر یا اس کی بدپرہیزی پر اعتراض کا اثر طبعی دیکھ لیا جاوے۔ کیا ہے قطع تعلق معالجہ۔ اگر معالج پر شبہ ہو اس کا ترک جائز ہے۔ اعتراض جائز نہیں۔ اور واقعات نبویہ پر قیاس صحیح نہیں کیونکہ وہاں ترک و تبدیل جائز نہ تھی اس لئے سب شبہات وہاں ہی پیش کئے جاتے تھے اور یہی جواب ہے نکیر علی الخلفاء کا کہ ان کا ترک بھی جائز نہ تھا اگر ان سے شبہات رفع نہ کریں تو کیا کریں۔ اتنا فرق

ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف استفسار ہوتا تھا گو کبھی بصورت مشورہ ہو کبھی بصورت شبہ۔ اور خلفاء پر نکیر بھی ہوتا تھا کیونکہ اگر نکیر نہ کریں اور ان کی اصلاح نہ ہو تو فسادِ عظیم برپا ہو جس کا ضرر سائل تک بھی متعدی ہوتا ہے۔ بہر حال وہاں یہ ضرورت تھی اور شیوخ کا ترک و تبدیل سب جائز ہے اس لئے ان کو مکدر کرنا ایسا ہے جیسے معالج کو مکدر کرنا یہ فرق بہت ہی موٹا ہے اس سے سب سوالات کا جواب ہو گیا۔

(النور شعبان رمضان شوال ۱۳۵۲ھ)

اختیاری شئے کا علاج بھی اختیاری ہے

حال۔ احقر نے فضول گوئی کی اصلاح کے لئے عرض کیا تھا اور حضرت نے فرمایا تھا کہ فضول گوئی اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔ حضرت میری سمجھ میں آگیا کہ یہ اختیاری ہے بلکہ یہ فضول گوئی کیا جتنے اوامر و نواہی ہیں سب اختیاری ہیں۔ اس لئے احقر ان افعالِ اختیاریہ میں اپنے اختیار سے کام لیتا ہے یعنی جہاں تک ہو سکے رُکتا ہوں۔ لیکن حضرت اگر کوئی چیز معینِ سہولت ہونے کے لئے بتا دی جاوے تو بہت احسان ہو۔

تحقیق۔ کس کس چیز کے سہل ہونے کی تدبیر پوچھو گے اور اس حدیث کے کیا معنی کہو گے حُفَّتِ الجنَّة بالمکارہ۔

قضا نمازوں والے کو قضا کرنا چاہیئے اور تہجد بھی پڑھنا چاہیئے

حال (یکے از مجازین) جو لوگ مجھ سے کچھ پوچھتے ہیں میں اُن سے اولاً یہ دریافت کرتا ہوں کہ تمہارے ذمہ قضا نمازیں تو نہیں ہیں اگر ہوں تو سب سے پہلے بجائے نفل و ذکر کے ان کو ادا کرو اس کے بعد کچھ پوچھنا اور کم از کم یہ کرو کہ ہر نماز کے ساتھ ایک نماز ادا کرو۔ باقی جتنی ہمت ہو۔ تہجد کے وقت اُٹھنے کو جی چاہے اٹھو لیکن اُس وقت بھی قضا نمازیں ادا کرو۔ اسی طرح روز دل

کے متعلق کہتا ہوں کہ اُن کو بھی جلدی ادا کرو۔ اب حضرتِ والا سے یہ دریافت کرنا ہے کہ یہ صحیح ہے یا نہیں۔ اگر یہ صحیح نہیں تو ابتدا کس شے سے ہونا چاہیئے۔

تحقیق۔ بالکل مناسب مگر مصلحت یہ ہے کہ دو چار رکعت تہجد کا بھی مشورہ دیدیا جاوے ورنہ نفس یہ مشورہ دے گا کہ قضا تو دن میں بھی ممکن ہے نیند خراب کرنے سے کیا فائدہ۔ تو اُٹھنے کی عادت کبھی بھی نہیں ہوگی۔ (النور ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ)

امتیاز کا احتمال ہو تو استغفار کرنا چاہیئے

حال (ریکے از مجازین) خدمت سے واپسی پر ایک مرض کا بھی اندیشہ ہو گیا ہے وہ یہ کہ دوسرے اہلِ علم اور شرکاءِ کار سے جب کچھ معاملات پڑتے ہیں اور وہ باتیں جو بارگاہِ سامی کا خاص عطیہ ہیں۔ ان میں نظر نہیں آتیں۔ تو اپنا ایک امتیاز پیشِ نظر ہونے لگتا ہے مگر الحمدللہ قول و فعل میں اس کے مقتضا پر عمل نہیں ہوتا اور اپنے امراض کے استحضار اور انجام کار کے نامعلوم ہونے سے اس کا علاج کر لیتا ہوں۔ تاہم یہ خیالات آجکل بہ نسبت سابق کچھ زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔ اگر اس کے تدارک کی ضرورت ہو تو ارشاد فرمایا جاوے۔

تحقیق۔ مشاہدہ نعم کا کیا تدارک اور پھر بھی خشیت سے ایسے احتمال کا غلبہ ہو تو احتیاطاً استغفار۔ (النور ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ)

جنبی کو ذکر و نوافل تیمم سے کر لینا قساوت نہیں بلکہ مباح ہے

حال۔ کل شب کو بخلاف توقع کئی سال کے بعد دو بجے شب کے احتلام ہوا فوراً اُٹھا ہوا تیز تھی شیطان نے وسوسہ دیا کہ سردی بہت ہے پڑا رہ۔ صبح کو غسل کر لینا اور نوافل و معمولات کی قضا کر دینا لیٹ گیا۔ بدن میں اس قدر کانٹے سے چبھے کہ پڑا نہیں گیا۔ اُٹھا پانی تلاش کیا گرم نہ ملا۔ دیا سلائی آگ بھی نہ ملی مسجد کے کواڑ بند ملے مجبوراً سرد پانی سے وضو کیا ہاتھ پیر شل ہو گئے۔ غسل کی ہمت نہ پڑی

فقط ذکر میں مشغول ہوگیا جی نہ لگا لیٹ گیا پھر کانٹے بدن میں لگنے لگے۔ اُٹھا غسل کا تیمم کرکے (جس کی ایسی حالت میں رُخصت تھی) نوافل پڑھے کہ صبح کو غسل کرکے قضا کردوں گا فوراً سکون ہوگیا۔ عادت کے موافق نوافل وذکر سے فارغ ہوکر صبح کو غسل کرکے قضا بھی کردی اپنی اس کم ہمتی پر بہ تکلف ندامت کا خیال کیا۔ کچھ رنج وندامت نہ ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کئی روز سفر میں رہا اور صحبت بابرکت سے محرومی رہی۔ قساوت قلب میں ہوگئی کہ جو رنج وندامت نہ ہوئی اس لیئے استدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس شوخی کو عفو فرمادیں کہ بلاغسل نوافل وذکر کیا اور اس قساوتِ قلب کو حضرت کے صدقہ میں دفع فرمادیں۔

تحقیق۔ یہ قساوت نہیں اگر قساوت ہوتی قلق نہ ہوتا یہ رخصتِ شرعیہ سے استفادہ ہے جو مباح ہے پھر جتنا بھی عزیمت پر عمل ہوگیا یہ خدا کا فضل ہے۔ غرض عزیمت ورخصت دونوں کی فضیلت نصیب ہوئی۔ یہ مضاعف نعمت ہے۔ البتہ ذاکر کو ضروری سامانِ طہارت وغیرہ کا مہیا رکھنا ضروری ہے تاکہ تنگی نہ ہو۔ (النور ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ)

ذکر اور نماز میں فرق کہ ذکر میں بساطت ہے، اور نماز میں ترکیب

حال۔ غرض یہ ہے کہ نماز میں پورا پورا نشاط حاصل نہیں ہوتا جب ذکر کرنے بیٹھتا ہوں تو سرور اور نشاط کی حالت ہوتی ہے نماز میں یہ کیفیت نہیں ہوتی۔ پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ تو منافقین کی عادت تھی۔ انہیں بھی نماز میں نشاط نہیں حاصل ہوا کرتا تھا اس کے بعد اپنے دل کو یوں سمجھاتا ہوں کہ مقصود تو احکام کی بجاآوری ہے نشاط مقصود نہیں ہے مگر تاہم جی چاہتا ہے۔

تحقیق۔ منافقین کا کسل فسادِ اعتقاد سے تھا اور یہ کسل یا تشتّت طبعی ہے فاین ھٰذا من ذاک باقی وجہ فرق یہ ہے کہ ذکر میں بہ نسبت نماز کے ایک شان بساطت کی ہے اور نماز میں بہ نسبت ذکر کے شان ترکب کی ہے اِس لیے ذکر میں اجزاءِ مختلفہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی اس لیے یکسوئی جلد حاصل ہوجاتی ہے اور نماز میں توجہ اجزاءِ مختلفہ کی طرف ہوتی ہے اس لیے تشتت رہتا ہے اس کا علاج یہی ہے کہ نماز میں توجہ ایک طرف رکھی جاوے جس کی صورت یہ ہے کہ قیام کے وقت اس طرف

التفات نہ کرے کہ اس کے بعد رکوع کرنا ہے رکوع میں اس طرف التفات نہ کرے کہ اس کے بعد قومہ کرنا ہے وعلیٰ ہٰذا۔ بلکہ ہر رکن میں صرف اسی رکن کو مقصود بالذات سمجھے اور اُسی طرف متوجہ رہے اسی طرح پھر دوسرے رکن میں الیٰ آخر الصلوٰۃ۔ اگر ایسا کیا جاوے تو نماز میں اس قدر یکسوئی ہوگی کہ ذکر میں بھی نہ ہوگی کیونکہ ذکر میں گو یکسوئی ہے مگر ہر وقت خطرہ رہتا ہے کہ دوسرا شخص آکر اس یکسوئی کو فوت کرسکتا ہے یا خود ہی ذکر ترک کرکے شغل میں لگ سکتے ہیں اور نماز میں اطمینان ہے کہ سلام پھیرنے تک کوئی شخص ہم کو اپنی طرف متوجہ نہیں کرسکتا نہ خود کوئی کام کرسکتے ہیں۔

وھٰذا الذی کتبت ورد علیٰ قلبی فی فرض الظہر وجربتہٗ فیہ وفی سنتہ البعدیۃ وللہ الحمد۔ (النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ)

نماز اور ذکر کے متعلق یہ خیال آنا کہ زیادہ ذکر کی ضرورت نہیں۔ اس کا علاج

حال۔ نماز اور ذکر کے قبل اور بعد اکثر یہ خیال آتا رہا کہ اتنی محنت بیکار ہے میں کوئی بزرگ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ رہے احکام اس کی پابندی کرلی جاوے تو اس کے لئے زیادہ فکر کی کیا ضرورت ہے کیونکہ بخشائش تو رحمت پر منحصر ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بُرے بُرے خیال آئے اور یہ خیال اب بھی آجاتے ہیں جس کا جواب میری طبیعت یہ دیتی رہتی ہے کہ یہی کیا کم ہے کہ بیفکری اور بخشائش کی امید تو رہتی ہے اور اس فکر میں بہت کچھ گناہوں سے بچت تو رہتی ہے۔ اب جو کیفیت تھی اور رہے وہ عرض کی۔ جو حکم ہو اس کی تعمیل کی جاوے کیونکہ گو طبیعت کو سکون ہوگیا ہے مگر طبیعت سُست اور مضمحل ہے۔

تحقیق۔ ایک علاج یہ سوچنا ہے کہ اعمال صرف مغفرت ہی کے لیے نہیں بلکہ مالک کا حق ہے مملوک پر اور مغفرت مستقل تبرع اور عنایت ہے۔ (النور۔ شعبان ۱۳۵۳ھ)

افسوس بھی مواظبت کا بدل ہے

حال۔ عرصہ سے ارادہ کرتا تھا کہ مفصل عریضہ لکھوں لیکن کاہلی کے ساتھ ساتھ مشاغل کی

کثرت سے بھی ناک میں دم رہتا ہے خصوصاً اخیر سال میں تعلیم کا بہت زور ہو جاتا ہے۔ بہت افسوس ہے کہ معمولات پر مواظبت نہیں ہوتی ہاں خیال مواظبت اور ترک مواظبت پر افسوس ہمیشہ رہتا ہے

تحقیق۔ افسوس بھی ایک درجہ میں مواظبت کا بدل ہے جب عدم مواظبت کسی عذر سے ہو۔

(النور شعبان ۱۳۵۳ھ)

ضعیف کو دل میں استغفار کرنا چاہیئے

حال۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ بیماری کے بعد عبرت ہوتی مگر میں تو بھول جاتی ہوں۔

تحقیق۔ یہ غفلت مذموم نہیں۔

حال۔ ارشاد فرمائیں کہ مجھے یاد کس طرح رہا کرے تاکہ اکثر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں گذرے۔

تحقیق۔ یاد کی تمنا اور کمی پر حسرت یہ بھی یاد کی ایک قسم ہے

حال:۔ ضعف کی حالت میں جب تک ذکر باقاعدہ شروع نہ ہو اُس وقت تک میں اپنے وقت کس طرح صرف کروں کہ میری توجہ اللہ کی طرف رہے

تحقیق۔ دل میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ یا استغفار پڑھتی رہو۔ (النور۔ رمضان ۱۳۵۳ھ)

عمر رسیدہ کو مواعظ سُننے چاہیئں اور استغفار وغیرہ شغل رکھنا چاہیئے

(نوٹ) ایک صاحب نے جو ستّر برس کی عُمر کے ہیں اپنے حالات لکھے تھے ان کو ذیل کا جواب دیا گیا۔

تحقیق۔ سب حالات اچھے ہیں میرے مواعظ ہمیشہ سنا کیجئے اگر نفس میں کوئی عیب معلوم ہو اس کا علاج پُوچھیئے ورنہ تہلیل و استغفار میں مشغول رہیئے کافی ہے۔ فرائض و سنن میں کوتاہی نہ ہو نوافل میں کمی ہو تو مضر نہیں۔ (النور۔ رمضان ۱۳۵۳ھ)

ذکر میں دل نہ لگنے کا علاج

حال۔ جو ذکر یا دُعا میں شروع کرتا ہوں پہلے پہل تو اُن میں خوب دل لگتا ہے اور حضورِ قلب ہوتا ہے مگر چند ماہ کے

بعد جب ان پر دوام رہتا ہے پھر ویسا حضور قلب اور دلچسپی نہیں رہتی اگر یہ مرض ہو تو علاج ارشاد فرماویں۔ **تحقیق**۔ مرض ہونے کا شبہ کاہے سے ہوا

حال۔ معلوم ہوتا ہے میرے دل میں ذکر رچا نہیں پس حلق کے اوپر ہی اُوپر ہے

تحقیق۔ تو ماشاء اللہ طبیب محقق ہو

حال۔ ذکر میں قلب کو یکسوئی نہیں ہوتی ذکر زبانی ہوتا ہے اور دل غافل اور خیالات میں لگا ہوا۔

تحقیق۔ یہ غفلت باختیار ہے یا بلا اختیار (النور۔ شوال ۱۳۵۳ھ)

رُسُوخ حاصل ہونے کا طریقہ

حال۔ حضور نے غصہ کا علاج بتایا تھا جس سے بفضلہٖ میرا غصہ کم ہو گیا اور حالتِ غصہ میں بھی زبان پر قدرت معلوم ہوتی ہے اس کی اطلاع کر کے دوسرا مرض پیش کرنے کی اجازت چاہی تھی حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ ایک کو راسخ ہونے دو۔ اب یہ عرض ہے کہ بوجہ قصور فہم احقر نہیں سمجھ سکتا کہ رُسُوخ کے واسطے کوئی مدت مقرر ہوگی۔ **تحقیق**۔ نہیں

حال:۔ یا احقر اپنے ضبط کی حالت غصہ کے وقت پر لکھتا رہے گا۔

تحقیق۔ جب غفلت و ذہول نہ ہو اور ہمت میں تخلف نہ ہو۔ یہی رُسُوخ ہے۔

(النور۔ ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ)

سینہ میں لفظ اللہ کی آواز کا مسموع ہونا مذموم نہیں

حال۔ سینہ میں دائیں اور بائیں طرف گھڑی کی آواز کی طرح آواز محسوس ہوتی ہے۔ سننے میں یہ گمان ہوتا ہے کہ گویا لفظ اللہ کی ہمزہ کو زور دے دے کر اس کا وظیفہ کیا جاتا ہے اور رات دن ہمیشہ جاری ہے۔ کبھی منقطع نہیں ہوتی۔ اس حالت کے ظہور سے بندہ کو ایک قسم کی مسرت بھی حاصل ہوئی اور حضورِ قلب میں زیادتی ہوئی بندہ کو بہت تردد ہے کہ نہیں معلوم یہ حالت محمود ہے یا مذموم۔

تحقیق۔ جو امر خلاف شرع نہ ہو مذموم نہیں ہوتا البتہ احتیاطاً طبیب کو نبض و قارورہ دکھلا کر

یہ پوچھو تو طبیعت میں کوئی طبعی بے اعتدالی تو نہیں۔ (النور۔ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ)

ذکر میں سرور کم ہونا مضر نہیں

حال۔ پہلے ذکر کی حالت بہت اچھی تھی اور طبیعت ہر وقت مسرور رہتی تھی اب دو تین دن سے طبیعت پر سرور کم ہے

تحقیق۔ سرور مقصود ہے یا حضور اور حضور اختیاری ہے یا غیر اختیاری

حال۔ اور جو اچھی اچھی باتیں اور کیفیات پیدا ہوتی تھیں وہ کم ہوگئیں۔

تحقیق۔ دینی نقصان کیا ہوا۔ (النور۔ محرم ۱۳۵۴ھ)

رسوخ کی علامت

حال۔ طریق رسوخ علاج مذکورہ چگونہ مے باشد ہر گونہ کہ باشد اُمید میکنم کہ بیان فرمایند۔

تحقیق۔ تکرار استحضار واعتیاد دائم وتدارک وقت کوتاہی بمعاقبت نفس بنوعے عبادت خاصہ مالیہ یا بدنیہ مثل انفاق چار آنہ کہ بر نفس قدرے شاق باشد یا ادائے نوافل بمقدار معتدبہ کہ بر نفس قدرے گراں باشد وعلامت رسوخ آنست کہ ملکہ میسر شود کہ در صدد تکلف نباشد

(النور صفر ۱۳۵۴ھ)

تہجد کے وقت نوافل پڑھ کر قرآن یاد کرنا افضل حالت ہے

حال۔ آج کل چار بجے رات کو آنکھ کھل جاتی ہے اور تہجد کا وقت ہوتا ہے اور آجکل یہ عاجز تجوید میں قرآن شریف کا قاری صاحب سے اجراء کر رہا ہے اور اس کو مضبوط یاد کرنا ہوتا ہے اب اس وقت کون کام اختیار کرنا چاہیے۔ آیا نماز نفل پڑھی جاوے یا قرآن کا یاد کرنا کون کام افضل ہے

تحقیق۔ چار نفل پڑھ کر قرآن میں لگ جاؤ اور ذکر دن میں کرو گو مختصر ہو۔

(النور۔ صفر ۱۳۵۴ھ)

نماز و تلاوت میں جبر کو مبدل بآسانی کرنا کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔

حال۔ نماز و تلاوت کلام میں طبیعت پر جبر کرنا پڑتا ہے کوئی شاہراہ عمل جو آپ کے نزدیک مناسب ہو ایسا تجویز فرما دیجیے کہ یہ جبر مبدل بہ مسرت و آسانی ہو جاوے۔

تحقیق۔ اس کی کوئی تدبیر نہیں یہ امر نہ شیخ کے اختیار میں ہے نہ طالب کے۔

(النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

نماز و جماعت پر آمادہ کرنے میں سختی کا علاج

حال۔ لوگوں کو نماز و جماعت پر آمادہ کرنے کے لیئے میرے گذشتہ عریضہ کے جواب میں حضرت نے صرف وعظ کو پسند فرمایا۔ اپنی سختیاں چھوڑ کر عمل تو حضرت ہی کے پسندیدہ کے مطابق شروع کر دیا ہے لیکن یہ خود میرے لیے بہت جید مجاہدہ ہو گیا ہے میری طبیعت میں ذرا سختی ہے۔

تحقیق۔ صحیح ہے مگر جی کو سمجھانے سے اُس کا ثوران (تیزی) بہت کم ہو سکتا ہے۔

حال:- پہلے تو کافی نرمی سے کام لیتا ہوں۔ لیکن جب بار بار کی تفہیم یا دیگر تدابیر کارآمد نہیں ہوتیں تو بس سخت مزاجی کا ظہور ہوتا ہے۔

تحقیق۔ تو بار بار کہنا ہی ضروری نہیں حق تبلیغ ایک بار کہنے سے ادا ہوتا ہے۔ بہت ہی زیادہ شفقت ہو دو بار حد تین بار۔ اس سے زیادہ درپے ہونا تصدی ہے جس پر وما علیک الا یزکی فرمایا گیا ہے۔

حال۔ اور بعض دفعہ سخت مزاجی کا ظہور نہایت شدت سے اور اتنا ہوتا کہ مجھ کو سخت ندامت ہوتی ہے دین و دنیا تمام معمولات میں طبیعت کا یہی حال ہے

تحقیق۔ جہاں اپنا ضرر ہوتا ہے مجبوری مگر محض دوسرے کی مصلحت کے لیے خود کو کیوں تعب میں ڈالا جاوے۔

حال۔ اس چیز کو خود دُور کرنا چاہتا ہوں لیکن بارہا عین وقت پر طبیعت بے قابو ہو جاتی ہے

اس بارہ میں دُعا و علاج دونوں کی درخواست ہے۔

تحقیق۔ استحضار و عمل بتکلف کا تکرار یہی علاج ہے اس سے عادت ہوجائے گی۔

حال۔ لوگوں کو نماز باجماعت کے لیے آمادہ کرنے میں دو خیال اور اس طرزِ عمل کے مؤید ہوجاتے تھے نماز کے لیے جب دس برس کے لڑکوں کو مارنے کا حکم ہے تو خیال ہوتا تھا کہ اس بارہ میں اپنے زیرِ اثر لوگوں پر سختی کرنا چاہیئے۔

تحقیق۔ اثر کے اقسام مختلف ہیں کرایہ دار پر وہ اثر نہیں جو اپنی اولاد پر ہے۔

حال۔ ثانیاً اپنے دنیاوی کاموں کے لیے نوکروں وغیرہ کو جب ڈانٹتا ہوں تو خیال ہوتا ہے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کے کاموں میں کیوں اتنا غصہ نہیں آتا۔

تحقیق۔ فرق ہے وہاں اپنی حاجت کا مختل ہونا سبب ہے غصہ کا یہاں وہ سبب نہیں۔

حال۔ ساتھ ہی نماز وغیرہ کے بارہ میں جب بار بار کہنے سے لوگ نہیں مانتے اور غصہ آتا ہے تو ایک خیال یہ بھی ہوتا ہے کہ غالباً یہ غصہ اپنے نفس کے لیے ہے کہ میرا کہا ان لوگوں نے کیوں نہیں سُنا۔

تحقیق۔ اس کا امتحان سہل ہے ٹٹول کر دیکھا جاوے کہ اگر دوسرے واعظ کے ساتھ یہی معاملہ کریں تب بھی یا اس کے قریب قریب ناگوار ہوتی ہے یا نہیں۔ (النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

جماعت میں غفلت کا علاج

حال۔ پابندیٔ جماعت و تلاوت کا تہیہ کرتا ہوں مگر کبھی کبھی غفلت اور کسلمندی کی وجہ سے ترک ہوجاتی ہے

تحقیق۔ لیکن قدرت سے تو کام لیا جا سکتا ہے۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ)

ذکر اسم ذات کے سوا جی نہیں لگتا ابتداءً ایسا ہی ہوتا ہے

حال۔ ان دنوں میری عجیب کیفیت ہے ہر وقت جی چاہتا ہے کہ صرف اللہ اللہ کرتا رہوں اور کسی کام میں مطلق جی نہیں لگتا ہے حد یہ ہے کہ درسِ حدیث و تلاوتِ قرآن میں بھی جیسے پہلے جی لگتا تھا اب ویسا نہیں لگتا اب صرف

بس ذکر اسم ذات کے لیے جی چاہتا ہے۔

تحقیق۔ ابتدا میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ بچہ کو ہر وقت دودھ ہی مرغوب ہوتا ہے پھر ہر وقت پر اس کے مناسب اشیاء مرغوب ہونے لگتی ہیں۔ (النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ)

قرآن ناظرہ کا مشکل ہونا اس کا علاج طبیعت کو زیادہ پر جبر کرنا ہے

حال۔ فدوی قرآن شریف کا ناظرہ ایک پارہ مشکل سے روزانہ پڑھ سکتا ہے بلکہ اکثر زیادہ ناغہ ہو جاتا ہے اور دیگر اذکار مثلاً درود شریف۔ استغفار۔ زبانی قرآن شریف دن بھر پڑھا کرے تو کوئی گرانی نہیں ہوتی مگر ناظرہ قرآن شریف ایک پارہ پڑھنا مشکل معلوم ہوتا ہے سخت پریشان ہوں کیا علاج کروں۔

تحقیق۔ اگر قرآن حفظ نہیں تو نفس پر جبر کر کے زیادہ پڑھنا چاہیے اور برابر اس کا تصور رکھنا چاہیے کہ ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں نامۂ اعمال میں ساتھ ساتھ درج ہو رہی ہیں اور ایسی دولت اور کس چیز سے نصیب ہو سکتی ہے اور یہ تصور ہے بھی امر واقعی کا۔ کیونکہ حدیث میں یہ مضمون تصریحاً موجود ہے اس کے ساتھ ہی یہ مراقبہ بھی رکھنا چاہیے کہ حروف قرآن کی زیارت پر ثواب ملتا ہے اس مجموعی تصور سے وہ گرانی کم ہو جائے گی اور رشدہ شدہ ناظرہ زیادہ تلاوت کرنا آسان ہو جائیگا اور اگر قرآن آپ کو حفظ ہے اور زبانی بھی صحیح یاد ہے تو پھر حفظ پڑھنے سے بھی ثواب جو کہ اصل مقصود ہے حاصل ہے۔ زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں۔ (النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ)

ذکر و تلاوت و درسِ حدیث میں فرق

حال۔ میرے اوقات الحمد للہ بدستور سابق ہیں۔ برابر بعد نماز تہجد کے دوازدہ تسبیح و ذکر اسم ذات ایک ہزار تک کر لیتا ہوں مگر طبیعت کا میلان جو ذکر کے وقت ہوتا ہے وہ ابھی تک نہ تو قرآن شریف پڑھتے وقت ہے اور نہ درس حدیث کے وقت۔

تحقیق۔ ابتدا میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ بعض کو انتہا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور اکثر اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ذکر میں ایک گونہ بساطت ہے اور قرآن و حدیث میں ایک گونہ ترکیب ہے اور بسیط

یکسوئی سے اقرب ہے اور ترکیب بوجہ اختلاف اجزا تشویش سے قریب ہے۔

(النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ)

نماز کو لمبا کرنا بلاضرورت ملنے والوں سے جائز ہے

حال۔ طبعاً کسی سے ملاقات کو جی نہیں چاہتا اور نہ مجلس کرنے کو۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے کی حالت میں کوئی ملنے کو آجاتا ہے اس کو چنداں ضروری کام بھی نہیں ہوتا تو احقر نماز کو لمبا کر دیتا ہے تاکہ وہ چلا جائے تو ایسی نماز کا کیا حکم ہے۔

تحقیق۔ بضرورت حفاظتِ دین سپر کے استعمال کی اجازت ہے۔ قال تعالیٰ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم من حافظ علیھا (ای علی الصلوٰۃ) کانت لہ نوراً وبرھاناً ونجاۃ یوم القیٰمۃ۔ الحدیث لاحمد والکبیر والاوسط (جمع الفوائد)

اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں واقی عن المنکر اور منجی عن النار ہونے کی شان ہے۔ پس جیسے نماز ان خواص کی نیت سے پڑھنا جائز ہے۔ اسی طرح منکر و نار کے اسباب بلا واسطہ یا بواسطہ سے وقایہ و نجات کی بھی اس میں خاصیت ہے پس اسی طرح اس خاصیت کی نیت سے اُس کا بھی پڑھنا جائز ہے۔ جیسے فقہاء نے اطالت رکوع للجائی میں تفصیل کی ہے اور مصلحتِ دینیہ کے لیئے اجازت دی ہے حالانکہ وہاں غیر کی مصلحت ہے اور یہاں تو اپنی مصلحت ہے۔ (النور۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ)

نمازِ فجر میں زیادہ دِل لگنے کی وجہ

حال۔ (یہ ایک پہلے مجمل خط کی تفصیل ہے) میری یہ حالت کہ جماعت میں جس قدر کم ہوں نماز میں زیادہ دل لگتا ہے صرف فجر کی نماز میں ہے۔ دیگر اوقات کی نمازوں میں تو نمازیوں کا انتظار کرتا ہوں اور قدرے جماعت میں تاخیر بھی گوارا کرتا ہوں۔

تحقیق۔ وجہ سمجھ میں آگئی وہ وقت طبعاً و ذوقاً حضورِ قلب کا ہے کیونکہ پہلے مشاغل منقطع ہو جاتے ہیں۔ دوسرے ابھی شروع نہیں ہوتے اس لیئے قلب قریب قریب فارغ و خالی ہوتا ہے اور جس طرح سفید کپڑے پر سیاہ دھبہ اگرچہ خفیف ہو محسوس ہوتا ہے اسی طرح ہجوم مجمع کا چونکہ طبعاً و

عادۃً اسباب مشوشہ سے ہے اس لیئے فراغ میں اس کا اثر محسوس ہوتا ہے۔ بخلاف دوسرے اوقات کے کہ پہلے سے قلب مختلف تعلقات میں مشغول ہوتا ہے اس لیئے شغل میں مزید شغل محسوس نہیں ہوتا جیسے سیاہ کپڑے میں سیاہی کا داغ محسوس نہیں ہوتا۔ (النور۔ رجب ۱۳۵۴ھ)

لا تفریط فی النوم

حال۔ میں آج کل ایک بات سے بہت زیادہ پریشان ہوں وہ یہ کہ میں بہت کوشش کرتا ہوں تہجد کے لیئے اور پروردگار سے دعا بھی کرتا ہوں لیکن آنکھ نہیں کھلتی صبح کی نماز کے لیئے جب آنکھ کھلتی ہے تو بہت افسوس ہوتا ہے اور خیال کرتا ہوں کہ میرا کیا حال ہوگا قیامت میں، نیکیاں کم ہیں اور گناہ زیادہ ہیں۔ **تحقیق**۔ اور یہ خیال نہیں ہوتا کہ لا تفریط فی النوم کس کا ارشاد ہے اور کیوں ہے شیخ شیرازی کا قول نہیں سنا ؎

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا ولیکن میفزائے بر مصطفٰے

(النور۔ رجب ۱۳۵۴ھ)

وظیفہ کی جگہ بھی تلاوتِ قرآن ہی زیادہ کرنا خلافِ سلف ہے

حال۔ دعوات عبدیت جلد دوم کا وعظ ششم ملقب بہ احکام العشر الاخیرہ پرچہ الابقاء بابت ماہ رمضان ۱۳۵۱ھ میں شائع ہوا ہے۔ اس رسالہ کے صفحہ ۳۲ پر وہ مضمون ہے جس کو خدامانِ والا حضورِ اقدس نے کلام مجید کی شان میں ارشاد فرمایا ہے اس کو دیکھ کر خصوصاً سطر ۱۳ میں جو یہ لکھا ہوا ہے اور چونکہ کلام اللہ کو خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص تعلق ہے یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کلام مجید کی تلاوت سے بہت خوش ہوتا ہے خواہ سمجھ کر پڑھا جاوے یا بے سمجھے اس کو دیکھ کر بے ساختہ جی چاہتا ہے کہ تمام اوراد و وظائف کو ترک کر کے تلاوت ہی کی جاوے۔ اب حضور والا کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض ہے کہ اگر تمام وظیفہ کی جگہ (جس میں زیادہ حصہ درود شریف کا ہے) کلام مجید کی تلاوت ہی کی جاوے تو کچھ مضائقہ تو نہیں۔

تحقیق۔ کیا یہ بھی خبر ہے کہ کسی چیز کی طرف زیادہ کشش اسی وقت ہوتی ہے جب دوسری چیزیں

بھی ہوں ورنہ اس سے طبیعت اُکتا جاتی ہے ع گر نبیت غیبتے نہ بد لذتے حضور اس کی بڑی دلیل یہ ہے۔ کہ سلف نے ایسا نہیں کیا۔ (النور۔ رجب ۱۳۵۴ھ)

بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے سے نفرت۔ یہ بُغض فی اللہ ہے

حال۔ کچھ دنوں سے احقر کو یہ بات پیش آرہی ہے کہ احقر کو قلب میں بدعتیوں کی طرف سے نفرت معلوم ہوتی ہے۔ جو بدعتی سامنے آتا ہے دعا سلام تو کرلیتا ہوں مگر قلب خوش نہیں ہوتا جیسا اور مسلمانوں سے سلام وعلیکم کر کے خوش ہوتا ہے اور جو بدعتی مسجد میں ہوتا ہے اور لوگ اُس بدعتی کو نماز پڑھانے کے لئے کہتے ہیں تو احقر انکار کر دیتا ہے۔ جی نہیں چاہتا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کو مجھے حضرت والا نفس کے کید سے ڈر لگتا ہے کہیں یہ نفرت کی آڑ میں کبر نہ ہو۔

تحقیق۔ ایسے احتمالات کا اعتبار نہیں اگر وہ توبہ کرلے اور پھر بھی اس سے نفرت رہے یہ کبر ہے ورنہ بُغض فی اللہ ہے۔ (النور۔ رجب ۱۳۵۴ھ)

رُسوخ کا علاج

(خطِ اوّل)

حال۔ حضرت اب علاج تو سب مرضوں کا ہوگیا صرف ایک مرض (شہوت پرستی) باقی رہ رہی تھی وہ بھی اب شادی سے رفع دفع ہوگئی مگر اصلاح کا ابھی تک اچھی طرح رسوخ نہیں ہوا اکثر اوقات مقتضائے امراض پر عمل ہو جاتا ہے۔ للہ کوئی طریق تحصیل رسوخ اصلاح تلقین فرمائیں۔

تحقیق۔ رُسوخ کی تفسیر کیا سمجھے ہو۔

(خطِ دوم)

تقاضائے نفس مغلوب ہو جانے کا نام تو اصلاح ہے اور اس حالت موصوفہ کا عادت بن جانا اور بے تکلف اوامر پر عمل ہونے کا نام رسوخ اصلاح ہے اور احقر کی یہ مراد نہیں کہ اس ثانی حالت میں اختیار نہیں رہتا۔ اختیار تو ہر حال میں ہے مگر اتنا فرق ہے کہ ابتدائی حالت اصلاح میں استعمال اختیار بتکلف اور بمشقت ہوتا ہے اور بعد میں اتنا تکلف نہیں ہوتا۔ حضور یہ ہے تفسیر رسوخ اصلاح کی جو اس

ناقص الفہم کی سمجھ میں آئی ہے جو کہ مختصراً عرض کر دی۔

تحقیق۔ ٹھیک ہے۔

حال۔ اب اس کا طریق تحصیل چاہتا ہوں۔

تحقیق۔ ایسا کوئی طریق نہیں جس پر رسوخ یقیناً و لزوماً مرتب ہو جاوے۔ اب بھی پوچھتے ہو یا نہیں اور پوچھنے سے کیا حاصل ہوگا۔ (النور، شعبان ۱۳۵۴ھ)

ذکر میں اطمینان نہ ہونا مقصود نہیں

حال۔ جب تک عافیت و راحت میسر ہے زبان پر ذکر اللہ رہتا ہے جب کوئی کلفت و خوف پیش آجائے تو اول تو ذکر اللہ یاد ہی نہیں آتا اور اگر یاد بھی آجائے تو اس سے قلب کو اطمینان نہیں ہوتا۔

تحقیق۔ مقصود ذکر ہے اگرچہ بتکلف ہو۔ اطمینان مقصود نہیں۔ (النور، شعبان ۱۳۵۴ھ)

ذکر بلا قید کافی ہے

حال۔ حضورِ والا اب تک میں ذکر و شغل سے دور بھاگتا رہا ہوں

تحقیق۔ مع القید کی حاجت نہیں بلا کسی قید کے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی کثرت کافی ہے۔

حال۔ درخواست یہ ہے کہ میرے حق میں دعا فرمایئے اور میرے لیئے کوئی ایسی تدبیر تجویز فرما دیجیئے (اگر خلافِ مزاج ورائے اقدس نہ ہو) کہ جس پر عمل کرنے سے ایمان کامل اور رضا بالقضا اور خوف سے زیادہ رجا اور حب دنیا سے زیادہ حب آخرت اور حق تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن اور تعلق عبدیت اور محبت حاصل ہو

تحقیق۔ بفضلہ تعالیٰ میرے وعظوں کے مطالعہ سے یہ سب دولتیں نصیب ہو سکتی ہیں خصوص اگر مرأۃ المواعظ کے ذریعہ سے کچھ منتخب کر لیئے جاویں۔

دوسرا پرچہ

حال۔ حضورِ والا جواب باصواب نے میرے خیالات کے پکے ہوئے پھوڑے پر راحت بخش نشتر

لگا کر فرحت بخش مرہم کا پھایا لگا دیا اس قدر مسرت و انبساط کا جوش ہوا کہ بے اختیار گریہ طاری ہوگیا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ فی الدارین۔ حضور والا اس وقت تو بفضلہ تعالیٰ حضور والا کی جوتیوں کے طفیل سے ہر طرح مطمئن ہوں۔ حق تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ یہ اطمینان و سکون دوامی ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ دعا کا محتاج ہوں۔

تحقیق۔ دل سے دعا ہے (النور۔ رمضان ۱۳۵۴ھ)

دعا سے رکاوٹ کا علاج

حال۔ حضرتا کبھی کبھی جائز دعا مانگتے وقت یہ محسوس کرتا ہوں کہ کسی نے زور سے گلے کو دبایا ہے اور دعا مانگنے کے لیئے روک رہا ہے ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ دل سے دعا نکلے لیکن ناکامیاب رہتا ہوں اور وہ آرزو پوری نہیں ہوتی۔

تحقیق۔ دعا کاغذ پر لکھ کر ہاتھ میں لے کر اس میں وہ دعا پڑھا کرو۔ (النور رمضان ۱۳۵۴ھ)

نماز پنجوقتہ نہ پڑھنے کا علاج

حال۔ بندہ کی عمر اس وقت بیالیس سال کے قریب ہے خدا کے فضل و کرم سے بالکل تندرست توانا ہوں خدا نے بال بچے دیئے ہیں اور گذران بہت اچھی ہے مگر بدقسمتی سے پانچ وقت نماز پڑھنے کی عادت نہیں ہے۔ بہت کوشش کرتا ہوں مگر کامیاب نہیں ہوتا۔ جب نماز کا وقت گذر جاتا ہے تو بہت شرمندہ ہوتا ہوں مگر کیا کروں عادت سے مجبور ہوں۔ براہ غربا پروری دعا اور ہدایت سے سرفراز فرمادیں۔ تاکہ بندہ کو نماز کی عادت پڑ جاوے جناب کی عین عنایت ہوگی۔ میں اس بات کو محسوس پورا پورا کرتا ہوں۔ پابندی پر قادر نہیں ہوسکتا۔ میرا عقیدہ اہلسنت جماعت کا ہے۔ اسلام کی قدر اور اس کی خوبیوں کا پورا احترام ہے اور اسلام کا پورا پورا درد ہے۔ نماز کی باقاعدگی کا نہ ہونا مجھے پریشان کرتا ہے اور اس سے پریشان ہوں۔ اس معاملہ میں ہدایت و دعا کا ملتجی ہوں۔

تحقیق۔ جب نماز ناغہ ہو دو وقت کا فاقہ کیا جاوے۔

(النور شوال ۱۳۵۴ھ)

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ذکر کے وقت اکابر کی زندگی کا تصوّر قصداً نہ کرنا چاہیئے

پہلا خط

حال - لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ذکر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ واہل بیت وصحابہ رضوان اللہ علیہم کی زندگی کے ہر واقعہ میں نسبت مع اللہ کا تصور بندھ کر جوش پیدا ہوتا ہے اور اب پانچ چھ ماہ سے یہ عادت سی ہوگئی۔ حضور والا کو اطلاع دینا ضروری تھا جیسا ارشاد ہو عمل کروں۔

تحقیق - وہ واقعات قصداً مستحضر کئے جاتے ہیں یا بلا قصد حاضر ہو جاتے ہیں۔

(دوسرا خط)

حال - ایک روز نفی حب غیر حق کے ساتھ حب حق کا تصور بحالت ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کر رہا تھا دفعۃً آیت وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہ کا مضمون آکر ان واقعات کا استحضار ہونے لگا لیکن ایسے طور پر کہ ہر واقعہ سے نسبت مع اللہ ومحبت الٰہی معلوم ہوتی ہے اس کے بعد سے قصداً یہ واقعات مستحضر کئے جاتے ہیں۔

تحقیق - ایسا نہ چاہیئے۔

حال - اور تسکین محسوس کرتا ہوں۔

تحقیق - اس تسکین کا کچھ اعتبار نہیں۔

حال - احقر نے اپنا مرض بدظنی ظاہر کر کے حضرت والا سے اس کا علاج چاہا تھا۔ حضرت والا نے یہ جواب عنایت فرمایا ہے کہ "یہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری اور صرف بدظنی ہی ہے یا اس کے مقتضا پر عمل بھی ہوتا ہے اور کیا ہوتا ہے" احقر کے خیال میں بدظنی کے دو مرتبے ہیں ایک تو یہ کہ خود بخود دل میں کسی کے متعلق بدظنی ہو جاوے یہ غیر اختیاری ہے اور دوسرا یہ کہ کسی کے کسی برتاؤ سے دل میں فکر کر کے بدظنی پیدا کی جاوے یہ اختیاری ہے اور ہر دونوں کے مقتضا پر شکوہ شکایت وغیرہ ناجائز ہے۔ اور احقر کی حالت یہ ہے کہ کسی کے بعض برتاؤ سے دل میں رنج پہنچتا ہے تو وہاں کبھی دل میں خود بخود یہ خیال آجاتا ہے اور کبھی قصداً لاتا ہوں کہ شاید یہ شخص مجھ کو نقصان پہنچا دے گا اور پھر کبھی اپنے خیر خواہ سے ظاہر بھی کر دیتا ہوں۔ اب احقر کی گذارش یہ ہے کہ حضرت براہِ مہربانی

احقر کے اس مرض کا کوئی علاج تحریر فرمادیں جس پر عمل کرنے سے احقر کا یہ مرض جاتا رہے۔

تحقیق۔ احتمال ظاہر کرکے تدبیر پوچھتے ہو یا یقین ظاہر کرکے اُس دوسرے شخص کی نظر میں بھی اُس کو بُرا ثابت کرنا چاہتے ہو۔

حال۔ حتی الامکان ہر گناہ سے بچنے کی اور درستی حالات کی فکر رکھتا ہوں اور اس بات کی بھی کوشش کرتا ہوں کہ نماز اور ذکر میں خلوص ہو مگر پھر بھی کوئی عمل خود اپنی طبیعت کو نہیں لگتا۔

تحقیق۔ بس اسی وقت تک خیریت ہے جب تک اپنا کوئی عمل اپنی طبیعت کو نہ لگے ورنہ عجب کا اندیشہ ہو جائیگا۔

حال۔ اور جیسا جی چاہتا ہے دراصل اس کا کوئی حصہ بھی نہیں ہوتا۔

تحقیق۔ یہ بھی خیریت ہے کہ جیسا عمل ہوتا ہے اُس سے زیادہ کو جی چاہتا ہے۔

حال۔ جس سے الجھن رہتی ہے کہ باوجود کوشش کے بھی کوئی بات ایسی نہیں ہوتی جس سے کچھ تسکین ہو

تحقیق۔ تسکین نہ ہونے کی تو عشاق نے تمنّا کی ہے ؎

مصلحت نیست مرا سیری ازاں آبِ حیات
ضاعف اللّٰہ بہ کل زمان عطشی (النور ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ)

عصر کی جماعت فوت ہونے پر بیس۲۰ رکعت نفل جرمانہ

حال۔ ایک روز عصر سے کچھ پہلے ایک شخص سے ملنے گیا ایک دنیاوی غرض سے یعنی شکار کا بندوبست کرنے کے لئے۔ گفتگو میں عصر کی جماعت کا بھی وقت ہو گیا۔ دھیان تو نماز کی طرف تھا اور یہی سوچ رہا تھا کہ اب اٹھوں اب اُٹھوں۔ مسجد پہنچا تو جماعت ہو چکی تھی۔ بہت افسوس ہوا کہ بلا شرعی عذر جماعت ترک ہوئی۔ عہد کیا کہ بلا سخت ضرورت کے نماز سے پہلے کسی سے ملنے نہ جاؤں گا۔ اس فوت جماعت کے لئے حضرت جو سزا مناسب سمجھیں تجویز فرمادیں۔ میری تنخواہ ۲۷۰ روپیہ ہے یہ اس لئے لکھ دیا کہ اگر مالی جرمانہ تجویز ہو تو مقدار معین کرنے میں حضرت کو سہولت ہو۔

تحقیق۔ بیس۲۰ رکعت نفل پڑھ لی جاوے۔ اور دل سے عزم کر لیا جاوے کہ جب کبھی ایسا اتفاق ہو گا

اتنے ہی نوافل پڑھوں گا اور مالی سزا اس لیئے کافی نہ ہوگی کہ بوجہ تنخواہ کافی ہونے کے تھوڑی مقدار نفس پر شاق نہ ہوگی اور زیادہ مقدار کا تحمّل نہ ہوگا۔ (النور ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ)

تلاوت قرآن کے وقت رونا آنا۔ کبھی تلاوت بند کر لینا۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جو قلب کا تقاضا ہو وہ کام کریں،

حال۔ حضرت کئی دن سے جب بندہ قرآن شریف تلاوت کرتا ہے تو بعض وقت بعض آیت سے حضرت کے مواعظ کے بعض مضمون کی طرف خیال جاتا ہے تو اس وقت ایسی حالت پیش آتی ہے کہ سوائے رونے کے اور کچھ نہیں کر سکتا اور اضطراراً اس خاص موقع کے متعلق جو مثالیں دی گئیں اس میں دھیان رہتا ہے اور وہاں پر جو اشعار حضرت کے ہیں بجائے تلاوت کے وہ پڑھنے لگتا ہوں مثلاً مالمن اولہ نطفۃ۔ وجیفۃ آخرہ یفتخر الخیرہ اور حضرت کی عظمت و محبت اس قدر معلوم ہوتی ہے جس کو بیان نہیں کر سکتا اور ایسی حالت میں بعض وقت قرآن مجید کھلا رہتا ہے اور بعض وقت تھوڑی دیر کے لیے بند کر دیتا ہوں۔ پھر کھول کے تلاوت شروع کرتا ہوں اب گذارش ہے بندہ کو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیئے کیا تلاوت پر جمے رہنا چاہیئے یا تلاوت تھوڑی دیر کے لیئے چھوڑ کے پھر تلاوت کرنا چاہیئے۔

تحقیق۔ جس شئ کا قلب پر زیادہ تقاضا ہو اور یہ حالت گو محمود ہے مگر مقصود نہیں مقصود وہی عمل یعنی تلاوت ہے۔ (النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

دل میں مختلف خیال ذکر نفی و اثبات کے وقت۔ یہ انفع ہے۔

حال (یکے از مجازین) ذکر نفی و اثبات کے وقت کوئی ایک خیال قائم نہیں رہتا کبھی دل سے ماسوی اللہ کے تعلق کو نکال لنے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے داخل کرنے کا خیال آتا ہے اور کبھی لا مقصود الا اللہ اور کبھی لا موجود الا اللہ اور اکثر کچھ استحضار نہیں ہوتا خالی ذکر ہوتا ہے۔

تحقیق - آپ کی حالت کے اعتبار سے یہی اخیر انفع ہے (کیونکہ منتہی کے حال میں سذاجت (سادگی) ہوتی ہے۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ)

ذکر یا نماز میں شیخ کا چہرہ سامنے آنا قصداً نہ چاہیئے

حال - آج کئی روز ہوئے ہیں یہ یاد نہیں ہے کہ نماز میں تھا یا حالتِ ذکر میں بہر حال متوجہ بحق ہوں کہ جناب والا کا چہرۂ اقدس سامنے ہوگیا۔ بلا قصد و ارادہ کے حالانکہ اس کے قبل قصداً یہ بات حاصل نہیں ہوئی تھی اُس روز سے چہرۂ مبارک قصداً بھی اور بلا قصد بھی سامنے رہتا ہے نماز میں بھی اور ذکر اذکار میں بھی۔

تحقیق - یہ اثر ہے محبت کا جو کہ محمود ہے مگر مقصود نہیں۔

حال - جی چاہتا ہے کہ اسی طرف مشغول رہوں۔

تحقیق - چونکہ مقصود نہیں لہٰذا قصداً اُس طرف متوجہ نہ ہونا چاہیئے۔ (النور جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ)

استقلال حاصل ہونے کا طریقہ

حال - حضرت والا مجھ میں استقلال نہیں۔ انتہا درجہ کا متلون المزاج ہوں جس کام کا ارادہ کرتا ہوں یا تو اس کے شروع ہی کی نوبت نہیں آتی یا اگر شروع کرتا ہوں۔ تو انجام کو نہیں پہنچا سکتا۔ ایک دو روز میں چھوٹ جاتا ہے۔ مثلاً میرے ذمہ کچھ صلوات فائتہ ہیں ان کے ادا کرنے کا ہمیشہ ارادہ رکھتا ہوں۔ لیکن ایک دو روز تو فوائت ادا کرتا ہوں اور پھر مہینوں نام نہیں لیتا۔ فی الحال حضرت والا اس کے لیئے کوئی علاج تجویز فرمادیں۔

تحقیق - العلاج بالضد۔ اور اس ضد میں اوّل تکلف ہوتا ہے۔ پھر اعتیاد۔ پھر رسوخ۔ بس نفس تکلف سے گھبراتا ہے۔ یہی راز ہے عدم استقلال کا۔ ورنہ نفس اگر تکلف کی کلفت برداشت کرلے تو عدم استقلال کی کوئی وجہ نہیں اور یہی علاج ہے۔

(النور۔ صفر ۱۳۵۱ھ)

تعلیمی مشاغل کیساتھ تقسیم اوقات ذکر و نوافل بھی کیجیئے

حال۔ دل چاہتا ہے کہ اپنے اخروی سہارے کے لیئے کوئی مجاہدہ تکثیر تطوعات کروں یا تکثیر اذکار میں مشغول ہوجاؤں۔ مگر مدرسہ کے تعلیمی و انتظامی مشاغل اس کی مہلت نہیں دیتے جس پر افسوس و صدمہ کی وجہ سے اکثر دل میں پژمردگی سی رہتی ہے۔ لہٰذا اس کی تلافی کی کوئی صورت ارشاد فرما دیجئے۔

تحقیق۔ بجز تقسیم اوقات کے کوئی صورت نہیں۔ اس تقسیم میں دوسرے مشاغل کم کرکے ذکر اور نوافل کا وقت بڑھا لیجئے۔ (النور۔ صفر ۱۳۵۶ھ)

نماز میں نور محسوس ہونا محمود ہے مقصود نہیں

حال حضرت اکثر اوقات ذکر کرتے وقت اور نماز پڑھتے وقت ایک نور محسوس ہوتا ہے بالخصوص نماز چاشت پڑھتے وقت وہ نور بہت زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ اُس وقت طبیعت میں بہت بشاشت ہوتی ہے فوراً خیال میں آتا ہے کہ یہ حضرت والا کے فیض و برکت سے ہے۔ حضرت ذکر کرتے وقت اور نماز پڑھتے وقت نور محسوس ہونا یہ سب محمود ہے یا کیا۔

تحقیق۔ بالکل محمود ہے لیکن مقصود نہیں اس لیئے شُکر کرنا چاہیئے۔ مگر اس کی طرف التفات نہ چاہیئے۔ بس ذکر کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے (النور۔ صفر ۱۳۵۶ھ)

نجات اخروی عملوا الصالحات کی قید پر ہے صرف ایمان پر کچھ نہیں۔ اس کا جواب

خط یکے از مجازین

حال۔ احقر کچھ عرصہ سے ایک خلجان میں پڑ گیا ہے اس کا دفعیہ کسی طرح نہیں ہوتا۔ لاچار بندگانِ والا کے حضور میں پیش کرکے دفعیہ چاہتا ہے اور اس خیال سے کہ حضرتِ والا کا وقت خراب نہ ہو

بہت اختصار کے ساتھ عرض کیا جائے گا۔ وہ خلجان یہ ہے کہ میں نے بار بار بروقتِ تلاوتِ قرآنِ پاک غور کیا کہ نجاتِ اخروی یا وہ فضائل جو مسلمانوں کے لیئے موعود ہیں یا رضاءِ باری تعالیٰ۔ ایک ہی مضمون کو جس عنوان سے بھی تعبیر کیا جائے اس کے لیئے قرآن میں ہر جگہ وعملوا الصلحٰت کی قید ضرور لگی ہوئی ہے کہیں اس کو تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے اور کہیں خشیت سے اور کہیں دیگر عنوانات سے مگر صرف ایمان پر وعدہ کچھ بھی نہیں جیسے الذین آمنوا وکانوا یتقون اور ذٰلک لمن خشی ربہٗ اور ما یلقاھا الا الصبرون (اس کو طول دینا حضرتِ والا کا وقت ضائع کرنا ہے) اس سے آگے اپنا خلو عن الاعمال الصالحہ تحریر کر کے قلقِ شدید ظاہر کیا ہے اسی لیئے یہ مضمون تربیت میں درج کیا گیا اور جوابِ ذیل علیٰ تقدیرِ تسلیم الخلو ہے۔

تحقیق۔ اللہ ولی الذین آمنوا میں کونسی قید ہے اور اٰخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملاً صالحاً آخر عسی اللہ ان یتوب علیھم میں بعض اعمال کی کمی پر بھی کیا وعدہ ہے اور ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا الی قولہٖ والذین کفروا لھم نار جھنم میں الذین اصطفینا کی تقسیم کس اعتبار سے ہے اور جنّات کا وعدہ کس کے لیئے ہے وَالَّذِیْنَ کفروا کا مقابلہ کس سے کیا گیا ہے اور حدیثِ صحیح من قال لا الٰہ الا اللہ میں دخل الجنۃ کا وعدہ کس کے لیئے ہے اور وان زنیٰ وان سرق کس عموم پر دلالت ہے اس وقت تتبّع کی فرصت نہیں اس لیئے فی الحال اس پر اکتفا کیا گیا۔

حال۔ حضرت بندہ کے امراض کی کمی سے اور تربیت السالک کے باب الذکر کو دیکھنے سے کام کرنے میں بہت ہمت ہوتی ہے اور حضرتِ حق کی رضا کی امید ہوتی ہے کیونکہ اس باب میں حضرت کے اکثر ارشادات پابندی اور مداومت کے بارے میں ہیں اور بندہ کے اندر یہ دونوں چیزیں بفضلہٖ تعالیٰ موجود ہیں حتیٰ کہ جو کام جس دن سے شروع کیا کبھی ناغہ نہیں کیا اور بیماری کی وجہ سے اگر ناغہ ہو گیا تو تندرست ہوتے ہی قضا کر لی اور ہمیشہ خدا کے فضل سے اپنے کام میں مشغول رہتا ہوں مگر جب تبلیغِ دین کا مطالعہ کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں مریض میں اکیلا ہی ہوں اور میرے اندر سارے امراض کے ڈھیر ہیں اور کوئی مرض زائل نہیں ہوا۔ حضرت اس وقت ایسی پریشانی ہوتی ہے جو بیان سے باہر ہے۔ اور سوائے رونے کے کچھ سمجھ میں نہیں آتا اور اس کا اثر بہت دیر تک رہتا ہے اور کبھی

مایوسی غالب ہوتی ہے اور کبھی خیال ہوتا ہے کہ پھر حضرت سے اصلاح کراؤں۔ حضرت سے اپنا حال ظاہر کردیا جو ارشاد ہو بندہ راضی ہے اور پریشانی کے بارہ میں ارشاد کا منتظر ہے۔

تحقیق:۔ وہ یعنی غزالیؒ خود اعلیٰ درجہ کے کامل ہیں سب کو اُسی درجہ کا کامل بنانا چاہتے ہیں۔ نیز ان پر ہیبت کا شدید غلبہ ہے۔ اس لیے اس کتاب کا دیکھنا غافلین کیلئے ہے تاکہ خذہُ بالموت حتّیٰ یرضی بالحُمّی پر عمل ہوجائے تم مت دیکھو صرف میرے رسائل و مواعظ دیکھو۔

النور صفر ۱۳۵۶ھ

یہ نتیجہ میرے معاصی کا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اسے مرتب کیا ہے

حال (دیکھے از محبازین) عرصہ چھ سال کا ہوا احقر نے اپنی اصلاح کے متعلق ایک عریضہ میں ضمناً یہ بھی عرض کیا تھا کہ احقر کی یہ آرزو ہے کہ اگر کوئی میرا مخالف اور دشمن میری مخالفت کرے تو میں اس سے کوئی رنج نہ رکھوں بلکہ اس کی مخالفت کو اپنے ہی افعال و حرکات کا نتیجہ سمجھوں تو احقر کے ان الفاظ کے (کہ مخالف کی مخالفت کو اپنے ہی افعال و حرکات کا نتیجہ سمجھوں) جواب میں حضور والا نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ "اس کا انحصار اختیاری ہے تکرار استحضار سے اس میں رسوخ ہوجائے گا"۔ سو عرض ہے کہ احقر برابر اس ارشاد پر عمل کر رہا ہے کہ جب کوئی واقعہ طبیعت کے خلاف پیش آتا ہے تو اس کو احقر اپنے ہی افعال و حرکات کا نتیجہ سمجھتا ہے مگر ایک عرصہ تک تو یہ بھی عمل رہا کہ جب اُس مخالف واقعہ سے پریشانی ہوتی تھی تو یہ سوچ لیا کرتا تھا کہ حق تعالیٰ کی مرضی یہی تھی اس سے تسلی ہوجاتی تھی مگر اب اس مراقبہ کی (کہ حق تعالیٰ کی مرضی یہی تھی) بالکل ہمت نہیں پڑتی کیونکہ فوراً یہ خیال ہوتا ہے کہ چونکہ یہ واقعہ میرے افعال و حرکات کا نتیجہ ہے تو گویا تو نے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کیا تو پھر اس موقع پر یہ مراقبہ کرنا کہ حق تعالیٰ کی مرضی یہی تھی کہیں بے ادبی نہ ہو۔ چنانچہ احقر اب یہ نہیں سوچتا کہ حق تعالیٰ کی مرضی یہی تھی مگر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر پریشانی بہت بڑھ جاتی ہے اور پھر کوئی چیز ایسی نہیں ملتی جو موجب تسلی ہو تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا جب احقر یہ سمجھ رہا کہ یہ ناگوار واقعہ خود میرے ہی غلط افعال و حرکات کا نتیجہ ہے تو اس وقت یہ مراقبہ کرنا کہ حق تعالیٰ کی مرضی یہی تھی کیا یہ کچھ بے ادبی ہے تاکہ احقر ایسے موقع پر اس سوچنے سے کہ حق تعالیٰ کی مرضی یہی تھی آئندہ

بھی باز رہے باقی عقیدہ تو یہی ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہی حکم سے ہوتا ہے باقی شبہ جو بے ادبی کا ہوا ہے وہ ہر بار اس کے مستحضر کرنے میں ہوا ہے۔

تحقیق۔ اعتقاد میں دونوں کا جمع ہونا تو محلِ اشکال ہی نہیں جیسا خود سوال کے اخیر میں مذکور ہے البتہ ذوقاً جمع ہونا باعتبار بعض آثار کے محلِ اشکال ہے جس میں اس اشکال کے علاوہ بعض اوقات ایک دوسرے محذور کا لزوم بھی محتمل ہے یعنی محبوبِ حقیقی سے تقلیلِ محبت پس جہاں اس جمع کی ضرورت نہ ہو وہاں تو اسلم جمع اول ہی پر قناعت کرنا ہے لیکن جہاں ضرورت ہو جیسا یہاں بدوں اس استحضار کے تسلی کا فقدان سوال میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اس صورت میں ضعفاء کے لیئے اس جمع کی صورت یہ ہے کہ تسبب عن المعاصی کا استحضار تو بلا واسطہ کیا جاوے اور تسبب عن مشیۃ الحق کا استحضار بواسطہ تسبب اول کے کرے یعنی یوں سمجھے کہ یہ نتیجہ میرے معاصی کا ہے اور اس نتیجہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس لیئے مرتب فرمایا ہے کہ میرے ماضی کے گناہوں کا کفارہ ہو جاوے اور مستقبل میں مجھ کو ہدایت ہو جاوے پس اس طرح سے دونوں استحضار بلا کسی محذور کے جمع ہو جاویں گے۔ (النور۔ رمضان ۱۳۵۶ھ)

سفر میں ضرر کی تفصیل

حال۔ یہ احقر اس درمیان کچھ عرصہ سفر میں رہا۔ سفر اور خصوصاً طولِ سفر سے ہمیشہ گھبراتا ہوں مگر بعض حوائج ضروریہ باعث ہو جاتی ہیں۔ سفر اور سفر سے واپسی کے بعد آج تک کہ دو ہفتے ہو گئے حالت نہایت مکدّر اور طبیعت بیحد منتشر ہے نہ قلب میں سابق کا سا سکون ہے نہ معمولات میں دلچسپی کے ساتھ پابندی ہے۔

تحقیق۔ بعض طبائع کو بلکہ اکثر کو سفر مضر ہوتا ہے گو وہ دینی ضرر نہ ہو مگر دینی ضرر کے سرحد سے مل جاتا ہے بخصوص ابتداءِ سلوک میں لیکن اگر طلبِ صادق و فکرِ صحیح ہو تو اس ضرر کے ساتھ ایک نفع بھی مترتب ہوتا ہے وہ یہ کہ اس ضرر کا عین الیقین ہو کر بلا ضرورت شدیدہ سفر سے طبعاً گریز کرتا ہے اور عادت الٰہیہ جاری ہے کہ ضرورتِ شدیدہ کی حالت میں غیب سے اعانت ہوتی ہے جس سے وہ ضرر گو کسی درجہ میں صورۃً ہو مگر حقیقۃً نہیں ہوتا۔ اور وہ صورت بھی بہت جلد بدوں کسی اہتمام کے زائل ہو جاتی ہے۔

حال۔ حضرت کے ارشاد کے مطابق تہجد شروع کر دی ہے۔ مگر بعد عشاء۔ آخرِ شب میں اُٹھنے کی

چند مرتبہ سعی کی بعض دفعہ تو الارم کے بجنے سے بھی آنکھ نہیں کھلی ایک آدھ مرتبہ کھلی تو کسل حارج ہو گیا حضرت نے معمولات میں بھی ایک اضافہ فرمایا تھا جو افسوس کہ مکمل نہ ہو سکا

تحقیق - باوجود کوشش کے ایسی ناکامی کامیابی کی مفتاح ہوتی ہے جس کا بہت جلد مشاہدہ بھی ہو جاتا ہے۔ اس کامیابی کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے کہ اس اختلال سے قلب میں قلق اور حزن اور اپنی بیچارگی و ناکارگی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ندامت طاری ہوتی ہے اور اضطرار سے دعا کرتا ہے بعض اوقات غلبۂ حیا سے دعا میں بھی زبان بستہ ہو جاتی ہے۔ یہ دعا حالی ہوتی ہے اور یہ سب امورِ اسباب ہیں جلب رحمت کے۔ پھر اعمال کی توفیق ہونے لگتی ہے اُس وقت دوسری نعمت کا مشاہدہ ہوتا ہے وفی مثل ہذا قیل ؎

گر مرادت را مزاجِ شکر است　　　بے مرادی نے مراد دلبر است

پس ایسی حالت میں بجائے یاس کے دعا و التجا و طلب وسعی میں زیادہ اہتمام کرنا چاہیئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان مع العسر یسرًا کا مشاہدہ میسر ہو گا۔

حال - بعد ظہر کا قیامِ مسجد گرم موسم ہو جانے کی وجہ سے ترک کر دیا۔ مکان ہی پر رہتا ہوں مگر خاموشی و کامل تخلیہ کے ساتھ درود کا سلسلہ جاری رکھتا ہوں۔ پھر عصر سے مغرب تک مسجد ہی میں رہتا ہوں نمازیں سب باجماعت ہو جاتی ہیں۔

تحقیق - سب محمود ہے مبارک ہو۔

حال - مگر فجر اکثر جماعت سے نہیں ملتی آنکھ ایسے وقت کھلتی ہے کہ جماعت کا وقت نکل جاتا ہے اگرچہ قضا نہیں ہوتی۔

تحقیق - اوپر کی تقریر اس میں بھی جاری ہے۔

حال - عبادات و معاملات میں محرمات سے اجتناب اور فرائض و واجبات و سنن مؤکدات کا التزام رکھتا ہوں سوائے اُس جماعتِ فجر کے سب ہی بفضلہٖ مکمل ہو جاتی ہیں۔ بظاہر

تحقیق - یہ سب نعمتیں اور رحمتیں ہیں ان پر شکر اور منت بلا استحقاق کا مشاہدہ وظیفۂ عبدیت ہے،

حال - حضرت کچھ ایسی حالت ہے کہ باوجود تامل و تفکر کے اکثر و بیشتر اپنی مزعومہ خوبیاں ہی خوبیاں نظر آتی ہیں۔ عیوب نہیں دکھلائی دیتے۔ صد حسرت و تأسف کہ میرے عیوب مجھ پر منکشف نہیں،

حالات یوم ودلیل میں ادنیٰ خوبی بھی نمایاں طور پر سامنے آجاتی ہے اور عیب کا گویا کوئی پہلو بھی واضح نہیں ہوتا۔ ہوتا ہے تو اضطرار واختیار قصد وبے قصد کے لغو حیل سے نفس جلد سے جلد تاویل کر لیتا ہے۔ حیران ہوں کہ کیا لکھوں اور کونسا مرض حضرت حکیم الامت مدفیضہم کی خدمت میں پیش کروں۔

تحقیق۔ اس حالت کا نقص سمجھنا اور تاویل کو منکر جاننا یہ بھی ایک قسم کی توبہ ہے جو انشاءاللہ تعالیٰ سیات کا ایک درجہ میں کفارہ ہوجاتا ہے اور اس کفارہ ہونے میں جو کمی رہ جاتی ہے اس کے لیئے اجمالاً وابہاماً اعتقاداپنے عیوب کا گو ان کی تعیین نہ ہو اور اس کے ساتھ استغفار خصوص اس صیغے کے ساتھ اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ مَا عَلِمۡتُ وَمَا لَمۡ اَعۡلَمۡ اور اس اعتقاد کا استحضار واستغفار کا تکرار انشاءاللہ تعالیٰ امتثال مامور بہ کے لیئے کافی ہوگا اور اس سے بصیرت کا فتح باب ہوجاویگا وعدہ ہے من عمل بما علم علمہ اللہ ما لم یعلم اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم

(النور محرم ۱۳۵۷ھ)

اصل مامور بالتحصیل دو چیزیں ہیں ایک غلبہ ذکر اور دوسرے دوام طاعت

حال۔ ایک بات دریافت کرتا ہوں اگر حضور یہ کسی مصلحت علاج کے خلاف نہ خیال فرمادیں۔ تو جواب سے سرفراز فرمایا جاؤں وہ یہ ہے کہ اس فن میں سخت مریض ہوں۔ آسانی کے علاج کیلیئے وہ کیا چیز ہے جس کی تحصیل کا طالب مکلف ہے تاکہ ہر وقت اس کا خیال میں تصور جما رہے۔

تحقیق۔ ایک غلبہ ذکر کہ غفلت میں وقت کم گذرے دوسری دوام طاعت کہ نافرمانی بالکل نہ ہو اصل مامور بالتحصیل یہی چیزیں ہیں اور اسی کے لیئے سب مجاہدات ومعالجات اختیار کیئے جاتے ہیں۔ جن پر حسب سنت اللہ وہ مقصود مرتب ہوجاتا ہے اولاً قدرے تکلف ہوتا ہے۔ بعد چندے (جس کی مدت معین نہیں استعداد پر ہے) مثل امر طبعی کے ہوجاتا ہے۔ گو احیاناً ضد کا تقاضا بھی ہوتا ہے مگر ادنیٰ توجہ سے وہ ضد مغلوب ہوجاتی ہے۔ اس رسوخ وثبات کو مقام کہتے ہیں پس یہ فی نفسہٖ غیر اختیاری ہے اور باعتبار اسباب کے اختیاری ہے اور یہی رسوخ وثبات اس حیثیت سے کہ غلبہ ذکر ودوام طاعت کا ملزوم ہے نسبت کہلاتا ہے۔ یعنی حضرت حق سے ایسا قوی تعلق جس پر

علاقۂ دوام مذکور کا ترتب لازم ہو اور اس نسبت من العبد پر ایک دوسری نسبت من الحق موعود ہے۔ یعنی رضاء و قرب۔ پس اہلِ طریق جب لفظ نسبت کا اطلاق کرتے ہیں۔ مراد ان ہی دو نسبتوں کا مجموعہ ہوتا ہے نہ کہ صرف ملکۂ یادداشت جس میں بہت سے غیر محقق دھوکہ میں ہیں۔

(النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ)

عذر کی وجہ سے ناغہ کا بدل مجاہدہ اضطراریہ یعنی تشویشات وغیرہ ہیں

حال۔ اس مرتبہ سفر میں کچھ ایسی صعوبتیں پیش آئیں کہ اکثر معمولات ناغہ ہو گئے۔ تھانہ بھون واپس آنے پر بھی پریشانیوں کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ دو بچے بیمار ہیں جو وقت مدرسہ سے بچتا ہے ان کی تیمارداری میں صرف ہو جاتا ہے۔ ابھی تک پورے معمولات جاری نہیں ہو سکے۔

تحقیق۔ جس طرح وضو کا بدل تیمم ہے اور اجر میں اس سے کم نہیں اسی طرح مجاہدہ اختیاریہ یعنی اعمال و اوراد کا بدل مجاہدہ اضطراریہ یعنی تشویشات و بلیات ہیں۔ اور اجر میں ان کے برابر بلکہ بعض منافع میں ان سے اقویٰ ہیں۔ ان کو نعمت سمجھ کر اطمینان سے کام میں بقدر وسع مشغول رہنا چاہیئے البتہ دُعا کرتے رہیں کہ وہ مبدل بہ راحت و جمعیت ہوں کہ دُعا مسنون ہے غرض جب تک وہ باقی رہیں تفویض تو فرض ہے اور دُعا مسنون ہے اور جب وہ زائل ہو جاویں شکر واجب ہے اور دونوں حالتوں میں بقدر وسع کام میں مشغول رہنا ادبِ طریق ہے۔ (النور جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ)

اثنائے ذکر خلو عن الخیال ہونا نہ مذموم ہے نہ محمود

حال۔ ایک نئی بات پیش آ رہی ہے جو عرض پرداز ہوں اور حضور اقدس سے شفا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ عرصہ پندرہ ۱۵ روز تقریباً سے خلوت میں رہنے کا زیادہ موقع ملا ہے سو اکثر اوقات ذکر خفی لسانی مع توجہ قلب کرتا ہوں۔ اثناء ذکر مذکورہ اوقات میں ایسا خلو عن الخیال ہو جاتا ہوں کہ نہ ذکر کی طرف توجہ رہتی ہے نہ مسمّٰی کی طرف توجہ رہتی ہے بلکہ کوئی خیال ہی نہیں رہتا نہ طبیعت متمیز ہوتی ہے تقریباً بیس ۲۰ منٹ آدھ گھنٹہ پھر جب توجہ ہوتی

ہے تو حیران ہوتا ہوں۔ اب گذارش ہے کہ یہ ضعفِ دماغ ہے یا کوئی اور غلطی کا ثمرہ ہے۔

تحقیق۔ اگر مذموم حالت ہوتی تو تشخیص سبب کی ضرورت ہوتی مگر یہ حالت نہ مذموم ہے نہ محمود۔ لہٰذا بے فکر رہیں۔

حال۔ حضرت والا خیالاتِ فاسدہ کا ہجوم کسی طرح کم نہیں ہوتا خصوصاً ذکر کے وقت۔ دعا فرما دیں کہ اس سے نجات ہو کر ذکر میں یکسوئی ہو۔

تحقیق۔ دُعا تو ضروری ہے مگر تدبیر ضروری نہیں۔ (النور۔ ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ)

ذاکر کو جھاڑ پھونک کا شغل مُضر ہے

حال یکے از نسوان۔ حقیرہ کو اپنے شوہر سے چند ایک جھاڑ پھونک حاصل ہوئے ہیں جس سے تبلیغ کرنے کا ایک بہتر موقع ہاتھ آگیا ہے۔ جو عورت درد وں کا دم کرانے آتی ہے اس کو نماز کی تلقین اور بدعات و رسومات سے منع کرتی رہتی ہوں جس کا اثر اچھا پڑ رہا ہے۔

تحقیق۔ یہ دھوکا ہے اس کا انجام بُرا ہے۔ ذاکر کو جھاڑ پھونک کا شغل نہایت مضر ہے۔ آخر میں اس سے تعظیم عوام و شہرت و عجب پیدا ہو جاتا ہے۔ خاص کر عورتوں کو کہ فطرۃً ناقص العقل ہیں اور تبلیغ اس پہ موقوف نہیں اور ثمرہ مرتب ہونے کا مبلّغ ذمہ دار نہیں۔

(النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ)

رسائل غیر مذاہب الاسلام کا رد طاعت ہے اس سے اوراد کی کمی کوئی حرج نہیں۔

حال۔ آج کل ایک شیعی رسالہ (رجال بخاری) کے رد میں منہمک ہوں، حضراتِ صحابہ کی شان میں سخت گستاخی کی گئی ہے دیکھ کر خون کھولنے لگتا ہے۔ اس کے رد میں اتنا انہماک ہے کہ بجز درس و فرائض شرعی و ضروریاتِ طبعی کے اور کوئی کام نہیں ہوتا۔ سارا وقت اسی میں صرف ہوتا ہے اس سے پہلے مواعظ کا مطالعہ اور کسی قدر ذکر بھی ہوتا تھا مگر آجکل مدرسہ میں چھ گھنٹہ کام کرنے کے بعد بہت تھوڑا وقت دن میں کام کرنے کے لیے بچتا ہے اور رات کو مطالعہ و

کتب بینی سے کم فرصت ملتی ہے اس لئے ذکر وغیرہ بھی چھوٹ گیا ہے۔

تحقیق - وہ بھی طاعت ہے اور وقت کی ضرورت سے مقدم ہے لہٰذا اوراد کی کمی مُضر نہیں۔

(النور ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ)

معمولات کا بگڑنا، ایسے تغیّرات سے اکابر بھی خالی نہیں،

حال - ایک عرصہ سے بعض اسفار اور بعض مضامین و رسائل لکھنے کی وجہ سے معمولات کا نظام بگڑ رہا ہے۔ بہت ہمت باندھ کر پوری مقدار اور پابندی کرنا چاہتا ہوں مگر سُستی یا تساہل کا غلبہ ہو کر خلل ہو جاتا ہے اسی کشمکش میں ایک عرصہ سے عریضہ پیش نہیں کیا کہ نسخہ ہی استعمال نہ ہو تو حال کیا کہا جا سکے۔ نماز، تلاوت، ذکر دُعا۔ استغفار کسی کا بھی شوق پہلا سا نہیں رہا اسی وجہ سے معمولات میں کمی پڑی ہے،

تحقیق - ایسے تغیّرات و اسباب تغیرات سب کو پیش آتے ہیں۔ اکابر بھی اس سے خالی نہیں جس کا تدارک اعادۂ توجہ و عمل ہے۔ اسی طرح قوتِ ضبط بڑھ جاتی ہے اور تمکین نصیب ہو جاتی ہے اس لیئے بد دل نہ ہونا چاہیئے۔ قلق طبعی مضر نہیں ہے بلکہ معین ہے تجدید عمل کا۔ لیکن اختیاری قلق اور اس میں انہماک کے ساتھ اشتغال یہ مضر ہے۔ اس سے اعراض کرکے مستقبل کا انتظام درست کر لیا جائے اگرچہ تکلف سے ہو اور اگرچہ نشاط سے خالی ہو۔ چند روز میں پھر اکثر تو حالت دلخواہ ہو جاتی ہے اور نہ بھی ہو تب بھی مقصود حاصل ہے یعنی طاعت عاجلاً و اجر آجلاً

حال - آخر یہاں آکر بھی کوشش کرکے اب یہ سمجھا کہ یہ بھی تو حال ہے۔ یہی عرض کرکے دوا پوچھوں

تحقیق - احسنتم و احسنتم

حال - رمضان شریف اور اس قدر خالی جا رہا ہے۔ تراویح میں دل گھبراتا ہے۔ نوافل کی تو نوبت ہی نہیں آتی۔ بہت رنج ہوتا ہے۔

تحقیق - اُوپر کے حصہ میں اس کا جواب ملے گا۔

حال - کچھ مالی و معاشی پریشانیاں لاینحل ہو رہی ہیں۔

تحقیق - یہ تو باطن کے لیئے نافع ہے جس کا بعد میں مشاہدہ ہوتا ہے۔ یعنی بہت سے امراض

کا علاج ہے جو مانع طریق تھے۔

حال۔ مگر بحمد اللہ ان کا بہت تسلط نہیں ہے تاہم دعا کا طالب ہوں

تحقیق۔ دعا بھی کرتا ہوں۔ (النور ذی قعدہ ۱۳۵۸ھ)

ذکر کے وقت حق تعالےٰ کے سامنے ہونے کا تصور۔ ذکر خفی ہونا چاہیئے

حال۔ ذکر کے وقت جب یہ تصور ہوتا ہے کہ حق تعالےٰ سامنے ہیں اس وقت جہر اور لہجہ اور ضرب بے ادبی معلوم ہوتے ہیں۔ اس وقت یہ جی چاہتا ہے کہ بالکل خاموش حق تعالیٰ کے سامنے بیٹھا رہوں۔ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے۔

تحقیق۔ ذکر خفی۔ لکونہ جامعا بین العمل والادب (النور۔ صفر ۱۳۵۹ھ)

درود شریف چھوٹا یا بڑا پڑھنا بہتر ہے جس میں دلچسپی ہو

حال۔ درود شریف بہت سے ہیں کوئی چھوٹا کوئی بڑا۔ کسی درود شریف کی بڑی بڑی فضیلتیں معلوم ہوئی ہیں۔ چھوٹا درود شریف تعداد میں زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ بڑا درود شریف تعداد میں کم پڑھا جاتا ہے۔ معلوم کرنا یہ ہے تعداد میں زیادہ پڑھنا بہتر ہے یا بڑا درود شریف پڑھنا بہتر ہے چاہے تعداد کم ہو۔

تحقیق۔ اصول سے جواب یہ ہے کہ جس میں زیادہ دلچسپی ہو وہ انفع للباطن ہے بھذا اجاب المولی الاعظم والشیخ الافخم استاذی مولنا محمد یعقوب رحمہ اللہ تعالیٰ لما سئل عن طول القیام وکثرۃ السجود ایھما افضل وجمع الخاطر اشد مطلوب فی الطریق کما ھو کالجمع علیہ عند الشیوخ وقد اعتنی بہ الشارع کما صرح بہ الشراح فی حکمۃ جعل البصر موضع السجود وفی حکمۃ نصب السترۃ وصرح بہ فی النص حین خفف علیہ السلام الصلوٰۃ لما سمع بکاء الصبی فی قولہ خفت ان تفتتن امہ وحین قدم العشاء علی العشاء وللہ الحمد علی ما علمنی فی المسئلۃ وفھمنی وھو الحکیم الخبیر۔ (النور صفر ۱۳۵۹ھ)

ضعف کی وجہ سے کوتاہی ہو جانا۔ کوتاہی پر قلق ہونا، یہ بھی تدارک ہے،

حال۔ حضرت والا اب کے رمضان شریف میں ضعف کی وجہ سے حسبِ خواہش ذکر نہ کر سکا ماہِ مبارک ختم ہونے پر ہے اپنی مغفرت کا کوئی سامان نہیں ہے۔ حضرتِ والا دُعا فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ محض اپنی عنایت سے روسیاہ کی مغفرت فرما دیں۔ روزہ اور ختم قرآن شریف قبول فرما دیں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائیں

تحقیق۔ کوتاہی پر نظر اور قلق یہ بھی کوتاہی کا ایک تدارک ہے۔ (النور صفر ۱۳۵۹ھ)

شکایت الی اللہ مذموم نہیں

حال۔ (اپنی بعض تکالیف صعبہ لکھ کر یہ لکھا کہ) حضرت پہلے جسم کی بیماریوں میں جان کا نفع بہت محسوس کرتا تھا اور اب شکایت کا بہت غلبہ ہو جاتا ہے۔

تحقیق۔ کیفیت سابقہ تو محمود تھی ہی مگر یہ بھی مذموم نہیں کیونکہ ہر شکایت مذموم نہیں۔ یہ شکایت سویدائے قلب میں نہیں، حوالیٔ قلب میں ہے کقول المتنبی سوار بسوار ے

عذل العواذل حول قلبی التائہ　　　　وھوی الاحبۃ منہ فی سودائہ

اور راز اس میں یہ ہے کہ مذموم شکایت من اللہ ہے اور یہ شکایت الی اللہ ہے۔ ونعم ما قیل۔

ے ہم در تو گریزم ار گریزم　　　　وفی مثل ھذا قال الرومی ے

دل ہمی گوید ازو رنجیدہ ام　　　　وزنفاق سست او خندیدہ ام

سماہ نفاقاً مجازاً لان القلب شاکٍ فی السطح شاکر فی العمق وھذا حال عجیب قل من تنبہ لہ

حال۔ اور ایک رات تو اب کی اللہ تعالیٰ سے معاذ اللہ جنگ ہی شروع کر دی اور زور زور سے کہنے لگا کہ بیشک ان بیماریوں میں بھی میرا ہی نفع ہے لیکن یہ نفع آپ بیماری کے بغیر بھی تو پہنچا سکتے ہیں۔ آپ کی قدرت میں سب کچھ ہے۔ آپ عادۃ اللہ کے خلاف بھی کر سکتے ہیں۔ وہ آپ پر حاکم نہیں آپ اس پر حاکم ہیں۔ غرض اسی طرح بجواس کئی منٹ کرتا رہا۔ پھر کچھ استغفار کیا مگر اس طرح کہ گویا جنگ میں کچھ حق بجانب ہوں۔ استغفر اللہ، ثم استغفر اللہ

تحقیق - وہ بے حجابانہ معروضات ادلال تھا جو ایک حال ہے اور مقام سے ادنیٰ۔ اس اعتبار سے اس کو اضافی نقص کہا جاویگا جس کا تدارک استغفار سے مقامِ عبدیت میں ضروری ہے جو بتوفیقہٖ تعالیٰ واقع بھی ہوا (**تنبیہ**) اس تحریر کے وقت معلوم نہیں حال سے یا خیال سے حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت یعقوب علیہ السلام و حضرت یونس علیہ السلام کے بعض واقعات اور بعض مقالات نے ذہن میں خطور کیا۔ جیسے لوشئت اھلکتم الی قولہ تعالیٰ فاغفرلنا و انما اشکو بثی وحُزنِی الی اللہ وذہب مغاضبا الیٰ قولہ تعالیٰ اِنی کُنتُ من الظّٰلِمین۔ لیکن ایسے قیاس و تطبیق کو خطرناک سمجھ کر سکوت میں سلامتی سمجھیں اور اس معروض میں جو عطاء بلا واسطہ سبب خاص تجویز کیا گیا اس کا منشا ذہول ہے حکمت مختصہ بالسبب الخاص سے گو وہ حکمت ہم سے مخفی ہو اور اگر اس حکمت میں بھی یہی وسوسہ ہو تو اس کا مرجع سرِّ قدر ہے جس کی کنہ ہماری استعدادِ علمی سے فوق ہے کہ وہ اس کا تحمّل نہیں کرسکتی اس لیے اس کے ادراک سے طمع قطع کردی گئی اور یہی عدم تحمل منشاء ہے نہی عن الخوض فی المسئلہ کا جیسے کوئی حکیم شفیق قرص شمس میں نظر جمانے سے منع کرے۔ لا لنقص فی الشمس بل لنقص فی البصر۔ واللہ اعلم۔ (النور، صفر ۱۳۵۹ھ)

دورانِ ذکر میں قلب کو حاضر نہ پانا قابلِ التفات نہیں،

حال - دورانِ ذکر میں جب مراقبہ کرتا ہوں تو قلب کو حاضر نہیں پاتا۔ نہایت پریشان ہوں تصورِ شیخ بھی کرتا ہوں اس کو بھی استقلال نہیں ضرباتِ ذکر کا بھی قلب پر کچھ اثر نہیں پاتا۔ کیا کرنا چاہیئے۔ میں تو دل کو اس سے تسکین دیتا ہوں کہ یہی غنیمت ہے کہ شیخ کی برکت سے ذکر و اشغال کی ادائیگی کی توفیق ہوئی اگرچہ لذت نہیں ہو یہی ہے نہ ہو۔ ہرچند سوچتا ہوں کہ تصورِ شیخ صحیح اور مستقل کیوں نہیں ہوتا۔ کیا شیخ کی محبت کم ہوگئی ہے مگر نہیں محبت تو حضرت والا کی وُہی ہے اور اس میں اضافہ اور ترقی کی رفتار بھی ہے لیکن معلوم نہیں کہ یہ حالت کیوں ہے۔ ممکن ہے بلکہ یقین ہے کہ حضرت کے جواب سے تسکین ہوگی۔

تحقیق - ان چیزوں کو مقصود سے وہ نسبت ہے جیسے باغ کی گھاس کو پھولوں سے کہ اگر بالکل

بھی نہ ہو تو باغ کی روح میں کوئی کمی نہیں۔ بلکہ بعض اوقات جب بڑھ جاتی ہے تو کاٹنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کام میں لگے رہیئے اوران زوائد کی طرف اصلا التفات نہ کیجئے۔

(النور۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۹ھ)

ذکر میں ناغہ کو ہمّت سے کام لے کر پورا کرنا چاہیئے۔ نرے تمنّا سے کام نہ ہوگا

حال۔ پچھلے خط کے بموجب بعد عشار نفل کا التزام کرلیا ہے اور ایک ہزار بار اسم ذات کے ورد کا بھی التزام ہے کبھی کبھی رہ بھی جاتا ہے۔ یہ لکھتے ہوئے بہت شرم محسوس کرتا ہوں، کہ اتنی تھوڑی مقدار میں بھی کوتاہی واقع ہوتی ہے لیکن مرض کو چھپانا زیادہ خطرناک معلوم ہوتا ہے اس لیئے عرض کرنا ضروری معلوم ہوا۔

تحقیق۔ ہمت سے کام لینا ضروری ہے۔ نرے ندم و تمنا سے کچھ نہیں ہوتا۔

(النور۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۹ھ)

ناغہ کے بعد ذکر موجب برکت ہے

حال۔ تھانہ بھون سے واپسی کے بعد احقر نے قصد السبیل کے دستور العمل (عالم مشغول) پر عمل شروع کر دیا تھا۔ درمیان میں کچھ عرصہ ناغہ رہا پھر شروع کر دیا۔ اب الحمدللہ دیر سے اُس پر عمل کر رہا ہوں۔

تحقیق۔ بارک اللہ تعالیٰ۔

حال۔ بعد مغرب ذکر اسم ذات کرتا ہوں یہ عرض کرتے اپنی کم ہمتی پر ندامت ہے کہ اب ہی تک پانچ ہزار سے زیادہ نہیں بڑھا سکا۔

تحقیق۔ ضرر ہی کیا ہے احب الاعمال ادومھا دان قلّ

حال۔ بارہ سے چوبیس ہزار تک جو تعداد حضرت نے تحریر فرمائی ہے اس کا ایک ہی نشست میں پورا کرنا ضروری ہے یا متعدد دیں۔

تحقیق۔ اجر میں دونوں مساوی ہیں لیکن نفس کے اندر اثر پیدا کرنے میں جلسہ کے اتحاد کو خاص دخل ہے۔ اگر ملال نہ ہو جاوے ورنہ نشاط کے لئے تعدد انفع ہے۔

حال۔ اگر ایک ہی جلسہ ضروری ہے تو اس کی تعمیل کرونگا ورنہ اوقات عدیدہ کی اجازت ہو جائے۔

تحقیق۔ اوپر لکھ چکا۔

حال۔ ذکر زیادہ جہر سے کرنے میں دماغی تعب محسوس کیا۔ اب قریب بہ ستر کرتا ہوں۔ جیسے ارشاد ہوگا عمل کروں گا۔

تحقیق۔ جہر مقصود بالذات نہیں صرف دفع خطرات کے لیئے کیا جاتا ہے۔ مگر حفظِ صحت دفعِ خطرات سے اہم ہے۔

حال۔ ذکر کے وقت قلب کو قطعاً یکسوئی نہیں ہوتی بلکہ لفظِ اللہ ذرا بھی متجاوز نہیں معلوم ہوتا زبان متحرک اور قلب قطعاً بیگانہ ہے۔

تحقیق۔ اس فکر میں نہ پڑیں یکسوئی کی تحصیل ضروری ہے جس کا تعلق قصد سے ہے گو حصول اُس پر مرتب نہ ہو۔

حال۔ بعد عشاء تہجد پڑھتا ہوں رمضان المبارک آرہے ہیں۔ خدا چاہے اس میں سحری کے وقت شروع کروں گا۔ امید ہے ایک ماہ میں عادی ہو سکوں گا۔

تحقیق۔ اعانکم اللہ تعالیٰ

حال۔ ظہر سے عصر تک اکثر شغل درود شریف جو قدیمی معمول ہے رکھتا ہوں۔

تحقیق۔ احسن ہے۔ (النور۔ شوال ۱۳۵۹ھ)

تدریس علوم دینیہ کا شغل ذکر کے باعث ترک نہ کرنا چاہیئے

تمہید۔ ایک بڑے عالم کابلی جو فلسفہ و ریاضی میں خصوصیت کے ساتھ ماہر تھے یہاں تھانہ بھون آئے اور چند روز مقیم رہے مجلس میں شرکت کرتے باتیں سنتے۔ اس کے بعد بیعت کی درخواست کی۔ ان کو وہ رائے دی گئی جو ذیل میں مختصر مضمون کے ضمن میں مذکور ہے۔ پھر اُس رائے کے موافق یہاں سے جا کر یہ خط بھیجا جو بعد مختصر مضمون کے معہ جواب ذیل میں منقول ہے۔

مختصر مضمون۔ عرض ایں است کہ از حضور مبارک اجازت چند خط وکتابت برائے اصلاح

کم از کم ہشت فرمائش شدہ اند حقیر را نہایت سرور و فرحت حاصل شد و بعد ازاں برائے درخواست بیعت اجازت فرمودہ لہٰذا ایں غلام امید دستخط دارد کہ آئندہ را یاد داشت باشد

خط۔ بحضور حضرت اقدس دام فیوضاتہٗ و برکاتہٗ۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ۔ بعد از تحیۃ مسنون عرض بغلامان بارگاہ اقدس ایں است کہ از عرصہ طویل رغبت و رجحان قلبی بندہ بایں است کہ مطلقاً ترک درس و تدریس مے کنم بوجہ اسباب ذیل۔

و متوجہ و مشتغل بذکر حق سبحانہٗ و خلوۃ مے شویم اگرچہ نصوص دالہ بر فضیلت درس و تدریس در علوم شرعیہ شاید بر خلاف ایں رائے حکم مے فرمائید لکن رجحان ایں مرغوب بچند وجوہ است۔ اوّل اینکہ تشغل ایں احقر الناس اکثراً دریں قسم علوم است کہ لغو معلوم مے شود بلکہ ناقص ایں حقیر مثل فلسفہ و میزان۔ دوم اینکہ ایں قسم تدریس غالباً از کلام فضول خالی نمے باشد مثل توجیہات عندیہ۔ سوئم اینکہ امروز اجتناب از اختلاط عبث و از تعلقات فضولیہ مردم در درس و تدریس از مشکلات است چہارم اینکہ ازیں غلام در وقت تدریس غصّہ و غضب غیر مشروعہ صادر مے شود۔ لہٰذا عریضہ نگار خدمت حضرت قدس سرہٗ شدیم کہ رہنمائی ارشاد رشید دریں امر فیضان فرمودہ شود کہ سرمہ چشم نمایم کہ موجب رضامندی حق سبحانہٗ و تقرب الی اللّٰہ گردیدہ شود۔ فقط

جواب۔ ایں ہمہ شوائب و مفاسد کہ نوشتہ اند واقعی است و تنبہ برآں ناشی از فکر آخرت است فہنیئاً لکم ھذا الفکر۔ اما ضرورت است کہ ہمہ پہلو ہا را بہ نظر آرند۔ پس چوں نظر کردہ شود در ترک تدریس مفاسد و آفات و مضرت طالبان دین بیش است از مفاسد تدریس کہ ترک فریضہ است اگرچہ فرض کفایہ باشد و ایں مفسدہ یعنی ترک فرض اشد است از ہمہ مفاسد۔ و رازش ایں است کہ مفاسد تدریس را تدارک ممکن است صرف ضبط نفس شرط است۔ و آں اختیاری است و ترک فیض را ہیچ تدارک نیست و از ہمیں جا علمائے احکام مشایعت جنازہ را اگرچہ ہمراہ او نائحہ باشد بر ترک مشایعت ترجیح دادہ اند البتہ فلسفہ و ریاضی اگر از مقدمات دینیات نباشد ترکش محمود است لیکن علوم دینیہ و مقصودہ قابلِ ترک نیست بلکہ بشرائط مناسبہ معین اصلاح باطن است۔ اگرچہ کلام مختصر کردہ ام لیکن امید است کہ کافی باشد خصوص مخاطب صحیح الفہم را۔ والسّلام۔

نیز تجربہ است کہ اقتصار بر یک شغل اگرچہ شغل ذکر باشد موجب ملال و فتور طبعی مے باشد

واشتغال مختلفہ موجب تجدید نشاطے شود۔ فقط۔

(النور۔ ذیقعد ۱۳۵۹ھ)

ذکر بلاقید میں دوام ہونا چاہیئے

حال۔ موجودہ معمولات رمضان شریف کے بعد یہ ہیں کہ بعد صلوٰۃ تہجد ذکر جہر کے ساتھ جتنی دیر ممکن ہوتا ہے صلوٰۃ فجر تک کرتا ہوں اور حسب الارشاد والا جتنا بلاقید تعداد ممکن ہوتا ہے اسم اللہ کا ذکر خفی کرتا ہوں اب جو حضرت والا ارشاد فرمائیں۔

تحقیق:۔ چلتے پھرتے بلاقید کے کوئی ذکر جس میں دلچسپی ہو جاری رکھا جاوے خواہ لا الٰہ الا اللہ خواہ استغفار خواہ درود شریف۔ خواہ اوقات کا تجزیہ کرلیا جاوے اور ایک ایک حصہ میں ایک ایک چیز رہے

حال:۔ کوئی خاص بات مجھے معلوم نہیں ہوتی۔

تحقیق۔ استقامت اور دوام کی توفیق سب خاص باتوں سے افضل ہے۔

حال۔ صرف یہ کہ جس دن ذکر نہیں کرتا اُس دن کوئی چیز کھوئی سی معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق۔ یہی علامت ہے ذکر کی سرایت کی۔ (النور۔ محرم ۱۳۶۰ھ)

خود فکر، علم و عمل کی راہ کھول دیتا ہے

حال۔ جب سے حضرت والا کی خاص شفقت مجھ پر ہوئی ہیں بعض باتوں کے بارہ میں اکثر سوچا کرتا ہوں اور عرض کرنے کا کبھی کبھی ارادہ بھی کیا مگر ہمت نہیں ہوئی وہ یہ کہ میں اجمیر فاتحہ میں اور ردولی فاتحہ میں اور کبھی کبھی پیران کلیر حاضر ہوتا ہوں۔ میں ان جگہوں میں گانا نہیں سنتا مگر فاتحہ میں شرکت کرتا ہوں۔ یا اگر کبھی فاتحہ سے کچھ قبل پہنچ گیا تو تھوڑا سا گانا بھی سُن لیتا ہوں۔

تحقیق۔ ہم لوگ چونکہ فاقد شرائط ہیں اس لئے اس کا تدارک اس وقت کے مضاعف وقت میں تلاوت قرآن سے کرلیا جاوے۔

حال۔ اُس فاتحہ میں بھی جو گھر پر ہوتا ہے شریک ہونا پڑتا ہے۔ ۲۷ رجب کو معراج کا بیان بھی کرتا ہوں جس میں قیام وغیرہ کچھ نہیں ہوتا وعظ کے طور پر اکثر بیانات ہوتے ہیں لیکن کبھی مولود کی صورت

ہو جاتی ہے جس میں قیام بھی کبھی کبھی کرتا ہوں اور کبھی نہیں کرتا۔

تحقیق۔ اس کی حد یہی ہے البتہ مقتدا، کو مزید احتیاط کی ضرورت ہے۔

حال۔ ان تمام چیزوں کو غیر ضروری سمجھتا ہوں لیکن سجادگی کے سلسلہ سے یہ مراسم ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اگرچہ کوشش یہی کرتا ہوں کہ تمام چیزیں بھائی کریں مگر کچھ نہ کچھ سر پر آپڑتا ہے اور ان مراسم کے بعض جزء کا تعلق وقف سے ہے تو بحیثیت متولی اس میں دخل دینا ہوتا ہے جو رائے عالی ہو۔

تحقیق۔ ہر چیز کا فیصلہ ساتھ ساتھ لکھ دیا اور بڑی بات یہ ہے کہ جب خود فکر ہے انشاء اللہ تعالیٰ علم و عمل کی درستی کی راہیں خود غیب سے نکل آویں گی۔ (النور۔ محرم ۱۳۶۰ھ)

معمولات کا عادت کے طور پر ادا ہونا موجب اجرِ موعود ہے

حال۔ میرا حال قریب قریب بدستور ہے حضرت کے حسب ارشاد تبدیل حال کی دعا بھی برابر جاری ہے البتہ رقت و ابتہال کا ذکر کیا دعا کے الفاظ تک توجہ و یکسوئی سے ادا نہیں ہوتے۔ دین و دنیا کے کسی کام کی طرف دل توجہ کے ساتھ مائل نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہوتا ہے صرف ایک عادت کے تحت ہوتا ہے۔ کتاب البتہ کچھ توجہ سے پڑھ لیتا ہوں اور آجکل کالج وغیرہ کے کام سے جو وقت بچتا ہے زیادہ تر حضرت کے ملفوظات پڑھتا رہتا ہوں اور ان میں سب سے زیادہ دل لگتا ہے اور اس طرح گویا "اشرف المجالس" میں نیم حاضری کی برکات حاصل ہوتی رہتی ہیں۔

تحقیق۔ اس سب پر اسی معروضہ کا اعادہ کرتا ہوں۔ للحافظ ؎

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش   کہ آنچہ ساقی ماریخت عین الطاف است

للاحقر ؎   نوش بادیدی ببیں ہم نیش ما   مرہم دیدی ببیں ہم ریش ما

لیکن ان سب پر اجر موعود ہے جو سب مقاصد سے زیادہ مقصود ہے

یکسوئی سے مراد

حال۔ جا بجا حضرت فرماتے ہیں کہ اس راہ میں یکسوئی بڑی ضروری شرط ہے اور میں اپنے کو اسی سے بالکلیہ محروم پاتا ہوں۔

تحقیق مراد یہ ہے کہ خود اسباب تشویش کو جمع نہ کرے اور جو بلا اختیار پیش آجاوے اس کے متعلق میرا ہی فیصلہ حافظؒ سے ماخوذ ہے ؎

اے دل اندر بند زلفش از پریشانی منال　　مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

حال۔ گو حضرت کوئی حکم یا مشورہ دینا کچھ پسند نہیں فرماتے لیکن ادھر کئی دن سے بس یہی جی چاہ رہا ہے کہ میں اپنے تمام دینی اور دنیوی حالات ایک مرتبہ عرض کرتا اور پھر حضرت جو کچھ مناسب تصور فرماتے حکم فرماتے۔

تحقیق۔ میرے لیئے آپ کا ہر خطاب لذت بخش ہوگا لیکن ہر خطاب کا جو جواب ہوگا وہ وہی پرانا ہوگا جس میں باسی کھانے کی طرح لذت نہ ہوگی اس کے بعد میں ہر وقت اور ہر خطاب سننے کے لیئے حاضر ہوں۔　(النور صفر ۱۳۶۰ھ)

ذکر کے وقت زبان کا بند ہونا کہ منہ گنہگار سے اسم مبارک کا ادا کرنا۔ دونوں حالتیں محمود ہیں

حال۔ الحمد للہ کہ بفضل و توفیق الٰہی ذکر جاری ہے۔ ایک دفعہ یہ واقعہ پیش آیا کہ زبان اس خیال سے بند ہوگئی کہ یہ گنہگار منہ اور اس سے یہ اسم اعظم و اقدس ادا ہو۔ پھر یہ کیفیت جاتی رہی۔

تحقیق۔ دونوں محمود ہیں پہلی کیفیت اس حال کا غلبہ ہے ؎

احب مناجاۃ الحبیب باوجہ　　ولکن لسان المذنبین کلیل

اور دوسری کیفیت غلبہ مقام کا ہے اور مظہر ہے اس حقیقت کا ؎

درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند　　آنچہ استاد ازل گفت بگو میگویم

والثانی افضل۔

حال۔ حضرت کا تصور اکثر اوقات قائم رہتا ہے حتیٰ کہ کبھی نماز میں بھی دفع کرتا ہوں مگر قادر نہیں ہوتا ہوں۔ کبھی یہ کیفیت زیادہ ہوتی ہے کبھی کم۔

تحقیق۔ جو بدون اختیار ہو اس کی کمی اور بیشی دونوں محمود اور مظہر ہیں دو تجلیوں کے اور

اسی کے متعلق یہ تعلیم ہے ؎

چونکہ بر میخت بہ بندد بستہ باش ۔۔۔ چوں کشاید چابک و برجستہ باش

(النور ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ)

ذکر میں گرانی ہونا غیر اختیاری ہے مضر نہیں

حال - متعارف ذکر و شغل سے بالکل مناسبت نہیں معلوم ہوتی ہے - ۱۶-۱۷ سال ہو رہے ہیں پہلے پاس انفاس کی مشق کرتا رہا پھر اللہ اللہ کا ذکر قلب کیا پھر حضرت والا کے ارشاد کے مطابق تہجد کے بعد نصف گھنٹہ کلمہ طیبہ کا ذکر کرتا رہا جو بحمد اللہ جاری ہے لیکن کچھ ایسی وحشت و گرانی رہتی ہے کہ پہلو بدل بدل کر اور گھڑی دیکھ دیکھ کر بہ مشکل ۳۰ منٹ پورے کرتا ہوں - دل بالکل متوجہ نہیں ہوتا - زور لگا کر منٹ دو منٹ متوجہ رہتا ہوں پھر وہی بے توجہی عود کر آتی ہے -

تحقیق - استعداد کے اختلاف سے ایسے حالات جو غیر اختیاری ہوں مختلف ہوتے ہیں - جن میں سے کوئی حالت ذرا بھی مضر نہیں بشرطیکہ مقابل کے حالات پر نکیر اور اعتراض نہ ہو - اگر خدانخواستہ یہ ہو تو بہت خطرناک ہے یہ شرط تو اہل طریق کے کلام میں مصرح ہے اور ایک شرط قواعد سے میرے ذوق میں ہے وہ یہ کہ پیش آمدہ حالات پر شکایت و ناشکری و بیقدری نہ ہو کہ یہ بھی مضر ہے گو پہلے ضرر سے کم ہے کیونکہ اس شکایت کا منشا تو اضع و انکسار ہے اور پہلے کا منشا دعوئے و استکبار ہے لیکن بُعد عن الحقیقۃ دونوں میں مشترک ہے - بہر حال غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے اصلا مضر نہیں - لہٰذا اس کی تدبیر کی تصدی حدود سے تعدی ہے البتہ اس کے مقابل کو نافع سمجھ کر دعا کرنا یہ افتقار ہے جیسے مرض غیر اختیاری کے مقابل صحت کی دعا ماذون فیہ ہے - لیکن عدم اجابت پر دونوں میں راضی رہنا عبدیت ہے - وھذا من سوانح الوقت وھب لی ربی ھذہ الساعۃ والحمد للہ -

(النور - صفر ۱۳۶۲ھ)

ہر غفلت مذموم نہیں

حال۔ حضرت کیفیات وانفعالات کی طلب نہیں۔ لیکن ذکر میں اگر توجہ بھی سرے سے غائب رہے تو وہ ذکر ہی کیا غفلت ہی رہی اور جیسی بے دلی اور بے توجہی ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیا اُلٹے ناراضی کا باعث ہو سکتی ہے۔

تحقیق۔ کیا ہر غفلت مذموم اور مانع نفع ہے اگر ایسا ہوتا تو نوم سے زیادہ غفلت کی کونسی فرد ہوگی۔ پھر قرآن مجید میں اس کو رحمت ونعمت فرما کر عباد پر اس سے منت کیسے رکھی گئی۔ یہ صاف دلیل ہے کہ جتنا تذکر اختیاری اور حدود ماموربہ میں ہے وجوباً یا استحباباً اس کے مقابل جو غفلت ہو وہ مذموم ہے تو کیا خدا نہ کرے اس کا وقوع ہوتا ہے اور اگر یہ ہے تو القدرۃ تتعلق بالضدین میں اس کا جواب ہے

(النور صفر ۱۳۶۲ھ)

ذکر لسانی کو پاسِ انفاس پر ترجیح ہے

حال۔ پاس انفاس اور ذکر قلب کو بھی چھوڑا تو نہیں ہے لیکن بیٹھنا آدھ گھنٹہ ہی مصیبت ہو جاتا ہے۔ اس لئے ان دونوں کو ایک گھنٹہ کی مشی میں بعد فجر پورا کرتا ہوں۔

تحقیق۔ یہ دونوں بہیئت متعارفہ مقاصد میں سے نہیں اس لیئے میں ان پر ذکر لسانی کو ترجیح دیتا ہوں۔ مع احضار القلب بقدر الطاقۃ اور اسی کی تعلیم کا معمول کر رکھا ہے الا بعارض خاص۔ اور میرے نزدیک اُس عارض سے آپ کا تلبس نہیں۔ لہٰذا آپ کے لیئے بھی یہی رائے دیتا ہوں مگر وقت کم نہ ہونے پائے الا ان یضطر الی ذالک

حال۔ اب حضرت والا جیسا ارشاد فرمائیں۔ خواہش یہ ضرور ہے کہ کوئی نہ کوئی ہمہ وقت ذکر کی صورت قائم ہو جاتی۔

تحقیق۔ اوپر عرض کر چکا جس کا حاصل صرف الزمان فی ذکر اللسان مع ذکر الجنان بقدر الامکان ہے۔

حال۔ بعض وقت ایسا شبہ ہوتا ہے کہ شاید پاس انفاس جاری ہے مگر اولاً تو اس کا یقین نہیں دوسرے عدم توجہ کیساتھ اگر جاری بھی ہے تو ذکر کیا وہی غفلت رہی۔

تحقیق۔ سب کی تحقیق اُوپر عرض کر چکا۔

حال۔ البتہ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل و احسان ہے کہ زندگی کے تمام چھوٹے بڑے کاموں میں اس کے فعل و قدرت، حکمت و مشیت وغیرہ کا کسی نہ کسی طرح ادراک و استحضار رہتا ہے اور اگر اس کی رویت کا استحضار بھی کچھ رہتا ہے تو اس سے قلب و جوارح سب کے اعمال میں بہت نفع محسوس ہوتا ہے۔

تحقیق۔ کیا یہ تھوڑا انعام ہے یہی تو مقصود اعظم ہے اذکار و اشغال متعارفہ اسی کا تو مقدمہ ہے اس کے ہوتے ہوئے مقدمات کی کاوش کی بعینہٖ ایسی مثال ہے کہ کسی کو پکی پکائی روٹی مل گئی اور وہ پھر بھی تمنّا کرتا ہے کہ میں خود پکاؤں۔

حال۔ لیکن یہ استحضار بھی طالب توجہ ہے اور توجہ ہی کا فقدان ہے

تحقیق۔ استحضار تو عین توجہ ہے کیا کسی چیز کی شرط عین وہ چیز بھی ہو سکتی ہے کیا نماز کی شرط خود نماز کو کہیں گے۔

حال۔ اس فقدان توجہ کا سبب بظاہر کچھ تو صحت کی خرابیاں معلوم ہوتی ہیں اور کچھ خانگی زندگی کے افکار و تردّدات کہ قلب انہیں سے پُر رہتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تحقیق۔ فقدان وہ ہے جو وجدان پر غالب ہو ورنہ وجدان دائم کسی کو بھی میسر نہیں وفی ھذا قیل۔

؎ دربزمِ عیش یک دو قدح نوش کن برو یعنی طمع مدار وصالِ دوام را

حال۔ بہرحال میرا سہارا تو اس راہ میں حضرت کی دعائیں اور تدابیر ہی ہیں۔

تحقیق۔ صدق اللہ تعالیٰ ظنکم وقد فعل انشاء اللہ تعالیٰ وحسبنا اللہ۔

(النور۔ صفر ۱۳۶۲ھ)

نماز و ذکر سے یکسوئی کو محروم رکھنا اس رحمت میں بھی حکمت ہے

حال (بعض واقعات کے ذکر کے بعد) ان حالات و افکار نے ذہن کو منتشر کر رکھا ہے معمولات میں بحمد اللہ فرق نہیں آیا۔ مگر خطرات و خیالات کی یورش نے ذکر و نماز کی یکسوئی اور طمانیت میں فرق ڈال دیا ہے الا ماشاء اللہ کہ وہ ہجوم افکار سے بحمد اللہ پاک ہے۔

تحقیق۔ ایسے واقعات و تشویشات میں بھی رحمت و حکمت ہے کہ ان سے انکسار و افتقار پیدا ہوتا ہے۔ (النور صفر ۱۳۶۲ھ)

ناغہ اور سستی پر جرمانہ کرنا مناسب نہیں بلکہ استغفار اور آئندہ ہمت کرنی چاہیئے

حال۔ پچھلے عریضہ میں میں نے اجازت حاصل کی تھی۔ تھانہ بھون کے قیام میں اپنے حالات عرض کرنے کی۔ مگر سستی کی بناء پر وہاں کے قیام میں میں اپنے اوراد مکمل نہ کرسکا۔ اگرچہ بیماری اور مہمانداری وغیرہ اعذار بظاہر نظر آتے تھے مگر حقیقۃً صرف نفس کی سستی اور کاہلی تھی کہ پابندی سے قرآن کریم اور صلوٰۃ اللیل کو ادا نہ کرسکا اور اسی کی شرمندگی کی وجہ سے حضرت کو عریضہ بھی نہیں لکھا۔ اس غلطی پر بہت متاسف ہوں استغفار کرتا رہتا ہوں مگر نفس پر کوئی جرمانہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ آئندہ ایسی سستی نہ ہو۔ اب حضرت سے درخواست ہے کہ اگر مناسب ہو تو کوئی جرمانہ تجویز فرمادیں تاکہ گذشتہ کا تدارک ہوسکے۔

تحقیق۔ بعض اوقات ایسے جرمانوں سے نفس کو اور بے فکری ہوجاتی ہے اگر ناغہ ہوگیا تو جرمانہ ادا کردیں گے۔ اس لیئے اصل علاج استغفار اور آئندہ عزم و ہمت ہے اور کسی خاص حالت میں مصلح کوئی خاص جرمانہ بھی تجویز کرتا ہے۔ بہر حال وہ عارض ہے اصل معالجہ نہیں۔

(النور۔ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ)

تعلیم کی وجہ سے مقدارِ ذکر کم کردینے میں مضائقہ نہیں

حال۔ اب کانپور آکر اوراد متعیّنہ کی پابندی شروع کردی ہے نیز قصد السبیل سے اخذ کرکے ذکر اللہ بھی شروع کردیا ہے۔ یہاں کام زیادہ ہے۔ آجکل ۹ سبق پڑھانے پڑتے ہیں جن میں تین سبق حدیث شریف کے ہیں اور ہر سبق کے لیئے مطالعہ ضروری ہے اس لیئے وقت بہت کم ملتا ہے اگر حضرت اجازت دیں تو اسم ذات کا ذکر بجائے بارہ ہزار کے چھ ہزار کرلیا کروں۔ پھر انشاء اللہ رفتہ رفتہ بڑھالوں گا۔

تحقیق۔ کچھ حرج نہیں بلکہ اگر اس پر بھی مداومت کی توقع غالب نہ ہو تو اس سے بھی کم معمول

مقرر کر لیا جائے تاکہ اُس مقدار پر مداومت رہے اور جس وقت میں نشاط ہُوا زیادہ کر لیا۔ خلاصہ یہ کہ التزام قلیل کا رکھا جاوے اور بشرطِ امکان عمل زاید پر رکھا جاوے۔

حال۔ قصد السبیل میں عالم مشغول کے دستور العمل میں بارہ۱۲ ہزار سے چوبیس۲۴ ہزار تک لکھا ہے۔ تلاوت قرآن پاک اور منزل مناجاۃ مقبول کا التزام بھی شروع کر دیا ہے۔ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ استقامت بخشیں۔

تحقیق۔ دل سے دُعا ہے۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

مختصر تسبیح ہاتھ میں رکھنا مُذکر ہے

حال۔ ہر وقت کے لیئے کلمہ طیبہ جو حضرت نے تجویز فرمایا ہے اس کے متعلق ایک بات دریافت طلب ہے وہ یہ کہ ہر وقت اُٹھتے بیٹھتے تو ذکر کا خیال نہیں رہتا۔ جس وقت تنبہ ہوتا ہے اُس وقت پڑھنے لگتا ہوں۔ ہر وقت یاد رکھنے کے لیئے خیال تھا کہ تسبیح ہاتھ میں رکھا کروں تاکہ وہ مذکر کا کام دے۔ مگر اس میں ریا کا شبہ ہوتا ہے۔ اب حضرت ارشاد فرمائیں کہ کیا طریقہ اختیار کروں جس سے کسی وقت بھی ذکر اللہ سے غفلت نہ ہو سکے۔ اگر تسبیح رکھنا ہی مناسب ہو تو اس کا التزام کر لوں یا جو تدبیر حضرت ارشاد فرمائیں گے انشاء اللہ اس پر عمل کروں گا۔

تحقیق۔ اگر چھوٹی سی تسبیح مٹھی میں چھپی رہے کہ اُس کا لمس مذکر رہے اور عدد مقصود نہیں اور چھپے رہنے سے احتمال ریا کا بھی نہ رہے گا تو جامع مصالح تدبیر ہے۔

حال۔ اخیر میں استدعا ہے کہ اس گنہگار کے حق میں دُعا فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنا قرب عطا فرما دیں

تحقیق۔ آمین (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

فارغ اوقات میں وہ ذکر مناسب ہے جس کی طرف قلب کا میلان ہو

حال۔ جواب اقدس نے سعادت بخشی میں نے عرض کیا تھا کہ خاص اوقات کے علاوہ دیگر عام یا فارغ اوقات میں بھی کلمہ طیبہ ہی کا ذکر مناسب ہو گا یا استغفار و درود شریف کا بھی۔ درود شریف کے لیئے خصوصاً

اس لیئے استفسار کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اتباعی ربط تو معلوم ہوتا ہے لیکن مجبی بہت کم حضرت نے تحریر فرمایا کہ "الکل سواء و یتر جح احدھما علی الآخر بفتوی القلب" حضرت والا اپنے پاس نہ کافی علم نہ تقویٰ۔ ایسے قلب کا فتویٰ کیا قابل اعتماد۔ میرے تو بس جو کچھ حضرت فرما دیتے ہیں وہی قلب کا فتویٰ ہو جاتا ہے۔

تحقیق۔ فتویٰ سے مراد نتیجۂ اجتہاد نہیں بلکہ قلب کا میلان و رغبت و کشش ہے سو اس کا ادراک تو بدیہی اور وجدانی ہے۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

اسماء مفردہ کا ذکر تو کہیں کسی حجت سے منقول نہیں

حال۔ حدیث میں تو افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ ہے لیکن کلام مجید میں بجائے اس کے ذات اور اسم کا ذکر منصوص معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ علماء کی ایک جماعت اس کو غیر مسنون قرار دیتی ہے۔ پہلے مجھ کو بھی یہی حق معلوم ہوتا تھا۔ اب شبہ ہوتا ہے کہ واذکر اللہ کثیراً اور اذکر اسم ربک کا کم از کم ایک مطلب تو اللہ اللہ کا ذکر بھی ہو سکتا ہے۔

تحقیق۔ اگر یہ ہوتا تو کہیں تو کسی حجت سے منقول ہوتا۔

حال۔ اسماء حسنیٰ کے متعلق من احصاھا دخل الجنۃ کی روایت سے بھی اس کی تائید معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق۔ ان نصوص میں ہیئت ذکر تو نہیں معلوم ہوتی اس لیئے دوسرے نصوص میں اس کی تفسیر ڈھونڈی جائے گی۔ جیسے اجمالی ارشاد ہے واعبد ربک، اور اس کی ہیئت کے لیئے دوسرے نصوص کی حاجت ہے۔ اس کے بعد خیال آیا کہ حدیث احصاء میں تو تصریح ہے ایسی ہیئت کی جس سے اسماء مفردہ کے ذکر کا احتمال ہی نہیں رہتا۔ حیث ورد فی الصحیحین وسنن الترمذی بعد ذکر فضل الاحصاء ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم الخ

حال۔ سوتے وقت اخلاص و معوذتین، تین مرتبہ پڑھ کر دم کر لینے کی بھی عادت ہے۔ اور جمعہ کے دن ہود اور کہف کی تلاوت کی نیز اسماء حسنیٰ کے ذکر کی۔

تحقیق۔ سب ٹھیک ہے۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

جس ورد کی مزاولت سے برکات ظاہر ہوں اس کو ترک کرنا خلاف ادب ہے

حال - اسم ذات یا اسماء مفردہ کے متعلق حضرت کی خدمت میں لکھ چکنے کے بعد ہی خود یہ بات سمجھ میں آگئی تھی کہ تسبیح و تحمید وغیرہ یا مختلف اوقات و مواقع کے اذکار مسنونہ سب دراصل ذکر اللہ ہی کے افراد ہیں۔ یوں بھی محاورہ میں اگر کوئی کہے کہ مجھ کو یاد رکھنا، تو اس کا یہ مطلب لینا کہ میرا نام رٹنا عبادت ہوگی لہٰذا اب تو یہ جی چاہتا ہے کہ جمعہ کو اسماء مفردہ یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم وغیرہ ایک مرتبہ جو پڑھ لیا کرتا تھا وہ بھی ترک کر دوں۔

تحقیق - ایسا کرنا مناسب نہیں کسی ورد کی مزاولت سے اس کے مخصوص برکات مرتب و مجتمع ہو جاتے ہیں۔ بلا ضرورت شرعیہ ترک میں ان سے اعراض کی صورت ہے جو خلافِ ادب ہے۔ مفرد کو مرکب تام کا صیغہ بنا لینا کیا مشکل ہے۔ خاص کر جب وہ صیغہ بھی منقول ہو خواہ جزئیاً یا کلیاً کما اشرت الیہ فی المکتوب السابق غالباً (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

ذکر لسانی کی ضرورت ہے

حال - نیز اللہ اللہ کے ساتھ پاس انفاس کی ابتداء میں مشق کی تھی۔ اور بعض وقت تنبہ ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ جاری ہے تو کیا اس کو روکنے کی کوشش کروں۔

تحقیق - نہیں۔ مگر اس کے ساتھ ذکر لسانی کو بھی منضم کر دیا جاوے۔

حال - بلا لسانی حرکت، بلکہ بلا تسبیح اکثر غفلت بھی ہو جاتی ہے اس لئے اب کلمہ طیبہ کا ہمہ وقتی ذکر بھی حرکتِ لسان کے ساتھ ہی کر لیا ہے۔ البتہ تسبیح کا لچ وغیرہ ہر جگہ لئے پھرنے میں حجاب سا معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ حضرت کے سامنے تک اس کی ہمت نہیں کرنے کا جی چاہتا البتہ بے تکلف احباب کے سامنے عادت کر لی ہے۔ یا جہاں ممکن ہوتا ہے جیب میں ہاتھ رکھتا ہوں۔

تحقیق - جب وہ مذکر ہے ہاتھ میں رکھنا احوط ہے ولو تحت الثوب۔

حال - اب اس کے بعد معمولات میں صرف دعائیں رہ جاتی ہیں۔ وہ بہت جمع ہو گئی ہیں۔ اور اکثر ہر وقت کی نماز کے بعد کرتا ہوں۔ بجز عصر کے کہ اس وقت حزب البحر کا معمول ہے۔ دیگر اذکار کی

طرح یہ دعائیں بھی عجلت و وحشت ہی کے ساتھ پوری ہوتی ہیں خیال ہوتا ہے گھٹا دوں یا سب کا ہر وقت کی نماز میں التزام نہ کروں۔ مگر اندیشہ یہی ہے کہ چاہے جتنی گھٹا دوں مگر ابتہال و تضرع ان میں بھی نصیب ہونا مشکل ہوگا یا زیادہ سے زیادہ دو چار دن کچھ اثر ہوگا۔ دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ تو کوئی کام ہوتا ہی نہیں۔

تحقیق۔ جب عبد اس کا مکلف ہی نہیں تو پھر مشقت میں پڑنے کی کیا ضرورت۔ کبھی اس مشقت کی تحصیل میں اصل ہی کی تعطیل ہو جائے۔

حال۔ بجز کچھ لکھنے پڑھنے کے کہ اس میں تو کچھ دل لگتا ہے باقی کسی کام میں نہیں۔

تحقیق۔ یہ تفاوت طبعی ہے اس کو تماثل سے مبدل کرنا یہ ممتنع عادی ہے اور راز اس تفاوت کا لکھنے پڑھنے کے صدور کا طبعاً و حساً توجہ کے ساتھ مشروط ہونا اور اوراد وغیرہ کے صدور کا غیر مشروط ہونا ہے (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

سوتے میں قلب سے آواز کا نکلنا اگر طبیب حاذق کوئی مرض تجویز نہ کرے تو یہ ذکر کا اثر ہے

حال۔ ضروری عرض یہ ہے کہ عرصہ سے ایک حالت پیدا ہو گئی ہے۔ وہ یہ کہ جب میں پلنگ پر بائیں کروٹ لیٹتا ہوں تو قلب سے ایک آواز محسوس ہوتی رہتی ہے۔ لیکن طبیعت پریشان سی ہو جاتی ہے اور بغیر کروٹ بدلے ہوئے سکون بھی نہیں ہوتا اور یہ حرکت بھی بند نہیں ہوتی مگر یہ حالت گاہے گاہے ہوتی ہے۔ تو کیا یہ حالت اختلاج قلب اور ضعف قلب کا اثر ہے یا اثر ذکر ہے۔

تحقیق۔ اگر طبیب حاذق اس کو کوئی مرض تشخیص نہ کرے تو ذکر کا اثر ہے ولکن لا من حیث الذکر بل بواسطۃ الحرارۃ الناشئۃ من حرکات الذکر مگر اس حالت میں بھی یہ مقاصد سے نہیں فلا یلتفت الیہ وفی امثال ھذا قال الجنیدؒ تلک خیالات تربی بھا اطفال الطریقۃ واللہ اعلم۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

ختم شد باب

باب ہفتم

رؤیا و کشف کے بیان میں

خواب

حال - ایک روز رات کو خواب میں معلوم ہوا کہ ایک آفتاب میرے سامنے ہے۔ اور اس کی شعاعیں اور روشنی میرے قلب پر پڑ رہی ہے اور قلب اس کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہو رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بدن سے نکلا جا رہا ہے۔ اور کافی حرارت اور گرمی اور اس کا اثر قلب میں موجود ہے۔ اچانک خیال آیا کہ اب قلب پر کافی اثر ہو چکا ہے اپنی توجہ کو اب ادھر سے ہٹا لینا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ ضبط نہ ہو سکے اور مرجاوے۔ اس خیال کے آنے کے بعد قلب کو اس شمس کی طرف سے ہٹا لیا۔ اور آنکھ کھل گئی۔ آنکھ کھلنے کے بعد بھی معلوم ہوا کہ قلب پر اس حرارت کا اثر کافی موجود ہے۔ اس حقیر نے جہاں تک غور کیا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت ہی کا آفتاب قلب تھا جس کا اثر قلب میں ہو رہا تھا لیکن اشکال اس میں یہ ہوتا ہے کہ موت کے خیال کی وجہ سے حصولِ برکات میں محرومی ہو گئی اور یہ شیطان کا دھوکا تھا کہ بقاء اور زیادتی کے لیئے مانع بنا اگر یہ خیال نہ آتا تو ممکن تھا کہ قلب کی کچھ اور اصلاح ہو جاتی۔ کیا یہ اشکال وجوہِ بالا کی بناء پر صحیح ہو سکتا ہے۔

تحقیق - دھوکہ کا دھوکہ نہ ہونا چاہیئے وہ جو کچھ بھی تھا مقصود نہ تھا طریق تھا اور اعمال اُس سے زیادہ طریق ہیں۔ موت سے یہ طریق انفع منقطع ہوتا ہے اس لیئے توجہ ہٹا لینا طریق مرجوح پر طریق راجح کو ترجیح دینا تھا۔ (النور۔ ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ)

خواب

حال - رمضان المبارک میں زمانۂ اعتکاف کا ایک واقعہ اطلاعاً پیش خدمت کرتا ہوں۔ کہ زمانۂ اعتکاف میں تین دن کے بعد احقر کو سخت مرض لاحق ہوا جس کی وجہ سے دو روزہ بھی فوت ہو گیا۔ چونکہ اعتکاف میں نوافل واذکار کی تکثیر مدنظر ہوتی ہے اور وہ بوجہ مرض کے

فوت ہوگیا۔ اور حالت یہ تھی کہ دل میں نہ بسط ہے نہ انشراح۔ اس لیئے دل بہت پریشان تھا۔ آخری تاریخ شب جمعہ کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک عورت سفید کپڑے پہنے ہوئے میری ماں کی صورت میں ظاہر ہوئی اور خوب زور سے ایک اُردو شعر کو زبان پر تکرار کر رہی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو ہر ایک دل خوش کرنا منظور نہیں۔ اگر ایسا ہی خدا چاہتے ہو تو دوسرا خدا تلاش کر دو۔ یہ شعر سنتے ہی دل پر بہت زور سے چوٹ لگی کہ بے ساختہ روتا ہوا بیدار ہوگیا۔

تحقیق۔ یہ ہدایت کی گئی ہے۔ سرمد نے یہی تعلیم کی ہے اس رباعی میں ؎

سرمد گلہ اختصار میباید کرد　　یک کار ازیں دو کار میباید کرد
یا تن برضائے دوست میباید کرد　　یا قطع نظر زیار میباید کرد

اور ہدایت کبھی قہر سے ہوتی ہے کبھی لطف سے۔ یہ لطف سے تھی اسی لیئے ماں کی شکل نظر آئی۔

(النور۔ صفر ۱۳۵۲ھ)

ایک ایسا مراقبہ جس سے اپنے عیوب نظر آئیں

ایک شخص نے رقعہ میں یہ مضمون لکھ کر حضرت والا کو دیا کہ مجھ کو کسی تدبیر سے اپنا کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ اس کو زبانی جواب ایک مبسوط تقریر میں دیا۔ جس میں ایک مراقبہ بھی بیان کیا کہ اپنے افعال و اقوال کے متعلق سوچے کہ آیا یہ حق تعالیٰ کے روبرو پیش کرنے کے قابل ہیں یا نہیں۔ پھر سب عیب نظر آنے لگیں گے۔ وہ شخص یہاں سے چلے گئے اور حسب ذیل خط بھیجا۔

حال۔ گذارش یہ ہے کہ جس روز سے میں تھانہ بھون سے آیا ہوں اُس روز سے برابر غور و فکر کے ساتھ ہر کام میں اپنے نفس کے ساتھ محاسبہ کر رہا ہوں۔ اور جس مراقبہ کو جناب نے مجلس مبارک میں ذکر فرمایا تھا کہ یوں سوچے کہ یہ کام یا یہ بات حق تعالےٰ کے سامنے ہوں تو کر سکتا ہوں یا نہیں تو اس مراقبہ سے معلوم ہوا کہ میری جتنی باتیں اور کام ہیں سب بیکار ہیں۔ میری کوئی بات اور میرا کوئی کام اس قابل نہیں کہ باری تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جاوے۔ پہلے سے جو اپنی غلطیاں نظر نہیں آتی تھیں تو اس کی وجہ محض بے پروائی اور بے توجہی تھی۔ حضور کی تنبیہ سے پہلے میں اپنے قلب کو مثل ایک ایسی

صندوقچے کے سمجھتا تھا جس پر وارنش کیا ہوا ہو اور جس کے اندر عجیب وغریب اشیاء رکھی ہوں۔ مگر جناب کی تنبیہ کے بعد جو اب اس صندوقچی کو کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے اندر تو گُوہ در گُوہ ہو رہا ہے۔ لہٰذا احقر نے اپنے خیال سے کہ مجھ کو اپنا کوئی عیب نظر ہی نہیں آتا تھا۔ توبہ کی اور حضور کی تنبیہ کا یہ اثر ہوا کہ اب مجھ کو اپنے عیوب اس قدر صاف نظر آنے لگے ہیں کہ میں اپنے عیوب پر بڑی سے بڑی قسم کھا سکتا ہوں۔ اب اس کی اجازت چاہتا ہوں کہ میں اپنے عیوب پیش کرکے اُن کے علاج دریافت کروں۔

تحقیق۔ مبارک ہو یہ گُوہ خاکساری کی خاک سے مل کر کھاد کا کام دے گا اور ایسی اجناس پیدا ہوں گی کہ رُوحانی غذا ہو جاویں گے۔ دعا کرتا ہوں اور عیوب پیش کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ مگر ایک خط میں ایک بات سے زیادہ نہ ہو۔　　(النور۔ شعبان ۱۳۵۳ھ)

خواب حال۔ پرسوں شب کو خاکسار نے رویا میں حضرت کے سامنے پایا۔ میں دو زانو ہوں اور حضرت بھی اسی ہیئت سے ہیں۔ اور یہ ناکارہ ہاتھ حضرت کے دستِ مبارک میں ہے، حضرت نے حلقۂ ارادت میں داخل کیا۔ اسی اثناء میں ایک لڑکے نے کچھ خس وخاشاک سامنے ڈال دیئے میں نے ادباً اس کے ہٹانے کی جرأت نہ کی۔ اس پر حضرت نے مجھ پر برہمی ظاہر فرمائی۔ میں نے مؤدبانہ معافی چاہی۔ اس کے بعد حضرت کسی سفر پر روانہ ہوئے اور مجھے ہمرکابی کا شرف بخشا۔ حقق اللہ تعالیٰ ذالک۔

تحقیق۔ لا یلتفت الی الرؤیا اذا رزق الرؤیۃ ؎

دست بوسی چوں رسید از دستِ شاہ
پائے بوسی اندراں دم شد گناہ

(النور ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ)

ختم شد باب

باب ہشتم

وساوس و خیالات کے بیان میں

حدیث النفس کا علاج

حال۔ نماز کے اختیاری حقوق میں کمی نہیں کرتا ہوں مگر اکثر خیال یہ ہوا کرتا ہے کہ حدیث النفس تو اختیاری ہے اور اس میں معتد بہ کمی نہیں معلوم ہوتی۔ اس سے بعض اوقات بہت قلق ہوتا ہے۔ حدیث النفس کے کمی کے متعلق کوئی علاج ہو تو ارشاد فرمایا جاوے۔

تحقیق۔ توجہ الی المقصود ہی علاج ہے اس کے ساتھ اگر پھر حدیث النفس ہو تو آثار میں کالعدم ہے۔

(النور۔ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ)

وساوس شیطانی کا علاج عدم التفات ہے

حال۔ میں ایک قلبی مرض میں عرصہ سے مبتلا ہوں۔ میری حالت یہ ہے کہ جو کوئی ایسی کتاب کہ جس میں تعریف و دلائل اثباتِ نبوّت و اخلاق و عادات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہؓ کے ہوتے ہیں مطالعہ کرتا ہوں تو بجائے فائدہ پہنچنے کے وساوس شیطانی پیدا ہو کر عدم یقین کے درجہ تک طبیعت کو رجوع کرتے ہیں۔ اکثر اوقات واقعات بعد از موت کے متعلق بھی عدم یقین کے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں ان ناقص خیالات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ در اصل میں ناقص الایمان ہوں۔ جس وقت موت آنے کا خیال آتا ہے تو بہت ہی خوف معلوم ہوتا ہے کہ جب ایمان ہی درست نہیں تو کیا حشر ہوگا۔ کوئی نسخہ اس ناپاک طبیعت انسان کے لئے للّٰہ تجویز فرمادیں کہ اللہ پاک اور اس کے رسولِ پاکؐ کی محبت دل میں پختہ ہو جاوے اور مذہب اسلام اور جملہ ارکان و رسولِ کریمؐ کے ہر معاملات پر یقین کامل کا درجہ حاصل ہو جاوے۔

تحقیق۔ کتابیں اس قصد سے نہ دیکھو کہ یہ وساوس دفع ہوں گے اور نہ کتابوں کا مطالعہ اس خوف سے چھوڑو کہ کبھی وساوس بڑھ نہ جائیں بلکہ محض عبادت سمجھ کر کتابیں دیکھو۔ اور وساوس کی پروا مت کرو۔ نہ اُن کے آنے سے رنج کرو کیونکہ بلا اختیار آتے ہیں اور ان کو بُرا بھی سمجھتے ہو اس طرح سے یہ خود بخود دفع ہو جائیں گے۔ قلب کی طرف متوجہ ہو کر اللہ اللہ کا خیال رکھا کرو اور دو ہفتہ کے بعد مع اس خط کے پھر اطلاع دو۔ (النور۔ صفر ۱۳۵۲ھ)

وساوس کا علاج

حال۔ حضور نماز میں خیالات کا ہجوم اس قدر ہو رہا ہے کہ رکعتیں بھول جاتا ہوں۔ بہتیرا چاہتا ہوں کہ معنی کی طرف توجہ کروں۔ الفاظ کی ترتیب کی طرف کہ اب کیا آئے گا یا اب کہوں گا۔ خیالات کو مبذول کرتا ہوں۔ ذرا سی دیر توجہ قائم ہوئی پھر غائب۔ چاہتا ہوں کہ یہ سمجھوں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں وہ سن رہا ہے لیکن خیالات ہیں کہ اُمنڈے چلے آتے ہیں۔ بار بار کوشش کرتا ہوں لیکن ذرا سی دیر میں خیالات میں ڈوب جاتا ہوں مثلاً نماز پڑھ رہا ہوں اور کوئی خیال آیا اور فوراً ہی اس کو دُور کر کے یہ خیال کیا کہ نماز کے معنی کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ بس پھر اس متوجہ ہونے کے سلسلہ کے ہی خیالات آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور انہیں میں مستغرق ہو جاتا ہوں۔ یہاں تک کہ پھر خیال آتا ہے کہ کیا ہو گیا۔ نماز کی طرف متوجہ ہو جا۔ اب جو خیال کرتا ہوں تو سب بھول بھال گیا۔ کہ کتنی رکعتیں پڑھی تھیں یا پہلی رکعت میں کیا پڑھا تھا کہ تعداد یاد کروں۔ نماز برابر پڑھتا رہتا ہوں۔ اور یہ زیادہ تر جب ہوتا ہے کہ جب ترتیل کا خیال کر کے الفاظ کو خوب صاف صاف ٹھہر ٹھہر کر پڑھوں۔ ہاں اگر کبھی وقت کم ہوتا ہے یا جلدی جلدی قرأت پڑھ لی اور رکوع سجود جلدی ہی جلدی کر لیا خیالات کا ہجوم بھی کم ہوتا ہے اور رکعتیں بھی یاد رہتی ہیں۔ اکثر سوچ سمجھ کر پڑھنے میں خیالات کا ہجوم زیادہ ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلی رکعت میں بیٹھ گیا اور بالکل یاد نہیں آتا کہ پہلی ہے یا دوسری۔ بڑی مصیبت کا سامنا ہے۔ اور اگر کہیں نماز سے پہلے کوئی فکر لاحق ہے یا کسی سے کسی معاملہ میں خواہ وہ معمولی ہی ہو موثر گفتگو ہو گئی ہے تو پھر کیا۔ وہی مبحث ہوگا اور میرے خیالات کا طوفان ہوگا۔ حالت بہت خراب ہے للہ علاج فرمائیے اور دُعا بھی فرمائیے۔

تحقیق - جیسے طبیعت کو آزاد چھوڑ دینا مضر ہے اسی طرح زیادہ مقید کرنے سے بھی تنگ ہو جاتی ہے۔ بس نماز میں اتنی توجہ کافی ہے جیسے کسی کو کوئی سورت کچی یاد ہو اور سرسری طور پر سوچ کر پڑھتا ہے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ پھر اگر اس کے ساتھ بھی وساوس آویں ذرا مضر نہیں۔

(النور شعبان رمضان شوال ۱۳۵۲ھ)

وساوس کا علاج

حال - جواباً عرض ہے کہ وساوس کے متعلق میرا عقیدہ تو یہی تھا اور ہے کہ ان میں معصیت نہیں ہے مگر ان کی کثرت اور ہجوم سے اس کا استحضار باقی نہ تھا۔

تحقیق - اس میں بھی حکمت تھی کہ مجاہدہ کا ثواب دینا تھا۔

حال - حضور کے متنبہ فرمانے سے بحمد اللہ استحضار ہوگیا اور جس وقت والا نامہ فیض شمامہ صادر ہوا ہے ببرکت و توجہ حضور والا الحمد للہ وساوس میں بہت کمی پاتا ہوں۔

تحقیق - بس وہی استحضار وظیفہ ہے عبد کا۔ گو وساوس بھی زائل نہ ہوں

حال - مجھ گنہگار نے حضور والا کے ارشاد کے مطابق بدنظر و بدخیال کو اختیار سے پاک کر دیا لیکن دل کی کمزوری کی وجہ سے ہمیشہ ثابت قدم رہنا مشکل معلوم ہوتا ہے

تحقیق - اپنی طرف سے ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ سے دعائے استقامت کرتے رہو۔

حال - کبھی کبھی توبہ نصوح یہاں تک کہ قسم بھی حنث (ٹوٹ) جاتی ہے از روئے مہربانی خواہش نفسانی سے نجات پانے کے علاج سے مشرف فرمائیے۔

تحقیق - کل کو حرام غذا سے توبہ کر کے دعا کرانا کہ بھوک ہی سے نجات ہو جاوے۔

(یعنی جس طرح زندگی میں بھوک ہمیشہ ساتھ رہتی ہے اسی طرح خواہش نفسانی ہمیشہ قائم رہتی ہے ضرورت صرف اس کی ہے کہ بھوک اور خواہش نفسانی کی ضرورت کو جائز طریق سے پورا کیا جائے اور حرام سے پرہیز کیا جائے فقط۔ محمد عبدالسلام عفی عنہ ناقل مضامین)

(النور۔ ذیقعد ۱۳۵۳ھ)

وساوس کا علاج

حال۔ جس وقت تہجد میں تَبَّتْ یَدَا پڑھتا ہوں تو خیال گذرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا ذکر ہے شاید حضور کو ناپسند ہو

تحقیق۔ یہ خیال طبعی ہے محبت کے درجہ میں یہی ہونا چاہیئے۔

حال۔ اور یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے اس کی آیت کے ساتھ اس قسم کا خیال کرنا گناہ نہ ہو طبیعت لرز جاتی ہے۔

تحقیق۔ یہ خیال عقلی ہے اعتقاد کے درجہ میں یہی ہونا چاہیئے۔

حال۔ نماز میں خطرات بہت ہوتے ہیں۔ دفع کی کوشش کرتا ہوں لیکن کسی نہ کسی رکن میں بے خبری ہوجاتی ہے۔ اور نسیان کا بہت غلبہ رہتا ہے دُعا و تدبیر کا طالب ہوں۔

تحقیق۔ اپنی طرف سے کلمات و اذکار کی طرف توجہ رکھنا چاہیئے۔ پھر اگر آویں مضر نہیں اگر وہ توجہ ہٹ جائے تجدید کرلی جاوے۔ اور اس توجہ کے ہٹ جانے پر افسوس نہ کرنا چاہیئے

(النور۔ صفر ۱۳۵۴ھ)

وساوس کا علاج

حال۔ اب ایسا ایک گندہ حال عرض خدمت کرتا ہوں جس کا اظہار عامہ مومنین سے بھی بعید و باعث عار ہے۔ تاہم بمضمون ع

نتواں نہفتن درد از طبیباں

مجبورًا اظہار کرتا ہوں وہ یہ کہ بہت دن سے احقر میں فلاسفہ کے خیالات مرکوز ہیں۔ اور روز بروز بجائے زوال کے ترقی پذیر ہے۔ حالات قبر و مابعد قبر سے یک گونہ انکار کا وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے مراقبہ سے کوئی اثر پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ حالت موت چونکہ مشاہد ہے لہٰذا اس کے مراقبہ و مراقبہ موت اقران و جیران سے قوی اثر دل میں پیدا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ دنیا و اسباب دنیا سے دل بالکل سرد ہوگیا۔ اور یقینی طور پر یہ معلوم ہوگیا کہ یہ سب چند روزہ ہے۔ اور اس کے ساتھ مشغولی بیفائدہ ہے۔ البتہ جن امور کے ساتھ مشغولی کا اذن شرعی ہے ان میں اعتدال کا لحاظ رکھتا ہوں اگرچہ خیالات فاسدہ فلاسفہ کو فاسد جانتا ہوں اور یہ خیالات بے اختیار پیدا ہوتے ہیں نہ یہ مرض ہے نہ مضر۔ تاہم حال میں کمی ضرور ہے۔ اور حالات گو مطلوب و مقصود نہیں محمود و معین ضرور ہیں۔

اور حالات اگرچہ اختیاری نہیں مگر ان کے اسباب اختیاری ہیں۔ حضرت والا احقر اس گندہ حالت کی وجہ سے سخت اضطراب میں ہے۔

تحقیق۔ اور اگر اضطراب ہی مطلوب ہو۔

حال۔ خدا جانے خاتمہ کیسا ہو۔

تحقیق۔ یہ خوف تو اس وقت بھی ہے جب وساوس نہ ہوں۔

حال۔ ہمیشہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ خدایا اس نالائق کو جس متبرک خاندان میں تو نے داخل کیا ہے اُس خاندان کے بزرگوں کے طفیل سے اس نالائق کو گمراہی سے نجات دے۔ مگر قبولیت کا اثر نمودار نہیں ہوتا ہے۔

تحقیق۔ کیا قبولیت صوریہ ہی مقصود ہے۔

حال۔ غرض ان تحریرات سے یہ ہے کہ حضرتِ والا اپنی شفقتِ عمیم سے اس نالائق کی طرف توجہ فرما کر جونسی تدبیر مناسب حال احقر ہو عنایت فرما کر اس نابکار کو ورطۂ ضلالت سے ساحلِ ہدایت پر پہنچا دیں۔

تحقیق۔ تدبیر ہوتی ہے شر سے خیر کی طرف لانے کی۔ پہلے شر ہونا تو متحقق ہو جاوے۔

(النور۔ رجب ۱۳۵۴ھ)

دِل افسردہ رہنے کا علاج

حال۔ دل ہر وقت افسردہ سا رہتا ہے

تحقیق۔ بلکہ افسردہ رہنا چاہیئے

حال۔ وہ پہلی سی حالت دعا و التجا کے وقت نہیں معلوم ہوتی بہت کوشش کرتا ہوں مگر نہیں ہوتی۔

تحقیق۔ تو ضرر دینی کیا ہے؟

حال۔ نماز وغیرہ میں بھی بوجہ شدتِ گرمی خشوع وخضوع پہلا سا نہیں ہوتا۔

تحقیق۔ معذوری ہے۔

(النور ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ)

تخیلات کا علاج

حال (یکے از مجازین) گذشتہ مہینہ میں طبیعت پریشان رہی خط لکھتا مگر ارسال خدمت نہیں کرتا۔ کیونکہ کچھ کا کچھ لکھ جاتا۔ پھر دوسرے وقت نہ بھیجنے کا فیصلہ طبیعت کرتی۔ پریشانی دراصل غیر معمولی تنگی سے ہے جو کل تکالیف کا منشا معلوم ہوتی ہے ایک ہفتہ بھر ذکر بالکل چھوٹ گیا۔ اب بحمد اللہ معمولات پورے ہو جاتے ہیں۔ مگر کسی وقت تعلق اللہ تعالیٰ سے بالکل فرضی سا معلوم ہونے لگتا ہے۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بس عمر ضائع ہو گئی۔ اس خیال سے ہر وقت ایک نیا ہی رنج رہتا ہے کھاتے پینے سے بھی وہ رغبت نہیں اور یہی سلسلہ تخیلات کا رہتا ہے۔

تحقیق۔ یہ سب مجاہدات ہیں۔

حال۔ نہ معلوم اس احقر کا کیا انجام ہو گا

تحقیق۔ جو مسلمانوں کا انجام ہوتا ہے۔

حال۔ بعض وقت طبیعت بالکل مغلوب الحال ہو جاتی ہے۔

تحقیق۔ تو منصور و شبلی بن جاتے ہیں۔

حال۔ مگر حضور والا کے طفیل سے ابھی تک بحمد اللہ اور کسی خاص مقتضا پر عمل نہیں بجز اس کے کہ گذشتہ ہفتہ ذکر کی ہمت ہی نہ رہی اور یا کوئی غیر معلوم گناہ ہوتے ہوں گے دعا ابری نفسی

تحقیق۔ تولا علاج تو نہیں استغفار سے علاج کرنا چاہیئے۔

(النور ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ)

ایمان میں وسوسہ

حال (کاتب ایک مستورہ ہے) میں ایمان اس کو سمجھتی ہوں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو باتیں ہم تک پہنچی ہیں ان کو سچ سمجھنا یہ ایمان ہے۔

تحقیق۔ ٹھیک ہے۔

حال۔ بس اس بات میں کبھی شبہات آتے ہیں۔

تحقیق۔ کیا بلا اختیار شبہ آنا سچا سمجھنے کے منافی ہے۔

حال ۔ اُس وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ جانے ایمان ہے یا نہیں۔
تحقیق ۔ اُوپر جواب دے دیا ہے۔
حال ۔ اور میں یہ چاہتی ہوں کہ شبہے نہ آئیں
تحقیق ۔ کل کو یہ تمنّا کرنا کہ بخار نہ آئے۔

دوسرا خط اسی کاتبہ کا جو بعد میں آیا مع جواب منقول ہے۔

خط ۔ حال ۔ حضور اگر بے اختیار شبہے آویں تو وہ سچّا سمجھنے کے خلاف نہیں ہیں مگر اس میں ایسا ہی حرج پیدا کرتے ہیں جس طرح بخار جسم کی طاقت میں۔ اگر بخار آجائے تو اس کو دوا سے دُور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ازراہِ کرم ان شبہات کے دُور کرنے کی بھی دوا بتا دیجیے۔
تحقیق ۔ مجھ کو صرف معاصی کی دوا یاد ہے اس سے زیادہ سے میں جاہل ہوں اَور کسی سے رجوع کرو۔

پھر تیسرا خط آیا جو مع جواب منقول ہے:۔

حال ۔ جناب کے والا نامہ سے معلوم ہوا کہ شبہات کا آنا کوئی گناہ نہیں ہے جس کا علاج ہو اور علاج معاصی کا ہوتا ہے۔ اور جو شبہات آئیں آنے دوں۔ اور اپنا کام کیئے جاؤں میں حضور سے معافی کی خواستگار ہوں۔ فضول میں نے ایسے خط بھیج کر حضور کو پریشان کیا۔ ازراہِ کرم معاف فرمائیے گا۔
تحقیق ۔ تم کو ابھی عقل آئی نہیں ہاں آچلی ہے۔ جب تک پوری نہ آجائے خط و کتابت بند۔ تم میں اصل مرض اپنے کو عقلمند سمجھنے کا ہے۔ جو اعلیٰ درجہ کا خُبث ہے۔

(النور۔ رجب ۱۳۵۴ھ)

عِلاج الخیال

تمہید

از خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری رح

جب تخیلات کا ہجوم ہو تو فوراً کسی نیک خیال کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیئے

(الحمد للہ) ایک طالب اصلاح ان گناہوں کے بارہ میں جو خیال کے متعلق ہیں سخت خلجان میں رہتے تھے یہاں تک کہ اپنے کو قریب قریب مردود ہی سمجھ لیا تھا اور خیالاتِ فاسدہ کے ہجوم نے زندگی تلخ کر رکھی تھی اور اپنی اصلاح سے قریب قریب مایوس ہی ہو چکے تھے۔

وجہ خلجان یہ تھی کہ خیال ایک ایسی چیز ہے کہ غیر محسوس طور پر نہایت سرعت کے ساتھ آن کی آن میں کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ اس کے حدوث یا بقاء کا کونسا درجہ تو اختیاری ہے اور کونسا غیر اختیاری۔ نیز خیال کا دفعیہ بھی دشوار ہوتا ہے۔ غرض عملی گناہوں سے بچنا جن کا جوارح سے تعلق ہے ان گناہوں کی نسبت کہیں زیادہ سہل ہے جن کا تعلق خیال سے ہے۔ اوّل الذکر کی تشخیص بھی سہل۔ علاج بھی آسان۔ ثانی الذکر کی بوجہ غیر مرئی اور محلِ غلط ہونے کے تشخیص بھی دشوار علاج بھی مشکل حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم کی خدمت میں انتہائی پریشانی کی حالت میں عریضہ تحریر کیا گیا تو حضرت والا نے باوجود نہایت پیچیدہ حالت ہونے کے قلم برداشتہ ایسا اکسیر علاج تجویز فرمایا کہ جس مرض کو پہاڑ سمجھ لیا گیا تھا وہ ہباءً منثوراً ہو گیا اور زندگی بالکل تلخ نظر آرہی تھی اس خلجان کے دور ہو جانے سے بفضلہٖ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے خوشگوار ہو گئی کیونکہ ایسا سہل جامع اور کلی علاج تحریر فرمایا جس کو ہمیشہ کے لئے بہ آسانی دستور العمل بنایا جا سکتا ہے اور خیالی گناہوں سے مثلاً کبر، عجب۔ سوءِ ظن۔ خیالاتِ شہوانی حسد کینہ و بغض وغیرہ وغیرہ سے نہایت سہولت کے ساتھ اپنے آپ کو بچایا جا سکتا ہے اس میں یہ بھی خوبی ہے کہ علاج بھی ہے اور معیارِ تشخیص بھی۔ حضرت والا کی برکت سے اس علاج کو پڑھتے ہی مکتوب الیہ کے

تخیلات ایسے زائل ہوئے جیسے تھے ہی نہیں۔ امید قوی ہے کہ جس کو ذرا بھی طریق باطن سے مناسبت ہوگی۔ وہ اس کُلیہ سے انشاء اللہ تعالیٰ اپنے جملہ امراضِ باطنی کا بسہولت علاج کرسکتا ہے۔ اسکی نافعیت اور جامعیت پر نظر فرماکر حضرت اقدس نے اس کا ایک مستقل نام تجویز فرمادیا ہے یعنی علاج الخیال۔ اس کی نافعیت اسی سے ظاہر ہے کہ متعدد طالبین نے اس کی نقلیں لی ہیں۔

(طالب کا خط بحاصلہ اور حضرت والا کا جواب بلفظہٖ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

حال۔ احقر کی حالت اس قدر الجھی ہوئی اور مشتبہ ہے کہ میں اکثر پریشان ہی رہتا ہوں اور حضرت والا سے عرض کرنے کے متعلق حیران ہی رہتا ہوں۔ اس حالت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے اندر جملہ رذائل پاتا ہوں۔ اور ایسی بُری قسم کے کہ مجھ کو قریب بہ یقین ہے کہ کسی انسان کے اندر نہ ہوں گے مسلمان کا تو کیا ذکر ہے لیکن ساتھ ہی ملکاتِ محمودہ کا احساس بھی الحمدللہ اپنے اندر پاتا ہوں۔ غیر اختیاری کے مسئلہ نے میری کسی قدر ڈھارس بندھا رکھی ہے لیکن اس میں بھی سخت اشتباہ رہتا ہے کہ اس قسم کے تخیلات اختیاری ہیں یا غیر اختیاری۔ مجھ میں قوتِ تخیل بلکہ فسادِ متخیلہ بہت ہی زیادہ ہے جو منشاء بہت سے خیالی گناہوں کا ہوتا ہے۔ گو حضرت اقدس کے طفیل سے اُس وقت جبکہ رذائل اُبھرتے ہیں فوراً احساس ہونے لگتا ہے اور عمل نہیں ہونے دیتا۔ لیکن خیال کے درجہ میں تو گناہ ہو ہی جاتا ہوگا بلکہ ہو جاتا ہے ایسے خیالی گناہوں سے بچنا نہایت مستبعد نظر آرہا ہے جیسے کبر، عجب۔ سوءِ ظن۔ شہوانی خیالات وغیرہ۔ کیونکہ ان میں یہی پتہ نہیں چلتا۔ کہ یہ حدِ گناہ تک کب پہنچتے ہیں۔ اور کس حد تک گناہ ہی میں داخل نہیں ہوتے۔ جب خیالات فاسدہ کا ہجوم ہوتا ہے تو بالکل مردودیت کا گمان ہونے لگتا ہے۔ ایسی خراب حالت میرے باطن کی ہے۔ کہ ہر امر میں منافقت ہی نظر آتی ہے اللہ تعالیٰ ہی آخرت میں شرم رکھے۔ اکثر حزن ہی طاری رہتا ہے اور یاس کا غلبہ رہتا ہے باوجود ان سب ردّی حالتوں کے حضرت والا کی توجہ کا بھی بدیہی اثر محسوس کرتا ہوں۔ ذکر میں الحمدللہ غایت درجہ دلچسپی پیدا ہوجاتی ہے مگر اس میں یہ شبہ رہتا ہے کہ یہ کیفیات تو مقصود ہی نہیں ہیں۔ غیر مقبولین بلکہ کفار کو بھی حاصل ہوسکتی ہیں۔ غرض غالب حزن و یاس ہی رہتی ہے لیکن اس لکھنے میں بھی متردد ہوں۔ کیونکہ اکثر بوجہ استحضارِ حق و دلچسپی ذکر مسرور بھی رہتا ہوں پس گرچنیں بنماید وگر ضد ایں کا مضمون ہو رہا ہے پس حضرت والا سے علاج کا خواستگار ہوں۔ اللہ دستگیری فرمائیں اور ہلاکت سے بچائیں۔

تحقیق۔ اس کا تو سہل علاج یہ ہے کہ جب ایسے تخیلات کا ہجوم ہو۔ اپنے قصد و اختیار سے کسی نیک خیال کی طرف فوراً متوجہ ہو جانا اور متوجہ رہنا چاہیئے اس کے بعد بھی اگر تخیلات باقی رہیں یا نئے آویں ان کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے۔ کیونکہ مختلف قسم کے دو خیال ایک وقت میں اختیاراً جمع نہیں ہو سکتے۔ بس اشتباہ رفع ہو گیا اور اگر بالاختیار اچھے خیال کی طرف توجہ کرنے میں ذہول ہو جاوے تو جب تنبہ ہو ذہول کا تدارک تو استغفار سے اور پھر اس تدبیر پر استحضار سے کام لیا جاوے۔

حال۔ میری حالت بہت متغیر رہتی ہے جب دماغ میں سکون ہوتا ہے تو قلبی سکون بھی محسوس ہوتا ہے اور سیدھا سچا مسلمان معلوم ہوتا ہوں اور جب تخیلات کا ہجوم ہوتا ہے تو پھر شیطان۔ غرض میں خود ہی اپنی حالت کو نہیں سمجھا۔ حضرت والا سے کیا عرض کروں مگر حق تعالیٰ نے حضرت والا کو نور بصیرت بدرجہ کمال عطا فرمایا ہے اسی عرض حال سے انشاء اللہ تعالیٰ سب کچھ سمجھ لیں گے اور میرے لیئے کوئی راہ نکالیں گے اور طریق عمل تجویز فرمائیں گے۔

تحقیق۔ طریق عمل اس قدر سہل ہے کہ اُس سے سہل کوئی چیز ہی نہیں جو اوپر مذکور ہوا بس اس کو دستور العمل بنا کر بے فکر ہو جانا چاہیئے۔ (النور۔ رجب ۱۳۵۳ھ)

واہیات خیالات کا دافع تصوّرِ شیخ ہے بشرطیکہ اس کو حاضر ناظر نہ سمجھے۔

حال۔ ضعفِ قلب کی وجہ سے تنہائی میں عجیب عجیب واہیات خیالات کا ہجوم ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے تہجد یا ذکر وغیرہ میں کماحقہ یکسوئی نہیں ہو پاتی۔ کبھی تو خیال یہ آتا ہے کہ شیطان کسی شکل میں میرے سامنے نہ آجاوے۔ کبھی یہ کہ کوئی جن آکر میرے ساتھ نماز نہ پڑھنے لگے۔

تحقیق۔ ایسی حالت میں اپنے شیخ کا تصوّر ان پریشان خیالات کا دافع ہو جاتا ہے مگر شیخ کو حاضر ناظر نہ سمجھے۔ (النور۔ شوال ۱۳۵۳ھ)

خیالاتِ فاسدہ کا علاج

حال۔ حضورِ نماز وغیرہ میں بلا قصد و بلا اختیار خیالاتِ فاسدہ آتے ہیں۔

تحقیق۔ تو کیا ضرر ہے۔

حال۔ اور نماز وغیرہ میں وہ لذت مقصود ہے کہ روز بروز بندگی میں زیادہ سے زیادہ تر شوق و خواہش بڑھ جائے اور تسلی خاطر ہو۔

تحقیق۔ کیا ایسی لذت کے مطلوب ہونے کی کوئی دلیل ہے (النور صفر ۱۳۵۶ھ)

غیر مومن ہونے کے شبہ کا ازالہ

حال۔ ابتک حضور والا غفلت و انہماک فی الدنیا بہت تھا۔ اب روز بروز نشۂ غفلت کم ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت نہ میں مومن ہوں نہ مسلم ہوں۔ نہ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ تعلق ہے نہ واسطہ۔ میرا ایمان اور اسلام محض ایک رسم۔ اتفاق قیل و قال اور ایک فرضی خیال اور دھوکہ ہے بلکہ حالاً دیکھا جائے تو مجھ میں اور ایک دہریہ میں کچھ فرق نہیں

تحقیق۔ مریض کو اپنی صحت و مرض کی کیا تشخیص۔ یہ کام طبیب کا ہے اور مریض کا کام صرف اعتماد علی الطبیب ہے۔ اگر میں طبیب ہوں۔ تو تشخیص کر کے کہتا ہوں کہ یہ سب علامات ہیں ایمان کامل کی۔ مگر مع الہیبۃ جو ایک رفیع حالت ہے اور صحابہ میں سے بعض کی یہی حالت تھی ان کی مشابہت مبارک ہو اور ایسے شخص کا خاتمہ بفضلہٖ تعالیٰ مع الایمان ہوا کرتا ہے۔ اس کے بعد آپ دیکھیں گے کہ ان کیفیات پر جو کہ مصائب کی اعظم افراد ہیں اتنا ملے گا کہ آپ تمنا کریں گے کہ کاش ان کیفیات میں اور اشتداد ہوتا۔

(النور۔ رمضان ۱۳۵۴ھ)

اوہام و تخیلات کثیرہ کا علاج التفات الی الشئی النافع ہے

حال۔ ایک طالب علم کو اوہام و خیالات کا ہجوم بکثرت رہتا ہے۔ دماغی مرض کی بھی شمولیت ہے جس کا معالجہ طبی جاری ہے۔ اختیاری و غیر اختیاری کا فرق سمجھ کر غیر اختیاری پر عقلی پریشانی بھی نہیں ہوتی۔ مگر طبعی پریشانی کے ہر وقت قائم رہنے سے طبیعت ہر وقت مضمحل رہتی ہے جس کے آثار ظاہری بُشرہ پر بھی نمایاں ہوتے ہیں۔ غیر ملتفت رہنے کی بار بار ہدایت کی گئی ہے جس سے کثرت مبدل بہ قلت ہوئی۔ مگر حق تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق تخیلات

پریشان کن بدستور قائم ہیں۔ اس کے متعلق کوئی مفید تدبیر ارشاد فرمادی جاوے۔

تحقیق۔ محض عدم التفات کافی نہیں۔ بلکہ التفات الی الشئی النافع کی ضرورت ہے اس کے لوازم میں سے عدم التفات الی المضر ہوگا یہ عدم التفات مراد ہے۔ وہ شئی نافع خواہ کوئی ذکر ہو یا کوئی کتابی مضمون ہو یا مطالعہ یا کسی اچھی چیز کا تصور ہو مثلاً کعبہ معظمہ کا یا کسی بزرگ کا اور اس کے بعد بھی اگر کچھ اثر رہے اُس کا کوئی علاج نہیں۔ نہ اس میں کسی ضرر کا احتمال۔

حال۔ کیونکہ اندیشہ ہے کہیں اس حالت کا انجرار انکار ذات وصفات کے مہلکہ میں مبتلا نہ کردے والعیاذ باللہ۔

تحقیق۔ ہرگز اندیشہ نہیں تدبیر بالا کے ساتھ اس کا اجتماع محال ہے۔ مگر اُس تدبیر کو بہ نیت تدبیر نہ کیا جاوے نہ ثمرہ کا انتظار کیا جاوے۔ ایک مستقل محمود عمل سمجھ کر کیا جاوے۔ قطع نظر ثمرات سے۔

(النور۔ شوال ۱۳۵۶ھ)

شبہ و وسوسہ میں فرق

حال۔ بعض وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ شبہ ہے وسوسہ نہیں

تحقیق۔ یہ شبہ بالکل باطل ہے شبہ میں حزن نہیں ہوتا لہٰذا یقیناً یہ وسوسہ ہی ہے ایک فرق تو دونوں میں یہ ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ شبہ اختیار سے ہوتا ہے اور یہ اختیار سے نہیں ہے ورنہ قصد ازالہ سے زائل کیوں نہیں ہوجاتا۔

حال۔ وسوسہ کے متعلق حضرت والا کے بہت سے ملفوظ یاد ہیں اور احقر نے بہت سے موسوسین کا علاج کیا اور شفا ہوئی مگر اپنے کام کچھ نہیں آتا۔ قدرتِ خدا نظر آتی ہے کہ وہ دل جس کو ہر چیز میں نور نظر آتا تھا اب ظلمت نظر آتی ہے۔

تحقیق۔ یہ ظلمت کدورت طبعیہ ہے نہ کہ ظلمت اعتقادیہ۔

حال۔ جس چیز میں ہدایت تھی اس میں ضلالت ہے۔

تحقیق۔ اس کو ضلالت سمجھنا یہی غلطی ہے غلطی کا منشاء ہر کدورت کو ظلمت سمجھنا ہے۔ باوجود دونوں کے تباین کے۔ کما ذکرنا قبل ذالک۔

حال۔ حضرت والا دستگیری فرمائیں۔

تحقیق۔ میں نے حقیقت ظاہر کر دی اس کا یقین کر لینا حقیقی وعینی دستگیری کا جالب ہے۔

فاستودع اللہ امانتکم وعملکم۔ (النور ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ)

تسبیح پڑھنے میں شیطانی وسوسہ کا علاج

حال۔ ایک بات دریافت طلب یہ ہے کہ رات کو جب تسبیح لے کر پڑھنے بیٹھتی ہوں تو پانچ تسبیح تو آرام سے پڑھ لیتی ہوں۔ اس کے بعد شیطان یا نفس بڑے زور سے یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اب تسبیح کو ختم کر کے سو جا۔ مگر مجھے ضد ہو جاتی ہے کہ میں اپنے کام کو پورا کر کے اُٹھونگی اس کشمکش میں باقی وظیفہ پورا کرتی ہوں۔ حضور اس کے لئے کوئی تدبیر ارشاد فرما دیں کہ یہ وسوسہ مجھ کو نہ ستائے فقط۔

تحقیق۔ اگر نیند کا غلبہ نہ ہو تب تو یہ محض وسوسہ ہے جو غیر اختیاری اور غیر مضر ہے مگر اس پر عمل نہ کیا جاوے کہ وہ اختیاری ہے اور یہ ہی اس کا علاج ہے اور اگر واقعی نیند کا غلبہ ہو تو وسوسہ نہیں بلکہ تقاضائے طبعی ہے جس پر عمل مصلحت ہے یعنی سو رہنا چاہیئے۔ (النور جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ)

وساوس کا علاج

حال۔ نماز کا مجھے شوق بھی ہے اور برابر پڑھتا بھی ہوں لیکن جب پڑھنے کھڑا ہوتا ہوں تو خیالات منتشر ہو جاتے ہیں۔

تحقیق۔ اختیار و قصد سے یا بلا قصد و اختیار

حال۔ اور نفس یہ چاہتا ہے کہ جلدی جلدی ختم کر دے۔

تحقیق۔ اس چاہنے پر عمل ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو قصد و اختیار سے یا بلا قصد و اختیار۔

حال۔ لیکن میرا دل یہ چاہتا ہے کہ نماز میں دل لگے

تحقیق۔ دل لگنا مامور بہ ہے یا لگانا خواہ لگے یا نہ لگے۔

حال۔ اور جس قدر دیر ہو اسی قدر ذوق اور شوق بڑھے۔

تحقیق۔ کیا یہ مقاصد میں سے ہے اور دلیل۔

(پھر دوسرا خط آیا جو اوپر کے خط کے متعلق ہے)

حال۔ اختیار بلا قصد۔

تحقیق۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اختیار ہو اور قصد نہ ہو۔ معلوم ہوتا ہے قصد و اختیار کے معنی ہی نہیں سمجھے۔ قصد تو یہی ہوتا ہے کہ دل لگے۔

یہ بھی نتیجہ ہے اُس نہ سمجھنے کا کیا دل لگنا اختیاری ہے جس کا قصد کیا جاتا ہے۔

(النور۔ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ)

تخیلات و وساوس کا علاج

حال۔ محترم مکرم حضرت مولانا صاحب زاد لطفہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مجھے دعا کی بیحد ضرورت ہے۔ میں دُعا کا بہت ہی محتاج ہوں۔ بارگاہ عالی میں میرے لیئے تہ دل سے دُعا فرمادیں۔ قلب سعید۔ عقل سلیم۔ صحت کامل۔ دین و دنیا میں عافیت کی دُعا فرمادیں۔ میرے قلب میں اللہ اور اس کے حبیب کی محبت و یاد کے سوا اور کوئی خواہش پیدا نہ ہو۔ اس وقت بھی فسق و فجور لہو و لعب اور انتہائی معصیت میں پھنسا ہوا ہوں۔ جسمانی و روحانی ظاہری و باطنی امراض میں مبتلا ہوں۔ اس وقت میری عمر ۴۲ سال کی ہے۔ لیکن ایک جاہل معمولی سے ذاکر کی آٹھ دس سال کی صحبت سے میرے قویٰ بیکار ہوگئے ہیں جواب دے چکے ہیں۔ صحت ردی ہوگئی ہے۔ رُوح پریشان ہوگئی۔ نیک خصائل بدی سے بدل گئے۔ اس شخص سے میرا بگاڑ ہوگیا ہے۔ اس سے مجھے بیحد نفرت ہوگئی ہے۔ اس کی ہر حرکات سکنات فعل قول یاد آکر طبیعت کو متوحش منتشر کرتے ہیں۔ وہ شخص میرے ساتھ نفس سے بغض سے غضب سے پیش آیا۔ حالانکہ میں قلب سے خلوص سے خدمت سے پیش آتا رہا۔ اُس نے ٹیڑھی ترچھی زہر آلود نظریں ڈال ڈال کر میرے تمام جسم کو اعضاء کو چھلنی زخمی کر دیا۔ اعضاء رئیسہ خراب بیکار کر دیا معطل کر دیا۔ میرے معمول کو خراب کر دیا۔ اکھیڑ دیا۔ جسم کے اندر کی رگیں کٹ گئیں۔ ہر وقت جسم کے اندر جسم کے ہر حصہ میں برچھیاں تیر ٹیڑھے ترچھے پھرتے رہتے ہیں۔ بیقرار۔ بیتاب کرب کی حالت پیدا کرتے ہیں۔ میری حالت ہر لحاظ سے ردی ناگفتہ ہوگئی ہے۔ لفظوں میں بیان ہی نہیں کر سکتا۔ علاوہ دیگر بہت سے امراض پیدا ہو جانے کے اور معصیت میں مبتلا ہو جانے کے بُرے خصائل ہو جانے کے طبیعت میں انتہائی انقباض۔ بخیلی کج فہمی اور زود رنجی، بے ادبی۔ بداخلاقی، کجروی۔ ذرا سا حسد اور کینہ پیدا ہوگیا ہے۔ سب سے زیادہ

جو عرصہ دراز سے مجھ میں ایک مرض جس کو شماتت کہتے ہیں بیحد بڑھ گئی جس کی مجھے بہت ہی تکلیف ہے جس نے میرا ناس کر دیا ہے۔ اور ناس کر رہے ہیں۔ دل۔ دماغ، سینہ میں سرایت کر گئی ہے اچھی طرح گھر کر گئی ہے اس کے دفعیہ کے لیئے ہر طرح کی تدابیر خود بھی کیں اور اہلِ فن کی طرف بھی رجوع ہوا۔ لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی والا معاملہ ہوتا گیا۔ یہ مرض اندر پنجے در پنجے دیتی گئی۔ عرصۂ دراز سے ہر وقت بلکہ ہر سانس کے ساتھ ہمہ تن اُس شخص کے خلاف (یعنی جس کی صحبت سے مجھے ناقابلِ برداشت تکالیف اور دین و دنیا کا نقصان مالی اور جسمانی روحانی ناقابلِ تلافی نقصان ہوا۔)

منصوبے سوچتا رہتا ہوں۔ قانون کی گرفت میں لانے کی تجاویز سوچتا رہتا ہوں۔ اس کو نفرت و حقارت سے دیکھتا ہوں۔ خاص عام میں اس کو نشتر کرتا ہوں اس کے عیوب علانیہ بیان کرتا ہوں۔ جو کہ خود بخود میرے سینہ میں چلے آ رہے ہیں۔ جو حقیقت میں سچے ہیں۔ بعض اوقات مبالغہ اور جھوٹ کے ساتھ فحش کے ساتھ بھی اس کی غیبت کرتا ہوں۔ ہر وقت اسی خیال میں رہتا ہوں کہ کسی نہ کسی طرح اس سے جائز ناجائز بدلہ لوں۔ اس کو نقصان پہنچاؤں۔ مارنے پیٹنے کے موقع کی تلاش میں رہتا ہوں دوسروں کو بھی اس کے خلاف ابھارتا ہوں۔ بس اس کے سوا دنیا میں مجھے اور کوئی کام ہی نہیں رہا۔ میرے سینہ دماغ میں اس مضمون کے سوا اور کوئی مضمون ہی نہیں رہا۔ نہ پیدا ہوتا ہے۔ غرضیکہ میری زندگی کا ایک ایک قیمتی سانس اسی قضیہ میں برباد ہو گیا اور ہو رہا ہے۔ اپنی ہمت اور سمجھ کے مطابق توبہ تائب سے استغفار لاحول سے ورد وظائف سے بھوک فاقہ وغیرہ سے تنہائی سے مجلس سے سیر و تفریح سے اور ان خصلتوں کو ان کے اضداد سے بدلنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن سب بے سود۔ میری زندگی کا ایک مستقل شغل بن گیا۔ یہی میرا وظیفہ ہو گیا۔ ایک طرح کی طبیعت ثانی ہو گئی۔ اس شخص کے پاس بھی کئی بار جا کر کئی کئی دن رہا۔ اس سے معافی بھی مانگی۔ لیکن جب گھر آیا تو مرض پہلے سے بھی زیادہ بڑھا ہوا پایا۔ عجب پیچ و خم طلسم ہوشربا میں پھنس گیا ہوں۔ اس بات کا بہت غم ہے۔ کہ قبر میں بھی خدا نہ کرے یہی تخیل رہے۔ (یہ تو واقعات و حالات ہیں آگے درخواست ہے) خدارا جلد میرا کوئی علاج کریں۔ میں تو تھک گیا ہوں۔ مایوس ہو گیا ہوں۔ چکنا چور ہو گیا ہوں۔ برائے خدا ہمت کمر باندھ کر فیض کی نظر سے مجھے اس جھمیلے سے نکال دیجیے۔ معصیت کے گڑھے سے باہر نکال دیجیے۔ متذکرہ بالا تمام کمزوریاں تمام امراض کو صحت سے اخلاقِ حسنہ خلوص ادب سے نیک خصائل

سے بدل دیجئے۔ دل کو با شریعت بنا دیجئے۔ اللہ کی طرف لگا دیجئے۔ دل کی بربادیاں پھر آباد کر دیجئے میرے دل کے سوکھے ہوئے باغ کو نظرِ فیض کا پانی دے کر دوبارہ ہرا بھرا کر دیجئے۔ مجھے دنیا میں رہنے کا ڈھنگ بتا دیجئے۔ یہ سب کچھ علاج سے کیجئے۔ یا دعا سے کیجئے یا دربارِ مصطفیٰ میں پیش کر کے کیجئے (اس کا جواب خصوصیت کے ساتھ آگے ہے) یا بارگاہِ عالی میں التجا سے کیجئے۔ جس طرح بھی اور جو بھی جناب مدد کر سکتے ہیں مدد کیجئے۔ وقتِ مدد وقتِ دعا ہے۔ کیونکہ مجھ پر ایک عجیب آکر وقت پڑا ہے۔ میں کسی امتحان کے قابل لائق نہیں ہوں۔ اس رحیم کریم کا انتہائی فضل چاہتا ہوں۔ کسی جگہ جانے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ آپ حکیم الامت ہیں۔ میں جناب سے علاج نہیں دریافت کرتا۔ نہ مرض تشخیص کراتا ہوں۔ میں نے اپنے تمام امراض عرض کر دیئے ہیں۔ ایک کایا کلپ اکسیر چاہتا ہوں۔ دعا کا ایک تیر چاہتا ہوں۔ فیضِ نظرِ لطف کی نگاہ چاہتا ہوں۔ ایسی اکسیر ایسی نگاہ چاہتا ہوں جو قبر میں کام آوے حشر میں کام آوے اور اس شخص کا پرتو اور اثر زائل کر دے (اس کا جواب بھی آگے منتقل ہے)

ایک دفعہ دورانِ صحبت میں اس شخص کی ایک حرکت دیکھ کر میرے دل میں خیال گذرا کہ یہ شخص بہت شاطر (یعنی شطرنج باز) خدا جانے اس میں کیا راز تھا کہ میرے دل میں اس کا خیال آنا اسی دن سے اُسی وقت سے مجھے شطرنج کا بیحد شوق بندھ گیا۔ حالانکہ میں نے کبھی نہ شطرنج کھیلا نہ کھیلنا آتی تھی۔ لیکن خود بخود زبردستی ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ میں ہمہ وقت شطرنج کھیلنے لگ گیا۔ گھر پر سفر میں جس جگہ بھی جاؤں شطرنج کے اسباب پیدا ہو جائیں۔ اب اس کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔ ملامت کرتا ہوں لیکن طبیعت کے ساتھ مل گیا۔ طبیعت ثانی بن گیا۔ کیا کروں میں انتہائی مایوس ہو گیا ہوں۔ تھک گیا ہوں۔ اصلاح کی یا کسی قسم کی ترقی یا صحت وغیرہ کی کوئی امید نہیں رہی جیسے کوئی فن نہیں آتا دہ میں ہوں کوئی کل سیدھی نہیں رہی لیکن دل چاہتا ہے کہ کسی سے کچھ سیکھوں لیکن صلاحیت نہیں رہی نہ ہی طاقت رہی ہے کہ کسی کی خدمت میں جا کر رہوں۔ نہ مالی حالت اجازت دیتی ہے۔ طبیعت اس قدر نازک ہو گئی ہے کہ چاہتا ہوں کہ طبیعت کو انتشار نہ ہو۔ میں کسی پر بار نہ ہوں۔ مجھ پر کوئی بار نہ ہو۔ کسی نے مجھے مشورہ دیا ہے اور میرے دل کو بھی پسند آیا ہے کہ آپ کا پس خوردہ پانی دیر تک استعمال کرتا رہوں۔ تو بہت فائدہ ہوگا اسی طرح کسی کھانے والی چیز پر آپ توجہ ڈال دیں یا کچھ پڑھ کر پھونک دیں۔ تو اس سے بھی بہت فائدہ ہوگا۔ میرا دل کہتا ہے کہ آپ کے پس خوردہ پانی وغیرہ سے اس شخص کا پرتو د اثر تو ضرور زائل

ہو جائے گا۔ (اس کا جواب بھی آگے مستقل ہے)

تحقیق۔ الجواب۔ السلام علیکم۔ پورا حال پڑھا۔ غالب یہ ہے کہ یہ سب فساد متخیلہ کا ہے۔ جس کو وسواس کہہ سکتے ہیں اور ضعیف احتمال یہ بھی ہے کہ اس شخص کے متخیلہ کا اثر ہو جس کو تصرف نفسانی کہہ سکتے ہیں یہ تو حاصل ہے واقعات کا آگے درخواست کے متعلق عرض ہے کہ اس میں بعض اجزاء تو محض ناواقفی سے تجویز کیئے گئے ہیں۔ جیسے دربارِ نبوی میں پیش کر دینا یہ کس کے اختیار میں ہے یا ایسے تصرف کی درخواست جس سے اثر زائل ہو جاوے یہ موقوف ہے مشق پر جس سے ہیں عاری ہوں۔ یا پس خوردہ پانی وغیرہ کا استعمال کہ ایسی برکت مجھ میں کہاں ہے۔ پس یہ تو کاتب کے اوہام ہیں۔ اب صحیح تدبیر یہ ہے کہ اوّل چندہ وغیرہ کر کے (جس میں میں بھی شریک ہو سکتا ہوں) اتنی رقم جمع کر لو کہ کم از کم دو ماہ تک تمہارے اور ایک رفیق کے ضروری اخراجات اور متوسط درجہ کی ادویہ کے لیئے کافی ہو۔ پھر ایسی جگہ قیام کرو جہاں طبیب حاذق بھی ہو اور عامل بھی ہو۔ اور شیخ مصلح شفیق بھی ہو اور اس مصلح کی رائے سے سب معالجات ایک دم سے جاری کیئے جائیں۔ اور اس کی پوری پوری اطاعت ہر امر میں کی جاوے اور اپنی رائے کو یا شک و شبہ و اعتراض کو بالکل دخل نہ دیا جائے۔ یہ تدبیر ہوگی اور ساتھ ہی دعا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ سب شکایات زائل ہو جاویں گی باقی مدت و اخراجات ابھی تخمینی ہیں ممکن ہے کہ کچھ اضافہ کی ضرورت ہو سو اللہ تعالیٰ پر توکّل کرنے سے اُمید ہے کہ ضرورت کے وقت اس کا بھی انتظام ہو جاوے گا۔

مراد ما نصیحت بود و گفتیم | حوالت با خدا کردیم و رفتیم

والسلام۔ (النور ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ و محرم ۱۳۵۹ھ)

وساوس کا علاج

حال۔ اب اخیر عمر میں دل میں فتنہ پیدا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ بعض اوقات خداوند تعالیٰ و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک بے ادبی و سبّ و شتم تک کے وسواس آتے ہیں۔ اس میں اختیار کا بھی کچھ دخل سمجھتا ہوں۔ اگرچہ استغفار بھی کرتا ہوں اور عقلاً بڑی قباحت سمجھتا ہوں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بچائے۔ یہ کیا شامت میرے واسطے شیطان نے پیدا کی ہے آخر عمر میں کیا نتیجہ پیدا ہو۔ منافقت ہے یا نعوذ باللہ کوئی کفر کی حالت آنے

والی ہے۔ علاج عطا فرمایا جاوے۔ اور دُعا بھی کی جاوے کہ مجھ کو نجات ہو۔

تحقیق۔ دعا، تو ہر حال میں مطلوب ہے مگر یہ خیال کہ یہ وساوس اختیار سے ہیں یا نعوذ باللہ کفر و منافقت ہیں یہ خود ہی وسوسہ ہے جس کی طرف التفات کرنا کوئی معصیت نہیں۔ مگر موجب پریشانی ہے۔ سو اگر علاج سے مراد معصیت سے بچنا ہے تو وہ اب بھی حاصل ہے۔ اور اگر مراد ہے پریشانی سے بچنا تو اس کا طریق عدم التفات ہے۔ ایسا ہی ایک سوال مع جواب تتمہ اولیٰ امداد الفتاوی صفحہ ۱۲۹ پر منقول ہے۔ (النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ)

خیال ہونا اور عمل نہ ہونا اس کے لئے ہمّت کی ضرورت ہے

حال۔ ایک بڑا عیب احقر میں یہ ہے کہ خیال و فکر تو ہر وقت اس بات کی رہتی ہے کہ آخرت کا سامان کرنا چاہیئے لیکن صرف خیال ہی ہوتا ہے عمل نہیں ہوتا۔ اسی طرح اپنے عیوب کا احساس تو بہت زیادہ ہے لیکن ان کی اصلاح کی کوشش نہیں ہوتی۔

تحقیق۔ خیال مقدمہ ہے عمل کا۔ مقدمہ کی توفیق بھی نعمت ہے۔ نعمت کا شکر کرنے پر مزید کا وعدہ ہے اور اُس مزید میں عمل بھی داخل ہے۔ مگر عمل چونکہ اختیاری ہے لہٰذا ضم ہمت کی بھی ضرورت ہے۔ اس شکر کا یہ اثر ہوگا کہ استعمال اختیار میں سہولت ہوجاوے گی مگر بدوں قصد اس مزید کا وعدہ نہیں۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ)

وسوسہ کا علاج

حال۔ ذکر کے وقت جی یہ چاہتا ہے کہ سوائے لا الٰہ الا اللہ کے اور کوئی کلمہ نہ پڑھوں۔ چنانچہ درمیان میں کبھی کبھی جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتا ہوں۔ تو ایک وسوسہ ہوتا ہے کہ ذات باری کی یاد و مشاہدہ میں کیوں بارج ہے۔ اس وسوسہ سے سخت کوفت ہوتی ہے علاج تجویز فرمایا جاوے۔

تحقیق۔ جس وسوسہ سے کوفت ہو وہ عفو ہے۔ علاج اس کے معین ہونے کا اعتقاد و استحضار اور اُس کے اقتضاء پر عمل۔ یعنی گاہ گاہ اس کا تکرار۔ اور معین ہونا ظاہر ہے۔ حضوری کی بدولت تو

توحید نصیب ہوئی

حال۔ بعد نماز صبح عادت تلاوت کلام پاک ہے مگر کچھ عرصہ سے بعد نماز گھر میں آکر ذکر شروع ہو جاتا ہے اور پھر اس کو چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مجبوراً وقت کے خیال سے پاؤ یا آدھ پارہ پڑھ لیتا ہوں۔

تحقیق۔ کسی دوسرے وقت میں معتدبہ تلاوت کرلی جاوے (النور جمادی الاولیٰ ۱۳۵۹ھ)

وساوس کا علاج

حال۔ یہ عرض کرتے حیا بھی آتی ہے اور خوف بھی۔ حق تعالیٰ حضرت کے قدوم کی برکت سے مجھ پر رحم فرمادیں کہ کچھ زمانہ سے کبھی کبھی حق تعالیٰ کا وجود اور اس کی مشیّت وارادہ سب ہی مشکوک نظر آنے لگتا ہے۔ عقلاً واستدلالاً نہیں بلکہ محض طبعاً ووجداناً دنیا کا نظام اور قانون بجائے ذات قدس جلّ مجدہٗ کے تحت امر ومشیّت اور قصد وقدرت ہونے کے ایک عمومی حرکت طبعی ومادی اور محرکات اتفاقیہ سے زیادہ مہتم نہیں معلوم ہوتی۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ لیکن اس کے باوجود معصیت کی بھی جرأت نہیں۔ تجزیہ کرنے پر اس عدم جرأت کا منشا محض رسم وعادت اور قلبی ضعف معلوم ہوتا ہے۔ بجد تاسّف کے ساتھ خیال ہوتا ہے کہ اے خدایا جس ہستی کی رہنمائی نے نصف صدی تک امتِ مرحوم کے قلوب کو آپ سے وابستہ کیا اور وہ وابستگی متجاوز ہو کر آفاق میں آج تک جاری ہے اور مخلوق کو آپ سے مربوط کئے ہوئے ہے (ادام بہ جدہ وکان ح کذالک) آج اس کی اولاد کے لئے کیا ہونے والا ہے۔ اور وہ کس مرکز پر جا کر رکیگی اللھم ارحمنا واعف عنا واھدنا۔

تحقیق۔ ایسے دشتِ پُرخار سے سب کو گذرنا پڑتا ہے اور جو علامت ہے قطع مسافت کی ورنہ خانہ نشین کو بجز ما مون دیواروں کے کیا نظر آوے گا۔ مگر اس خارستان سے گذرنے والے کو یہ دیا جاتا ہے ؎

باغباں گر پنج روزے صحبت گل بایدش بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش

کیا احادیث میں حضرات صحابہؓ نے اسی کی امثال خطرات کے متعلق یہ عرض نہ کیا تھا کہ جل کر کوئلہ ہو جانا ان کو زبان پر لانے سے احب ہے اور کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے ان کی تشدید کے

اُن کی تہوین کے لیے یہ نہ فرمایا تھا الحمد اللہ الذی ردکیدہ الی الوسوسۃ۔ اور ذالک صریح الایمان۔ اور کیا یہ تعلیم دفع الوقتی تھی یا مغزِ تحقیق تھی اور کیا وہ تحقیق منسوخ ہوگئی یا قیامت تک باقی ہے۔ پھر بقاء کے بعد کیا سوال رہا۔ اگر اس سے زیادہ گندے وساوس غیر اختیاری ہجوم اور تصدیق کا اختیاری درجہ باقی ہو تو یہی فیصلہ ہوگا لایستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث مع انضمام قولہ تعالیٰ وان جندنا لھم الغالبون۔ بالکل بے فکر رہیں یہ سب خود ہباءً منثوراً ہوجاویگا

حال۔ ایسے تیرہ و تار حالات میں اپنی نظر صرف حضرت مدظلہ ہی پر جاتی ہے۔ کہ حضرت ہی مجھے اس دلدل سے نکالیں گے اور قلب کو شفا بخشیں گے ورنہ اپنا حال تو بد سے بدتر ہے

تحقیق۔ دلدل میں داخل ہی نہیں ہوئے جو نکلنے کی ضرورت ہو۔ قلب بیمار ہی نہیں ہوا جو شفاء کی ضرورت ہو۔ آئینہ کے اوپر مکھی بیٹھ گئی اندر عکس نظر آنے لگا۔ آئینہ کی خاصیت معلوم نہ ہونے سے مکھی کو اندر سمجھ لیا۔

حال۔ حُبِ دنیا اور افکار کا اس قدر غلبہ ہے کہ اس انہماک سے کوئی وقت فارغ نہیں۔

تحقیق۔ بضرورت یا بلا ضرورت اوّل انہماک نہیں۔ ثانی کا ترک موجب ضرر نہیں۔

حال۔ اس جنگ ہی کے باعث اذا دخل الملوک فی قریۃ افسدوھا کا خوف و مراقبہ سوہانِ رُوح ہے

تحقیق۔ اگر یہ اضطراری ہے تو مجاہدہ ہے۔

حال۔ جی یہ چاہتا ہے کہ قلب ان سب ہی سے بے نیاز اور بیگانہ ہوکر صرف ایک لگن میں مستغرق ہوجاوے

تحقیق۔ کیا ہر تمنا خیر ہی ہے۔

حال۔ جو اپنی حالت تھی وہ اپنے وسیلۂ یوم و غد کی خدمت میں بے کم و کاست عرض کردی جو ارشاد ہوگا ایک ایک جزو کی تعمیل کروں گا۔ دعاء فلاحِ دارین و عافیت کی التجا کرتا ہوں۔

تحقیق۔ دل و جان سے دُعا کرتا ہوں مگر وہ اتباع سے مغنی نہیں۔

حال۔ دمہ کی پرانی شکایت کا سلسلہ تو دو مہینہ سے چلا آرہا تھا اس طرف اسی سلسلہ میں بخار آگیا اور دو ہفتہ قریباً بالکل فریش رہا۔ اب بفضلہٖ اچھا ہوں مگر کمزوری بہت ہوگئی ہے۔

تحقیق۔ اللہ تعالیٰ قوت بخشے۔ (النور۔ شوال ۱۳۵۹ھ)

جنت میں وسوسہ محبت اور خشیت ہونے کا جواب

حال - دوسرا وسوسہ مجھے یہ ہوا کہ حضرت کے ارشاد کے مطابق جنت میں محبت کے ساتھ اہلِ ایمان میں خشیت بھی ہوگی تو اس کی تطبیق آیہ کریمہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون وغیرھا من الآیات الدالۃ علی عدم الخوف سے کیونکر ہوگی۔ اس ہیچمدان کی فکرِ کاسد میں آتا ہے کہ عدم خوف زوال نعمت بہشت کا ہوگا اور خشیت جلالِ الٰہی سے ہوگی۔

تحقیق - ماشاء اللہ صحیح سمجھے۔ (النور - ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ)

وسوسہ کا علاج

حال - یہ تو عام حالت ہے اس کے علاوہ اکثر حضرت کی زیارت کا دل میں ایک ولولہ پیدا ہوتا ہے اور طبیعت چاہتی ہے کہ اسی وقت تھانہ بھون پہنچ کر حضرت کی زیارت کروں اور اسی کے ساتھ ساتھ بعض ایسے ایسے وساوس آتے ہیں کہ زبان پر لاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ کبھی خیال آتا ہے کہ نہ معلوم اب حضرت کی زیارت نصیب ہوگی یا نہیں۔ کبھی گمان ہوتا ہے کہ میرے جیسے گنہگار اس قابل کہاں جو ایسے بزرگوں کی زیارت کریں بلکہ مجھ ایسوں کو دیکھ کر تو ان کے نورانی قلوب تکدر محسوس کرتے ہوں گے۔ کبھی خیال آتا ہے کہ حضرت اکثر علیل رہتے ہیں اور ضعف و اضمحلال اب زیادہ ہوگیا ہے۔ نہ معلوم میرے پیچھے ہی کیا ہو جائے۔ غرض اس قسم کے بیسیوں وسوسے آ آکر پریشان کرتے ہیں۔ اور ایک بیخودی کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض مرتبہ تو روتے روتے ہچکیاں بندھ جاتی ہیں۔ ایک مرتبہ جب بہت ہی بے چین ہوگیا اور صبر مشکل ہوگیا تو مولوی عبدالصمد صاحب بنارسی (مجاز حضرت اقدس) کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن سے تسلی و تشفی کا خواہاں ہوا۔ انہوں نے بہت کچھ تسلی فرمائی۔ دلاسے دیئے مگر اُس وقت تو عارضی سکون ہوگیا پھر وہی وسوسے اور خدشے پیدا ہو ہو کر فکر مند بنائے ہوئے ہیں۔

تحقیق - کلیہ ہے کہ جو حالت بلا اختیار ہو وہ محمود ہی ہے۔ خصوص غلبۂ محبت کی حالت کہ اس کے بعض افراد یا بعض آثار ناقص تو ہو سکتے ہیں مگر مذموم یا مضر نہیں ہوتے۔ اس سے بے فکر رہیں اور ناقص مقابل کامل کے ہے۔ سو کامل حالت وہ ہے کہ یہ عمل پر غالب نہ ہو۔ کما کان علیھا الصحابۃ رضؓ۔ سو اس کے لئے تدبیر دعا ہے۔ کہ ہر حال میں طبع پر عقل اور دین غالب رہے۔ اس دستور العمل کے بعد اس پر اجماع ہے کہ

~ در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست ~ بر صراطِ مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

حال۔ چونکہ میں اس طریق سے قطعاً نابلد ہوں اس لیئے یہ بھی نہیں سمجھ سکتا کہ یہ حالت محمود ہے یا غیر محمود۔ اگر محمود ہے تو اس کے استقرار و دوام کی دعا فرما دیجئے۔

تحقیق۔ اوپر محقق ہو چکا کہ محمود ہے گو کسی خاص لون یا اثر سے ناقص ہو اس لیئے بجائے استقرار کے کمال کی دعا کرتا ہوں جو صحابہ کو عطا ہوا تھا۔

حال۔ اور اگر محض قلب کی کمزوری اور بدگمانی ہی ہو تو کوئی علاج ارشاد فرما دیجئے تاکہ اس پر عمل پیرا ہو کر اس قسم کے خطرات سے محفوظ رہ سکوں۔

تحقیق۔ کمزوری اور بدگمانی بھی ہو تو غایت ما فی الباب نقص ہو گا لیکن مذموم یا مضر نہیں۔ وقیل عشق است و ہزار بدگمانی۔

حال۔ نیز اس ناکارہ کے حق میں حب الٰہی اور محبوبان الٰہی کی محبت پیدا ہونے کی دعا فرما دیجئے۔

تحقیق۔ دل سے۔ (النور۔ صفر ۱۳۶۲ھ)

وساوس کا علاج

حال۔ بحمد اللہ حضرت والا کی دعا سے معمولات پر بدستور عمل ہے

تحقیق۔ بارک اللہ تعالیٰ

حال۔ سفر نیز تبدیلی مقامات سے تقدیم و تاخیر ہو جاتی ہے وہ بھی جب بالکل مجبوری ہو جاتی ہے۔

تحقیق۔ ایسے تغیرات سے اکابر بھی خالی نہیں اس میں بھی حکمت الٰہیہ ہے کہ اپنے ضعف و عجز کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔

حال۔ خدا کا شکر ہے کہ امراض ظاہری میں نمایاں فرق ہو گیا ہے لیکن قلبی امراض کی حالت کچھ ایسی ہے کہ کمی و زیادتی کا فیصلہ بہت دشوار ہے۔ کبھی کسی مرض میں کمی ہوتی ہے اور کسی میں زیادتی۔

تحقیق۔ مثال۔

حال۔ ۴۰ دن قیام تھانہ بھون کی واپسی کے بعد نیز دوران قیام میں ہر حالت بہتر تھی۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد وہ حالت باقی نہیں رہی۔

تحقیق۔ مثال۔

حال۔ ادھر وساوس کی زیادتی ہے۔ نیز خلاف مزاج افعال پر قلب میں سخت چڑچڑا پن پیدا ہوتا

ہے جس سے وساوس بڑھ جاتے ہیں۔

تحقیق - غیر اختیاری حالات پر ملامت ہی نہیں اور اختیاری سے بچنا اختیار میں ہے اب کیا سوال رہا۔

حال - حضرت کا یہ ارشاد پہلے سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ طالب کے لئے محبت ضروری ہے عقیدت ضروری نہیں۔ میں حیران تھا کہ زبردستی کیسے محبت پیدا کی جاسکتی ہے لیکن دو مرتبہ کی حاضری میں یہ معلوم ہوگیا کہ حضور والا خود ہی محبت پیدا کردیتے ہیں نہ صرف محبت بلکہ عقیدت و اطاعت ہر چیز۔ بحمداللہ حضور کے قدموں کے نیچے حاصل ہوجاتی ہے۔

تحقیق - یہ تو مطلوب پر مزید ہے ضرورت تو محبت عقلی کی ہے جو اختیاری ہے۔ اگر طبعی بھی ہو تو گویا یہ چراغ میں ایک بتی اور چڑھ گئی۔

حال - اللہ تعالیٰ اس کو قائم رکھے میں تو ہر وقت خائف رہتا ہوں اور اُن کے قیام کی دُعا کیا کرتا ہوں۔

تحقیق - اس طریق میں خوف ہی امن ہے۔ (النور صفر ۱۳۶۲ھ)

ختم شد باب ہشتم

بعون اللہ الوھاب

باب نہم
متفرقات کے بیان میں

جائیداد ملنے پر خوش ہونا یہ خوشی طبعی ہے۔

حال: جائیداد کے متعلق چند باتیں دریافت ہیں جس وقت اس کا بیعنامہ ہوگیا تو بہت خوشی ہوئی حتیٰ کہ رفتار میں ایک قسم کا تبختر محسوس ہوتا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ خوشی حدود سے زائد ہے۔ اس واسطے بالقصد اس رفتار کو بدلا اور وہاں جاکر دو نفل پڑھ کر دعا مانگی اللھم لا تجعل الدنیا اکبر ھمنا ولا مبلغ علمنا ولا غایۃ رغبتنا اور اللّٰھُمَّ لا مانِعَ لما اعطیت ولا معطی لما منعت۔ پھر کئی دن تک وہاں نہیں گیا۔ اس میں کیا بات اصلاح طلب ہے اور کیا اصلاح ہے اور یہ خیال ہوا کہ اتنے کی زکوٰۃ اب نہ دینا پڑے گی۔ اس سے دل میں خوشی کا اثر محسوس ہوا۔ یہ محبِّ مال ہے یا نہیں۔ یہ بھی ہوا کہ تقریباً ایک مہینہ کی کوشش کے بعد بیعنامہ ہوا تو دل میں عجلت تھی کہ قبل اس کے کہ زکوٰۃ کا وقت آئے بیعنامہ ہوجاوے تو اچھا ہے۔ احقر زکوٰۃ کا حساب اخیر یوم ذی حجہ میں کرتا ہے۔ غور کرکے دیکھا تو یہ تو نہ تھا کہ اگر تاریخ زکوٰۃ کی آجاوے اور بیعنامہ نہ ہوا ہو تو زکوٰۃ ادا کرنے میں طیب خاطر میں کچھ کمی ہو مگر کچھ عجلت ضرور تھی اور یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ تاریخ زکوٰۃ سے پہلے بیعنامہ ہوجاوے یہ کیا ہے اس میں گناہ ہے یا نہیں۔ اور جیسے بیعنامہ ہوا ہے ایک قسم کا بھروسہ اس پر قلب میں ضرور محسوس ہوتا ہے گو اس پر بھی اطمینان ہے انشاءاللہ کہ اگر خدا تعالیٰ چاہیں تو اب بھی اس کا ہاتھ سے نکل جانا یا کرایہ پر نہ چلنا سب کچھ ممکن ہے۔ دراصل بندہ نے اس کو اس غرض سے خریدا ہے کہ نہ معلوم کیا اتفاق ہے اگر مجھے موت آجاوے تو بال بچے کسی کے دستِ نگر نہ ہوں۔ اور کچھ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب سے بیعنامہ

ہوا ہے مطب کی آمدنی کم ہوگئی۔ اس کی احقر کو پرواتو نہیں بلکہ یہ دعا مانگا کرتا ہے۔ اللّٰھم اکفنی کل مھم من حیث شئت ومن این شئت صرف خیال یہ ہے کہ اس میں کوئی گناہ اور مفسدہ تو نہیں جس کا یہ اثر ہو۔

تحقیق۔ الحمد للہ اس میں نہ کوئی مفسدہ ہے نہ گناہ ہے یہ سب آثار حبِ مال کے تو ہیں مگر یہ حبِ طبعی ہے جو کہ مذموم نہیں نہ کہ حب اعتقادی یا عقلی جو کہ مذموم ہے حضرت عمرؓ نے فتح فارس ومشاہدہ غنائم کے وقت یہی دعا کی تھی کہ اے اللہ آپ کا ارشاد ہے زین للناس حب الشھوات (الآیۃ) رجعلؓ المزین ھو اللہ تعالیٰ وھو احد وجوہ الآیۃ) جب آپ نے یہ حب پیدا کی ہے تو فطری ہوئی اس لیے ہم اس کے ازالہ کی درخواست نہیں کرتے کہ جبلیات نہیں بدلا کرتے البتہ اس کی درخواست کرتے ہیں کہ اس حب کو اپنی حب میں معین فرما کر یہ اسباب طاعت میں سے ہو جائے اور موانع طاعت کے لئے (جیسے ناداری کی پریشانی وغیرہ) یہ سدباب ہو جاوے کہ جبلیات کا ان کے مصرف میں صرف ہونا یہی ان کی تعدیل اور یہی مامور بہ ہے (اس میں اپنے ضعف اور حکمت تخلیق مال کی طرف بھی اشارہ فرمادیا) اور یہی امر مصرح ہے دوسری آیت میں قل ان کان اٰباءکم وابناءکم الیٰ قولہ تعالیٰ احب الیکم من اللہ ورسولہ (علق الوعید بالاحبیۃ لا بالحب) البتہ اس حب طبعی کے آثار بعض اوقات منجر ہو جاتے ہیں بعض غوائل کی طرف سو اس کا وہی تدارک ہے جو آپ نے کرلیا فھنیئا لکم العلم والعمل واللہ اعلم۔ (النور محرم ۱۳۵۱ھ)

امورِ دنیا میں تلوّن کا علاج

حال۔ حضرتِ والا مجھ میں امورِ دنیا میں بھی تلوّن ہے لیکن احقر اپنی سمجھ ناقص میں اس کو قی ذاتہ تو مضر خیال نہیں کرتا اگر احقر کا یہ خیال صحیح ہے تو فبہا ورنہ مطلع فرمایا جاوے تاکہ اس کی اصلاح کی بھی فکر کرے لیکن بظاہر یہ اندیشہ ہوتا ہے۔ کہ امورِ دنیا کا تلوّن پھر امور دینی کی طرف مفضی نہ ہو جاوے۔ کیا احقر کا یہ خیال صحیح ہے۔

تحقیق۔ مثالیں لکھو۔

اس کے بعد ذیل کا خط آیا:-

حال۔ والانامہ حضرت والا کا صادر ہوا۔ آنجناب نے فرمایا ہے کہ امورِ دُنیا کے تلوّن کی مثالیں لکھو چنانچہ احقر اس کی مثالیں عرض کرتا ہے۔

(اوّل) کسی کتاب کے مطالعہ کا کوئی وقت مقرر نہیں آج اس وقت ایک کتاب کا مطالعہ دیکھا تو دُوسرے دن اس وقت دُوسری کتاب کا مطالعہ دیکھوں گا۔

(دوم) احقر نے سوچا تھا کہ عصر کے بعد جنگل جایا کرے گا مگر کبھی تو مدرسہ ہی میں رہتا ہے اور کبھی بازار چلا جاتا ہے غرض بالدوام جنگل نہیں جاتا جیسا کہ ارادہ تھا۔

(سوم) ارادہ کیا تھا کہ اپنی چیزوں کو آٹھویں روز صاف کر لیا کروں گا۔ مثلاً لالٹین ہے اور کتابیں وغیرہ مگر کچھ ٹھیک نہیں کبھی تو آٹھویں ہی روز اور کبھی اس سے زیادہ مُدت میں اور کبھی دوسرے تیسرے دن۔ احقر کے ذہن میں اس وقت یہ تین مثالیں تھیں بطور نمونہ حسب ارشاد عالی عرض کر دی ہیں۔ اب جیسا حضرت والا کا ارشاد عالی ہو عمل کرے۔

تحقیق۔ یہ نہ فی نفسہٖ مضر ہے نہ دوسرے تلوّن کی طرف مفضی ہے انشاء اللہ تعالیٰ للفارق بینھما بلکہ بعض اوقات ایسے امور میں انتظام کا اہتمام مفضی ہو جاتا ہے۔ قلت اہتمام کی طرف امور دینیہ میں البتہ جن امور دنیویہ کا تعلق دوسرے لوگوں سے ہے اُن میں تلوّن سبب ہو جاتا ہے۔ ان کی اذیت کا ان میں اہتمام انتظام کا رکھنا ضروری ہے اور درحقیقت ایسے امور امورِ دینیہ ہی ہیں۔ باقی امورِ دینیہ کے لیئے خود مستقل اہتمام کی ضرورت ہے ہی۔ (النور۔ صفر ۱۳۵۱ھ)

تنگیِ رزق کے لیئے عوام کو وظیفہ جائز ہے

حال۔ چونکہ امداد المشتاق کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ مالی حالت کی تنگی کے لیئے فاتحہ شریف صبح کے فرض اور سُنتوں کے درمیان اپنے اکابر اس معمول کو اپنے لوگوں کو ارشاد فرماتے ہیں اور بعض مواعظ سے معلوم ہوتا ہے۔ دُنیا کے حصُول کے لیئے وظائف پڑھنا پسند نہیں فرماتے ہیں۔ کیا یہ پڑھنا خلوص اور رضا کے خلاف تو نہیں ہے۔

تحقیق:۔ رضا ہر شخص کی جُدا جُدا ہے عوام کی رضا کا جو درجہ ہے یہ اس کے خلاف نہیں۔ (النور جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ)

جسم قلب کے لیئے من وجہ جیلخانہ ہے

حال- آجکل ذوقاً یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ جسم قلب و رُوح کے لیئے جیل خانہ ہے کہ اس کے علائق قلب و روح کو وہاں پہنچنے سے مانع ہیں جہاں وہ پہنچنا چاہتے ہیں۔

تحقیق- ہاں من وجہ ورنہ من وجہ یہی موصل بھی ہے۔ عبادات جسمانیہ خود شرط ہیں۔ ترقی روح کی اور وہ موقوف ہیں تعلق جسمی پر حاصل یہ ہے کہ جسم اگر متبوع ہو تو مانعیت صحیح ہے اور اگر تابع ہو تو ایصال صحیح ہے۔

(النور- محرم ۱۳۵۲ھ)

لوگوں سے تکلیف پہنچنے پر چین نہ آنا معصیت نہیں

حال- خاکسار کو ایک مرض ہے کہ اگر کوئی شخص مجھے کسی قسم کی تکلیف و نقصان پہنچاوے تو چین نہیں آتا ہے جب تک کہ اُس سے انتقام نہ لوں۔

تحقیق- چین نہ آنا معصیت نہیں صرف کلفت ہے جس کا تحمل مجاہدہ اور موجب اجر ہے تو چین نہ آنا مضر نہ ہوا۔ بلکہ نافع ہوا باقی کلفت کا علاج یہ معلّم دین کا منصب نہیں لیکن تبرعاً وہ لکھے دیتا ہوں کہ چند روز تحمل کرنے سے یہی عادت ہو جائے گی۔ پھر اس درجہ کلفت نہ ہو گی۔

(النور- صفر ۱۳۵۲ھ)

احباب و اقارب سے تعلقات نہ ہونے کو خلافِ سُنّت سمجھنا سُنّت نہیں

حال- ایک صاحب نے لکھا تھا کہ احباب و اقارب سے تعلقات و محبت جیسے پہلے تھے اب نہیں۔ اس پر افسوس ظاہر کیا۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ حالت سُنّت کے خلاف معلوم ہوتی ہے یہاں سے یہ جواب دیا گیا۔

تحقیق- سب حالت ٹھیک ہے۔ یہ سنّت مقصود بالذات نہیں مقصود بالذات ادائے حقوق ہے وہ حاصل ہے۔ بعض طبائع ایسے ہیں کہ اس سُنّت کا اہتمام کریں تو ان سے فرض ہی فوت ہو جاوے یعنی تعلق بحق اس لیئے ان کے حق میں یہی انفع و اصلح ہے جو پیش آ رہا ہے۔

(النور صفر ۱۳۵۲ھ)

شاعری ترک کرنے کے متعلق ہدایات

حال - الحمدللہ حضرت کی توجہ و دُعا کی برکت سے بدنگاہی کا مرض تو گویا عملاً بالکل جاتا رہا گو قلب میں میلان ہنوز موجود ہے۔ دُعائے استقامت کی سخت ضرورت ہے جس کی نہایت الحاح کے ساتھ التجا ہے۔ گو میلان کا بھی نہ رہنا مقصود نہیں لیکن اگر حق تعالیٰ اپنی محبت کو قلب میں غالب فرما دیں تو دوسری طرف میلان بھی نہ ہو۔ اور اگر ہو بھی تو کم از کم پریشان کُن تو نہ رہے۔ پچھلے عریضہ میں عرض کیا تھا کہ اب شاعری بھی اسی طرح چھوڑوا دیجئے تو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ دو بوجھ نہیں اُٹھتے ابھی تھوڑا ٹھہر جائیے۔ اگر اب وقت آگیا ہو تو اس کا بھی استیصال کرا دیجئے آنکھ کی اصلاح تو فی الجملہ بفضلہ تعالیٰ ہوگئی اب زبان کی اصلاح بھی کچھ کم ضروری نہیں۔ میرے اندر جوش طبعی فطری ہے وہی منشا میلان حسن صورت و حسن صوت کا ہے۔ جہاں گنگنانا شروع کیا بس ایک جوش قلب میں پیدا ہو کر نفسانی ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور اس میں نفسانی شہوات کو بھی ہیجان ہوتا ہے گو سُننے والوں کو غالباً اچھے اشعار سے فائدہ پہنچتا ہے مگر مجھے ضرر ہوتا ہے۔ لہٰذا میں اپنے لئے اس شغل کو بالکل حرام سمجھتا ہوں۔ اور جب اشعار کا مشغلہ ہوتا ہے تو ورد وظیفے سب ترک ہو جاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کیا ضرر ہوگا میں اس شغل کو چھوڑ دوں تو غالباً معمولات کی پابندی بھی سہل ہو جائے اور تعریف سے نفس خوش بھی ہوتا ہے یہ صریح جاہ طلبی ہے۔ میرا خیال قریب بہ یقین ہے کہ اگر زبان کی حفاظت ہو جاوے تو میری بہت کچھ اصلاح ہو جائے۔ بس سب سے زیادہ دو چیزیں میرے لیئے بیحد ضرر رساں ہیں۔ آنکھ اور زبان۔ علاوہ فضول گوئی کے دیگر لسانی گناہ بھی ہوتے رہتے ہیں مثلاً غیبت۔ گو کم موقع ہوتا ہے لیکن ہوتا ہے اور غصہ بہت ہے کسی کو نصیحت کرنے میں یا کسی سے بحث میں سہولت سے گفتگو مجھ سے ہوتی ہی نہیں۔ اور طعن آمیز ہوتی ہے جس سے دوسروں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ غرض زبان کی حفاظت کی میں نہایت سخت ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔ لِلّٰہ اس امر میں بھی میری اعانت فرمائیں اور کوئی مؤثر تدبیر ارشاد فرمائیں۔ شاعری چھوڑنا مشکل معلوم ہو رہا ہے۔ کیونکہ دل چسپی بھی ہے اور لوگوں کا اصرار بھی بہت ہوتا ہے اور اکثر ان کی خاطر شروع کرتا ہوں۔ پھر خود اس قدر انہماک ہوتا ہے کہ بہت زیادتی ہو جاتی ہے۔ اگر بالکل شعر گنگنانا چھوڑ دوں تو طبیعت بالکل گُند رہے لیکن بلا سے

اس کی مجھے پرواہ نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا اس پر قادر بھی ہوسکوں گا۔ دیندار حضرات بھی اپنے نفع کے لیئے اس کی بہت فرمائشیں کیا کرتے ہیں۔ اور بڑی دلچسپی سے سُنتے ہیں۔ اور بعض ملنے والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے آنے پر سوائے اس کے کہ اشعار سُنائے جائیں کوئی اور گفتگو ہی نہیں سمجھ میں آتی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آیا اس کو بالکل بند کردوں، کہنا اور سنانا بلکہ خود گنگنانا بھی۔ یا کچھ حدود ہوں، حدود کے اندر رہنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اور بالکل بند کردینا بھی دشوار نظر آرہا ہے۔ گو دل میں مصلحت یہی سمجھتا ہوں کہ بالکل چھوڑ دینے پر اللہ تعالیٰ بطفیل حضرت قادر فرمائیں۔ وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ اور اپنے ذکر و فکر سے دلچسپی تام عطا فرمائے۔ اس کی وجہ سے دنیاوی کام بھی پڑے رہتے ہیں، سرکاری کام چوپٹ پڑا رہتا ہے۔ غرض دین اور دُنیا دونوں کی خرابی ہے۔ اگر یہ چھوٹ گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ معمولات کی پابندی نصیب ہوجائے گی۔ بجائے شاعری کے اگر حضرت کے مواعظ سنانے لگا کروں تو کیسا۔ اگر کسی کو دلچسپی نہ ہوگی آنا ہی چھوڑ دیگا اور یہ اور بھی اچھا۔ غرض جو حضرت ارشاد فرمائیں گے اور دُعا و توجہ سے دستگیری فرمائیں گے میرے لیئے انشاء اللہ تعالیٰ اکسیر ثابت ہوگا۔ گو یہ مرض آنکھ کے مرض سے بھی اس وقت سخت نظر آرہا ہے۔ لیکن

ع باکریماں کارہا دشوار نیست

اس وقت اس مصرعہ ہی کو گاکر پڑھنے سے ہیجان پیدا ہوگیا۔ گو شروع میں یہ ہیجان باطنی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ لیکن پڑھنے کے بعد نفسانی ہیجان سے مبدّل ہوجاتا ہے۔

تحقیق۔ الحمدللہ اب اس کا بھی وقت آگیا مجھ کو ایسی تفصیل سے مضرت کا علم نہ تھا۔ واقعی میں نے اس میں تسامح کیا۔ اور جو کچھ کہا سرسری طور پر کہا۔ اب علم ہُوا تو قابل اہتمام معلوم ہُوا۔ اس میں بھی منتظر ویسے ہی القاء کا تھا اس لیئے جواب میں قدرے دیر ہوئی اب جو کچھ لکھ رہا ہوں بصیرت سے لکھ رہا ہوں۔ شاعری کے دو درجے ہیں ایک تصنیف یعنی شعر گوئی۔ دوسرا درجہ نقل یعنی شعر خوانی۔ سو شعر گوئی تو چند روز کے لیئے بالکل ہی چھوڑ دی جائے اس چند روز کی کوئی مدت معیّن نہیں۔ اس کی اجمالی حد یہی ہے کہ اگر کبھی بہت ہی تقاضا ہو مجھ کو اطلاع کرکے مشورہ کرلیا جاوے۔ اگر کسی خاص حدود و قیود سے اجازت مصلحت ہوگی تنگی نہ کی جاوے گی اور خلافِ مصلحت میں توسع نہ کیا جاویگا یہ تو شعر گوئی کے متعلق ہُوا۔ البتہ اگر کوئی غزل وغیرہ اس وقت ناتمام ہو اس کو تمام کرلیا جاوے۔

اب رہی شعر خوانی بطور مشغلہ کے۔ اپنے حظ کے لئے سو بلا ضرورت تو اس سے بھی بُعد ہی مناسب ہے۔ اور اگر کوئی ذی اثر اصرار کرے کہ جواب دینے سے طبیعت پر ثقل ہو اس کے لئے ایک دستور العمل ٹھہرا لیا جاوے وُہ یہ کہ نمبرا۔ ایک دن میں آدھے گھنٹہ سے ایک گھنٹہ تک وقت دیا جاوے۔ گھڑی پاس رکھ کر بیٹھا جاوے۔ اور صاحب فرمائش سے اوّل ہی کہہ دیا جاوے کہ میرے مُشیر نے میرے لیے یہ تجویز کیا ہے اگر منظور ہو تو اس قید کے ساتھ حاضر ہوں۔ پھر اس میں اپنی سہولت و مصلحت دیکھ کر اختیار ہے خواہ وہ گھنٹہ کوئی خاص ہو مثلاً فلاں وقت سے فلاں وقت تک۔ خواہ جس روز جب موقع اور ضرورت ہو۔ اگر دوسرے وقت کوئی فرمائش کرے عذر کر دیا جاوے کہ کل کو وقت دے سکتا ہوں ایک روز میں دو بار کی اجازت نہیں۔

نمبر۲۔ اس گھنٹہ میں سے دس منٹ اور اگر آدھا گھنٹہ ہو تو اس میں سے پانچ منٹ بچا کر کوئی وعظ ضرور پڑھ دیا جاوے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے ہی سے اس کی شرط بھی لگا لی جاوے۔

نمبر۳۔ اس جلسہ کو بالالتزام دُعا پر ختم کیا جاوے کہ اس میں جو کدورات و شوائب نفسانیہ ہوں۔ اے اللہ ان کو معاف فرما۔

نمبر۴۔ اور جتنی دیر یہ مشغولی رہے اندازہ سے اتنی ہی دیر استغفار کا شغل رکھا جاوے اس کے لئے ایک جگہ بیٹھنے کی ضرورت نہیں نہ شمار کی ضرورت۔ متفرق اوقات میں اتنا وقت اندازہ سے پورا کر دیا جاوے۔ فی الحال یہ معمول ۱۳۵۲ھ کے ختم تک کے لئے ہے۔ رمضان میں نصف گھنٹہ سے زیادہ نہ دیا جاوے۔ آخر شوال یا اوائل ذیقعدہ میں پھر مشورہ کر لیا جاوے اور دیگر لسانی گناہوں کو جو لکھا ہے کہ جس سے دوسروں کی دل آزاری ہوتی ہے تو اس کا علاج فی الحال یہ کافی ہے کہ ایسا ہو جانے کے بعد مخاطب کو خوش کر دیا جاوے بڑے سے معذرت کر کے اور چھوٹے کو کوئی احسان کر کے۔

(النور۔ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ)

مُبتدی کو کتاب دیکھ کر بیان کرنا چاہیئے

حال۔ گذشتہ خط میں میں نے مغرب کے قبل بیان کے متعلق دریافت کیا تھا کہ روزانہ تقریباً ۲۰ منٹ قبل مغرب کچھ مسئلے وغیرہ بیان کیا کرتا ہوں۔ حضرت اجازت دیں تو یہ سلسلہ جاری رکھوں

ورنہ بند کر دوں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جاری رکھو مگر جو بیان کرو بیان کے وقت کتاب دیکھ کر بیان کرو۔ اس نسخہ کی مجھے بڑی قدر ہوئی واقعی اکسیر ہے۔ اس میں بڑے فایدے نظر آئے۔ بلا شبہ حضرت جیسے حکیم کا کام ہے ایسا نسخہ تجویز کرنا۔ برابر اس پر عمل کر رہا ہوں۔ حضرت مداومت کے لیئے دعا فرمادیں۔

تحقیق۔ دُعا کرتا ہوں۔ (النور شعبان ۱۳۵۳ھ)

خلافِ شرع میں مروّت نہیں

حال۔ مروّت مجھ کو بہت ہے جس سے بعض دفعہ خلاف شرع کام بھی سرزد ہو جاتے ہیں۔ محض اس خیال سے کہ دوسرے کا دل نہ دُکھے انکار اس قدر دشوار معلوم ہوتا ہے کہ پسینہ آجاتا ہے۔

تحقیق۔ دشواری ہونے سے غیر اختیاری ہونا لازم نہیں آتا۔ جہاں مروّت کرنا خلاف شرع نہ ہو اُس مروّت پر عمل جایز ہے اور جہاں خلاف شرع ہو وہاں جایز نہیں۔ گو دشواری اور تکلیف ہو۔ اس تکلیف کو برداشت کرو اس کے سوا کوئی علاج نہیں۔

(النور ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ)

قطع تعلّق نہ کرنا چاہیئے،

حال۔ جی چاہتا ہے کہ گاؤں کو بیچ کر کاشتکاری دوسروں کے سپرد کرکے اور قطع تعلق کرکے اپنے اوقات کو عمل کے لیئے مقصود کروں۔

تحقیق۔ کیا گاؤں اور زمین اور کاشت وغیرہ عمل سے مانع ہیں

حال۔ والدہ صاحبہ مخالف ہیں لیکن جناب شیخ سعدیؒ کے قول " تعلق حجاب است " کو اختیار کروں۔ اور والدہ صاحبہ کی رائے کے خلاف کروں۔

تحقیق۔ پھر اس آیت کے کیا معنی ہیں۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً۔ خلاصہ یہ ہے کہ کیا اس سے ہر تعلق اور ہر حالت میں مراد ہے جو کام کرو

سمجھ کر کرو۔ (النور ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ)

اپنے محسن بھائیوں سے نہ ملنا بے مروّتی ہے

حال (یکے از مجازین) میرے دو بڑے بھائی ہیں انہوں نے مثل اولاد مجھے پرورش کیا۔ میں بوجہ اس کے کہ سفر سے طبیعت اکتاتی ہے۔ ان سے بہت کم ملتا ہوں جس کے وہ شاکی ہیں۔ یہ بے مروّتی تو نہیں۔

تحقیق۔ بے مروّتی تو ہے جبکہ ملاقات سے کوئی مانع شرعی نہیں۔ (النور محرم ۱۳۵۴ھ)

میونسپلٹی کی ممبری کو قبول کرنا جب تک نسبت مع الخالق نہ ہو اچھا نہیں

حال (یکے از مجازین) مجھ کو بلا میری خواہش کے میونسپلٹی کا ممبر تجویز کر دیا ہے مجھ کو سخت وحشت ہے۔ حکام بضد ہیں۔ بالآخر یہ طے ہوا کہ اپنے پیر و مرشد سے پوچھ لو۔ ثواب کا کام ہے۔ لہٰذا حضرت اقدس تحریر فرما دیں تاکہ گلو خلاصی ہو۔

تحقیق۔ جب تک نسبت مع الخالق راسخ نہ ہو تعلق مع الخلق بلا ضرورت سراسر مضرت ہے اور جو منفعت سوچی جاتی ہے کہ ادائے حق خلق سے وہ حق خلق بھی جب ہی ادا ہوتا ہے کہ نسبت مع الخالق راسخ ہو جاوے ورنہ نہ حق خالق ادا ہوتا ہے نہ حق خلق۔ یہ تجربہ ہے اور ایک کا نہیں بلکہ ہزاروں اہل بصیرت کا۔ ہم سے اور آپ سے زیادہ اہل تمکین نے ایسے تعلقات کو چھوڑ دیا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم بلخیؒ حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ کے واقعات معلوم ہیں اور حضرات خلفائے راشدینؓ پر اپنے کو قیاس نہ کیا جاوے ؎ کار پاکاں را قیاس از خود مگیر (النور۔ محرم ۱۳۵۴ھ)

پہلا خط

دنیاوی نقصان پر طبیعت کا بے قرار رہنا گناہ نہیں

حال۔ اگر کوئی دنیاوی نقصان ہو جاتا ہے تو اس پر طبیعت بے قرار رہنے لگتی ہے۔ اور میرا دل یوں

چاہتا ہے کہ اگر دنیاوی فایدہ ہو تو خوشی نہ ہو اور اگر نقصان ہو تو غم نہ ہو۔ یہ ایک مرض ہے جو مدت سے احقر میں موجود ہے۔

تحقیق۔ مرض باطنی گناہ باطنی کو کہتے ہیں۔ کیا یہ حالت گناہ ہے۔

دوسرا خط

حال۔ عرض یہ ہے کہ طبیعت کا دنیاوی فایدہ پر خوشی اور نقصان پر مغموم ہونا بلا ارادہ گناہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ رحیم ہیں اپنے بندوں کو تکلیف مالایطاق کا مکلف نہیں بنایا۔ الحمد للہ محض احسان الٰہی ہے۔ اور میں نے جو اس کو مرض قرار دیا تھا اس لیئے کہ حقیقت مرض معلوم نہ تھی۔ یا حضرت یہ بات کبھی معلوم نہ ہوتی جو آپ نے احقر کے لئے تحریر فرمائی ہے۔ الحمد للہ آپ کی ایک ایک بات کا حق قیامت تک بھی ادا نہیں کر سکتا اور دُعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ دین میں سمجھ عطا فرمائیں۔

تحقیق آمین۔ (زبانی حاضرینِ مجلس سے فرمایا کہ دیکھیئے اگر میں ایسا جواب نہ دیتا جس کو سختی کا جواب سمجھا جاتا ہے تو کیا یہ حقیقت ایسی آسانی کے ساتھ سمجھ میں آجاتی۔ جن کے یہاں عُرفی خوش اخلاقی ہے ان کے یہاں بھی کسی کی ایسی اصلاح ہوتی ہے۔ وہاں اصلاح کرنا مقصود ہی نہیں ہوتا یہ غرض ہوتی ہے کہ ہمارا معتقد بنا رہے۔ ایسے لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم سختی کے ساتھ اصلاح کریں گے تو ہم سے سب لوگ بد اعتقاد ہو جائیں گے اور ہم اکیلے رہ جائیں گے ۱۲)

(النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

معانی ایسے ہی ہوتے ہیں جن کا پتہ نہیں لگتا

حال (یکے از مجازین) اگر کیفیات حاصل ہوں تو نورٌ علیٰ نور ورنہ مقصود تو حاصل ہے۔ مگر حضرت صورت ہی صورت ہے معنی کا کہیں پتہ نہیں

تحقیق۔ معانی ایسے ہی ہوتے ہیں جن کا پتہ نہیں لگتا۔ اور جن کو معانی سمجھا جاتا ہے یعنی کیفیات وہ صورت ہے اسی واسطے وہ صورت کی طرح نمایاں ہوتی ہیں۔

(النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ)

اصلاح تو ناپسندیدۂ حق کی ہوتی ہے

حال۔ جس قدر قلب و دماغ کی نگہداشت و حفاظت جلوت میں ہو جاتی ہے اور نہ کسی قسم کی پریشانی ہوتی ہے اس درجہ خلوت میں اطمینان معلوم نہیں ہوتا۔ یہ معاملہ برعکس کیوں ہے۔ اصلاح کی درخواست ہے۔

تحقیق۔ اصلاح ہوتی ہے غیر پسندیدۂ حق کی۔ اس میں ناپسندیدگی کیا ہے؟

(النور۔ ربیع الاوّل ۱۳۵۴ھ)

اقارب کی شکایت کی پروا نہ ہونے سے ڈرنا یہ علامت ایمان ہے

پہلا خط ایک مجاز کا

حال۔ احقر کے قلب سے اجانب کے رنج اور محبت اور ثنا اور شکایت کا اثر تو اُٹھ چکا ہے اور کا رنج اور محبت اور ثنا اور شکایت برابر ہے باقی جو اپنے متعلقین ہیں اگر وہ بندہ پر اظہار غصہ کریں تو رنج ہوتا ہے اور اگر محبت کریں یا مدح کریں تو طبیعت خوش ہوتی ہے۔ لہٰذا جی یہ چاہتا ہے کہ جس طرح اجانب کی رنج اور محبت اور مدح اور شکایت کی پروا نہیں اسی طرح متعلقین سے بھی ان کی رنج اور محبت اور مدح اور شکایت کا اثر نہ ہو۔ عنایت فرما کر اس کا علاج تحریر فرمائیں۔

تحقیق۔ ام للانسان ما تمنیٰ۔ کیا ہر جی چاہی چیز کی تحصیل واجب ہے جو اس کا علاج پُوچھا جاتا ہے۔

دُوسرا خط

حال۔ حضور نے جو ارشاد فرمایا ہے کیا ہر چاہی ہوئی چیز کی تحصیل واجب ہے۔ جو اس کا علاج پوچھا جاتا ہے۔ بلاشک ہر چاہی چیز کی تحصیل واجب نہیں ہے مگر یہ ڈر لگتا ہے کہ اس چاہت کا (یعنی اوروں کی شکایت سے رنج نہ ہونا اور اپنوں کی شکایت سے رنج ہونا) منشا کوئی خبث باطنی نہ ہو جو باعث سخط الٰہی ہو ورنہ جاہ پرستی ہے۔

تحقیق۔ یہ ڈر علامت ایمان کی ہے مگر اس ڈر میں غلو نہ ہونا چاہیے کیونکہ احتمالات غیر ناشیہ

عن الدلیل قابلِ التفات نہیں۔ اگر زیادہ ڈر لگے حق تعالیٰ سے دعائے حفاظت کی جاوے خاص تدبیر کی حاجت نہیں۔ (النور۔ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

جب خط لکھنے بیٹھتا ہوں تو سمجھ میں نہیں آتا تو علاج یہ ہے کہ سب برائیاں کاغذ پر لکھ لو

حال ۔ عرض یہ ہے کہ مجھ میں ایک بڑا مرض یہ ہے کہ جب میں حضرت والا کو عریضہ لکھنا چاہتا ہوں تو میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ کیا لکھوں۔ جب اپنی برائیوں پر نظر کرتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ حضرت والا کو لکھوں تاکہ اصلاح ہو تو اس وقت اس خیال میں پڑ جاتا ہوں کہ پہلے کس برائی کے واسطے لکھوں۔ اکثر اس میں عریضہ لکھنا رہ جاتا ہوں اور جب ایک برائی تجویز کر لیتا ہوں کہ اس کو لکھوں تو یہ خیال آتا ہے کہ یہ تو خود بھی ذرا سی ہمت پر چھوڑی جا سکتی ہے۔ پہلے خود ہی چھوڑنے کی کوشش کر لی جاوے۔ اگر کامیابی نہ ہو تو حضرت والا کو لکھا جاوے ان ہی خیالات میں اُلجھ کر عریضہ لکھنا رہ جاتا ہے اور برائیاں ویسی کی ویسی ہی موجود رہتی ہیں۔ اور بندہ بارہا کوشش کرتا ہے لیکن کامیابی ہی نہیں ہوتی۔ جتنا بھی پختہ عزم کرتا ہے اُتنا ہی جلدی ٹوٹتا ہے اس لئے بندہ اس تشویش اور پریشانی میں مبتلا ہے کہ میری اصلاح کیسے ہو گی جب کسی امر پر دوام ہی نصیب نہیں ہوتا اب عرض یہ ہے کہ اس مرض کے واسطے از راہِ کرم علاج تجویز ہو اور دُعا بھی ہو کہ بندہ کو تمام رذائل سے نجات حاصل ہو جائے۔

تحقیق :۔ علاج یہ ہے کہ ایک کاغذ پر اپنی سب برائیاں لکھ لو اور جو جو یاد آتی رہیں اس میں لکھتے رہو اور ان کا علاج بھی کرتے رہو اور علاج سے جو بالکل زائل ہو جاویں اُن کا نام کاٹ دو۔ اور جو رہ جائیں پوری یا ادھوری اُن کو لکھا رہنے دو پھر جب خط لکھنے بیٹھو ان برائیوں کی تعیین کے لیئے قرعہ ڈال لو جس کا نام نکل آوے خط میں وہی لکھ دو۔ اور اگر اس کا کچھ علاج کیا ہو اس کی بھی اطلاع کر دو۔ بس اس طرح خط لکھتے وقت تشویش نہ ہو گی۔ باقی دُعا کرتا ہوں

(النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ)

لباس اچھا پہننا تذلل سے بچنے کے لئے مضائقہ نہیں

حال۔ اس وقت علاج کبر کا جاری ہے میں سرکاری عہدہ پر ہوں تنخواہ ۳۷۰ روپیہ ہے۔ ہر وقت کبر سے محفوظ رہنے کی غرض سے لباس معمولی پہنتا ہوں لیکن جب دورہ پر جاتا ہوں یا حکام سے ملنا ہوتا ہے تو لباسِ فاخرانہ پہننے کو جی چاہتا ہے اُس وقت معمولی لباس نہیں پہنتا۔ فاخرانہ لباس سے مطلب یہ ہے کہ قیمتی کپڑا ہو اچکن پائجامہ ایک ہی رنگ کا ہو۔ ٹوپی بھی ترکی ہو۔ پیر میں موزہ بھی ہو۔ غرض یہ ہے کہ یہ ظاہر ہو کہ لوگ یہ سمجھیں کہ ایک حیثیت والا ہے۔ لیکن اتنا خیال رکھتا ہوں کہ غیر مشروع لباس نہ ہو لیکن نیت میری یہ نہیں ہے کہ لوگ میری تعظیم کریں اور سلام کریں بلکہ دل کی خواہش اتنی ہے کہ مجھے ذلیل نہ سمجھیں اور حکام حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں۔ فی زمانہ یہی دیکھا جاتا ہے کہ ظاہر داری کے بغیر لوگ ذلیل سمجھتے ہیں۔ مجھے کھٹکا اس کا ہے کہ میری یہ حالت کہیں کبر سے ناشی نہ ہو۔ حضور کا جیسا ارشاد ہوگا اس پر عمل درآمد ہوگا

تحقیق۔ ان مذکورہ حالتوں کے علاوہ دوسرے اوقات میں اگر یہ تکلف کا لباس نہ پہنا جاوے تو تذلل سے بچنے کی مصلحت سے مضائقہ نہیں۔ (النور رجب ۱۳۵۶ھ)

چھٹی کی تنخواہ میں اگر تردد ہو تو ذوق سے ترجیح ہوتی ہے

حال۔ خدمت عالی میں یہ عرض ہے کہ وہ جو ایک ماہ ہمشیر کی تیمارداری میں تعلیمی کام انجام نہیں دیا اس کی تنخواہ ۲۵ روپیہ تحصیلدار صاحب نے بھیجی تھی اور احقر قاعدہ سے مستحق بھی تھا مگر حضرت لیتے ہوئے حجاب آتا تھا اندر سے جی رُکتا تھا آنکھ جھپتی تھی یہ بھی خیال ہوتا تھا کہ انہوں نے خود بھیجی ہے نعمت حق ہے لے لو کہیں ناشکرا بندہ نہ ٹھہروں۔ مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی خیال ہوتا تھا کہ بعض لوگ مروۃً ایسا کرتے ہیں نیز یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ مُلّا لوگ دُوسروں کے تو نفع نقصان کا خیال نہیں کرتے اور ہم کوئی ایسی بات کر بیٹھیں تو ناگوار ہوگی مثلاً تنخواہ نہ دیتے تو ناگوار ہوتا۔ اور دی تو چپکے

سے رکھ لی۔ گو ان کا یہ خیال نہ ہو۔ غرض کہ جی نے گوارا ہی نہ کیا۔ اس وقت بس نہ لینے کو ہی دل نے گوارا کیا۔ سو احقر نے وہ تنخواہ واپس کر دی۔ انہوں نے لے لی۔ حضور والا سے استفسار ہے کہ یہ خیالات اور یہ عملدر آمد نامناسب تو نہ ہوا۔ حضور کے ارشادات و تنبیہات کا بندہ ناکارہ سخت ترین محتاج ہے۔

تحقیق۔ ایسے امور میں ذوق سے ایک شق کو ترجیح ہوتی ہے اور وہ ذوق بھی مختلف اوقات میں مختلف ہو سکتا ہے۔ آپ نے ذوق حاضر پر عمل کیا اس وقت وُہی مناسب تھا۔

(النور ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ)

حضرت، کسی وارد کے خط کا انتظار نہیں کرتے

حال۔ یہ احقر اس دفعہ بہت دیر کے بعد حاضر خدمت ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ بجز مکروہاتِ دنیا اور اس کے علائق کے کچھ نہیں۔ اس درمیان میں کئی مرتبہ ارادہ ہوا کہ عریضہ ادب پیش کروں یا خود ہی حاضر ہوں مگر پے در پے حالات و موانع نے اس عزم کو فعلیت میں نہ آنے دیا کچھ عرصہ تک مکان کی تعمیر میں مصروف رہا پھر ایک قریبی عزیزہ گاڑی لوٹ جانے کے باعث سخت مجروح ہوئیں حتیٰ کہ کلائی کی دونوں ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ میرے یہاں وہ مقیم تھیں ان کی تدبیر و تیمارداری میں پریشان رہا۔

تحقیق۔ اگر میں احباب کے خط کا منتظر بھی ہوا کرتا تب بھی یہ عذر انتظار کے کافی جواب تھے مگر الحمدللہ مجھ کو اتنا احساس ہی نہیں کہ کسی محبوب سے محبوب کے خط کا بھی انتظار کروں جس کی وجہ قلتِ محبت نہیں بلکہ انتظار کی تکلیف سے خود بچنا اور علم انتظار کی تکلیف سے دوسروں کو بچانا۔

حال۔ مگر باایں ہمہ قلب حضرت والا کے تصور و تخیل سے کبھی غافل نہیں رہا۔ الحمدللہ، کہ سابق سے زیادہ تعلق آں مخدوم کا اپنے قلب میں پاتا ہوں۔

تحقیق۔ ع۔ ادائے حق محبت عنایتے است ز دوست

حال۔ یہ گذارش بغرض تقریب نہیں گو تمنائے تقریب سے بھی دل فارغ نہیں کہ اہل اللہ

کی تقریب باعثِ نجاتِ دارین ہے مگر یہ گذارش اس غرض پر مبنی نہیں۔

تحقیق۔ پس میں ایسے ہی خلوص کا طالب ہوں۔

حال۔ اس درمیان میں متعدد مرتبہ حضرتِ والا کی زیارت خواب میں میسر ہوئی۔

تحقیق۔ میں اس پر مسرور ہوں کہ یہ آپ کی توجہ کی علامت ہے۔

حال۔ اور اپنی اس کوتاہی پر کہ نہ حاضری کا عزم مکمل ہوسکا نہ عریضہ ہی پیش کرسکا ایک ندامت یہی مستقلاً حاجب رہی بالآخر صَوتُ اللّٰہ کا دِلْكُ بالاسحار ھیجتنی بعد ندامت اس طویل غیر حاضری کی معافی پیش کرتے ہوئے حاضری کی جرأت کر رہا ہوں۔

تحقیق۔ ندامت سلامتِ فطرت کی دلیل ہے۔ لیکن مجھ کو اتنا بار بھی گوارا نہیں۔ لہٰذا اس کو بھی بے تکلفی میں مدغم کر دیجئے وہ بے تکلفی یہ ہے کہ مصطلح حاضری کو برابر کر دیجئے۔

حال۔ حاضریِ خانقاہ کو بیحد دل چاہ رہا ہے۔ ایک مرتبہ قصد بھی کیا مگر چونکہ والدہ صاحبہ محترمہ بھی حاضری کا ارادہ کر رہی ہیں سردی زیادہ ہونے کے باعث متامل ہیں کہ ذرا موسم گرم ہو تو ساتھ ہی حاضر ہو، رُک گیا۔

تحقیق۔ والدہ صاحبہ تو اپنی ہمشیرہ سے (مراد اشرف علی کے گھر میں سے) جو چاہیں معاملہ رکھیں مگر آپ کا آنا بے معنی نہ ہونا چاہیئے کیا وہ معنی مجھ کو بتلائے جاسکتے ہیں۔

حال۔ حالات ہمچو سابق ہیں فرائض و واجبات و موکدات کا التزام بحمد اللہ اکثر رہتا ہے۔ قیامِ مسجد بھی بشغلِ درود رہتا ہے۔ تصورِ ذاتِ حق سے الحمد للہ کوئی لمحہ فارغ نہیں ہوتا۔

تحقیق۔ بڑی دولت ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔

حال۔ مگر بایں ہمہ کوئی خوف و خشیت اور اس کی مرضیات پر کوئی اہتمام بھی محسوس نہیں ہوتا

تحقیق۔ خوف و خشیت و اہتمام بدرجہ خاص خود مقدمات ان ہی مقاصد کے ہیں جس کو میں نے دولت سے تعبیر کیا ہے۔ مقاصد کا عطا ہونا مغنی ہوتا ہے مقدمات کی تمنا و طلب سے۔

حال۔ تعجب اور افسوس ہے۔

تحقیق۔ تعجب تو حقیقت سے غیبت کے سبب ہے اور افسوس خود مستقل مجاہدہ نافعہ ہے۔

حال۔ مراقبہ موت اباجان علیہ الرحمۃ کے بعدِ وفات ہی سے ہے اب یہ تصور بے اختیار زیادہ

معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق - دولت والا جواب یہاں بھی ہے۔

حال - مگر اس میں رغبت و شوق بقا تو کیا ہوتا ایک کیفیت ہربیہ (فراریہ) سی محسوس ہوتی ہے اور پہلے امر کی طرح اس میں بھی کوئی طاعات پر اہتمام نہیں۔

تحقیق - وہی مقدمہ والا جواب یہاں بھی ہے۔

حال - بلکہ فکرِ دنیا و متعلقین زیادہ کارفرما نظر آتی ہے۔

تحقیق - اس کا درجہ غیر مضر منافی مقصود نہیں بلکہ اگر ادائے حقوق کے لئے ہو معین مقصود ہے۔

حال - اللہ ہی جانے یہ ضعفِ قلب ہے یا کید نفس کہ کیفیت بظاہر محمود ترتب نتیجہ قطعاً مذموم۔

تحقیق - اپنے نفس پر بدگمانی یہ خود انسان مفتاح طریق میں سے ہے۔

حال - حضرت ہی کچھ اس میں اصلاح فرمائیں گے۔

تحقیق - اوپر سب عرض کر دیا۔ (النور صفر ۱۳۵۷ھ)

گذشتہ مصائب کا اثر ظاہر ہونے کا علاج دُعا، زوالِ مصیبت کی اور استغفار ہونا چاہیئے

حال - قبلہ مولانا صاحب دامت برکاتہم آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کئی دن سے دل چاہتا تھا کہ اپنی حالت لکھوں مگر چونکہ حضرت والا کو اپنی تکلیفات سنانے سے تکلیف ہوتی ہے اس خیال سے رُکتا رہا اب مجبوراً عرض کرتا ہوں اور اس کے سوا کوئی دوسری حالت ہی نہیں جس کو عرض کر سکوں۔ آجکل گذشتہ مصائب کے اثر ظاہر ہو رہے ہیں۔ کاروبار بوجہ مدید غیر حاضری کے خراب ہو گیا۔ بچوں کو کبھی امرتسر لاتا ہوں کبھی گھر چھوڑنے جاتا ہوں۔ خیر خواہ احباب نے اس پریشانی کو دیکھ کر نکاح کا مشورہ دیا۔ اس سوال کو جب سے زیر بحث لایا گیا تب سے پریشانی اور بڑھ گئی ہے۔ ہر روز نئی باتیں نئے اعتراضات سننے میں آتے ہیں۔ دماغ ہر وقت اسی ادھیڑبن میں مصروف رہتا ہے کہ کن کن اعتراضات کا کیا کیا جواب دیا جاوے۔ اور کہاں کہاں پیغام نکاح دیا جاوے اور

اس پریشانی کا علاج جو نکاح تجویز ہوا ہے اس کے شافی ہونے میں بھی شبہ رہتا ہے۔ اس سے طبیعت اور گھبراتی ہے کہ نہ معلوم کیسی صورت بنے صالح یا غیر صالح۔ معمولات بالکل ہی خراب حالت سے اور بے وقت ادا ہوتے ہیں۔ ذکر شغل میں طبیعت لگتی ہی نہیں۔ اختیاری حالات کو غیر اختیاری سے تمیز کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ میری مصیبت کا خاتمہ ہونا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں درخواستیں بہت ہیں مگر میں خالی ہی ہوں۔ حضرت والا سے درخواست ہے کہ آیا میرے جیسی حالت کا علاج ہو سکتا ہے اور اطمینان قلب مجھ کو کبھی حاصل ہو گا یا نہیں۔ اگر یہ حالت کسی تدبیر سے درست ہو سکے تو للہ میری درخواست کو منظور فرما کر مجھے اس سے مشرف فرمایا جاوے۔ تنگی اور مصائب کے دُور ہونے کی دُعا کے لئے درخواست کرتا ہوں۔

تحقیق۔ اس کا ارادہ ہی چھوڑ دیا جاوے اور موجودہ پریشانی ہی کے لیے اپنے کو آمادہ کر لیا جاوے بس دو چیزوں کا التزام کر لیا جاوے۔ دُعا زوال مصیبت کی اور استغفار اور ثمرات کو آخرت میں سمجھا جاوے۔ بس یہ علاج اُم العلاج ہے جس میں علاج ہی مقصود ہے صحت مقصود نہیں۔

دُوسرا خط جو خطِ بالا کے بعد آیا

حال۔ آج اپنی بے چینی کی حالت میں ڈاک کا منتظر تھا۔ ڈاک آئی خط ملا۔ پڑھا۔ بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ بار بار خط کو چومتا تھا اور ایسا معلوم ہوا جیسا کسی جلے ہوئے دل پر کافور رکھ دیا گیا اور دل سے بار بار دعا نکلنے لگی۔ اے اللہ جس طرح میرے رہبر نے میری دستگیری فرمائی ہے اے اللہ آپ بھی ان پر رحمت فرمائیے۔ اب نہ وہ کسل ہے نہ وہ خدا تعالیٰ کی بے تعلقی کے وساوس ہیں بالکل سکون ہوا یا یوں کہوں کہ میں بھی زندوں میں چلنے پھرنے لگا۔ اب حسب معمول وساوس آتے ہیں مگر وہ خط میرے پاس چھومنتر کا کام دیتا ہے فوراً ختم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے فوری نفع ہوا میری جان کو گھن لگا ہوا تھا۔ شیطان میرا قرین بن گیا تھا۔ ہر وقت کہتا تھا دیکھو دنیا میں لوگ آرام سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو کیسا پھنسایا ہے بہر حال میں حضرتِ والا کا دل سے اس قدر شکریہ کر رہا ہوں کہ قلم و زبان اس کے ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ ۱۳۵۶ھ

تحقیق۔ آپ کے سکون سے مسرت ہوئی اور مکرر دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی مرضی کے موافق بنالے (النور جمادی الثانی)

ایک جدید الاسلام نے بغرضِ تعلّم مشورہ لیا اس کو معذوری ظاہر کر دی

سوال۔ ایک دوسرے مُلک کے جدید الاسلام صاحب نے ہندوستان میں بغرضِ تعلّم احکام قیام کرنے کے لئے معاش کا ذریعہ تجارت تجویز کر کے یہاں کے ایک قدیم التعلق صاحب کے واسطہ سے یہ مشورہ دریافت کیا کہ یہاں کے منتسبین صاحبوں سے اگر رقم کے بارہ میں امداد حاصل کی جائے تو خلافِ مصلحت یا خلافِ مزاج تو نہ ہوگا۔ ان کے دریافت کرنے پر یہاں سے جواب حسبِ ذیل گیا چونکہ اس واقعہ کا تعلق تربیتِ اخلاق سے ہے اس لئے نقل کیا جاتا ہے۔

جواب:۔ وہ (مجوزہ صاحب) معذور ہیں انہوں نے آنکھ کھول کر ایک ہی رنگ دیکھا۔ اب میں دوسرے رنگ پر جو کہ میرا ہے مطلع کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہر شخص اپنے اہلِ زمان واہلِ مکان اور تعلق والوں سے زیادہ واقف ہے۔ عام حالت یہ ہے کہ جس شخص پر یہ پورا اطمینان ہو کہ اس کو یا اس کے مخصوصین کو ہم سے کبھی مالی حاجت نہ ہوگی، اس سے دینی فوائد حاصل کر لیتے ہیں ورنہ دینی انتفاع کا سلسلہ بھی بند کر دیتے ہیں۔ اب اس حالت میں غور کر لیا جاوے کہ آیا ایک شخص کے دنیوی نفع کو مقدم سمجھوں یا جماعت کے دینی نفع کو یہ سچا عذر ہے نہ تاویل ہے نہ تلبیس۔ باقی ان کے لیے بھی دُعائے سہولت کرتا ہوں۔ (النور۔ محرم ۱۳۵۸ھ)

گذشتہ دنیوی ناکامیابی یاد آکر دل کا بُرا رہنا مذموم نہیں

حال۔ بعض اوقات گذشتہ عمر کی ناکامیابی یاد آکر دل پر بُرا اثر پڑتا ہے مثلاً فلاں وقت فلاں ملازمت کے لئے کوشش کی دعائیں بھی کیں پوری نہ ہوئیں یا مثلاً فلاں جگہ سے نفع کی اُمید تھی۔ مگر باوجود کوشش کرنے کے یا دُعا کرنے کے نہ حاصل ہُوا اسی طرح مثلاً فلاں جگہ نکاح کی سعی کی دعائیں کیں پوری نہ ہوئیں جب یہ خیال بندھتا ہے تو یکے بعد دیگرے ساری عمر کی ناکامیاں اور تکالیف کا ایک مضمون مستحضر ہو جاتا ہے اس سے دل پھیکا پڑ جاتا ہے۔ اعمال و معمولات کی چونکہ عادت ہے اس واسطے وہ جس طرح کے

بھی ہوں ہو جاتے ہیں۔ بالفرض اگر عادت نہ ہو تو ان خیالات کے ہوتے ہوئے نماز و ذکر وغیرہ محال ہے۔ ان سے پریشانی رہتی ہے اور ہر وقت دل بُرا رہتا ہے مختلف کُتب کے مطالعہ یا قرآن مجید یا دیگر طریقوں سے یہ خیال دفع نہیں ہوتا بلکہ کچھ دیر کے لئے سکون ہو کر پھر زیادہ عود کرتے ہیں تقریباً دو ہفتہ سے ان میں مبتلا ہوں ان کے لیئے اگر کوئی تدبیر ہو تو مجھے اس سے مطلع فرما کر مشکور فرما دیں۔

تحقیق۔ تدبیر تو ازالۂ مذموم کے لیئے ہوتی ہے نہ کہ ازالۂ محمود کے لیئے۔ کیا یہ حالت مذموم ہے معلوم ہوتا ہے نہ نصوص میں غور کیا نہ اقوالِ اہلِ خصوص میں ورنہ معلوم ہو جاتا کہ دنیا کی ناکامیابی خود شعار ہے مقبولین کا اور تواتر کامیابی خصوصاً معاصی کے ساتھ شعار ہے مخذولین کا۔ کیا حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے واقعات قرآن مجید میں نہیں پڑھے۔ سورۂ بقر کی آیت ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ الآیۃ اور سورۂ احزاب کی آیت اذ جآءُوکم من فوقکم و من اسفل منکم و امثالہا پڑھیئے اور سمجھیئے کامیابی دنیوی سے مقبولیت پر استدلال کا کفار کا طریقہ ہونا سورۂ فجر میں منصوص ہے فاما الانسان اذا ما ابتلاہ ربہ الخ مولانا رومی کے ارشاد کو دیکھیئے ؎

زاں بلا ہا کانبیاء بر داشتند | سر بہ چرخ ہفتمیں افراشتند
گر مرادت را مذاق شکر است | بے مرادی نے مراد دلبر است

ایسی بدیہی بات میں کہاں تک تطویل کروں باقی دُعا ہر حال میں کرنا سُنّت اور وظیفہ عبدیت ہے۔ دُعا کی برکت سے فہم اور رضا و تحملِ سب نصیب ہو جاتے ہیں میں بھی دُعا کرتا ہوں

(النور۔ محرم ۱۳۵۸ھ)

ایک طالب علم کا خط اور اس کا جواب

(تمہید) ایک صاحب علم نے تربیت کی درخواست کی تھی اس کے جواب میں یہ پرچہ معذرت کا بھیج دیا گیا۔ انہوں نے دوبارہ اپنی درخواست پر اصرار کا خط لکھا وہ خط مع جواب ذیل میں منقول ہے۔ چونکہ یہ بھی ایک خاص حالت کے اعتبار سے ایک قسم کی تربیت ہے اس لیئے اس کو نقل کیا گیا۔

حال۔ گذارش یہ کہ والانامہ سے حال معلوم کر کے تردد اور افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ جناب والا کے ذریعہ سے عرصہ دراز تک افادہ کا سلسلہ جاری رکھے۔ آمین۔ جناب والا کے ارشاد کے مطابق تعمیل حکم کے لیے کسی مجاز سے رجوع کرنے میں تامل نہیں ہے مگر عرصہ کے استخارہ کے بعد قلب نے حضرت والا کی طرف رجوع کیا تھا اور اب بھی وہی رجوع قلب موجود ہے اور باوجود استخارہ مسنونہ کے تبدیلی نہیں ہوتی اس لئے دوبارہ تکلیف دہی کی جرات کرتا ہوں۔ باعتبار فرصت جو کم از کم یا مختصر ترین ہدایت فرمائی جائے گی اس پر پابندی اور عمل کی کوشش کی جائے گی اور حتی الامکان زیادہ زحمت کا باعث بننے سے بچوں گا۔ رجحانِ قلب جناب والا ہی کی طرف ہو رہا ہے۔ دوسری طرف رجوع ہی نہیں۔ اگرچہ دیگر حضراتِ مجازین بھی جناب والا کے معتمد ہیں مگر رجوعِ قلب کے بغیر استفادہ دشوار ہے۔ اس لئے اگر جناب والا مہربانی فرما کر جس قدر بلا زحمت ممکن ہو توجہ فرمائیں تو عند اللہ ماجور اور میری بہبودی کا انشاء اللہ باعث ہوں گے۔

تحقیق۔ ماشاء اللہ خوب فیصلہ کیا اگر ہر طالب استخارہ کے بعد یہی کہے تو میرا وہ عذر کس کے لئے ہوگا۔ کیا لغو ہوگا اور جو قواعد اس کی بناء لکھے ہیں کیا ان قواعد سے میں ناواقف ہوں۔ اور اختصار تعلیم کے مضمون سے تو اپنے اناڑی ہونے پر پوری حجت قائم کر دی۔ اور اگر مختصر علاج کسی مرض کے لئے کافی نہ ہو۔ (النور۔ محرم ۱۳۵۸ھ)

قدیمی تعلقات سے وحشت کا ہونا محمود ہے بشرطیکہ کسی کا حق ضائع نہ کیا جائے

حال۔ ایک جدید امر پیش آ رہا ہے وہ یہ کہ احقر کے قدیم تعلقات بالکل مفقود ہو گئے اگرچہ یہ تعلقات دینی طبقات سے تھے مگر اس رسوا کا اب دلی میلان اُدھر بھی نہیں۔ گو پہلے ایسا ہوتا تھا کہ بجبر رواداری اور غلط فہمی دُور کرنے کی وجہ سے اپنے کو مجبور کر کے مل لیتا تھا مگر اب جو غور کرتا ہوں تو معاشرت میں بڑا بدیہی فرق نظر آتا ہے جس کا مجھے تحمل نہیں اس لئے جملہ تعلقات منقطع ہو رہے ہیں۔ اس پر بھی اپنا فکر رکھتا ہوں۔ اور حُسنِ ظن و تاویل سے اپنے کو سمجھاتا رہتا ہوں اور غور کرتا ہوں مگر دل ہے کہ اس قسم کی معاشرت اخلاق سے نفرت ہی کرتا رہتا ہے۔ نہ معلوم احقر کے

نفس کا کید نہ ہو حضرت سلمہ جو ارشاد فرمائیں گے اُس طریق پر عمل کرونگا۔

تحقیق۔ وحشت عن الخلق کا بدوں کسی عارضِ طبعی کے منشاء انس مع الحق اور محمود حالت ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ کسی کا حق ضروری ضائع نہ کیا جاوے۔ خواہ حق ظاہری ہو جس کو سب جانتے ہیں یا حق باطنی مثلاً کسی کو حقیر نہ سمجھا جاوے۔ باقی طبعی غیر اختیاری گرانی پر ملامت نہیں لیکن حتی الامکان اس کا لحاظ رہے کہ دوسرے کو محسوس نہ ہو جس سے دل شکنی کا احتمال ہو لیکن وہم غیر ناشی عن دلیل میں مشغول نہ ہونا چاہیئے۔ اگر اس قسم کا وہم ہو تو اپنے لیئے اور جس کی اذیت کا شبہ ہو اس کے لیئے استغفار یعنی طلب مغفرت کافی ہے۔ (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ)

جہاں تعویذ گنڈے کا رواج ہو اس کو بتدریج چھوڑایا جاوے

حال۔ ایک عرض یہ ہے کہ میرے مکان سے ۵ ½ میل کے فاصلہ پر بھد بھدا ایک مقام ہے جو شہر کے حصہ میں شمار ہوتا ہے اس کے آس پاس تین مواضع ہیں ان میں مسلمان بھی آباد ہیں۔ وہاں پر گاؤں کے لوگوں نے اپنے چندہ سے ایک مسجد بنوائی جو بر سر راہ ہے۔ دو سال پہلے وہاں جمعہ کی نماز ہوا کرتی تھی۔ پھر مسجد بے چراغ ہوگئی۔ نماز نہ اذان۔ اب سال بھر سے وہاں کے لوگوں کے کہنے پر خادم جمعہ کو وہاں برابر جاتا ہے اور نماز پڑھا کر واپس آجاتا ہے۔ صبح ۹ بجے یا دس بجے گھر سے چلتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ میں وہاں پہنچتا ہے اور شام تک واپس آجاتا ہے۔ پہلے تو تین چار آدمی ہوتے تھے مگر اب ۲۴ یا ۲۵ آدمی ہو جاتے ہیں۔ اگر نہیں جاتا ہوں تو پھر وہ لوگ پریشان ہوتے ہیں گویا وہاں کی حاضری لازمی ہوگئی ہے۔ اب ایک مشکل یہ پیدا ہوگئی ہے کہ وہاں ایک جاہل فقیر ایک جھونپڑی میں پڑا رہتا تھا۔ پہلے تو اُس نے بہت ڈینگیں ماریں کہ میں ملاؤں کی نماز نہیں پڑھتا ہوں کہیں وہابی بتاتا کہیں گالیاں دیتا مگر آخر میں وہاں سے بھاگ گیا۔ وہ گاؤں کے لوگوں کو تعویذ گنڈے دیتا۔ کسی کو جھاڑتا۔ تعویذ پر جوتے مار کر باندھتا۔ غرض گاؤں کے لوگ اس کے معتقد تھے مگر خادم کے جانے کی وجہ سے لوگ اُس نشیلے سے ناخوش ہوگئے اور وہ بھاگ گیا۔ اب یہ بلا میرے سر آئی بخار چڑھا ہے تعویذ دو، درد ہو رہا ہے گرڈ پڑھو،

میں کیا جانوں یہ کیا ہے نہ مجھے اس کی خبر نہ کبھی پرواہ ہوئی۔ اور نہ دلچسپی۔ مگر اب جواب دیتا ہوں تو جمعہ کی نماز بھی چھوڑ دیں گے اور اگر اقرار کروں تو کیا لکھوں۔ اب جو حکم ہو تعمیل کی جائے۔

تحقیق۔ اصل تو یہی ہے کہ اس علت کو بالکل حذف اور مسدود کیا جاوے۔ اور کسی کے جمعہ چھوڑ دینے سے کسی کا کیا ضرر ہے۔ لیکن اگر غلبۂ شفقت سے کسی مصلح شفیق کو یہ گوارا نہ ہو تو تدریج سے کام لیا جاوے۔ جس کا نظام یہ ہے کہ اس سلسلہ کو ظاہراً جاری رکھا جاوے لیکن ہر طالب سے یہ بھی ضرور کہہ دیا جاوے کہ میں اس کام کو نہیں جانتا۔ مگر تمہاری خاطر سے کئے دیتا ہوں۔ چند روز کے بعد یہ سمجھایا جاوے کہ لوگ اس کو جس درجہ کی چیز سمجھتے ہیں۔ یہ اس درجہ کی چیز نہیں پھر بعد چندے ایسا کیا جاوے کہ کسی کو دید یا کسی سے عذر کر دیا مگر نرمی سے پھر بالکل حذف کر دیا جاوے۔ (النور رمضان ۱۳۵۹ھ)

مثنوی پڑھانے میں کلید مثنوی اوفق الشروح ہے

حال۔ کچھ مدرسہ کے طلبا نے اور دو ایک خاندانی مریدین نے مثنوی شریف کا ترجمہ پڑھانے کی خواہش کی۔ چونکہ کچھ سال قبل بھی پڑھاتا تھا اس لیے منظور کر لیا اور یہ بھی خیال ہوا کہ اس بہانہ سے میرا بھی ورد ہو جائے گا۔ میری یہ غلطی ہے کہ حضرت والا کے بلا اجازت میں نے درس شروع کر دیا۔ مگر یہ میں نے پڑھنے والوں سے کہہ رکھا ہے کہ میں ہفتہ بھر غور کرنے کے بعد پھر اس کی ادامت یا ترک کے بارہ میں طے کرونگا۔ اب حضرت والا جیسا ارشاد فرمائیں۔ اس کے قبل کلید مثنوی حضرت والا کی شرح میرے پاس تھی لیکن آجکل نہیں ہے۔

تحقیق۔ اس کو تو بہم پہنچانا نہایت ضروری ہے نہ اس لئے کہ وہ افضل الشروح ہے بلکہ اس لئے کہ وہ بوجہ خاص تعلق فیما بیننا اوفق الشروح لطبعکم ہے

حال۔ دوسری بعض شرحیں ہیں اور محشی مثنوی جسے مطالعہ میں رکھتا ہوں مثلاً مولوی احمد حسن صاحب کانپوری نے شاید ایک مثنوی محشی چھپوائی تھی جس میں حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض حواشی معلوم ہوتے ہیں حضرت والا کے ملاحظہ سے گذری ہوگی

جو رائے عالی ہو۔

تحقیق - اوپر عرض کر چکا ہوں کہ کلید مثنوی سے گو دوسری سب شروح وحواشی افضل ہوں مگر فضیلت مستلزم اوفقیت کو نہیں اس کا مشاہدہ دونوں کے مطالعہ سے ہوگا جیسے بادشاہوں کے نسخے دیہاتیوں کو موافق نہیں آتے۔ (النور صفر و ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ)

مخالفین فتنوں کے درپے رہتے ہیں ان کا علاج ترکِ تعلقات یا صبر ہے

حال - گذشتہ تین سال سیاسی تحریک کی وجہ سے میرے مخالفین کو میرے خلاف موقع غلط فہمیاں پھیلانے کا بہت ملا۔ اور انہوں نے بہت حد تک مسلمانوں کے طبقہ کو میرے خلاف غلط فہمیوں میں مبتلا کیا اب اگرچہ مجھ سے اس سلسلہ کی مخالفت نہیں کیونکہ میں اب ایک حد تک کانگریس سے بالکل علیحدہ ہوں جیسا حضرت والا کو علم ہے لیکن پھر بھی وہ درپئے آزار رہتے ہیں۔ اور اب اس جماعت مخالفین میں وہ لوگ بھی کچھ شامل ہو جاتے ہیں جو حضرت والا کی غلامی (اپنی آزاد خیالی اور بعض بدعی امور کی وجہ سے) میرے لئے پسند نہ کرتے تھے اور کچھ فتنوں کی صورتیں شروع کرنے کے ہمیشہ منصوبے باندھا کرتے ہیں مگر حضرتِ والا کی دعائیں ہمیشہ انہیں بہت زائد کامیاب نہیں ہونے دیتیں مجھے ذاتی طور پر حضرت کے توسل کی وجہ سے کوئی خاص پریشانی نہیں مگر میرے بسرِ دمسلمانوں کے بہت سے کام ہیں جن کو نقصان پہنچتا ہے خود میرے مطب کو بھی نقصان پہنچ رہا ہے جس کو میں ذریعہ معاش بنانا چاہتا ہوں۔ ان تمام امور کو دیکھتے ہوئے پریشانی رہتی ہے۔

تحقیق - آپ کی شان حسبی ونسبی کے مناسب اور بالکل متعین جواب صرف یہ ہے ؎

سر و گلہ اختصار می باید کرد — یک کار ازیں دو کار می باید کرد

یا تن برضائے دوست می باید داد — یا قطع نظر زیار می باید کرد

خلاصہ یہ کہ میں دعا کروں ہی گا مگر آپ کی حالت کے مناسب یا ترکِ تعلقات ہے یا ان تعلقات کے آثار پر صبر و رضا۔

حال - میں نے تجربہ کیا ہے کہ جب بھی میں نے حضرت کو اپنی پریشانی لکھی۔ حضرت کو خط پہنچنے کے

دن سے اس میں تخفیف شروع ہو گئی، حضرت کی توجہ میرے یقین کے مطابق بالکل کافی ہے۔ اور اگر حضرت کوئی چیز اس سلسلہ میں ورد کرنے کو فرمائیں تو وہ بھی ممکن ہے بشرطیکہ حضرت والا مناسب خیال فرمائیں۔

تحقیق:- ورد ان اغراض کے لیے کیا کیا جاتا وہ تو محض آخرت بلا واسطہ کے لیے ہونا چاہیئے۔ فاذکروا ایام کم ماصنعوا فی امثال ھذہ الحوادث۔ البتہ اگر اس درجہ کا تحمل وجداناً محسوس نہ ہو پھر بتکلف اس کا قصد کرنا ابوالوقت ہونے کا دعویٰ ہے۔ اس لیے اپنے کو ابن الوقت سمجھ کر وہی تجویز کیا جاوے جو اس وقت تجویز کیا گیا۔ فقط۔ (النور صفر و ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ)

اگر بظاہر دوستی کا دعویٰ اور بباطن دشمنی ہو تو اس سے ملنا قصد و اہتمام سے نہیں چاہیئے

حال- آجکل احوال الصادقین ترجمہ تنبیہ المغترین دیکھ رہا ہوں ۳۴ میں منجملہ ان کے اخلاق کے ایک یہ ہے کہ جو لوگ بظاہر دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں اور باطن میں دشمن ہیں اور ان کا مقصود اختلاط سے یہ ہوتا ہے کہ اس کی پچی حالت پر مطلع ہو کر اس کو رسوا اور ہجو کر سکے ایسے لوگوں سے ملاقات میل جول رکھنے کو منع کیا گیا ہے۔ عبارت تو اس نمبر کی زیادہ تھی مگر احقر نے اپنی فہم کے موافق خلاصہ عرض کیا ہے۔ اس سے بھی حضرت والا سلمہ سے عرض کرنے میں احقر کا مقصود حاصل ہے۔ اس پر عرض ہے کہ میل جول کرنے یا بڑھانے کی الحمدللہ عادت نہیں اگر کوئی کرے تو ضروری ملاقات سے انکار نہیں۔ اس پر دوست دشمن سب برابر ہیں مخالف سے اتنا تو خوف اور احتیاط کرتا ہوں کہ احقر کو مالی بدنی نقصان نہ پہنچا سکے ورنہ اس کا وہم بھی نہیں ہوتا کہ میرا کچا چٹھا معلوم کر کے رسوا کریگا بلکہ اس کے عیب جوئی کرنے سے بعض اوقات یہ نفع ہوتا ہے وہ عیب واقع میں مجھ میں ہوتا ہے۔ اب یہ حال میرا ان بزرگ کے مخالف تو نہیں۔ حضرت سلمہ امید کہ اس میں اصلاح فرمائیں۔

تحقیق- کچھ مخالف نہیں ان بزرگ کا مقصود یہ ہے کہ جب ایسے شخص کی غرض اختلاط سے خلاف دین ہے تو اس سے قصداً اختلاط کرنا اعانت ہے غرض خلاف دین کی۔ اور معصیت کی اعانت

معصیت ہے۔ اس لیئے منع کیا گیا اور آپ کا ملنا قصد و اہتمام سے نہیں صرف یہ ہے کہ نہ ملنے کا بھی قصد و اہتمام نہیں اور کسی امر کا قصداً اہتمام کرنا اور اس کی ضد کا اہتمام نہ کرنا یہ دونوں جدا جدا چیزیں ہیں اوّل ممنوع اور ثانی آپ کا معمول ہے۔ (النور ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ)

قرآن مجید سے نقشہ نعل مُبارک دُور کرنا بے ادبی نہیں ہے

حال:۔ (یکے مستورہ) ایک عرض ہے کہ کینز کے قرآن مجید میں نقشہ نعال پاک حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک عرصہ سے رکھا ہوا تھا کبھی ایسا خیال نہیں پیدا ہوا۔ ابھی چند روز سے ایک بار تلاوت میں اس پر نظر پڑی تو خدا معلوم کیوں ایک دم سے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اس کے رکھنے سے قرآن کریم کی بے ادبی نہ ہوتی ہو۔ اور یہ خیال دل پر ایسا جما کہ کسی طرح دل نہ مانا لہٰذا نقشہ شریف کو کلام مجید سے نکال کر "حیات المسلمین" میں رکھ دیا۔ لیکن اب ہر وقت یہ خیال پریشان کرتا ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں تو بے ادبی کا گماں نہیں ہو گیا۔ توبہ توبہ لہٰذا التجا ہے کہ حضور والا صحیح طریقہ سے آگاہ فرما کر کینز کی پریشانی کو دُور فرمائینگے

تحقیق۔ ظاہر ہے کہ نقشہ جو کہ تصویر ہے نعل شریف کی خود اصل نعل سے زیادہ متبرک و معظم نہیں۔ تو اگر اصل نعل کو اوراق محترمہ سے ہٹا دیا جائے تو کیا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں کبھی بے ادبی کا گمان ہو سکتا ہے تو اس واقعہ میں یہ شبہ کیوں ہوا مگر اس شبہ کا منشا بھی ادب ہی ہے لیکن قرآن مجید ادب کا بہت زیادہ مستحق ہے۔ فقط (النور۔ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ)

فاقوں کا نازل ہونا مریدوں کی عید ہے کہ اگر فاقہ بلا اختیار پیش آئے تو نافع ہے

حال۔ ایک جگہ فرماتے ہیں فاقوں کا نازل ہونا مریدوں کی عید ہے۔ اکثر اوقات فاقوں میں اس قدر معارف کی زیادت ہوتی ہے نماز روزہ میں وہ زیادتی حاصل نہیں ہوتی۔ ملتمسانہ درخواست ہے کہ احقر اس عبارت کا حاصل نہیں سمجھا (کیا احقر کثرت سے روزہ رکھا کرے) اُمید کہ حضرت سلمہ اس عبارت کی تسہیل فرمادیں کہ یہ کیسے حاصل ہو۔

تحقیق - یہ سوال ایسا ہے جیسے موت طاعون کی فضیلت اور اس سے درجۂ شہادت حاصل ہونا سن کر سوال کیا جاوے کہ یہ کیسے حاصل ہو۔ ہر ذی فہم اُس فضیلت کا محمل یہی سمجھے گا کہ مقصود ہے کہ طاعون غیر اختیاری سے گھبراؤ مت۔ اگر اس میں موت بھی آگئی تو یہ فضیلت ہے یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ اپنے اختیار سے طاعون کے اسباب جمع کر کے طاعون میں مبتلا ہو اسی طرح یہاں بھی یہی مقصود ہے کہ اگر بلا اختیار فاقہ پیش آوے تو اس کے نفع کو دیکھ کر پریشان مت ہو یہ نہیں کہ قصداً فاقہ اختیار کرو۔

(النور - ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ)

اگر ذلّت سے بچنے کے لئے صاف کپڑے پہنے جائیں، یہ مکاری نہیں

حال - اگر کوئی بڑے گھر کی عورت یا اپنے ماں باپ کے گاؤں کی مجھ سے ملنے کے لئے آوے یا بلاوے اور میرے کپڑے زیادہ گندے ہوں تو نفس اس بات کو برداشت نہیں کرتا کہ اس گندی حالت میں ملوں۔ زیادہ بن ٹھن کر تو نہیں ملتی البتہ صاف کپڑے پہن لیتی ہوں نفس بہانہ بناتا ہے کہ ذلّت سے بچنا تو مشروع ہے۔ اور نیّت بھی ذلّت سے بچنے ہی کی کرتی ہوں۔ لیکن نیّت میں کھوٹ کی آمیزش نظر آتی ہے۔ عام حالات میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ عزّت کی خواہش نہیں۔ لیکن جب کوئی ایسا موقع ملنے ملانے کا آتا ہے تو نفس ذلّت سے بچنے کی مکاری کر کے کپڑے زیادہ میلے ہوں تو دُھلے ہوئے پہنا دیتا ہے۔ کچھ پتہ نہیں لگتا کہ یہ ذلّت سے بچنا ہے یا عزّت کی خواہش ہے۔ حضرت اقدس اگر میری یہ حالت بُری ہو تو علاج ارشاد فرما دیں۔ حضور کے ارشاد پر دل و جان سے عمل کروں گی۔

تحقیق - اگر زیادہ زینت کے کپڑے موجود ہوں جو مثلاً عیدین میں پہنے جاتے ہیں اور باوجود اس کے پھر معمولی مگر صاف کپڑے پہنے جاویں تو یہ مکاری نہیں۔ اور سوال اسی حالت کا ہے

(النور ربیع الاوّل ۱۳۶۲ھ)

تبدیلیٔ لباس بحدودِ شریعت جائز ہے

حال - جب سے حضرت کے یہاں سے واپسی ہوئی ہے میں نے عموماً شروانی

اور عمامہ کا اور عادۃً ہفتہ میں تین بار تبدیلی لباس کا اہتمام چھوڑ دیا اس سے طبیعت میں شکستگی افتقار اور تواضع پیدا ہوا مگر دوسری جانب یہ اثر پڑا کہ امراء اور ارباب مناصب کے سامنے میں اپنے آپ کو کچھ ذلیل سا سمجھنے لگا اور اس کا اثر میری ہمت وجرأت پر پڑا۔ تو میں نے بہ تکلف یہ نیت پیدا کی کہ لباس وتبدل لباس کا اہتمام اپنی ذات کی بجائے خدام علم کی عزت کی خاطر بحدود جائز کیا جائے۔

تحقیق ۔ عَیْنُ الصَّوَابِ وَیُؤَیِّدُہٗ حَدِیْثُ مَشْوَرَۃِ التَّجَمُّلِ لِلْوُفُوْدِ وَعَدَمُ النَّکِیْرِ عَلَیْہِ مِنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔　(النور ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ)

قَالَ تَعَالٰی فِی بَعضِ النَّبِیِّینَ وَتَرَکْنَا (اَبقَینَا) عَلَیهِ (ثَنَاءً حَسَنًا)
فِی الْاٰخِرِینَ (وَالصّٰفّٰتِ مَعَ الجَلَالَینِ)

چوں آیت وارده درحق انبیاء علیہم السلام دال است بر منقبت بُودن بقاء
ذکرِ حسن در آخرین وعطائے فضائل غیر مخصوصہ ارثاً عن الانبیاءؑ ثابت است
برائے اولیائے مقبولین در رسالہ

البیان المتین فی بعض احوال الشیخ شمس الدین

مؤلفہ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت شاہ اشرف علی رزقہ اللہ تعالیٰ
حظاً وافراً من الیقین، کہ جزو لبیت از تربیۃ السالک وکاشف است
از حالات حضرت شاہ ولایتؒ مدفون جانب غربی تھانہ بھون مصداقے بود
ازیں مفہوم ثمین افادۃً للطالبین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

البیان المتین فی بعض احوال الشیخ شمس الدینؒ

بعد حمد و الصلوٰۃ تھانہ بھون میں جانب غرب حضرت شاہ ولایت صاحب کے نام سے ایک بہت قدیم اور مشہور بابرکت مزار ہے مگر صاحبِ مزار کے حالات غالباً کسی کو معلوم نہیں۔ چونکہ معرفت سے محبت بڑھتی ہے اور محبت سے برکت۔ اس لئے جی چاہتا تھا کہ جو کچھ بھی حالات معلوم ہو جاویں ان کو ضبط کر کے شائع کر دیا جاوے۔ پیر جی محمد عاشق صاحب متولی مزار موصوف سے تحقیق کرنے پر چند صفحات بابت صاحبِ مزار کے حالات کے اور کچھ کاغذات حکام حال و شاہانِ گذشتہ کے بابت مزار کے متعلقات کے دستیاب ہوئے یہ کاغذات تو اصل تھے اور حالات کے صفحات نقل تھے جس کے آخر میں ناقل نے اپنا نام فیض الحسن قریشی چشتی صابری کاندھلوی اور سنہ نقل اربع و ثلاث عشرۃ مائۃ یعنی ۱۳۰۴ھ لکھا ہے۔ اس نقل کے منقول عنہ اور اس کے کاتب کا پتہ نہیں مگر قرائن سے وجداناً اس کے کاتب کوئی بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ یہ مضمون حالات کا گو بہت مختصر تھا مگر خفائے محض کے مقابلہ میں غنیمت معلوم ہوا بقول عارف رومیؒ فی المثنوی دیباچہ دفتر پنجم

اِنَّ شَیْئًا کُلُّہٗ لَا یُدْرَکُ ۔۔۔ اِعْلَمُوْا اَنَّ کُلَّہٗ لَا یُتْرَکُ

گرچہ نتواں خورد طوفان سحاب ۔۔۔ کے تواں کردن بہ ترک خورد آب

آب دریا را اگر نتواں کشید ۔۔۔ ہم بقدر تشنگی باید چشید

اور یہ مضمون فارسی عبارت میں تھا۔ چونکہ آج کل عام طور پر فارسی کی استعداد کم ہو گئی ہے اس لئے اس کا ترجمہ کر دینا بھی مناسب معلوم ہوا اور برکت کے لئے اصل عبارت کو بھی محفوظ رکھا گیا اور کہیں کہیں ضرورت کے مقام پر ترجمہ میں کچھ توضیحات بھی کر دی گئیں۔ کہیں خطوط وحدانیہ کے درمیان کہیں ختم مضمون پر ف۔ بنا کر۔ اور اصل عبارت میں کچھ غلطیاں بھی محسوس ہوئیں۔ چونکہ اصل منقول عنہٗ کی دستیابی اور اس سے تصحیح کی کوئی توقع نہ تھی اس لئے قیاس سے ان کو درست کر دیا گیا اور انشاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ قیاس صحیح ہوگا اور سہولت فہم کے لئے اجزاءِ مضمون کو نمبروں کی شکل میں تقسیم کر دیا گیا اور چونکہ ان حالات کے علاوہ بعض اور حالات متعلقہ بھی میرے

استفسار پر پیرجی صاحب موصوف سے معلوم ہوئے اُن میں ضروری اجزاء کو لے کر ایک ضمیمہ میں نقل کر دیا گیا اور چونکہ کاغذاتِ مذکورہ کے نقل کرنے میں تطویل تھی اور مقصود میں ان کو مزید دخل بھی نہ تھا اس لئے ضمیمہ ہی میں ان کی صرف فہرست (جس کی ساتھ ساتھ اُن کاغذات کا خلاصہ بھی مرقوم ہے اور وہی نتیجہ ہوسکتا تھا ان کے بعینہٖ نقل کرنے کا جو اس صورت سے بھی حاصل ہوگیا اور اس لئے اصل کی نقل سے مستغنی ہوگیا) نقل کر دی گئی جو پیرجی صاحب سے حاصل ہوئی تھی اور اس کا مجموعہ کا ایک لقب بھی تجویز کر دیا گیا جو رسالہ ہذا کی پیشانی پر لکھا ہوا نظر آویگا۔ اب بنام خدا مقصود کو شروع کرتا ہوں۔ وھو الموفق للصواب والمعین فی کل باب۔ فقط

کتبہ اشرف علی ۲۴ ر جمادی الاولی ۱۳۵۶ھ

قال صاحب الاصل۔ نقل احوال	ترجمہ
(۱) نامہ حضرت مخدوم العالم سراج الملۃ راہبر راہِ طریقت امام السالکین قدوۃ العارفین زبدۃ الکاملین قطب الاقطاب جناب مولانا شمس الحق والدین المعروف بشاہ ولایت صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ و قدس اللہ سرہ العزیز و رضی اللہ عنہٗ	(۱) ظاہر ہے اور اس عبارت سے آپ کا نام شمس الدین معلوم ہوا۔ عربی ترکیب میں اس عنوان یعنی شمس الحق والدین سے تعبیر کرنے کی عادت ہوگئی ہے
(ع۲) از اولاد امجاد افضل اصحاب کرام قاتل الزندیق حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہٗ	(ع۲) آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی اولاد سے ہیں (پس آپ نسباً صدیقی ہوئے)
(ع۳) جدِّ ایشاں حاجی الحرمین الشریفین صاحب الکشف والکرامات ارباب العشق والفتوحات والمقامات حضرت شیخ نجم الحق والملۃ والدین	(ع۳) آپ کے جدِّ امجد حضرت شیخ نجم الدین اپنے وطن سے چند قبیلوں کی معیت میں جن میں تین سو علماء و مشائخ اہل کرامات و واردات کو

ازوطنؑ مبارک ہمراہ قبائل کہ ازاں جملہ سی صد دانشمنداں و مشائخ اصحاب الکرامات والواردات ہمراہ خود میداشتند اوّلاً در دارالخلافہ دہلی نزول اجلال فرمود	اپنے ہمراہ رکھتے تھے اوّلاً دارالخلافہ دہلی میں فروکش ہوئے
(۴۷) اکثر مریدان ایشاں تاج الاولیا، سرحلقہ اتقیاء و اصفیا و ارباب رشد وہدایت و سلطان الفقراء گشتند و حضرت ظلِّ سُبحانی سلطان محمد عادل دہلوی تغمدا اللہ بلطفہ الابدی والازلی نیز مرید حضرت شیخ الشیوخ امام الاولیاءؒ موصوف بودند۔	(۴۷) آپ کے اکثر مرید بڑے بڑے درجے کے ہوئے (اختصار کے لئے حاصل کے ساتھ ترجمہ کردیا گیا) اور خود سلطان محمد عادل شاہ دہلوی بھی حضرت موصوف (یعنی شیخ نجم الدّین) کے مرید تھے۔

ف۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوا تھا کہ یہ سلطان محمد عادل کون ہیں کیونکہ شاہانِ دہلی میں اس نام یا لقب کے دو بادشاہ ہوئے ہیں ایک خاندان سوری سے جس کا نام محمد شاہ عادل ہے۔ یہ سلیم شاہ کے بعد بادشاہ ہوا اس کا سنِ وفات ۱۵۵۵ء ہے۔ دوسرا محمد تغلق۔ جس کی نسبت نُزہَتہُ الخَواطِر میں لکھاہے المشہور بالعادل یہ ۱۳۲۵ء میں بادشاہ ہوا اور ۱۳۵۲ء تک بادشاہ رہا۔ سو یہاں دونوں مراد نہیں ہوسکتے اس لئے کہ رسالہ ہٰذا میں آگے حضرت شاہ ولایت صاحب کا باطنی استفادہ حضرت قطب صاحب سے مذکور ہے جو معاصر ہیں شمس الدّین التمش کے اور التمش کا سنِ وفات ۱۲۳۶ء ہے جو پہلے بادشاہ سے تین سو سال پہلے ہے اور دوسرے بادشاہ سے سو سال پہلے ہے۔ اس سوال کے حل کے متعلق بعض صاحبوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ غالباً اس نام لکھنے میں کاتبوں سے غلطی ہوئی ہے یہ شہاب الدّین محمد غوری ہیں۔ غوری کا عادل لکھ دیا اور غوری کا سن وفات ۱۲۰۶ء ہے تو التمش کا زمانہ اس سے زیادہ دور نہیں اور وجہ اس غلطی کے آئندہ ضمیمہ میں مفصلاً مذکور ہیں واللہ اعلم

ؑ اصل میں لفظ وطن و مبارک کے درمیان بیاض ہے غالباً اس جگہ وطن کا نام ہوگا جو سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے کاتب نے نہیں لکھا۔ شاید کتبِ سیر میں تلاش کرنے سے مل جاوے۔ بعض خدام درگاہ نے بیان کیا کہ بزرگوں سے سُنا ہے کہ عرب سے آئے تھے۔

(۵) در مددِ معاش حضرت موصوف را موضع بھورا و بہاجو وچونسا کہ من اعمال قصبۂ بَنَتْ است معاونت کلی فرمودہ در تحت تصرّف حضرت شیخ نجم الحق والملّۃ والدّین زاد اللّٰہ تعالیٰ فتوحاتہ الظاہرۃ والباطنہ کنانید حضرت موصوف باعزاز واکرام مع اہل وعیال در مواضع ہا تشریف آوردند و حضرت شیخ موصوف بمواضع ہائے مذکورہ چاہ ہا ومنازل ہا و باغیچہ ہا بنا ساختند۔

(۵) اور بادشاہ موصوف نے مددمعاش کے لئے حضرت موصوف یعنی شیخ نجم الدینؒ کی ان مواضع یعنی بھورا اور بہاجو اور چونسا سے پوری اعانت فرما کر حضرت موصوف کے تحت تصرّف میں ان مواضع کو کرا دیا۔ حضرت موصوف اعزاز واکرام کے ساتھ مع اہل وعیال کے ان مواضع میں تشریف لائے۔ اور ان مواضع میں کنوئیں اور مکانات اور باغات بنائے۔

(۶) روزے بسبب عداوت یک مردم از قوم جاٹ کافرِ مطلق یک درختِ انبہ از ملکیت جناب بزور وتعدّی بریدہ بود چوں خبرِ ایں واقعہ بگوشِ ہوش حضرت در رسید حضرت شیخ فرزند مبارکِ شیَم شیخ محمّد یوسف را ارشاد فرمودہ کہ ایشاں مع مرداں در آنجا رفتہ ملاحظہ نماید، حضرت شیخ محمد یوسف معہ فرزندِ ارجمند کہ اسمِ مبارک شیخ شمس الدّین بود آنجا رفتند وزجر وتوبیخ کما ینبغی فرمود چوں جامِ حیات او کافر بدکیش وبدنہاد باختتام رسید و روزِ قضا، او ناہنجار برسرش در رسید از دستِ مبارک حضرت شیخ مخدوم الاولیا خواجہ شمس الدّین صاحب بہلاکت رسیدہ بقعرِ جہنّم انداختہ شد۔

(۶) ایک دن عداوت کے سبب (جو اکثر زمینداری کا خاصہ ہے) ایک شخص نے کافر جاٹ کی قوم سے ایک درخت آم کا حضرت شیخ نجم الدینؒ کی ملکیت سے زبردستی اور ظلم کی راہ سے کاٹ لیا تھا۔ جب اس واقعہ کی خبر حضرت کے کان تک پہنچی تو حضرت شیخ نے اپنے فرزند مبارک خصلت شیخ محمّد یوسف کو حکم دیا کہ آدمیوں کی ہمراہی میں اس موقع پر جا کر دیکھیں، حضرت شیخ محمّد یوسف اپنے فرزند ارجمند کی جن کا اسم مبارک شیخ شمس الدّین تھا (شاہ ولایت یہی بزرگ ہیں) ہمراہی میں اُس جگہ گئے اور (بعد تحقیق ان ظالموں کو) کافی زجر وتوبیخ کی چونکہ جامِ حیات اس کافر بدکیش وبدنہاد کا (جس نے درخت کاٹنے کی حرکت کی تھی) اختتام

کو پہنچ چکا تھا اور اس ناہنجار کا روزِ قضا اس کے سر پر آ پہنچا تھا۔ حضرت شیخ (یعنی شاہ ولایت) کے دستِ مبارک سے ہلاکت کو پہنچ کر قعرِ جہنم میں ڈالا گیا (یعنی مقتول ہوگیا)

ف۔ یہ قتل صرف درخت کاٹنے کے عوض نہ تھا بلکہ اس نے بجائے غلطی کے تدارک کے مقابلہ و مقاتلہ کیا ہوگا جس سے قتل کا مستحق ہوگیا۔

(۱۷) من بعد مردم جٹاں با خویشاں و با مردانِ دیگر دیہات و نواحی فریاد پیش ظل اللہ حضرت سلطان محمد عادل لایزال فی ظل اللہ العلی بردند حاکم موصوف پس تنقیح و تفحص کما حقہ حضرت مخدوم العالم خواجہ شمس الحق والملۃ والدین را طلب فرمود و گفت کہ خونِ ایں بدنہاد حسب شہادتِ مردمان دیگر مواضعات و نواحی و مواضع ایشاں و متعلقینش بذمہ ایشاں ثابت حضرت مخدوم العالم قدس اللہ سرہ اعترافِ صحیح نمودہ، سلطان محمد عادل حسب عدالتِ شریعتِ محمدیہ مصطفویہ عدلِ صحیح و انصاف بدیع نمودہ از شبہ خون او لقمہ جہنم معاوضہ سزا از حضرت اقدس متقدس نگرفت اِلّا دیہات از ایشاں برگرفتہ مردمان مضروب و مقتول را عطا فرمود۔

(۱۷) اِس واقعہ کے بعد جاٹ لوگ مع اپنے رشتہ داروں اور دوسرے دیہات و نواح کے لوگوں کے سلطان محمد عادل کے سامنے فریاد لے گئے (کہ ہمارے آدمی کو قتل کر دیا) بادشاہ موصوف نے تنقیح و تحقیق کامل کے بعد حضرت خواجہ شمس الدینؒ کو (جن پر قتل کا دعوی تھا) بلایا اور کہا اس بدذات (مقتول) کا خون دوسرے مواضع و نواح کے لوگوں کی شہادت سے بھی اور خود آپ کے مواضع اور متعلقین کی شہادت سے بھی آپ کے ذمہ ثابت ہو چکا، حضرت موصوف نے اس کا صحیح اقرار کر لیا۔ سلطان محمد عادل نے عدالت شرعیہ کے مطابق عدل و انصاف کر کے اس لقمۂ جہنم کے خون کے شبہ سے قصاص تو حضرت سے نہیں لیا (غالباً مبنیٰ قتل کا کچھ مشتبہ ہوگیا کہ اس پر قتل کرنا شرعاً جائز تھا یا نہیں اور اشتباہ کی حالت میں شرعاً قصاص نہیں اس لئے قصاص تو نہیں لیا) لیکن ان

حضرات سے دیہات لے کر مضروب و مقتول لوگوں کو (یعنی مضروبین کو بلا واسطہ اور مقتولین کو بواسطہ ان کے ورثہ) عطا کر دیئے (یہ قاتلین کے لئے تعزیر تھی اور مستغیثین کی دلجوئی)

ف۔ ظاہراً اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے دیہات ان حضرات کی ملک نہ کئے ہوں گے اور کسی عبارت سے اس کا شبہ ہو تو مجاز پر محمول ہوگا پس اس حالت میں شبہ غصب کا بادشاہ پر وارد نہیں ہوتا یا ممکن ہے کہ کسی دوسرے مذہب کے فتوی پر تعزیر بالمال جائز سمجھا ہو۔

(ع ۸) ثم بعد ذالک دریں حضرات تفرقہ عظیم افتاد ہر واحدے ازیں ہا منتشر گشتہ بطریق مختلف شدند بعضے بقصبہ کاندہلہ و کسے بقصبہ نونی متصل دہلی و بعضے بقصبۂ سرسادہ من متعلقات صوبہ خلافت سہارن پور برفتند و شیخ محمد یوسف ابن شیخ نجم الحق قدس اللہ سرہ فرزند خود حضرت شیخ مخدوم شمس الدین را ہمراہ خود گرفتہ باکثر مردمان خویش بدارالسلطنت دہلی بخدمت حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رفتہ شرف عزت یافت۔

(ع ۸) پھر اس کے بعد ان حضرات میں عظیم تفرقہ ہو گیا یعنی ان میں سے سب کے سب مختلف راہوں پر ہو گئے بعض کاندہلہ بعضے نونی متصل دہلی بعضے سرسادہ من متعلقات سہارن پور چلے گئے اور شیخ محمد یوسف بن شیخ نجم الحق نے اپنے فرزند مخدوم شمس الدین کو اپنی ہمراہ لے کر اپنے اکثر آدمیوں کی معیت میں دارالسلطنت دہلی حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی کی خدمت میں جا کر عزت کا شرف حاصل کیا۔

(ع ۹) فرزندش شمس الدین ریاضت و مجاہدات شاقہ چناں بلیغ فرمود کہ مرتاض النفس و صاحب الکشف گشتند و والد بزرگوارش

(ع ۹) اُن کے فرزند شمس الدین نے ریاضت و مجاہدات شاقہ اس قدر بلیغ کئے کہ مرتاض النفس اور صاحب کشف ہو گئے۔ اور آپ کے والد

حضرت شیخ محمد یوسف بمقتضائے آیت اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ وآیت كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ذائقۂ موت چشید. حضرت خواجہ قطب الاقطاب قطب الحق والملّۃ والدّین باکثر مریدانِ خویش تشریف آوردند وغسل دہانیدہ باجماعت کثیر نمازش خواندند وقبرِ مبارکش متصل استاد خود کنانیدہ دفن کنانید

بزرگوار حضرت شیخ محمد یوسف نے بمقتضائے آیت اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ اور آیت كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ. موت کا ذائقہ چکھا (یعنی وفات پا گئے) حضرت خواجہ قطب الدّین اپنے اکثر مریدوں کی ہمراہی میں تشریف لائے اور غسل دلا کر کثیر جماعت کے ساتھ ان کی نماز پڑھی اور ان کی قبر اپنے استاد کے قریب کھدوا کر دفن کرا دیا۔

(۱۰ ع) بعد سیوم حضرت خواجہ قطب الاقطاب علیہ الرحمۃ مخدوم شمس الدّین را طلب فرمودہ بیعت نمودہ والحمدُ لِلّٰہِ علیٰ ذالک. حضرت شیخ مخدوم بفحوائے وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاءُ مؤید بتائیداتِ الٰہیہ وتوفیقات ربّیہ درریاضت محنت شاقّہ بکار بُردہ موردِ الطافِ خداوندی بودند. حضرت خواجہ قطب الدّین دہلوی برلئے ہفت چلہ اجازت فرمود حضرت مخدوم دریں ایام بیک قلاقل افطار میساختند حضرت دریں ایام معدودہ بمطلب اعلیٰ

(۱۰ ع) تیسرے روز کے بعد حضرت خواجہ قطب الاقطاب علیہ الرحمۃ نے مخدوم شمس الدّین کو بلا کر بیعت فرمایا۔ والحمدُ لِلّٰہِ علیٰ ذالک، اور حضرت شیخ مخدوم بفحوائے آیت وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاءُ جو مؤید بتائیداتِ الٰہیہ وتوفیقاتِ ربّانیہ تھے ریاضات میں محنتِ شاقّہ عمل میں لا کر موردِ الطافِ خداوندی ہو گئے. حضرت خواجہ قطب الدّین نے سات چلّے کھینچنے کے لئے اجازت (یعنی فرمائش) فرمائی (جو نو مہینے سے دس دن زیادہ ہوتے ہیں) حضرت مخدوم ان

ع ہکذا فی الاصل ویمکن ان یکون بدلاً صفۃ بقولہ شیخ مخدوم ویکون بفحوائے الخ یتعلقان بقولہ موردِ الطاف بودند ۱۲ منہ

و مقصد اقصیٰ رسید - والحمد للہ یکے از واصلانِ حق و کاملانِ ذات مطلق گشتند

ایام میں صرف ایک قلاقل سے روزہ افطار کرتے تھے (فی بستان المفردات قلقل و قلاقل انار دانہ دشتی گول بیج مثل سیاہ مرچ کے) حضرت ان ایام میں مقصدِ اعلیٰ تک پہنچ گئے اور بحمد اللہ منجملہ واصلانِ حق اور کاملین ہو گئے۔

ف - اس سے اُوپر کے نمبر میں حضرت شاہ ولایت صاحبؒ کے متعلق تصریح ہے کہ ریاضت و مجاہدات شاقہ چناں بلیغ فرمودند کہ مرتاض النفس و صاحب الکشف گشتند اور اس نمبر سے معلوم ہوا کہ اس کے بعد قطب صاحب نے ان کو بیعت فرمایا۔ اس سے وہ لوگ سبق لیں جو بیعت کرنے میں یا بیعت لینے میں تعجیل کرتے ہیں اور بیعت کو سرسری چیز سمجھتے ہیں دیکھئے یہ بیعت کتنی ریاضات کے بعد ہوئی۔

(عـ۱۱) حضرت خواجہ قطب مثال قصبہ محمد پور عرف تھانہ بھون از دستِ مبارک خود تسوید ساختہ و عصائے خود شیخ مخدوم العالم را عطا فرمودہ با چندیں مریدانِ خویش کہ اسم مبارک شان شیخ رفیع الدین و شیخ بدیع الدین و شیخ شرف الدین و شیخ احمد و شیخ فضاعـ برائے خدمت ایشاں بقصبہ مذکور فرمود

(عـ۱۱) حضرت خواجہ قطب الدینؒ نے قصبہ تھانہ بھون کا پروانہ اپنے دست مبارک سے لکھ کر اور اپنا عصا شیخ مخدوم العالم کو عطا فرما کر بغرض ان کی خدمت کے اپنے متعدد مریدوں کی معیت میں جن کے یہ نام ہیں شیخ رفیع الدین و شیخ بدیع الدین و شیخ شرف الدین و شیخ احمد و شیخ فضا، قصبہ مذکور کے لئے حکم فرمایا۔

ف - یعنی قصبہ تھانہ بھون کا صاحبِ ولایت مقرر کر کے اور اس کی سند اور تبرک کے طور پر عصا دیکر وہاں قیام کا حکم دیا۔ یہ سند مشائخ میں ایسی معمول تھی جیسے علماء میں طلبہ کو سندِ فراغ دینا معمول ہے

(عـ۱۲) چوں قریب قصبہ ہذا آمدند ببادیہ تھانہ بھون کہ از بس پر خوف و خطر بود

(عـ۱۲) جب قصبہ کے قریب پہنچے تھانہ بھون کے جنگل میں کہ بہت خوف ناک تھا قیام فرمایا

عـ ہکذا فی الاصل واللہ اعلم ۱۲

اقامت فرمود. مردماں آبادی باستقبال او حضرت آمدند تا زمان بدیں گونہ حاضرِ خدمت شدہ باشند۔

(اس بن کا بقیہ اب بھی مزار کے گرد موجود ہے گو زیادہ نہیں) آبادی کے لوگ آپ کے استقبال کے لئے آئے اور ایک زمانہ تک اسی طرح حاضرِ خدمت ہوتے رہے۔

(ع۱۳) بعضے مردمانِ قصبہ بخدمت حضرت شیخ عرض رسانید کہ مایان بسبب خوف صحرا گہے نمی توانیم رسید فاضلتر ایں است کہ آں حضرت در شہر اقامت فرمایند۔ او حضرت درخواست اینہا باجابت رسانید از بیابان بہ آبادی شرف نزول فرمودہ و بعضے مردم قصبہ ہذا ازاں حضرت مستفیض شدند بوجہ قلیل یک حویلی و یک مسجد بنا ساخت واز تائیدِ الٰہی حسب حاجتِ ضروریہ جائداد نیز بہم رسانید

(ع۱۳) قصبہ کے بعض لوگوں نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ ہم لوگ بسبب خوف صحرا کے (کہ وہ اکثر موذی جانوروں کا مسکن ہوتا ہے) بعض وقت (خدمت میں) نہیں پہنچ سکتے۔ (اس لئے) افضل اور مصلحت یہ ہے کہ حضرت شہر میں قیام فرمائیں۔ آپ نے ان کی درخواست کو قبول فرمالیا اور بعضے آدمی قصبہ کے آپ سے مستفیض ہوئے اور بہت تھوڑی (یعنی بہت مختصر) ایک حویلی اور ایک مسجد بنائی اور خدا تعالیٰ کی مدد سے ضروری حاجت کے موافق جائداد بھی حاصل کرلی

ع۱۴ من بعد شخصے شیخ کالا کہ از قبیلہ انصار بود بحضرت مخدوم العالم عرضداشت کرد کہ دخترے دارم برائے خدمت گذاری قبول فرمایند چہ قدر ممنون حضرتِ والا خواہم شد کہ از خارج از بیان است خواجہ مخدوم العالم بعقدِ خویش آوردند نام دختر بی بی جیو بود د

(ع۱۴) اس کے بعد ایک شخص کالا نام نے جو قبیلہ انصار سے تھا حضرت سے عرض کیا کہ میرے ایک لڑکی ہے اس کو اپنی خدمت کے لئے قبول فرمالیں۔ میں حضرتِ والا کا اس قدر ممنون ہونگا کہ بیان سے باہر ہے۔ حضرت خواجہ اس کو اپنے عقد میں لے آئے۔ ان صاحبزادی کا نام

یک کنیزک انار کلی نام برائے خدمت ہمراہ صاحبزادی خود بنمودہ۔

بی بی جیو تھا (جیو غالباً عائشہ کا ترجمہ ہو سکتا ہے) اس شخص نے ایک کنیز جس کا نام انار کلی تھا خدمت کے لئے اپنی صاحبزادی کے ہمراہ کردی۔

(ع ۱۵) پس از مدتِ مدید و عرصۂ دراز شیخ شرف الدین برآں کنیزک مبتلا شد و غایت بے تابی و بیقراری مجبورش نمود دریں اثنا ر شیخ شرف الدین از حضرت عرض نمود کہ ایں خادمہ رابمن عنایت فرما۔ حضرت شیخ از اہلیہ خویش طلب نمودہ تا آں کنیزک را بشیخ شرف الدین بدہم۔ اہلیہ آں حضرت ازیں ابا نمود و نہ داد۔

(ع ۱۵) ایک مدت کے بعد شیخ شرف الدین (مذکور رسالہ ع۱۱ و ع۸ ضمیمہ جس سے ان کا بھائی ہونا معلوم ہوتا ہے) اس کنیزک پر مبتلا ہو گئے اور غایت درجہ کی بے تابی اور بے قراری نے ان کو مجبور کیا۔ اسی اثناء میں شیخ شرف الدین نے حضرت سے عرض کیا کہ یہ خادمہ مجھ کو عنایت فرما دیجئے۔ حضرت شیخ نے اپنی اہلیہ سے درخواست کی تاکہ یہ کنیز شیخ شرف الدین کو دوں مگر حضرت کی اہلیہ نے انکار کردیا اور نہیں دی۔

(ع ۱۶) پس عرصہ قلیل آں خادمہ را ہمراہ خود شیخ مذکور بہ قصبہ پانی پت بُردند قدرے سکونت بہ قصبہ مذکور ساخت و تنکیحش بہ آں کنیزک غیر معلوم۔ پس بمقتضائے آیت کریمہ یصورکم فی الارحام کیف یشاء پسرے از شیخ مذکور بوجود در آمد حضرت مخدوم الاولیاء شاہ شمس الحق والملۃ والدین خادم خاص را بہ طلبش بہ قصبہ پانی پت فرستاد شیخ شرف الدین ہمراہش نیامد و از قصبہ پانی پت بدہلی رسید

(ع ۱۶) عرصہ قلیل کے بعد شیخ شرف الدین اس کو اپنے ہمراہ پانی پت لے گئے اور چند روز قصبہ مذکور میں سکونت کی اور اس کنیز سے ان کا نکاح کرنا معلوم نہیں (مگر گمان نیک ہی مناسب ہے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ کنیز کا نکاح بدوں اذن مولی جائز نہیں اور مولی یعنی حضرت شاہ ولایت صاحب کی بی بی ناراضی میں کیا اجازت دیتیں جواب یہ ہے کہ ممکن ہے وہ شرعی کنیز نہ ہو عرفی ہو، اس کے لئے یہ حکم نہیں۔ یا ان مولاۃ نے

شیخ شرف الدین کے دین کی حفاظت کے لئے بعد میں اجازت دے دی ہو) پھر بمقتضائے آیت یُصَوِّرُکُمْ الخ شیخ مذکور سے ایک لڑکا پیدا ہُوا۔ حضرت شاہ ولایت صاحب نے خادم خاص کو ان کے بلانے کے لئے پانی پت بھیجا۔ شیخ شرف الدین اس کے ہمراہ نہیں آئے (شاید حجاب اس کا سبب ہوا ہو) اور پانی پت سے دہلی پہنچ گئے۔

(۱۷۱) ثانیاً حضرت مخدوم العالم یک عریضہ خاص تحریر ساختہ بحضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار دہلویؒ فرستادہ بمجرد ملاحظہ عریضہ ہذا شیخ شرف الدین را مع خادم مخدوم العالم بہ قصبہ تھانہ بھون روانہ فرمود و بیک ہفتہ بہ قصبہ مذکور رسیدہ بخدمت حضرت شیخ شمس الدین قدس سرہ العزیز حاضر شدند و شیخ محمد ضیاء یکے از خدام حضرت قطب الوقت بود بہمراہ شیخ مذکور بہ قصبہ تھانہ بھون آمدہ بود تخمیناً یک ہفتہ بخدمت حضرت شیخ شمس الحق والملۃ والدین قیام نمود پس بدہلی معاودت نمود۔

(۱۷۱) (جب یہ شرف الدین ایک بار کے بلانے سے نہ آئے اور دہلی چلے گئے تو) حضرت مخدوم العالم نے دوسری بار ایک خاص عریضہ لکھ کر حضرت قطب الدین بختیارؒ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے خط دیکھتے ہی شیخ شرف الدین کو مع حضرت شاہ ولایت کی خادمہ کے تھانہ بھون روانہ فرما دیا۔ اور یہ ایک ہفتہ میں قصبہ میں پہنچ کر حضرت شاہ ولایت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور شیخ مذکور کے ہمراہ حضرت قطب صاحب کے ایک خادم محمد ضیاء تھانہ بھون آئے تھے۔ تخمیناً ایک ہفتہ شیخ شمس الدینؒ کی خدمت میں قیام کر کے دہلی واپس ہو گئے

ف۔ غالباً حضرت قطب صاحب نے آپ کو اس لئے ہمراہ کر دیا ہو گا کہ شیخ شرف الدین کہیں اور جگہ نہ چلے جاویں

(ع ۱۸) چوں حضرت مخدوم آں فرزند را معاینہ نمود نامش خدا بخش نہاد

(ع ۱۸) جب حضرت مخدوم نے اس فرزند کو دیکھا اس کا نام خدا بخش رکھا

(ع ۱۹) و بہ اکثر اوقات او حضرت با فرزند سعادت کیش کہ اسم مبارکش الہ دین بود پند ہا می فرمودند و می گفتند کہ نام ایں کنیزک زادہ دیگر بود حالا نامش خدا بخش مہادیم۔

(ع ۱۹) اور آنحضرت (یعنی شاہ ولایت صاحب) اکثر اوقات اپنے فرزند سعادتمند کو جن کا نام الہ دین تھا کچھ نصیحتیں فرمایا کرتے (اور اسی کے ساتھ) یہ بھی کہتے کہ اس کنیزک زادہ کا نام دوسرا تھا (جو ولادت کے وقت رکھا گیا ہوگا مگر) فی الحال ہم نے اس کا نام خدا بخش رکھ دیا ہے۔

ف - اس تبدیلی کی مصلحت اللہ ہی کو معلوم۔ ممکن ہے کہ پہلے کوئی ترفع کا نام رکھا گیا ہوگا۔ آپ نے سادہ اور سچا نام رکھ دیا کیونکہ خدا تعالیٰ کا تو دیا ہوا تھا ہی جو ترجمہ ہے ہبۃ اللہ یا عطاء اللہ کا۔

(ع ۲۰) الشجرۃ العالیہ الصدیقیہ (از اولاد حضرت صدیق اکبرؓ) شیخ عظیم الدین بن شیخ معین الدین بن شیخ عبدالواحد بن شیخ جہان بن شیخ مجبی ایں ہر سہ برادران بودند شیخ خلیلی و شیخ محمد و شیخ بہوہ عرف بہاؤ الدین ابن شیخ الہ دین بن شیخ مخدوم العالم خواجہ شمس الحق والملۃ والدین رضی اللہ عنہ ابن شیخ محمد یوسف ابن شیخ نجم الحق والملۃ والدینؒ بن شیخ مہذب بن شیخ اسمٰعیل بن علا بن شیخ سراج الدین بن نجیب بن شیخ عبداللطیف بن شیخ محمود بن عثمان بن طلحہ بن عبداللہ ابن عثمان ابن عبد الرحمٰن ابن

(ع ۲۰) شجرہ عالیہ حضرت شاہ ولایت صاحبؒ کا۔

نوٹ :- یہاں جو شجرہ اصل میں منقول ہے اس کے شروع کے ناموں کی عبارت حل نہیں ہوئی عجب نہیں کاتبوں کی تحریف سے مغلق ہو گئی ہو اور اس کو مقصود میں بھی دخل نہیں۔ کیونکہ مقصود اجداد کا سلسلہ بتلانا ہے نہ کہ اولاد کا اور وہ نام اولاد کے ہیں۔ اس لئے اس کو حذف کر کے صرف آپ کے صاحبزادہ الہ دین کے نام سے باقی رکھا گیا ہے اور وہ اس طرح ہے۔ شیخ الہ دین بن حضرت شاہ ولایت صاحب بن

عبدالرؤف ابن حارث بن ابوالقاسم بن محمد بن خلف بن احمد بن شعیب بن طلحہ بن سعد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن حضرت ابوبکر الصدیق امیرالمومنین وخلیفۃ المسلمین ابن ابی قحافہ رضؓ

شیخ محمد یوسف بن شیخ نجم الدین رضؓ آگے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ تک کے نام متن کے کالم میں دیکھ لیئے جائیں۔ مگر ضمیمہ میں شروع سے سب نام بعینہٖ نقل کر دیئے گئے اور مختلف کاغذات میں کچھ ناموں کی کمی بیشی بھی تھی بقاعدہ المثبت مقدم کالم میں زیادت کو لے لیا۔ ضمیمہ میں اس کے متعلق ایک نوٹ بھی ہے۔

ضمیمہ

رسالہ کے خطبہ کا اخیر حصہ ملاحظہ ہو،

"استفسارات"

از مؤلف رسالہ

السلام علیکم - کاغذات سے میں نے ایک رسالہ بنالیا ہے۔ اس رسالہ کی تکمیل کے لئے ذیل میں بعض سوالات درج ہیں اگر آسانی سے تحقیق ممکن ہو، خواہ کسی اور کاغذ سے خواہ موجود اصحاب سے دریافت کرکے تو ضرور اطلاع کردیں۔ پھر اس رسالہ کے چھپوانے کا انتظام کیا جاویگا۔ تاکہ یہ حالات ضائع نہ ہو جائیں (ع۱) کیا مزار کے متعلق کچھ جائیداد ہے اس کے اخراجات کیا ہیں؟

(ع۲) کیا حضرت شاہ ولایت صاحب کے کچھ اولاد ہے اور اس وقت کون کون ہیں اور کیا مجاور وہی کہلاتے ہیں یا کچھ اور (ع۳) حضرت کے تبرکات کیا کیا ہیں (ع۴) حضرت کی خانقاہ میں کیا کیا مکانات ہیں اور کس کے بنائے ہوئے ہیں اور اب کس کام میں آتے ہیں (ع۵) عرس کی تاریخ کیا ہے کیا وہی تاریخ وفات کی ہے۔ کیا وفات کا سن معلوم ہو سکتا ہے۔ (ع۶) اس پنکھے کی کیا اصل ہے (ع۷) جو مزار یا اس کی جائداد کی نگرانی وانتظام کرتے ہیں کیا وہ سجادہ کہلاتے ہیں یا کچھ اور (ع۸) کیا خدا بخش کینز زادہ کی بھی نسل ہے۔

جوابات

از متولی حال مزار شریف

بخدمت اقدس امیر الملۃ حکیم الامۃ حضرت صاحب مدظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، جواباً عرض ہے:۔

(۱) یہ کہ حضرت مخدوم العالم کے یہاں بہ زمانہ سابق سُننے میں آیا ہے کہ ایک لاکھ بیگھہ اراضی سے

کچھ زیادہ تھی جس کا اہتمام منجانب شاہانِ دہلی نواب پیشکار خان صاحب کے ہاتھ میں رہا۔ نواب صاحب موصوف نہایت نیک نفس اور امانت دار تھے۔ ان کے زمانہ میں لنگر خانہ معارف مدرسہ اسلامیہ بڑے پیمانے پر جاری تھے جو جگہ اب خانقاہ کے نام سے مشہور ہے وہ اسی وجہ سے خانقاہ کہلاتی ہے۔ نواب صاحب کے بعد اہلِ قضا صاحبان کا اقتدار رہا۔ بحیثیت مقتدر ہونے کے درگاہ شریف کی جاگیرات کا اہتمام صاحبان مذکورین کے دستِ انتظام میں پہنچا۔ بعدہٗ ایسا سننے میں آیا ہے کہ صاحبان مذکور نے رفتہ رفتہ اپنا قدم اتنا بڑھایا کہ اپنی حکمت عملی اور ہمارے بزرگوں کی بیت ولعل سے قابضانہ صورت اختیار کی اور اس سے بڑھے تو پھر قطعی طور پر مالکانہ حیثیت سے اُس بڑے وقف اور معتدبہ جاگیر پر متصرف ہوگئے۔ صاحبان مذکورین کا زمانۂ عروج وہ ہے جبکہ حکومتِ مغلیہ میں کمزوری آچکی تھی اس لئے ایسا ہونا قرینِ قیاس بھی ہے کیونکہ اورنگ زیبؒ کے بعد تختِ دہلی قابل حکمرانوں سے آخر تک خالی رہا۔ البتہ کاغذات سے یہ ضرور ثابت ہورہا ہے کہ ڈیڑھ روپیہ روزینہ یومیہ محکمۂ مال پرگنہ تھانہ بھون سے مع دانۂ طاؤسان وتیل وچراغ غدر تک ملتا رہا اور نوے روپیہ سالانہ حکومت درگاہ شریف کو دیتی رہی۔ یہ سب باتیں (جو اس نمبر کے شروع میں مذکور ہیں) شنیدہ ہیں۔ کاغذی ثبوت باوجود تلاش بسیار کے مہیا نہیں ہوسکا۔ البتہ ایک فرمان بہت روز ہوئے میاں شیخ ابراہیم عرف ریلو نے مجھ کو دکھلایا تھا جس میں ایک لاکھ بیگہ اراضی بحق درگاہ حضرت مخدوم شاہ ولائیت صاحب لکھا ہوا ہے۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کاغذ ان کے یہاں کیسے پہنچا۔ اگر جناب ملاحظہ فرمانا چاہیں تو ان کے یہاں وہ فرمان موجود ہے منگا کر دیکھ لیجئے (مؤلف سے بعض خدامِ درگاہ نے زبانی بھی بیان کیا کہ میری نظر سے ایک کاغذ محمد ابراہیم عرف ریلو کے یہاں گذرا جس میں یہ لکھا ہوا تھا یک لکھ وبست وپنج ہزار بیگہ زمین بنام حضرت شاہ ولایت صاحب تھانہ بھون)

موجودہ حالت درگاہ شریف کی یہ ہے کہ صرف تیس ۳۰ بیگہ معمولی قسم کی زمین ہے جو تمام خاندان میں تقسیم ہے جس میں ۲۳ بیگھہ خام کلر اور شور والی ہے پیداوار بہت کم ہوتی ہے وہ بھی کبھی بارش اچھی ہوجانے پر سات بیگہ خام کا للعہ من پختہ سالانہ غلہ وصول ہوتا ہے۔ گیارہ روپے سالانہ سرکاری مالگذاری کے ادا کئے جاتے ہیں۔ اخراجات خانقاہ پہلے تو بہت زیادہ تھے مگر اب تقریباً ہزار روپیہ سالانہ یا اس سے کچھ کم وبیش ہوجاتے ہیں۔

(۲) شجرہ منسلکہ مع کاغذات مشمولہ پیش خدمت ہے۔
(اس کا تتمہ ۴۵۸ کے بعد آتا ہے)

۳۔ حضرت کے تبرکات بزرگوں کے زمانہ میں بہت تھے جو سکھوں اور مرہٹوں کے غارت گر ہاتھوں نے ضائع کر دیئے۔ اب صرف ایک عصائے مبارک جو کہ حضرت شاہ ولایت صاحب کو حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحؒ نے عطا فرمایا تھا موجود ہے۔ جس کی زیارت عام طور سے ہر سال عُرس کے ایام میں بتاریخ ۲۳ رجب المرجب کرائی جاتی ہے۔ تقریباً ہزار آدمیوں کا مجمع اس وقت ہو جاتا ہے۔

۴ :۔ آثار قدیمہ میں ایک مسجد اور ایک حویلی زنانی اور ایک دیوان خانہ ہے جو حضور نے خود تعمیر کرایا تھا۔ اب تک بحمد اللہ موجود ہے۔ اور اس میں موجودہ خاندان کے لوگ آباد ہیں۔

درگاہ شریف حضرت مخدوم العالم میں پہلے مزار مقدس کھلا تھا۔ اب کچھ عرصہ سے قدیم مزار پر ایک بارہ دری محمد عاشق سجادہ نشین نے تعمیر کر دی ہے اور ایک مسجد و حجرہ قدیم تعمیر ہے۔ درگاہ شریف کے سامنے ایک عمارت جو نقارخانہ کے نام سے موسوم ہے تعمیر ہے۔ درگاہ شریف کی اندرونی عمارت مسجد وغیرہ کی تعمیر پیر بری صاحب نے جو آپ کے خلیفۂ مجاز تھے تعمیر کی۔ پیر بری صاحب ایک برہمن زادے تھے۔ حضرت سے معتقد ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور بیعت طریقت حاصل کر کے تزکیہ نفس و ترقی روحانی بہم پہنچائی۔ اور صاحب مقامات عالیہ ہوئے۔ جن کا مزار شہر کے جنوبی و شرقی گوشہ میں موجود ہے۔ پیر بری صاحب کے مزار پر زمانۂ قدیم میں ایک عالی شان گنبد بنا تھا اب کچھ عرصہ سے منہدم ہو گیا ہے۔

حضرت کی خانقاہ شریف میں ایک چاہ پختہ و چہار دیواری و مہمان خانہ و مجلس خانہ تعمیر ہے جو شکستہ ہو گیا تھا اب چند سال ہوئے جبکہ میں محمد عاشق سجادہ نشین ہوا تو عمارت قدیم کو منہدم کرا کر از سر نو ایک ہال کمرہ تخمیناً چھ سات گز چوکور اور ہر دو جانب برابر میں دو لمبے کمرے مہمانوں کے قیام اور آرام کے لیئے تعمیر کیئے جو بحمد اللہ ابھی تک درست حالت میں موجود ہیں۔ کنوئیں اور چہار دیواری کی بھی ضروری مرمت اسی وقت کرائی گئی تھی۔

مصرف مکانات خانقاہ کا یہ ہے۔ چند سال سے مسلم سکول قائم ہے جس میں بچے تعلیم پاتے ہیں۔

عُرس کے ایام میں مدرسہ تعطیل کر دیتا ہے۔ برابر کے دونوں کمروں میں مہمان آرام کرتے ہیں۔

ع۵ :۔ عُرس زمانۂ قدیم سے ۱۲ رجب المرجب کو شروع ہوتا ہے۔ حضرت کی تاریخ وفات بھی ۱۲ رجب المرجب ہے۔ پہلے زمانہ میں اس کے سندی کاغذ بھی تھے جو اب گم ہو گئے مگر یہ تاریخ مستند ہے جو بزرگوں سے سُنتے چلے آرہے ہیں، چونکہ کاغذاتِ سابقہ جن میں یہ امُور تحریر تھے گم ہو گئے اس لئے یہ نہیں معلوم کہ حضور نے کس سن میں انتقال فرمایا۔

(ع۶) پنکھے کی اصل یہ ہے کہ تیرگروں میں کسی شخص کے یہاں اولاد زندہ نہ رہتی تھی اس نے حضرت کے یہاں نذر مانی اور وہ کامیاب ہوا اس وقت سے رسم پنکھا جاری ہوئی (غرض کسی بزرگ کی رسم نہیں۔ ۱۲ مؤلف)

(ع۷) اس کے جواب میں کاغذاتِ قدیم جو دستیاب ہو سکے پیش خدمت ہیں۔ کاغذات جواب دیں گے (یعنی ان کاغذات میں ان کا لقب سجادہ مذکور ہے۔ ۱۲ مؤلف)

(ع۸) کا جواب یہ ہے کہ قدیم بزرگوں سے اکثر یہ امر سُنتے رہے ہیں کہ حضرت شاہ ولایت صاحب کے یہاں ایک کنیزہ تھیں جن سے کہ حضرت کے گھر میں سے اکثر ناراض رہتی تھیں۔ حضرت شاہ ولایت صاحب کی حیات تک وہ کنیزہ اور شاہ شرف الدین صاحب برادر حضرت شاہ ولایت کے یہاں مقیم رہیں۔ بعد کو بیوہ ہو گئیں۔ اُدھر حضرت شاہ ولایت صاحب کا انتقال ہو گیا۔ چونکہ حضرت مخدوم شاہ ولایت صاحب کے گھر میں سے ان سے ناراض رہتی ہی تھیں۔ اس لئے ان حوادث سے پریشان ہو کر بعدِ وفات اپنے شوہر اور حضرت مخدوم شاہ ولایت صاحب کے یہاں قیام نہ رکھ سکیں۔ بہ مجبوری اپنے بیٹے خدا بخش سمیت مقام پانی پت چلی گئیں اور پھر وہ یا ان کے بیٹے خدا بخش یہاں کبھی نہیں آئے۔

تتمہ جواب استفسار نمبر ۲

بزرگوں سے سنتے رہے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب تھانوی جن کا مزار ریتی دروازہ سرکاری مدرسہ کے سامنے بنا ہے حضرت کے یہاں خدمتِ جاروب کشی و مجاوری کیا کرتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب موصوف کو جو کچھ ملا وہ حضرت کی خدمت کے سبب اور اس کا صلہ کہا جاتا ہے اور یہ بھی سُننے میں آیا ہے کہ قدیم زمانہ میں خدمتِ مجاوری ادا کرتے تھے۔ جس وقت شاہ صاحب خود صاحب مقامات

ہوئے۔ فتوحات ظاہری بھی ہونے لگی۔ جس سے ان کے خاندان کی مالی حالت نے درستی اور مطلبن صورت اختیار کرلی۔ اب جبکہ انہوں نے اپنے آپ کو غنی اور دولت مند پایا تو اب ان کو خدمت مجاوری سے عار و شرم دامن گیر ہونے لگی۔ ادہر شاہ صاحب انتقال فرما گئے اور شاہ صاحب کے بعد ان کو حق پیرزادگی اور سجادگی سب کچھ حاصل ہوگیا۔ گھر کی پیرزادگی مل جانے پر پھر اس خدمت کی چنداں احتیاج نہ سمجھی بلکہ اس سے ہتک عزت بھی سمجھنے لگے اور خدمت ترک کردی۔ اپنی ذاتی خانقاہ کے سجادے اور مہتم بن کر زندگی بسر کرنے لگے۔ ہمارے پاس اس کا ثبوت یہ ہے کہ عُرس کے لنگر سے از شروع تا آخر سب اوقات میں کھانے کے بخش برابر برسم قدیم اب تک جاری ہیں۔ دونوں وقت وہ خود آتے ہیں اور اپنے بخش فی کس کے حساب سے اس گھر سے ہر سال لے جاتے ہیں۔ اس لیے ہم تمام اہلِ خاندان بیقین کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ پہلے سے خدمتِ مجاوری ان کے خاندان میں ضرور تھی۔

ہم لوگ مجاور کیوں کہلاتے ہیں؟:-

چونکہ شاہ صاحب ممدوح کے خاندان والے لوگ اب مجاور نہ رہے تھے بلکہ پیرزادے کہلانے لگے تھے اس لئے خدمتِ درگاہ سے دستکش ہو چکے تھے۔ درگاہ میں جب کوئی مجاور نہ رہا، ہمیں لوگوں میں سے خدمتِ جاروب کشی بھی کرنے لگے۔ اہلِ خاندان میں جو کثیر العیال ہوتا تھا اس کو یہ خدمت سپرد ہوجاتی تھی۔ چونکہ درگاہ میں آمدنی کافی تھی اس وجہ سے سجادگی (جو پہلے سے تھی) نیز جاروب کشی دونوں خدمتیں ہمارے خاندان میں آگئیں۔

چونکہ ہر خاندان یکساں حالت پر کبھی نہیں رہتا کبھی برسرِ اقتدار ہوجاتا ہے کبھی زوال کی طرف جا پڑتا ہے۔ ترقی اور اقتدار کے بعد زوال بھی لازمی تھا۔ عروج کا دورہ کم ہونا شروع ہوا مالی اور علمی وعملی حالت کمزور ہونے لگی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام طور پر ہم لوگوں پر لفظ مجاور حاوی ہوکر زبان زدِ خاص و عام ہوگیا اگر پہلی جیسی قابلیت علمی، عملی مالی ہم میں سے رخصت نہ ہوتیں تو یقیناً اس لفظ مجاور کو ہم پر حاوی ہونے کی جرأت نہ ہوتی۔ اور ہم وہی شاہ ولایت زادے کہلاتے رہتے۔

پس حضرت شاہ صاحب مخدوم کے خدام اور مجاوروں کا برسرِ اقتدار ہو کر اپنے لئے بجائے مجاور کے سجادگی اور پیرزادگی کا لفظ چسپاں کرلینا محض اپنی ذاتی وصفاتی قابلیت کے بڑھ جانے سے ہوا۔ اور ہماری قابلیت گھٹ جانے نے ذلت کا پردہ ہمارے چہروں پر ڈال کر ہم کو مجاور کہلا دیا۔ مگر

رسوم سجادگی اب تک اسی طرح ادا ہوتی ہیں اور خانقاہ کی آمدنی اور اخراجات کا صرف سجادہ ذمہ دار ہوتا ہے اور خاندان کے لوگوں کو سجادے کی آمدنی یا خرچ میں کوئی دخل نہیں ہوتا وہ بالکل با اختیار متولی ہوتا ہے اور اپنے اختیاراتِ ذمہ داری کو آزادانہ استعمال کرتا ہے۔

"زیادات علی الاستفسار"

(الف) حضرت کے بائیں طرف برابر میں شاہ شرف الدین صاحب (مذکورہ ۸) کا مزار ہے۔ ان کے برابر میں ایک بہت لمبی قبر جو نوگزی کرکے مشہور ہے حضرت کے خلیفۂ مجاز ہیں۔ شیخ نانو نام سننے میں آیا ہے ان کے برابر اور خدام مخلصین مریدین اور اہل بیت کے مزارات ہیں۔

(ب) ایک ضروری یادداشت بغرض ملاحظہ عرض ہے۔ وہ یہ کہ حضرت مخدوم العالم جناب قبلہ شاہ ولایت صاحب قدس سرہٗ کے حالات نامہ سے ظاہر ہے آپ سلطان محمد عادل بادشاہِ دہلی کے عہد میں اپنے جدِ امجد حضرت شاہ نجم الدین صاحب کے ہمراہ وطن مبارک سے تشریف لائے ہیں لیکن تاریخ کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قطب صاحب اور حضرت خواجہ معین الدین صاحبؒ کے زمانہ میں کوئی بادشاہ دہلی کے تخت پر اس نام کا نہیں ہوا۔ بلکہ اس عہد کا شہنشاہ محمد غوری ہے۔ اب رہا یہ شبہ کہ حال نامہ میں محمد عادل لکھا ہوا ہے۔ محمد عادل کو محمد غوری کیسے مان لیا جائے اس کی کئی وجہ ہو سکتی ہیں۔ سب سے قوی یہ کہ جس کاغذ سے یہ حالات نقل کئے گئے ہیں وہ اکثر جگہ سے کرم خوردہ اور بوسیدہ تھا۔ بعض پرانے کاغذات ایسے دیکھنے میں آئے ہیں کہ ان کے لفظ کے لفظ اور سطریں کی سطریں کرم کھا گئے۔ کرم خوردہ جگہ کی تحریر بوجہ کرم خوردگی پڑھنے میں نہیں آتی۔ مجبوراً پڑھنے والا قیاس دوڑا کر پچھلی اور اگلی عبارت کے مناسب وہاں جملہ لگا لیتا ہے۔ ونیز بعض اشخاص کی تحریر اس قسم کی ہوتی ہے کہ بعض الفاظ صحیح اور صاف پڑھنے میں نہیں آتے لفظ کچھ ہوتا ہے اور پڑھنے میں کچھ آجاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ بھی بہت ممکن اور قرینِ قیاس ہے کہ لفظ غوری صاف تحریر نہ ہو۔ نقل کنندہ بجائے غوری کے عادل پڑھ گیا ہو۔ چونکہ کاغذ اصلی بہت پرانا اور خراب حالت میں تھا۔ اس زمانہ کی رسم الخط بھی ہمارے زمانہ جیسی نہ تھی۔ نیز ہمارے زمانہ میں فارسی بالکل ایک اجنبی زبان جیسی ہو گئی ہے کچھ زبان اجنبی کچھ رسم الخط دیرینہ کچھ وہ کاغذ کہنہ اور کرم خوردہ غرضیکہ یہ جملہ وجوہات ایسے ہیں کہ جن کے ہوتے ہوئے اتنا تبدل اور تغیر ہو جانا کچھ بعید نہیں کہ محمد غوری

کی بجائے محمد عادل لکھ دیا جائے۔

ایک بات اور سمجھ میں آئی ہے وہ یہ کہ شاید کاغذ اصلی میں سلطان محمد غوری عادل تحریر ہو۔ بروقت نقل اصلی کاغذ جیسا کہ بہت جگہ سے بوسیدہ اور کرم خوردہ تھا، لفظ غوری کی جگہ سے بوسیدہ یا کرم خوردہ ہو اس لئے لفظ غوری نقل کرنے والے کے پڑھنے میں نہ آیا ہو اس لئے وہ لفظ غوری کو چھوڑ گیا ہو اور صرف محمد عادل لکھ گیا ہو۔

چونکہ نقل حالات نامہ میں سلطانِ وقت کا اصلی نام محمد لکھا ہے عادل اور غوری دونوں لقب ہیں اور تاریخ اس عہد کے بادشاہ کا لقب عادل ہونا ظاہر نہیں کرتی بلکہ غوری بتلاتی ہے ہاں اصل نام وُہی بتلاتی ہے جو حالات نامہ میں تحریر ہے یعنی محمد۔ تو جبکہ تاریخ سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ اس عہد کا تاجدار محمد نامی تھا اور نقل نامہ بھی اصلی نام محمد بتلا رہا ہے، تو اب بحث صرف یہ باقی رہ جاتی ہے کہ نقل نامہ میں محمد کے ساتھ لفظ عادل لقب تحریر ہے اور تاریخ میں لفظ غوری پایا جاتا ہے مگر اصلی نام دونوں جگہ یعنی تاریخ اور حالات نامہ میں محمد تحریر ہے اِس لیئے یقینی امر ہے کہ کاتب نقل کی غلطی سے بجائے محمد غوری کے محمد عادل تحریر میں آگیا یا ممکن ہے کہ محمد غوری عادل اصل کاغذ کی عبارت ہو اور لفظ غوری کرمِ خوردگی یا بوسیدگی میں آکر حذف ہوگیا ہو۔ اس لیئے پڑھنے میں نہ آیا ہو، صرف اوّل و آخر کے الفاظ پڑھنے میں آئے ہوں اور بیچ کا لفظ غوری پڑھنے اور لکھنے دونوں سے متروک ہوگیا ہو۔ بدیں وجہ یہ امر یقینی اور صحیح معلوم ہوتا ہے کہ محمد عادل غلطیٔ کاتب سے تحریر ہُوا۔ صحیح یہی ہے کہ محمد غوری کا عہد حکومت تھا جو تاریخ سے واضح ہے اور مطابقت بھی کرتا ہے آیندہ جیسی حضور کی رائے ہو، یہ میری ذاتی رائے اور قیاس ہے اس لئے کہ اصل کاغذ تو عرصہ ہُوا ضائع ہوچکا۔ اصل کی نقل سے یہ حالات نقل کیئے گئے ہیں جو آپ کے یہاں حالات نامہ پیش کیا تھا۔

(ج) تفصیل نمبر ۲ اصل رسالہ

شجرۂ عالیہ صدیقیہ ابنائے خاندان عالی شان رہنمائے عالمیان مخدوم عالم و عالمیان امام السالکین قدوۃ العارفین زبدۃ الکاملین قطب الاقطاب جناب مولانا و اولانا حضرت مخدوم شمس الحق والملت والدین نور اللہ مرقدہٗ وقدس اللہ سرہٗ العزیز المعروف شاہ ولایت صاحب تھانوی

پیرجی محمد عاشق[1] بن شاہ محمد[2] صادق بن شیخ خواجہ[3] بخش وحافظ مخدوم[4] بخش ہردو ابناء حافظ غلام محمد بن حافظ معز الدین[5] ونجیب[5] اللہ برادران حقیقی بن حبیب[6] اللہ بن شیخ نصر اللہ[7] محدث بن مولوی عبد[8] القادر عرف قادر بخش بن غلام[9] نبی بن شیخ بدر[10] الدین بن حافظ نور[11] الدین بن شیخ عظیم[12] الدین بن شیخ معین[13] الدین بن شیخ عبد[14] الواحد ومولانا ادریس[14] ہردو برادران حقیقی بن شیخ جہان[15] بن شیخ محبی[16] بن شاہ بہاء[17] الدین عرف شیخ بھوّوہ ابن شیخ العالم شاہ[18] الہ دین بن مخدوم العالم حضرت خواجہ شمس[19] الحق والملۃ والدین رضی اللہ عنہٗ ابن شیخ محمد یوسف[20] ابن شیخ الشیوخ سردفتر عشاق حضرت شاہ نجم الحق[21] والملۃ والدین خلاصہ اسرار العالمین رضی اللہ عنہٗ بن شیخ مہذب[22] بن شیخ اسمٰعیل[23] بن شیخ علی[24] بن شیخ سراج الدین[25] بن شیخ نجیب[26] بن شیخ عبد اللطیف[27] بن شیخ محمود[28] بن عثمان[29] بن طلحہ[30] بن عبد اللہ[31] بن محمد[32] بن خلف[33] بن احمد[34] بن شعیب[35] بن طلحہ[36] ابو قُہاب (بضم القاف بمعنی الابیض کذا فی القاموس۔ ۱۲ مؤلف) بن سعد[37] بن عبد اللہ[38] بن عبد الرحمٰن[39] بن امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین وقاتل الزندیق حضرت[40] ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہٗ

نوٹ ملاحظہ طلب

بہ روشنائی سرخ

نمبر ۳۱۔ مندرجہ بالا (یعنی عبد اللہ) کے بعد کاغذ اصلی میں جس سے یہ حالات نقل کئے گئے ہیں اس طرح تحریر ہے۔

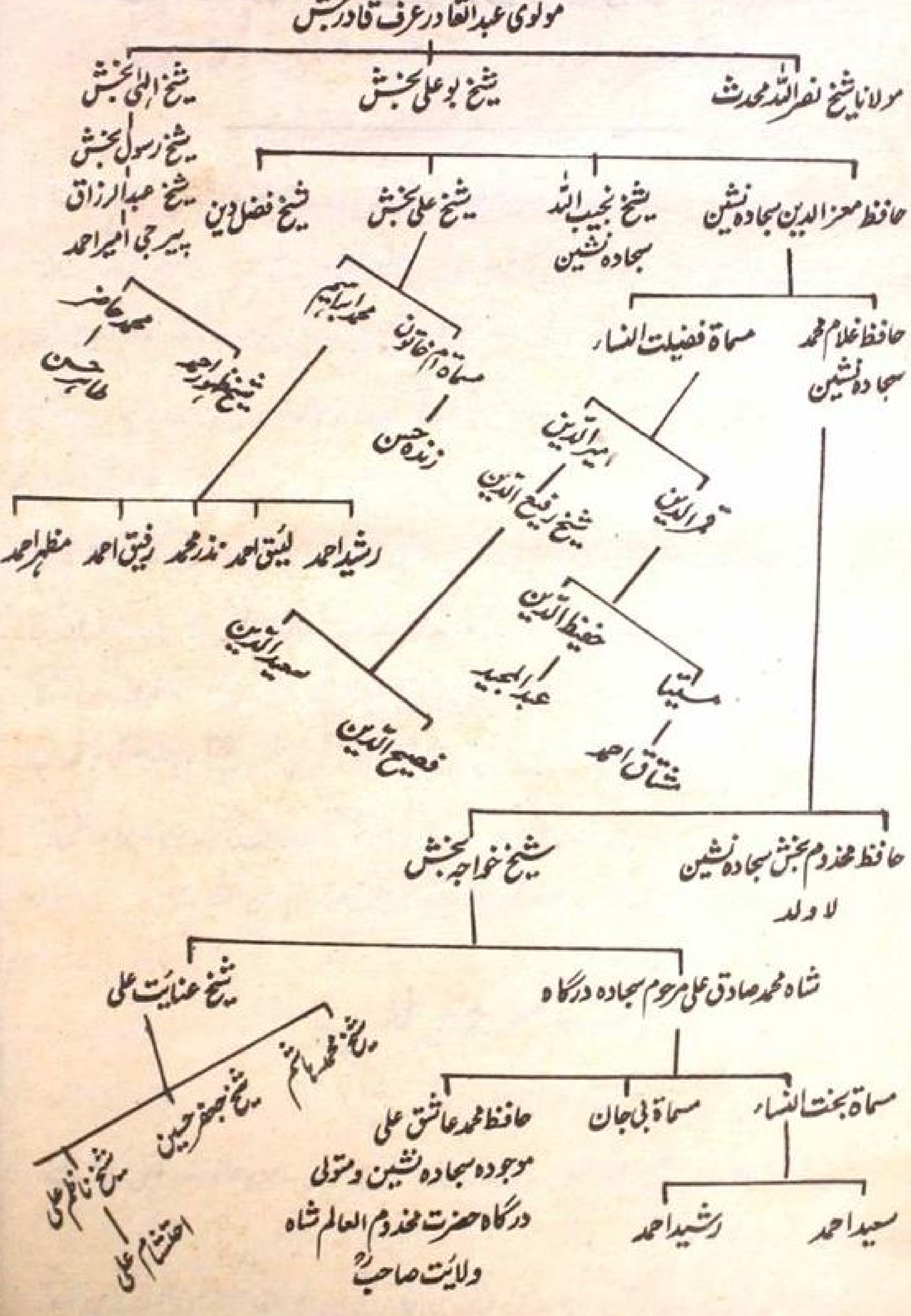
نمبر ۳۲ بن عثمان عبد الرحمٰن[33] بن عبد الرؤف[34] بن حارث[35] بن ابو القاسم[36] بن محمد[37] بن خلف[38]

بن احمد[۳۹] بن شعیب[۴۰] بن طلحہ[۴۱] ابو قہاب بن عبد[۴۲] اللہ بن سعد[۴۳] بن عبد[۴۴] اللہ بن عبد الرحمٰن بن امیر المومنین حضرت ابو بکر الصدیق۔ اس لئے جو رائے مناسب ہوں ویسا کیجیئے۔ اگر اُوپر کے مندرجہ اسمار صحیح ہوں تو یہ رکھیئے ورنہ یہ نام جو سرخی لکھے گئے ہیں۔ درج فرمائے جائیں اطلاعاً عرض ہے

نوٹ:۔ از مؤلف۔ رسالہ کے نمبر ۲۰ کا نوٹ ملاحظہ ہو۔ اھ

(تتمہ حرف جیم)

موجودہ خاندان کے تفصیلی نام اور جہاں پر جس کا سلسلہ ملتا ہے اس کی کیفیت حسب ذیل ہے



(د)

فہرست کاغذات مشمولہ مجموعہ ہذا

نام کاغذ	نمبر شمار
درخواست مشعر نوّے روپیہ سالانہ خرچ درگاہ شریف ڈیڑھ روپیہ روزینہ مقرر درگاہ موصوفہ مع دانۂ طاؤسان وغیرہ منجانب غلام محمد ولد حافظ معز الدین سجادہ نشین درگاہِ عالیہ مخدوم شاہ ولایت صاحب	نمبر ۱
درخواست اہالیان خاندان بابت تقسیم جائیداد مواضعات پلھیڑی۔ ناگل۔ منٹ وغیرہ	نمبر ۲
فرمان دربار شاہ فرخ سیر بادشاہ غازی مشعر ثبوت شجرہ مشمولہ ہذا پیش ہے	نمبر ۳
ایک قطعہ بیعنامہ بہ ثبوت شجرہ مذکورہ	نمبر ۴
حکمنامہ اطلاع دہی یک صد بیگہ پختہ اراضی واقع موضع پلھیڑی بنام محصلان سرکاری علاقہ تھانہ بھون۔	نمبر ۵
رپورٹ تحصیلدار صاحب تھانہ بھون جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یار پور میں شاہ ولایت صاحب کی یکصد بیگہ معافی تھی۔ نیز عرس وغیرہ کا قدیم سے ہونا ثابت ہے۔	نمبر ۶
یار پور کی اس اراضی کا پٹہ جو شاہ ولایت صاحب کی ملک تھی اور حافظ غلام محمد صاحب مقر پٹہ ہذا چونکہ قاضی صاحب کے یہاں ملازم تھے اس لئے ساکن لکھنوتی اپنے آپ کو تحریر کیا ہے۔	نمبر ۷
پٹہ اقراری حافظ غلام محمد بابت اراضی موضع پلھیڑی	نمبر ۸
درخواست منجانب حافظ مخدوم بخش صاحب سجادہ نشین درگاہ درروزینہ دار و تعلقہ دار مع حکم سرکار سے ثابت ہے کہ خاندان سے جس آدمی کے ہاتھ میں درگاہ کی خدمت ہوتی تھی وہ سجادہ کہلاتا تھا اور یہ بھی ثابت ہے کہ عہ۸ر یومیہ روزینہ صرف اس شخص کو سرکار سے ملتا تھا جو درگاہ کی سجادگی پر مامور تھا۔	نمبر ۹

نام کاغذ	نمبر شمار
یک قطعہ رپورٹ بابت تعمیر مکانات درگاہ حضرت شاہ ولایت صاحب حضرت شاہ لال صاحب (اس کاغذ میں شاہ لال کو شاہ لعل ع سے لکھا ہے اور ان کے نام کے بعد یہ عبارت بھی لکھی ہے کہ عمومی صاحب آنجناب اند۔ مؤلف۔ بعد معاینہ کاغذ اس سے اس افواہ کا غلط ہونا ثابت ہوتا ہے کہ یہ بزرگ پہلے ہندو تھے یا باعتبار ہندو یا مسلمان ہونے کے مختلف فیہ تھے غالباً منشاً اس کا لال الف سے لکھا ہے جو خود بے اصل ہے۔ ۱۲۔ مؤلف)	نمبر ۱۰
یک قطعہ پٹہ اراضی واقع موضع پنوار کھیڑا از رسول بخش وغیرہ	نمبر ۱۱
یک قطعہ کاغذ نسبت اراضی موضع مُلاں پور بمد نیاز منجانب قاضی محمد منعم خان صاحب مرحوم۔	نمبر ۱۲
حکمنامہ منجانب حاکم میرٹھ بنام راجہ امید سنگھ بابت دانہ طاؤسان و تیل چراغ از محکمۂ مال پرگنہ تھانہ بھون۔	نمبر ۱۳
درخواست منجانب حافظ غلام محمد سجادہ نشین درگاہ بابت اراضی موضع منٹ جس سے لفظ (سجادہ نشین) کی تصدیق ہوئی ہے۔	نمبر ۱۴
درخواست طلبی روزینہ منجانب حافظ غلام محمد سجادہ نشین درگاہ اس سے بھی متذکرہ بالا کا ثبوت ہوتا ہے۔	نمبر ۱۵
فرمان عالی شان منجانب رعیت و شریعت پناہ حضرت ابوظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر اعظم شہنشاہ دہلی رحمۃ اللہ علیہ بحق جناب شیخ مولانا نصر اللہ صاحب محدث تھانوی مورث ہم مسکینان محمد عاشق وغیرہ وارثان حضرت شاہ ولایت صاحب رح	نمبر ۱۶

تمت الضمیمۃ

خاتمہ مظہرہ ارتباط رسالہ بالتربیۃ السالک

احقر مؤلف نے حضرت مرشدی حضرت حاجی شاہ امداد اللہ رحمہ اللہ سے سُنا ہے کہ تصوف میں چار علم ہیں۔ سیر (یعنی حکایات اولیاء اللہ) اخلاق (یعنی اصلاح اعمال باطنہ) سلوک (بالمعنی الاخص یعنی اس اصلاح پر جو حالات باطنہ مرتب ہیں اور سلوک بالمعنی الاعم اصلاح اخلاق کو بھی شامل ہے) حقائق (یعنی مسائل فن خصوص علوم مکاشفہ) وھو مذکور ایضاً فی الحصۃ الثانیۃ للمقالات من امداد المشتاق مگر یہ تقسیم باعتبار صورت کے ہے ورنہ درحقیقت سیر کا مرجع بھی معنیً بقیہ اقسام ثلثہ ہی ہیں کیونکہ ان حکایات سے بھی مقصود اولیاء کے ان ہی احوال کا ظاہر کرنا ہے جن سے اقسام ثلاثہ کا استفادہ ہو سکے۔ چنانچہ اس رسالہ سے بھی جو ظاہراً سیر ہے جا بجا مسائل فن کا استنباط ہوتا ہے۔ مثلاً اصل رسالہ کے نمبر ۳ سے بمصلحت سفر کرنا اور ۵ سے فتوحات کا قبول کرلینا اور معاش کے لیئے ان کا انتظام کرنا اور ۸ سے شیوخ سے استفادہ اور ۱۰ سے بیعت میں تعجیل نہ کرنا۔ جس کی تقریر وہاں بھی کردی گئی اور ۱۱ سے افادہ کے لئے اپنے خلفاء کو کہیں بھیجنا اور ۱۳ سے مستفیدین کی مصالح کی رعائیت کرنا اور ۱۴ غرض صالح کے لئے نکاح کرلینا اور ۱۶ و ۱۷ سے اپنے مخصوصین کے احوال کا تعاہد و تفقد کرنا اور ضمیمہ کے ۲ سے ضروری تعمیرات دینیہ و دنیویہ کا اہتمام کرنا اثبات مدعا کے لئے کافی نمونہ ہے اور تامل کرنے سے اور بھی فوائد مستفاد ہو سکتے ہیں۔ پس اس اصل پر نظر کرکے اس رسالہ کا مرجع تربیۃ السالک ہوسکتا ہے جو اقسام ثلاثہ کے لیئے موضوع ہے اسی لئے اس کو تربیۃ السالک کے سلسلہ میں قرار دیا گیا ہے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اوّلاً وآخراً وباطناً وظاھراً

انتھت الخاتمۃ وبانتھاءھا انتھت الرسالہ

اشرف علی عفی عنہ

نقل تبویب رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ میں زیرِ نگرانی حاجی محمد عبد السلام صاحب ہوشیار پوری خلیفہ مجاز حضرت مولانا خیر محمد صاحب دامت برکاتہم مکمل ہوئی احقر محمد رمضان شوق نے پوری تبویب کو نقل کیا مگر بوجہ اپریشن آنکھ اخیر کے چند صفحات مولوی محمد شریف صاحب کشمیری فاضل جامعہ اشرفیہ ایم اے نے مکمل کی اور آج بروز جمعرات (پنجشنبہ) ۲۸ جمادی الاول ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۷۱ء قریب دوپہر دفتر مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد کچہری بازار لائل پور میں نظرِ ثانی و تصحیح سے زیرِ نگرانی حاجی محمد عبد السلام صاحب ہوشیار پوری خلیفہ مجاز حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب دامت برکاتہم فراغ پائی۔

اَلحَمدُ لِلّٰہِ حَمدًا کَثِیرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیہِ

حق تعالیٰ بہ برکت حضرت مربیٔ اعظم حکیم الامت مرشد تھانوی نور اللہ مرقدہٗ و بدعائے حضرت سراپا خیر و برکت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم و ناقل کو فیوضاتِ اشرفی سے بہرہ ور فرما کر حسنِ خاتمہ نصیب فرمائے

فہرست مضامین

تبویب تربیت السالک جلد دوم

باب دوم

اخلاق حمیدہ کے بیان میں

باب ششم

ذکر و شغل کے بیان میں

المکرّ پریس ۵ شارع فاطمہ جناح لاہور

کتبہ:۔ محمد صدیق مرکز کتابت کچہری بازار لائلپور ۱۰-۲-۱۹۷۵